شمارہ

کلیات

سلطان محمد قلی قطب شاہ

سنہ ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ

مرتبہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی

پروفیسر اردو جامعہ عثمانیہ

مجلس اشاعت دکنی مخطوطات

سر پرست

عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر

۱۔ مولوی سید محمد اعظم صاحب ایم اے۔ بی ایس سی۔ (کینٹب) پرنسپل سٹی کالج صدر

۲۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

۳۔ مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) پروفیسر انگریزی پرووسٹ جامعہ عثمانیہ رکن

۴۔ مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

۵۔ مولوی عبدالقادر سروری صاحب ایم اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

۶۔ مولوی سید محمد صاحب ایم اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج) معتمد

۷۔ مولوی میر سعادت علی صاحب ایم اے۔ شریک معتمد
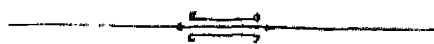
اُردو یا ہندستانی کی ابتدائی تاریخ اور اس کے قدیم شعرا و مصنفین کے حالات و مقالات ایک عرصۂ دراز تک بالکل تاریکی میں رہے اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ وؔلی اورنگ آبادی جو گیارھویں صدی ہجری کے رُبع آخر میں گزرے ہیں، اس زبان کے سب سے پہلے شاعر تھے بلکہ بعض متاخر تذکرہ نویسوں نے ان کے کلام کو بھی جس میں قدیم زبان کی بہت زیادہ جھلک پائی جاتی تھی "ٹکسال باہر" قرار دے کر دلّی کے ان شعرا کو، جنہوں نے وؔلی کی تقلید میں فارسی کی بجائے اُردو میں شعر کہنا شروع کیا تھا، اُردو کے اولین شعرا قرار دیا ہے۔ لیکن حالیہ تحقیقات نے اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ وؔلی اورنگ آبادی سے کئی سو برس پہلے اُردو زبان کی بُنیاد پڑ چکی تھی، اور دکن کی قدیم اسلامی سلطنت بہمنیہ کے

آخری زمانے میں اور اس کے بعد اس کی جانشین ریاستوں یعنے قطب شاہی اور عادل شاہی کے عہد میں اس زبان نے اس قدر ترقی کر لی تھی کہ نہ صرف عام بول چال اور تبادلۂ خیال کے لیے استعمال کی جاتی تھی بلکہ اس میں نظم و نثر کی متعدد اعلیٰ درجے کی کتابیں بھی لکھی گئیں خصوصاً قطب شاہی اور عادل شاہی خاندانوں کے علم دوست اور سخن گستر بادشاہو کی خاص سرپرستی نے اس کی ترویج و ترقی کی رفتار بہت ہی تیز کر دی اور ان کی شخصی دلچسپی سے جن میں بعض مثلاً محمد قلی قطبشاہ بانی شہر حیدر آباد خود اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، اس زمانے میں بہت سے بلند پایہ شعرا و مصنفین پیدا ہوئے۔ ان ریاستوں کی تباہی کے بعد اردو زبان کی تیز رفتار ترقی ایک عرصے کے لیے کچھ رک سی گئی اور پھر سرکار دربار میں کچھ مدت کے لیے فارسی کا دور دورہ قائم ہو گیا، لیکن باوجود شاہی سرپرستی سے محروم ہونے کے اردو زبان اپنی فطری موزونیت کے سبب برابر بڑھتی اور ترقی کرتی رہی اور رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔

اگرچہ محققین کی تحقیقاتی مساعی کی بدولت اردو زبان و ادب کی قدامت مسلم ہو گئی ہے لیکن ان قدیم شاعروں اور نثر نویسوں کے گراں پایہ ادبی کارنامے جن پر اس زبان کی تمام ترترقیوں کی بنیاد قایم ہے اور جن کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے قدما کے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں بلکہ

اپنی گزشتہ عظمت سے بھی آگاہی حاصل کرسکتے ہیں، اب تک گزشتہ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، پیوستہ سال سٹی کالج میں دو صد سالہ جشنِ یادگار ولی کے موقع پر "دکن کے مخطوطات" کی جو نمایش منعقد کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ کتنے ہی انمول جواہر پارے ایسے ہیں جن کی اشاعت سے نہ صرف اُردو ادب کے ذخیرے میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا، بلکہ ان سے اُردو ادب کی ابتدائی ترقیوں، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں اور عہد گزشتہ کی تہذیب و تمدن کے متعلق نہایت کارآمد معلومات حاصل ہونگی۔ نیز اس عہد کی کتابوں کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ ابتدائی اُردو میں عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ہندی کے الفاظ بھی برابر کے شریک تھے جو بعد کو رفتہ رفتہ زبان سے خارج ہوگئے۔ موجودہ زمانے میں بیرونی زبانوں کے غیر ضروری الفاظ اُردو سے خارج کرکے اس کو خالص ہندستانی بنانے کی جو کوشش کی جارہی ہے اس کے مدنظر بھی ان کتابوں کی اشاعت بہت ہی کارآمد ثابت ہوگی۔ ان کے مطالعے سے اہلِ ذوق یہ معلوم کرسکینگے کہ کس طرح ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بھی اُردو کی خراد پر چڑھ کر اُردو یا ہندستانی زبان کا جز بن سکتے ہیں۔

حسنِ اتفاق سے حیدرآباد کے مشہور علم دوست امیر عالیجناب **نواب سالار جنگ بہادر** مدفیوضہ، نے بھی جو جشن یادگار ولی کے صدر نشین تھے اس اہم ضرورت کو محسوس فرمایا

اور اپنے خطبۂ صدارت میں بدیں الفاظ توجہ دلائی :-

"اس اہم اور دلچسپ کام کو اس تقریب کے ساتھ ختم نہ ہونا چاہیے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس دو صد سالہ جشنِ ولی کی یادگار میں کوئی مستقل کام آغاز کیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام نہیں ہو سکتا کہ ولی کے معاصرین اور ان سے پہلے کے شاعروں اور صاحبانِ تصانیف کی اُردو کتابیں مرتب اور شایع کی جائیں۔ ولی سے پہلے بھی ہمارے ملک میں بڑے بڑے شاعر اور انشا پرداز پیدا ہو چکے ہیں۔ خود طبقۂ فرماں روایان میں محمد قلی قطب شاہ اور علی عادل شاہ بلند پایہ شاعر تھے۔ پھر ان کے دربار کے ملک الشعرا وجہی، غواصی، نصرتی، رستمی وغیرہ ولی سے کم نہ تھے۔ اور چونکہ ولی سے بہت پہلے گزرے ہیں اس لیے ان کے کلام اور بھی زیادہ قابلِ قدر رہیں۔ بہر حال اس اہم کام کی تکمیل کے لیے ایک جماعت منتخب کر لینی چاہیے۔"

نواب صاحب ممدوح نے قدر شناسی سے یہ بھی فرمایا کہ :-

"مسرت کا مقام ہے کہ خود ہمارے ملک میں اب ایسے اصحاب موجود ہیں کہ ان قدیم کتابوں کے کلام اور زبان کو سمجھ کر ان کو جدید طریقوں پر مرتب کر کے

شایع کر سکتے ہیں۔ میں بھی اس مبارک اور اہم کام میں اس جماعت کا ہاتھ بٹانے تیار ہوں۔"

چنانچہ نواب صاحب معزز کی اس علمی سرپرستی اور اعانت سے حسب ارشاد گرامی راقم کی صدارت میں حسب ذیل اصحاب کی ایک کمیٹی "مجلس اشاعت مخطوطات" کے نام سے قائم کی گئی اور قدیم ادبی جواہر پاروں کا ایک تفصیلی جائزہ لے کر ان کی اشاعت کے ابتدائی مراحل طے کیے گئے۔

(۱) ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زور ام۔ اے۔ پی ایچ ڈی (ریڈر اردو جامعہ عثمانیہ) نائب صدر

(۲) مولوی مرزا حسین علی خاں صاحب بی اے (آنرز) (صدر شعبۂ انگریزی جامعہ عثمانیہ) رکن

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب صدیقی ام۔ اے۔ ال ال بی۔ (لکچرار تاریخ جامعہ عثمانیہ) "

(۴) مولوی عبدالقادر سروری صاحب ام۔ اے ال ال بی۔ (لکچرار اردو جامعہ عثمانیہ) "

(۵) مولوی سید محمد صاحب ام۔ اے۔ (لکچرار اردو سٹی کالج)......معتمد

(۶) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی ام۔ اے۔ ....شریک معتمد

علمی نقطۂ نظر سے قدیم کتابوں کی اشاعت آسان اور ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ جن لوگوں کو اس سے سابقہ پڑا ہے وہ اچھی طرح اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس کام میں کس قدر دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مختلف نسخوں کے باہمی مقابلے اور تصحیح کے علاوہ

بعض دفعہ ایک ایک لفظ کے لیے کئی کئی روز چھان بین کرنی پڑتی ہے' اور بظاہر یہ مثل صادق آتی ہے کہ "کوہ کندن وکاہ برآوردن"۔ نسخے اکثر بدخط اور بعض غلط در غلط بھی ہوتے ہیں۔ ان تمام مراحل کو صبر و سکون اور محنت و ہمت سے طے کرنے کے بعد کتاب قابل اشاعت بن سکتی ہے۔ مجلس ہذا کے مستعد اور علم دوست ارکان نے جس محنت اور توجہ سے اس ہفت خوان ادب کو طے کیا ہے وہ ان کی مساعی کے نتائج سے ظاہر ہے اور توقع ہے کہ وہ ارباب ذوق کی پسندیدگی حاصل کرینگے۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب نے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے نہایت ضخیم کلیات کی ترتیب کے صبر آزما کام کو اپنے ذمے لینے کے علاوہ مجلس کا مختلف طریقوں سے جو ہاتھ بٹایا ہے اس کا اعتراف نہایت ضروری ہے۔

یہ پیش لفظ نامکمل رہ جائیگا اگر ہیں عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کی فیاضی سے کہیں زیادہ اس ذاتی دلچسپی اور توجہ کا شکریہ ادا نہ کروں جو نواب صاحب ممدوح نے شروع ہی سے مجلس کے کاروبار میں فرمائی ہے فی الحقیقت نواب صاحب کے اس انہماک اور سرپرستی کے بغیر یہ مشکل کام انجام نہیں پاسکتا تھا۔

سید محمد اعظم

فہرست

مقدمہ

(صفحات ۱۷ تا ۳۵۲)

پہلا حصہ

نظمیں

(صفحات ۱ تا ۳۲۴)

دوسرا حصہ

غزلیں

(صفحات ۱ تا ۲۹۶)

تیسرا حصہ

دیگر اصناف سخن

(صفحات ۱ تا ۶۴)

فہرست تصاویر

سلطان محمد قلی قطب شاہ

عرضِ مرتب

اس کلیات کی ترتیب کا کام مارچ ۱۹۳۷ء میں شروع ہوا۔ اور مسلسل تین سال کی کوشش اور انتظار کے بعد آج یہ شایع کیے جانے کے قابل ہوا ہے۔ مرتب کو اپنی بے بضاعتی کے احساس کے علاوہ اس امر کا اعتراف بھی ہے کہ اس صبر آزما کام کے اثنا میں اس کو دوسری کتابوں کی ترتیب و تالیف کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑا۔ چنانچہ گولکنڈے کے افسانوں کے دوسرے مجموعے "گولکنڈے کے ہیرے" کے علاوہ اس نے "روح غالب" اور "مکتوباتِ شاد عظیم آبادی" کا کام بھی اسی اثنا میں شروع اور ختم کیا۔ نیز تاریخ ادب اُردو، ارشاد نامہ، رسائل شاہ برہان، ابراہیم نامہ، اور تاج الحقایق کی ترتیب بھی اسی دوران میں ہوتی رہی۔ اگر یہ سب کام درمیان میں خلل انداز نہ ہوتے تو شاید "کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ" آج سے بہت پیشتر شایع ہو کر منظر عام پر آجاتا۔

یہ عظیم الشان کلیات چھپ کر اہل اُردو کے ہاتھوں تک نہ پہنچ سکتا اگر دکن کے روشن خیال امیر نواب میر یوسف علی خاں بہادر سالار جنگ کی ذاتی دلچسپی شامل حال نہ ہوتی۔ نواب صاحب نے "سلسلۂ یوسفیہ" قایم کر کے دکنی مخطوطات کی اشاعت کی

جو سرپرستی فرمائی ہے اس کی وجہ سے متعدد دکنی شاعروں اور ادیبوں کی علمی و ادبی یادگاریں تلف ہونے سے بچ گئیں "نام نیک رفتگاں" ضایع نہ کرنے کا یہ جذبہ خود نواب صاحب معظم کے نام اور ان کے "سلسلۂ یوسفیہ" کو اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک کہ خود اردو زبان موجود ہے۔

آخر میں پنڈت ہری ہر شاستری صاحب پروفیسر سنسکرت و برج بھاشا جامعۂ عثمانیہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنھوں نے بہت سے نامانوس اور متروک الفاظ کے سمجھنے میں مرتب کو قابل قدر مدد دی لیکن افسوس ہے کہ بعض لفظ اور ترکیبیں اب تک مرتب کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اور اس امر کے اعتراف میں مرتب کو اس لیے کوئی ندامت نہیں کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اس بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ میری کتابوں کی شرح کوئی نہیں لکھ سکے گا۔ چنانچہ اس کی اسی پیشین گوئی کے الفاظ پر اس "عرض" کو ختم کیا جاتا ہے ؎

نہ لکھ سکے گا کنے شرح مجھ کتاباں کا
(کوئی بھی)
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز
(شل)

سید محی الدین قادری زور

رفعت منزل
جون سنہ ۱۹۴۰ء

مقدمے کے مآخذ

مقدمہ کلیات محمد قلی قطب شاہ کی ترتیب میں حسب ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

قلمی

۱۔ تاریخ محمد قطب شاہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

۲۔ حدائق السلاطین " " " "

۳۔ حدیقۃ السلاطین (جلد دوم) " " "

۴۔ ماہ نامہ کتب خانہ " " "

۵۔ تذکرۃ الملوک " انڈیا آفس لندن

۶۔ احوال حیدرآباد " برٹش میوزیم "

۷۔ فتوحات عادل شاہی " " " "

۸۔ قطب مشتری " انڈیا آفس "

۹۔ تاریخ نذر چند ولال " ادارۂ ادبیات اردو

مطبوعہ

۱۱۔ حدیقۃ السلاطین ۔ مطبع صدیقی حیدرآباد سنہ ۱۳۵۰ھ

۱۲۔ تاریخ فرشتہ ۔ " نولکشور سنہ ۱۸۸۴ء

۱۳۔ برہان ماثر ۔ " دہلی سنہ ۱۹۳۶ء

۱۴۔ حدیقۃ العالم ۔ " سیدی حیدرآباد سنہ ۱۳۰۹ھ

۱۵۔ گلزار آصفی " محمدی سنہ ۱۳۰۸ھ

۱۶۔ تاریخ ظفرہ " حکیم برہم گورکھپور سنہ ۱۹۲۷ء

۱۷۔ ماثر دکن " جامعہ عثمانیہ سنہ ۱۹۲۴ء

۱۸۔ تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ مطبع مفید عام آگرہ

۱۹۔ تاریخ دربار آصف ۔ " افضل المطابع حیدرآباد

۲۰۔ تاریخ قندھار دکن امانت پریس حیدرآباد سنہ ۱۳۲۱ھ

۲۱۔ تاریخ گولکنڈہ ۔ مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ سنہ ۱۹۳۹ء

۲۲۔ محبوب الزمن ۔ " رحمانی سنہ ۱۳۲۹ھ

۲۳۔ بہار و خزان حیدرآباد ۔ " مشیر دکن سنہ ۱۹۰۸ء

۲۴۔ کلام الملوک " معین دکن سنہ ۱۳۵۶ھ

۲۵۔ وقائع سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیئر مطبع گلزار ابراہیم مراداباد سنہ ۱۸۸۸ء

۲۶۔ سیاحت نامہ تھیونو " مفید عام آگرہ سنہ ۱۸۹۷ء

۲۷۔ ہندوستان عہد مغلیہ میں (منوچی) " آریہ سٹیم پریس لاہور

خطبہ

کلیات محمد قلی قطب شاہ کے مرتب سلطان محمد قطب شاہؒ
ظل اللہ نے اپنے چچا اور پیشرو بادشاہ و شاعر کے متعلق سنہ ۱۰۲۵ھ
میں جو طویل منظوم دیباچہ لکھ کر کلیات کے آغاز میں درج کیا تھا
اس کے چند اشعار تبرک کے طور پر ہم اپنے مقدمے سے پہلے شامل
کرتے ہیں۔

عبارتِ سرلوح

کلیاتِ اشعار فصاحت آثارِ جنت مکانی فردوس آشیانی
مغفرت پناہ عمی عالی حضرت محمد قلی قطب شاہ نور مرقدہٗ
تمام شد در کتاب خانۂ مبارک بخط محی الدین کاتب تاریخ
اوائل شہر رجب المرجب خمس عشرین اعنی بعد الف من الہجریہ
فی دار السلطنۃ حیدرآباد حرس اللہ عن الاضداد
کتبہٗ عبد الخالص لمولاہٗ سلطان محمد قطب شاہ بلغہ اللہ تعالےٰ فیما تمنّاہٗ

مُہر۔ مہر سلیمان زحق گشتہ میسر مرا گشتہ زنقش نگیں حیدر صفدر مرا
العبد السلطان محمد قطب شاہ
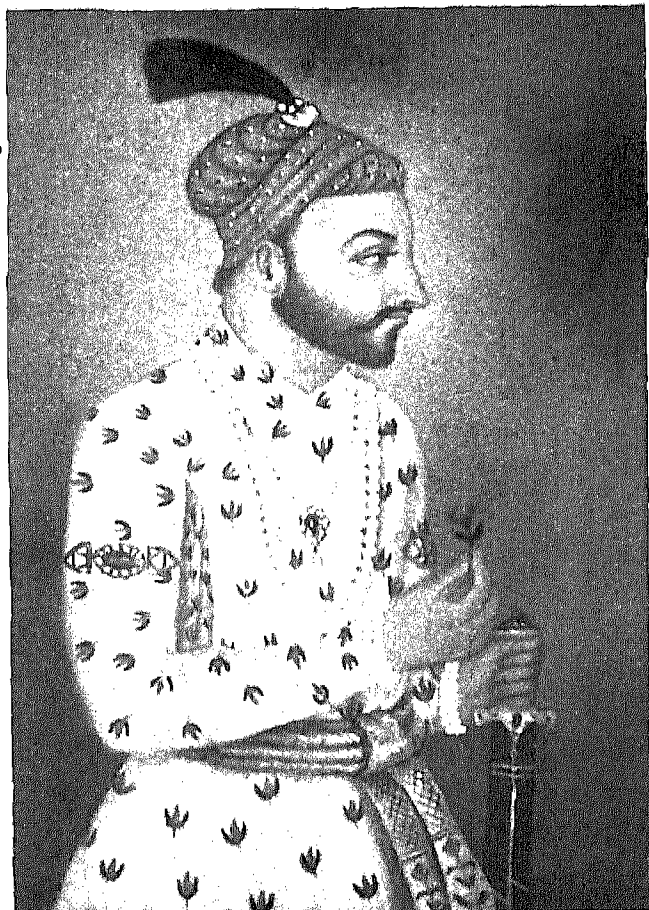
سلطان محمد قطب شاہ

خطبۂ کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

کتا ہوں سنواب کتک بین میں　　کہ تا ہوئے روشن کہ لوسب کتے نیں

محبت شہنشاہ کا دل میں آن　　زتن کا لس جو تھے کھول کھان

تحمل نزل ہر یک سخن خاص لیا　　دکھا تس منے دھات اخلاص کا

جتا کچ بیان کرے منگتا ہوں میں　　شہنشاہ کی اس شفقت کے تئیں

کہ شہزاد پر دو اپے شہر یار　　جو کس دھات دھرتے تھے پیار اپار

سو کچ شرح میں وو نہ آتا اہے　　لکھن کے تو لکھیا نہ جاتا اہے

سو کچ تھے اس کروں لیا بیاں　　جو جگ دل اپر ہو رہے لو عیاں

محبت پوشہ کا پچھانے انجھیں　　کہ تا سب شفقت لو جانے اپیں

جو کس دھات شہزاد کوں شاہ وو　　محبت تیا آپ دھرتے تھے سو

لہ۔ افسوس ہے کہ اس خطبے کے صرف جستہ جستہ اشعار ہی دستیاب ہوئے اگر پورا خطبہ مل جاتا تو کلیات کے متعلق اور تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتیں۔

کہ آرام تھا تل شہنشاہ دل — کہ بن دیکھے شہزاد کوں ٹیک تل
وہی دل وہی جیو وے دم اتھا — وہی سُک وہی عیش انند جم اتھا

. . . .

بجد ہو کے لطف الٰہی نول — پڑے شعر تا پا میں کر حفظ سکل
اپس دل میں کر فکر سب ایک رات — کئے خطبہ کہہ مستعد کلیات
جو الحق سنے کوئی اگر یو زبان — تو در حال کیں مرحبا بے گمان
سو کیچ شاعری بیچ شہ دہر کمال — بچن کہہ کے موتیاں نمن صدف دل
کہے نیں کہیں شعر میں وصف اپس — جو اپچ شعر کے فن میں اتنا سرس
جو بھی کوئی اچھے شاعراں دھادو — تو ین وصف اپس کے نہ رے سات ۂ
اگر کم تو پچاس میں بیت چار — کہے باج اپس وصف یتنے سنگار
رہیا جائے نا شاعراں من میں — بن آسکے صفت شعر کے فن میں
جو خاصا ہے یو شاعراں کا ہر یک — نہ رہیں بن کہے وصف بنیا لگنک
مگر شاہ کہے بیت پچاس ہزار — دھرے وصف اپس سو کہن بہت غار
دنا شعر کہہ بیت میں ٹیک بات — کہے نیں لکھیں آپنے وصف سات
کہ یو عین اچھے نقش اٹے اولیا — جو دھرتے اتھے وصف اپس کا روا

جو مقطع میں ہر یک اپس شعر کے — لئے بن سو حضرت علی ناوں اپے
نہ کرتے تھے ہرگز سو ختم کلام — بغیر ان علی کا لیے باج نام
کہے وصف شہ کا اگر توں جتا — تو ہے وصف میں شاہ کے کم وتا

تو اب ختم خطبے کوں ظل اله
کئے سنگ علی ولی تھے پناه

ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری نے لکھا تھا کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، وید مقدس اور دیوانِ غالب۔ لیکن اگر وہ عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ معانی کی کلیات دیکھ پاتے تو اس قطعیت کے ساتھ دعویٰ کرنے کی جرات نہ کرتے واقعہ یہ ہے کہ آج سے ٹھیک ساڑھے تین سو سال پیشتر اردو زبان ایک ایسے رفیع المنزلت شاعر کے نغموں سے مالامال ہو رہی تھی جس کا لاثانی کلام بجنوری مرحوم کے نقطۂ نظر سے صحیح معنوں میں الہامی کہا جا سکتا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کی شاعری اکتسابی نہ تھی۔ قدرت نے اس کو شاعری کا ایک ایسا عجیب و غریب ملکہ عطا کیا تھا کہ شاید ہی دنیا کے معدودے چند شاعر اس

نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ ور رہوئے ہوں۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مطلق العنان بادشاہ تھا وہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا لیکن اس کا کلام کسی ملک الشعراء کے شعری کارناموں سے بھی کسی طرح کم نہیں، اور پھر وہ صرف اردو ہی کا شاعر نہ تھا۔ فارسی اور تلنگی میں بھی اس نے ہزاروں شعر لکھے۔ وہ مغلِ اعظم جلال الدین اکبر کا ہم عصر تھا اور اس کا دربار بھی عالموں اور فاضلوں اور صاحب کمالوں سے معمور تھا۔ اس کے عالی شان ایوان امیر و غریب ہر ایک کے لئے کھلے رہتے۔ اس کا نعمت خانہ سو گز سے زیادہ طویل تھا جہاں اس کے دسترخوان پر کبھی دس ہزار آدمی سے کم نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہوں اور شاہنشاہوں کی تاریخ میں ایسا تاج دار شاید ہی نظر سے گزرے جو عوام کی زندگی سے اس قدر قریب تھا۔ اس نے غریبوں اور محتاجوں کی شنوائی کے لئے ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ایک عالی شان داد محل کی تعمیر کی جس کے دروازے بازار کے رُخ رکھے گئے اور جہاں ہر بیکس و بینوا بغیر چوب داروں اور دربانوں کی مزاحمت کے خود بادشاہ تک پہنچ سکتا۔ اس نے اپنی غریب رعایا کو قتل و خون اور جنگ و جدال سے بچانے کے لئے اپنی بتیس ۳۲ سال کی حکومت کے دوران میں کبھی لڑائی کا اقدام نہیں کیا۔

محمد قلی اعظم کی زندگی کے حالات اور اس کے عہدِ حکومت کے واقعات سے

دکن کی کوئی تاریخ خالی نہیں۔ اس ہستی کا نام جس نے حیدرآباد جیسا فرخندہ بنیاد شہر بسایا ہو دنیا کی تاریخ کے صفحات سے کبھی محو نہ ہوسکے گا یہ اس صاحب ذوق بادشاہ کی حسن نیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جس شہر کا اس نے سنگ بنیاد رکھا وہ آج تک آباد اور اس میں بسنے والے دل شاد ہیں۔ گزشتہ ساڑھے تین سو سال سے اس شہر کی زیب و زینت روز افزوں ترقی پر ہے۔ حضرت آصفجاہ اول نے اس کو مستحکم کیا اور اس کے اطراف فصیل کی تکمیل کی۔ حضرت آصفجاہ ثانی نے اس کو اورنگ آباد کی جگہ دولت آصفی کا پایۂ تخت قرار دیا۔ عظیم الشان خانوادۂ آصفی کے دوسرے فرماں روا بھی اپنے اپنے زمانہ میں اس کی زیب و زینت میں اضافہ کرتے رہے۔ اور اب عہد حضرت سلطان العلوم آصفجاہ سابع میں یہ مسعود و مبارک شہر جنت ارضی کی شکل میں منتقل ہوتا جا رہا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس خوش قسمت بلدہ کا سنگ بنیاد جس علمی و ادبی فضا میں رکھا گیا تھا وہ کسی زمانہ میں بھی مفقود نہ ہونے پائی اور اب تو حضرت سلطان العلوم کی مسیحا نفسیوں نے اس کے اس امتیاز میں چار چاند لگا دئے ہیں اور اس طرح عہد حاضر میں محمد قلی قطب شاہ معانی کی یہ پریم نگری صحیح معنوں میں مدینۃ العلم بن چکی ہے اور اس کی علمی و ادبی فضا معراج کمال کو پہنچ رہی ہے۔

— محمد قلی کا اردو کلام پچاس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ کوئی صنف سخن ایسی نہیں جس میں اس نے اپنا کمال نہ دکھایا ہو اور نہ کوئی ایسا موضوع ہوگا جس پر اس نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ قصیدے اور مثنویاں مرثئے اور رباعیاں غزلیں اور قطعات غرض ہر صنف سخن کے وافر نمونے محمد قلی اعظم کی کلیات میں موجود ہیں۔ عاشقانہ مضامین عارفانہ نکات شاہی لوازم درباری شان وشکوہ محلات کی رنگینیاں باغوں کی سرسبزی و شادابی کے ساتھ ساتھ اس عظیم الشان شاعر کے کلام میں غریبوں کی زندگی عوام کے معتقدات عیدوں اور تہواروں کھیل کود اور تماشوں بازاروں اور بیوپاروں اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے عام رسموں اور رواجوں کی جھلکیں بھی جگہ جگہ نظر سے گزرتی ہیں۔ اس نے ایسے ایسے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے جن پر عام شاعروں کی نظر تک نہیں پڑتی وہ ایسی پتہ پتہ کی باتیں لکھ جاتا ہے کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں کہ اس قدر قدیم زمانہ میں ایک بادشاہ کا مشاہدہ اتنا وسیع اور گہرا کیسے ہو سکتا تھا۔ اسی لئے تو محمد قلی عرش آشیانی کا کلام الہامی سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ ایسی ایسی خصوصیتوں کا بھی حامل ہے جو گزشتہ تین سو سال سے متروک رہیں اور اب پھر اردو ادب میں رواج پا رہی ہیں۔ نیچرل شاعری کے متعدد بیش بہا نمونے اس خزانہ میں موجود ہیں۔ مستقل موضوعوں پر اس بادشاہ

شاعر نے سیکڑوں دلچسپ اور بلند پایہ نظمیں لکھیں۔ اس کی زبان میں ایسی شیرینی اور حلاوت ہے کہ اصل میں اگر کوئی زبان ہندوستانی کہلائی جا سکتی ہے تو وہ اس شاعرِ اعظم کی زبان ہے۔ اس میں نہ عربی و فارسی کا عنصر زیادہ ہے اور نہ سنسکرت کا اس کا اسلوب اتنا سادہ، سلیس اور رنگین ہے کہ ہر شخص اس کے کلام کو پڑھ کر محظوظ ہو سکتا ہے۔ اگر چند ایسے لفظ بدل دیئے جائیں جو اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں یا جن کی شکلیں مرورِ ایام کے ساتھ بدلتی گئی ہیں تو پھر محمد قلی کا کلام باوجود تین سو پچاس برس قبل کی تخلیق ہونے کے مستقبل کی ہندوستانی شاعری کے لئے بہترین نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ حاضر میں ہندوستان کے اربابِ سیاست جس مشترک زبان کی تشکیل میں کوشاں ہیں اس کو صدیوں قبل ہی محمد قلی لکھ گیا ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس بادشاہ شاعر کی بیش بہا کلیات کو مستقبل قریب میں ناگری حروف میں بھی منتقل کر لیا جائے جس طرح ایران میں فردوسی کی زبان اور خصوصیات کا احیا کیا جا رہا ہے۔ ہندوستان میں محمد قلی عرش آشیانی کی زبان اور شاعری پھر سے اپنی جگہ حاصل کر رہی ہے۔ اگر محمد قلی کے پیدا کردہ رجحاناتِ شعر و سخن اور زبان و ادب کا نہج بعد کے زمانہ میں بھی جاری رہتا تو عہدِ حاضر میں اردو اور ہندی کا یہ افسوسناک جھگڑا پیدا ہی نہ ہو سکتا اور

آج اردو بلا شرکت غیرے تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان ہوتی۔

اردو کے اس شاعرِ اعظم کی پیدائش ایک ایسے زمانہ میں ہوئی ہے جب کہ تمام ہندستان مسلمانوں کے زیرِ نگیں تھا اور یہاں کی اسلامی سلطنتیں اپنے تمارنی اور سیاسی عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ فاتحوں کے کشور کشائی اور جنگ و جدل کے ولولے دب چکے تھے اور وہ اس ملک کے باشندے بن کر ایک مشترکہ تہذیب و معاشرت کے بنانے میں سرگرم تھے۔ ہندستان کی سرزمین نے تاتاریوں، مغلوں، افغانیوں، ایرانیوں اور ترکوں کو اس طرح اپنا بنا لیا تھا کہ یہ پردیسی اس کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور ہندستان سے باہر ان کے لئے کوئی موہنی باقی نہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محمد قلی اور اس کے معاصرین جلال الدین اکبر بادشاہ اور ابراہیم عادل شاہ نورس ہندستانیت کی طرف اتنے مائل ہوئے کہ یہاں کی تہذیب و معاشرت تک اختیار کر لی اور ایک ہندلمانی (ہندو + مسلمان) ثقافت کے بانی ہوئے جو ان کی زندگیوں تک پورے عروج پر رہی۔

محمد قلی کا باپ گولکنڈہ کا مشہور تعمیر کار ابراہیم قلی تھا جس نے اپنا عنفوانِ شباب بیجانگر کی ہندو راج دھانی میں ایک شاہی پناہ گزین کی

حیثیت سے گذارا تھا۔ وہ اپنے باپ سلطان قلی قطب شاہ کے مارے جانے کے بعد سنہ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء میں اپنی جان بچا کر گولکنڈہ سے بھاگا اور اپنے ظالم بھائی جمشید قلی قطب شاہ کی وفات تک بیجانگر ہی میں رہا۔ آخر کار سنہ ۹۵۷ھ میں واپس آکر گولکنڈہ پر قبضہ کیا اور قطب شاہی سلطنت کے استحکام میں تیئیس[۲۳] سال تک مصروف رہا۔ اس زمانہ میں اس نے تلنگانہ کے ہندوؤں کے ساتھ اتنے اچھے تعلقات پیدا کئے کہ وہ لوگ قطب شاہی سلطنت کو اپنی سلطنت اور گولکنڈہ کو اپنی راج دہانی سمجھنے لگے۔ خود تلنگی زبان میں اب تک ایسے کتنے اور کتابیں موجود ہیں جن میں ابراہیم کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو تلنگی ادب اور شاعری کا سرپرست بتایا گیا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ابراہیم قلی خود بھی تلنگی سمجھتا اور بولتا ہو اور اس کا فرزند محمد قلی تو تلنگی کا ایک بہت بڑا شاعر بھی تھا۔

ابراہیم کی اس ہندو دوستی کے پیش نظر یہ امر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی ہو جیسا کہ تاریخ ماہ نامہ میں لکھا ہے۔ موجودہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں ساکت ہیں۔ افسوس ہے کہ مولف ماہ نامہ نے اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ لیکن اتنا ضرور

یقینی ہے کہ اس مبسوط تاریخ کے لکھتے وقت یعنے آصفی دور کے اوائل میں حیدرآباد میں متعدد ایسی قدیم تاریخیں اور معلومات کے ذریعے موجود تھے جو آج ناپید ہیں۔ کیونکہ **آصف جاہ اول اور آصف جاہ ثانی** کا زمانہ قطب شاہی عہد سے بالکل قریب تھا۔

ابراہیم قلی قطب شاہ نے بیجانگر کے قیام کے زمانے میں ہندوؤں سے اچھا خلا ملا پیدا کر لیا تھا اور کوئی تعجب نہیں اگر اس کے محل میں مسلمان بیگمات کے ساتھ ہندو حرم بھی ہو۔ بہرحال ماہ نامہ کی اس روایت کے علاوہ خود محمد قلی کی طرز معاشرت اور تلنگی شاعری سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اس کی ماں بھاگ رتی ہی ہو۔ محمد قلی اپنے خاندان میں پہلا شخص تھا جس نے بالکل ہندوانی طرز کا لباس اختیار کیا اس کے آبا و اجداد محمد قلی، جمشید قلی، اور ابراہیم قلی تینوں کی تصویریں ایرانی اور ترکی لباس میں ملتی ہیں اور محمد قلی کی جتنی تصویریں بھی ملی ہیں سب میں ہندستانی لباس اور اوڑھنی موجود ہے۔

— محمد قلی قطب شاہ ۹۷۳ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ۹۸۸ھ میں صرف پندرہ سال کی عمر میں گولکنڈہ کے

تخت و تاج کا مالک بنا۔ ابتدا میں اس کو جنگ و جدل سے سابقہ پڑا کیونکہ جنگ تالیکوٹ کے بعد دکن کی مسلمان سلطنتیں خود آپس میں دست و گریباں ہو گئی تھیں اور سلطان ابراہیم اپنی مصلحت کوشیوں کے باوجود آخر عمر تک لڑائیوں میں مصروف رہا۔ محمد قلی قطب شاہ طبعاً صلح جو اور امن پسند واقع ہوا تھا۔ اس نے کشور ستانی اور معرکہ آرائی سے زیادہ صلح و آشتی اور بزم آرائی سے کام لیا ہے۔ اتفاق سے ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ علی عادل شاہ کا بھی اسی زمانہ میں انتقال ہوا تھا جو بڑا جنگجو تھا۔ اور اس کا جانشین ابراہیم عادل شاہ نورس بھی محمد قلی کی طرح امن پسند اور علم و ادب کا دلدادہ تھا اس لئے دکن کی طوائف الملوکی رک گئی اور ان دونوں بادشاہوں نے دکن میں ایک مشترکہ تمدن کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترقی میں بے حد حصہ لیا۔

محمد قلی قطب شاہ کے سب سے بڑے کارنامے :۔

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ کا استحکام

۲۔ شہر حیدرآباد کی بنا۔ اور

۳۔ اردو زبان و ادب کی سرپرستی ۔ ہیں۔

اس کی زندگی کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان پر ایک مبسوط کتاب لکھی جائے۔

اور اِن محدود صفحات میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ مختلف تاریخوں سے مواد اخذ کر کے اس بطل عظیم کی شایان شان سوانح حیات درج کی جائے اسلئے ان صفحات میں صرف وہی معلومات پیش کی جائیں گی جو اس کے عظیم الشان کلیات کے مطالعہ سے حاصل ہوئی ہیں اور جو آئندہ اس کی سوانحعمری لکھنے اور قطب شاہی تاریخ کی تحقیق کرنے والوں کے لئے مفید اور اہم مواد کا کام دینگی۔

یہ اتفاق کی بات ہے کہ سلطان محمد قلی اپنی شاعری کے ذریعہ سے ایسی ایسی معلومات کو محفوظ کر گیا ہے جن کو قلمبند کرنا کسی مورخ کے بس کی بات نہ تھی۔ تاریخیں بالعموم خارجی حالات اور ظاہری واقعات پر زور دیتی ہیں۔ اور خاصکر ہماری فارسی تاریخیں اور تذکرے مطالب و معانی سے زیادہ الفاظ کے شان و شکوہ اور اسلوب کی رنگا رنگی سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ہمارے مورخ بادشاہوں کو انسان سمجھکر نہیں دیکھتے۔ وہ زیادہ تر اُن کے شاہانہ جاہ و جلال یا سپہ لشکر و فر کے قلمبند کرنے میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دیتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ کسی فرمانروا کے شاہی طمطراق، درباری رعب داب اور زرق برق لباس کے اندر ایک سچ مچ انسان کا دل متحرک ہے جو معمولی انسانوں کی طرح خوشی اور غم سے متاثر ہوتا ہے۔ جس کے سینہ میں سمندر کی

موجوں کی طرح جذبات متلاطم رہتے ہیں، اور جس کی گھریلو اور جذباتی زندگی بھی دوسرے انسانوں کی طرح ضرور قابل مطالعہ ہوتی ہے۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام کے ذریعہ سے اپنی ذات اور اپنے عہد کے متعلق ایسا مواد چھوڑا ہے جو تاریخوں کی تمام نقائص اور کمی کی تلافی کر دیتا ہے۔

ہم آئندہ صفحات میں اس امر کی کوشش کریں گے کہ خود محمد قلی کے کلام کے ذریعہ سے اس کی حیات کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔

---

(۳)

نام اور تخلص

محمد قلی نے اپنے نام اور تخلصوں کو اپنے کلام میں جگہ جگہ اور طرح طرح سے استعمال کیا ہے۔ اس کو فخر تھا کہ وہ ازل سے محمد کا قلی یا غلام ہے۔ اور اسی غلامی کی وجہ سے وہ دُنیا میں سُرخرو ہوا۔ اسی امتیاز اور فخر کے اظہار سے پورا کلیات بھرا پڑا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دوسرے بادشاہ اپنی سلطنت اور مال و دولت پر فخر کرتے ہیں لیکن میں صرف محمد کے نام اور اُن کا غلام ہونے پر فخر کرتا ہوں۔ کیونکہ محض اسی وجہ سے میں بچپن سے کامیاب ہوں اور آج ایک اقبال مند بادشاہ ہوں۔ اس کے چند شعر یہ ہیں :—

بادشاہاں کرتے ہیں اپس کی جگ میں بڑائی
مجے محمد ناوں تھے ہے تاج و دولت خسروانی

اسم محمد تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجے
بندہ نبی کا ہم اہے تھی ہے سلطانی مجے

محمد کی غلامی سے تھے محمد قطب شہ ہے
اسی برکت تھے دایم سب خواج کوں ملا دینا

نبی کی غلامی میں ہیں قطب شہ
صفت اس کے ہو تانوں کی چاروں کھنڈ

محمد کا غلامی منیج خطاب سربلندی ہے

سورج کرناں سوں باندے سایہ یاں ہم عید ہم نوروز

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے نانو تھے — تو داس ہور ہیا ہی محمد کے گھر اکاس

اسی طرح کے چند مصرعے یہ ہیں ع

نبیؐ کا نانوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر

محمد نانوں دل میں رکھ محبت سوں محمد توں

محمد بال پن تھے ہے محمد کے غلاماں میں

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا

نبیؐ صدقے میں ہوں محمد غلام

تج محمد نانوں تھے سہتا ہے تاج احمدی

اپنے نام پر فخر کرنے اور اس کو باعث برکت سمجھنے کے ساتھ ہی اس کو اس بات کی بھی ہمت ہے کہ وہ ابراہیم (قلی قطب شاہ) کا تیسرا فرزند ہے اور جسطرح ابراہیمؑ کے فرزند اسمٰعیلؑ کی خدائے تعالےٰ نے نگہبانی کی اور قربان ہونے سے بچا لیا اسی طرح اس کو بھی ہر آفت و مصیبت سے بچا لیگا۔ چنانچہ عید قرباں کے موقع پر ایک نظم میں ابراہیمؑ کے فرزند ہونے اور محمدؐ کے ہم نام ہونیکی سعادت کو

اس حسن و خوبی سے بیان کیا ہے ؎

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل
جوں اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہہ واں ہے
جو کوئی تج سات یک چت نیں سو دشمن ہے محمد کا
جو دشمن ہے محمد کا سدا خوار ہور پریشاں ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرعہ میں محمد سے خود یعنی محمد قلی مراد لیا ہے اور دوسرے مصرعے کے محمد سے آنحضرتؐ پیغمبر اسلام۔ یہ محمد قلی کا شاعرانہ کمال ہے۔

اصل نام کے علاوہ سلطان محمد قلی نے اپنے کلام میں اپنے نام کی وہ تمام شکلیں بطور تخلص قلمبند کر دی ہیں جو اس کی زندگی میں اس کے لئے مستعمل ہو سکتی تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کو مخاطب کرنے والے مختلف حیثیتوں کے لوگ ہوتے ہیں اور ہر شخص کا طریقۂ تخاطب جداگانہ ہوتا ہے۔ بڑے اور بزرگ ایک طرح سے نام لیتے ہیں۔ برابر کے لوگ دوسری طرح سے پکارتے ہیں اور کم رتبہ کے لوگوں کا تخاطب کرنے کا طریقہ اور ہی ہوتا ہے۔ بے تکلف دوستوں اور معشوقوں کے طریقۂ تخاطب کی نسبت تو کچھ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے ہر ایک کے طریقۂ تخاطب کا لحاظ رکھا اور جس جس

نام سے مختلف لوگ اس کو پکارتے تھے ان سب ناموں کو اپنے کلام میں تخلص کے طور پر لکھ ڈالا۔ شاید ہی کسی زبان کا کوئی شاعر ہو جس نے اپنے کلام میں اپنے نام یا تخلص کو اتنی طرح سے استعمال کیا ہے! کلیات محمد قلی میں حسب ذیل ۱۷ تخلص ملتے ہیں:۔

۱۔ محمد ۲۔ محمد شاہ ۳۔ محمد قلی ۴۔ محمد قطب ۵۔ قطب
۶۔ قطب زماں ۷۔ قطب شہ ۸۔ محمد قطب شہ ۹۔ محمد قطب شہ غازی
۱۰۔ محمد قطب شہ راجہ ۱۱۔ محمد قطب شہ سلطان ۱۲۔ قطب شہ نواب
۱۳۔ معانی ۱۴۔ قطب معنی ۱۵۔ قطب معنا ۱۶۔ قطب معانی
۱۷۔ ترکمان ۔

ان میں سب سے زیادہ معانی، قطب، قطب شہ اور ترکمان استعمال ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی نے اصل میں اردو شاعری کے لئے معانیؔ فارسی کے لئے قطب شہ، اور تلنگی کے لئے ترکمان تخلص اختیار کئے تھے۔ کیونکہ اسکے قدیم ترین اردو دیوان میں تقریباً ہر غزل کے مقطع میں معانی تخلص موجود ہے۔ فارسی دیوان چونکہ دستیاب نہیں ہوا اس لئے وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فارسی شاعری میں کونسا تخلص زیادہ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح

تلنگی دیوان بھی دستیاب نہیں ہوا لیکن لفظ ترکمان چونکہ تلنگی ہے جس کے معنی مسلمان کے ہیں اس لئے یقینی ہے کہ یہ لفظ تلنگی شاعری میں تخلص کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اگر ماہ نامہ کی روایت صحیح ہے کہ محمد قلی کی ماں بھاگ رتی تھی تو بہت ممکن ہے کہ یہ تلنگن ماں جبیں اپنے بچہ کو محبت سے ترکمان پکارتی ہو اور اس بچہ نے بڑا ہو کر اسی عرف کو تخلص قرار دے لیا۔ بہر حال فارسی اور تلنگی کے تخلص اُسوقت تک تحقیق طلب رہیں گے جب تک کہ سلطان محمد قلی کے فارسی اور تلنگی دیوان نہ مل جائیں۔

اردو کلام میں محمد قلی نے صرف آٹھ دس جگہوں پر لفظ ترکمان بطور تخلص استعمال کیا ہے۔ ایک نظم میں اپنے سہرا باندھنے کا ذکر کرتے ہوئے پہلے ایک شعر میں نام لکھا ہے اور آخری شعر یا مقطع میں تخلص۔ وہ شعر یہ ہیں ؎

محمد قطب شاہ راجہ اپن سر　　محمد ناتوں (نام) لے باندیا ہے سہرا
نبی صدقے سدا کھنا ترکماں　　کہ منج سرتاج ہے حضرت امیرؑ ا

اور ایک نظم میں اسی طرح دونوں تخلص استعمال کئے ہیں ؎

بندا تمارا ترکماں تج داس ہے دونوں جہاں
منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے (تم سے) قطبا یا علیؑ

میلادالنبی کی ایک نظم میں اپنا پورا لقب اور تخلص ترکماں ساتھ ساتھ استعمال کرتا ہے ؎

گنائے نبی کے جو مولود ائنداں ہمایوں محمد قطب شہ ترکماں

دوسری مختلف نظموں اور غزلوں کے مقطعے یہ ہیں ؎

نبی صدقے ہے ترکماں واس امام ہوا دو جگت تیں سوال و جواب

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اسکے نشانے ہیں

صدقے نبیؐ ترکماں جم راج کرتوں عیشاں

شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی دلایا

جب نبی صدقے ہوا ہے واس قنبر کا قطب

دو جگت میں ہیں ترکماں لاقیت محمود کا

دوسرے تخلصوں اور خاصکر معانی اور قطب شہ کے متعلق تفصیلی بحث آئندہ ایک عنوان "کلیات کے نسخے" کے تحت درج ہے۔

(۴)

تعلیم و تربیت اور عاشق مزاجی

معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی اپنے دوسرے بھائیوں سے تعلیم میں کم درجہ تھا۔ اس کے بڑے بھائی شاہ عبدالقادر کے متعلق وضاحت سے تو معلوم نہ ہو سکا اتنا ضرور معلوم ہے کہ وہ علم و فضل سے بہرہ ور تھا اور انہی خصوصیات کی وجہ سے بیدر کے مشہور و معزز مشائخ خاندان میں اس کی شادی کی گئی تھی۔ نیز وہ اپنے مذہبی تقدس کی وجہ سے شاہ صاحب کے عرف سے معروف تھا۔

محمد قلی کے دوسرے بھائی حسین قلی کی نسبت مورخین کی رائے ہے کہ :-

"بہ زیورِ علم و فضل آراستہ و از علم و حکمت بہرۂ تمام داشت"

اس کے ایک اور بھائی عبدالفتاح کی نسبت مشہور ہے کہ وہ فن قرات کا بڑا ماہر اور استاد تھا۔ لیکن محمد قلی کے علم و فضل کی تعریف کسی مورخ نے نہیں کی ہے اور چونکہ وہ بادشاہ ہو گیا تھا اس لئے صرف اتنا لکھ کر اس کو دوسروں پر ترجیح دی ہے کہ :-

"از برادراں بہ جمیع صفات صوری و معنوی ممتاز بود"

مورخوں کا یہ سکوت حق بجانب بھی تھا۔ کیونکہ محمد قلی بچپن ہی سے آزادہ رو اور عاشق مزاج تھا اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی بچپن کی طبیعت باقی تھی۔ وہ اپنے کلام میں اپنی طبیعت کے اس انداز کے زبردست ثبوت چھوڑ گیا ہے۔ وہ اپنے اشعار میں صاف صاف اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ میرے استاد مجھے علم و ہنر کی تعلیم دینا چاہتے ہیں حالانکہ میں تو ازل سے عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اگر میں علم و ہنر سیکھنا بھی چاہوں تو علما مجھے کیا سکھائیں گے؟ میں نے تو اپنے دل میں صرف اپنے معشوق کے نام کے حروف بٹھا لئے ہیں۔ لوگ مجھے اُمّی سمجھتے ہیں۔ میں اِس حد تک خود کو امی کہہ سکتا ہوں کہ تیرے اوصاف منہ زبانی یاد نہیں رہے اور میرا قلم اُن کی وضاحت میں عاجز آ گیا۔ جب میں عشق عاشقی کے مکتب ہی کے ذریعہ سے علم و کمال حاصل کر لینے لگا تو علما بھی کبھی کبھی میری تعریف کرنے لگے۔

علما و فقہا خود حقیقی علم سے ناواقف ہیں وہ خود "ا" کے معنی نہیں جانتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ب پڑھو۔ علمِ عاشقی میں ا ہی کے معنی سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اور پھر ظاہری علم و فضل سے سوائے غرور و تمکنت کے حاصل ہی

کیا ہوتا ہے۔ عالم لوگ اپنی بغلوں میں کتابیں رکھ کر ان کے بل بوتے پر
غرور کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے ہر مشام سے عشق عاشقی کی خوشبو مہکتی ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ یہ علم اور یہ کتب ہر کسی سے نہیں پڑھی جا سکتیں۔ عالموں نے علم
عاشقی کی کٹھن راہیں دیکھ کر راہ فرار اختیار کی اور میں نے نہ صرف اس میں
کمال پیدا کیا بلکہ جذبۂ عشق میں کتابیں لکھ ڈالیں اور زندۂ جاوید ہو گیا۔ یہ
خیالات جن اشعار میں بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :-

عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا — لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
ازل تھے عشق کے پلڑے کے تئیں کئی منج بٹ
فقیہ و زاہداں میانے منجے کئے ہیں سراج

عالم مجے سکھائیں گے کیا آپنا علم — وہ نانوں کے حروف ہمن دل میں اُس کلام
میں اُمی کر گنتے ہیں سب میاں تو علم میں
مو زبانی کا قلم تجہ وصف لکھ نا سک بھگیا

میں طفل ہو تمارے مکتب تھے علم بوجھیا — تو دیوے عالماں سب شاباشی مجکوں گاہ گاہ
سب فقیہاں مل الف نا پڑ سک کہتے ہیں پڑو
میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں

کہیں معانی کوں سمجھوا و عاقلاں ساری   ہجے پسر ایسے ابجد کے کرتے سر تھکے یاد (پھر سے)

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف

تو نین کے جام کا مے پیکے پڑتا او حدیث (تیرے)

کرتے غروری اپنے بغل میں رکھ کتاب   وہ نہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام

بے علم ہور بے کتب ہور کس سے بوجھیا جائے نا (یہ، اور یہ)

عالماں بیچارے دکھ کر اسکی تک میں ہی بھگیا

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں   قطب شہ تیں صدقے جاوید ہے

اور یہ سچ ہے کہ محمد قلی نے عشق عاشقی کے بیان میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور ایسے ایسے مضامین بیان کیے کہ اُن کی شرح کرنا آسان کام نہیں ہے۔ خود اس نے اِسکی بھی پیشین گوئی کردی تھی کہ ؎

نہ لکھ سکے گا کہنے شرح منج کتاباں کا (کوئی بھی، میری)

ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

(۵)

شعر و شاعری

عشق عاشقی کی وجہ سے سلطان محمد قلی کو بچپن ہی سے شعر و شاعری سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ جس کی خاطر اس نے اردو اور فارسی شعرا کے کلام کا بھی مطالعہ کیا۔ یوں تو کلیات میں اکثر شاعروں کے نام نظر سے گذرتے ہیں لیکن اس کو سب سے زیادہ خواجہ حافظ کے کلام سے لگاؤ تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ خواجہ حافظ کی شاعری اس کی طبیعت کے مناسب تھی۔ اسی لئے وہ دیوان حافظ کا گویا حافظ تھا۔ غزلیات حافظ کے ترجموں کے علاوہ کلیات محمد قلی میں سیکڑوں شعر حافظ ہی کی طرز میں موجود ہیں۔

حافظ کے بعد کلیات محمد قلی میں انوری، خاقانی، نظامی، عنصری، ظہیر، محمود اور فیروز کے نام ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ محمد قلی کے طویل قصیدے اور مثنویاں دستیاب نہیں ہوئیں ورنہ یہ معلوم ہوتا کہ اس پر ایران کے کس

قصیدہ گو شاعر کا رنگ غالب ہے۔ اور مثنویوں میں اس نے کس کی تقلید کی ہے۔ البتہ ایک قصیدہ بست میں اس نے اپنے شعر کو خاقانی کا شعر قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید وہ خاقانی کے رنگ کو پسند کرتا تھا وہ کہتا ہے کہ ؎

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہی توں مجکو معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہی شعر خاقانی

محمود اور فیروز گولکنڈہ ہی کے وہ شاعر ہیں جن کا تذکرہ آئندہ آئیگا۔ ان شعرا کے کارناموں کے علاوہ محمد قلی نے فارسی رزمیہ مثنویوں کا بھی اپنے عشق و عاشقی کے سلسلہ میں مطالعہ کیا ہوگا کیونکہ شاہنامہ کے علاوہ وہ اکثر عشقیہ قصوں مثلاً لیلیٰ مجنوں، شیریں خسرو، یوسف زلیخا وغیرہ کا ذکر کرتا ہے اور یہ سب کلام اس نے علم حاصل کرنے کی خاطر نہیں پڑھا بلکہ اپنی شاعری کے شوق میں۔ اور شاعری کا یہ شوق محض عشق عاشقی کی خاطر تھا۔ کیونکہ وہ جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے اور اعتراف کرتا ہے کہ میں نے شعر گوئی میں جو کچھ ترقی کی یا شاعری میں کمال پیدا کیا وہ صرف اپنے معشوق کے حسن و خوبی کی تعریف و توصیف کرنے کے سلسلہ میں حاصل ہوا جنہوں نے مجھے شعر گوئی کی طرف راغب کیا اور چونکہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ مہ جبینوں سے

سابقہ پڑتا تھا اس لئے شعر گوئی کے نئے نئے مہیجات اور اسباب پیدا ہوتے
جاتے تھے۔ وہ خود کہتا ہے ؎

باتاں گہرسیاں نرملیاں واریا جو تیرے ناوں پر
سو جائے کر آسمان پر ہر اک نچھن تارا ہوا

تمہارے وصف کہتے تھے ہوا ہنج شعر نورانی
او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید ہم نوروز

ہوا سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
رتن ہے شعر یو جھو جو ہریاں ہم عید ہم نوروز

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تدہاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں

شعر معانی ان بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے
ہردے صدف موتی جمیا اپ وار تیرے نام پر

یہ تو شاعری میں کمال حاصل کرنے کے اسباب تھے۔ اب وہ اپنی عشق عاشقی
کا اثر اپنی شاعری پر ظاہر کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اس کا درد دل اس کے
اشعار میں بھی نمایاں رہتا ہے اگرچہ محبت کا میٹھا میٹھا درد عاشقوں کو اپنی جان سے

زیادہ عزیز ہوتا ہے لیکن بے صبری اور اضطراب بھی تو عشق ہی کی خصوصیتیں ہیں
جن کی وجہ سے ہر گھڑی عاشق کے داغہائے سینہ پر نمک پاشی ہوتی رہتی ہے۔ تاہم
عاشق کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان سے کوئی سخن تلخ نہ نکلے اسی وجہ سے
اس کے کلام میں لوچ اور شیرینی پیدا ہونے لگتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی سب سے
بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور شیرینی ہی ہے۔ اور یہ دونوں خصوصیتیں محمد قلی
کے کلام میں نمایاں ہیں وہ اپنی اس خصوصیت کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

معانی کے باتاں تھے چھڑتا نمک جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر
سے جو

معانی کے بچن تے تجے تا بات دسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
سے آگے دیکھے

لے معانی سب کے بولاں مصرتے ہیں شکر و لیکن
بات تیری پھول تمنے اس نمک شکر خداداد
کی طرح

(۶)

تصوّف و عرفاں اور حافظ کا اثر

عشق عاشقی کے سلسلہ میں سلطان محمد قلی نے جہاں شاعری میں کمال حاصل کیا ساتھ ہی تصوف کا بھی چسکہ پیدا کر لیا۔ اس کی فطری آزادہ روی اور ظاہر پرستی کے تنفر نے اس کو واقعی ایک پختہ کار صوفی مشرب بنا دیا تھا۔ سمجھا جاتا ہے کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ اگر یہ سچ ہی تو ہمارے خیال میں سلطان محمد قلی سب سے زیادہ عشق حقیقی کے مراتب حاصل کرنے کا مستحق تھا کیونکہ اس کی ساری زندگی عشق مجازی کی رنگ رلیوں اور طے منازل میں گذری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے بعض شعر واقعی صوفیانہ شاعری کی بہترین مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کی صوفیانہ شاعری بجائے خود ایک جداگانہ مضمون کا موضوع بن سکتی ہے لیکن یہاں اس کے صرف چند ایسے اشعار کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں اس نے صاف صاف تصوف کے مضامین باندھے اور

اپنے صوفیِ صافی ہونے کا ادعا کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میرے عشق مجازی کو دیکھ کر نقاش ازل نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے استاد نے ایک اور ہی تعلیم دی۔ اور میں نے کچھ دیکھ کر زنار باندھا ہے میرے دل میں جو درد ہے اس کو اغیار نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنے عشق حقیقی کو کب تک چھپاؤں جب کہ منصور سا عاشق بھی اس کو چھپا نہ سکا۔ اگرچہ تجھے ہر آنکھ نہیں دیکھ سکتی لیکن دیکھنے والوں کے لئے دنیا تیرے حسن کا ایک عکس نظر آتی ہے۔ اس دنیا کو حکما اپنے علم و فضل و حکمت کے زور سے نہیں سمجھ سکتے اس لئے اس کو سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے پیا کے نام کا ترانۂ عشق گانا بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ دنیا کی طرف سے توجہ ہٹا کر راست حقیقت کا راستہ پکڑتے ہیں وہی خوش قسمت ہیں۔ میں تیری خاطر سب مذہبوں کا بھیس اختیار کرکے دیکھتا ہوں کہ شاید تو کسی طرح میرا ہو جائے۔ کوئی مجھے قبلہ کا سچا راستہ نہیں دکھاتا اس لئے میں چاروں طرف قبلہ سمجھتا ہوں تیرے ہی لئے ہندو اور مسلمان سب کوشاں ہیں اگرچہ تیرا بازار گرم ہے لیکن یہ نہیں معلوم کہ تو کس طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے عشق میں "جیت" حاصل کی ہے تو وہ خام ہے۔ عشق میں کامیابی کا اعلان کرنے کی جگہ

محبت میں پختگی حاصل کرنی چاہئے اور جو اپنے عشق کو کامل کر لیتا ہے وہی غنی ہے اور وہ دنیا میں کسی چیز کا محتاج نہیں رہتا کیونکہ وہ اصل تک پہنچ جاتا ہے۔ قطب شاہ نے نبی کے صدقے میں محبت کی تکمیل کر لی اور اسکو محبت کی وجہ سے بقا کا پیالہ پینا نصیب ہوا۔ اب اس کو فنا نہیں۔ اس نے عشق و مستی کے عالم میں ایسی کتابیں لکھیں جن کی وجہ سے وہ زندۂ جاوید ہو گیا اور یہ کتابیں چونکہ عام عالموں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اس لئے ان کی شرح کوئی نہیں لکھ سکیگا۔ اس قسم کے مضامین سے اس کا دیوان مملو ہے۔ ہم یہاں صرف چند اشعار جگہ جگہ سے نقل کرتے ہیں ؎

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش

معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوار | تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات مجاز
سکی کا حسن کیتا جذب مولود | اسی تے تج ہے مجذوبان سوں آنند
معانی کوں تمن غمزیاں تھی میں ہوش | (مجھے) تجھل صوفی پندا ہے نار کھو رنج
دیا استاد (تمہارے) منج تعلیم کچھ (ہے نہیں) ہور | ہمیں کچھ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
درد جانے (مجھے) حکیم خوب (اور) دانا | ہمار اور دکیا بوجھیں گے اغیار

نبیؐ صدقے فنا یا جانے قطب — محبت میں بقا پیالہ پیا ہے

عشق کی کتاباں کیں کہا عشق سوں — قطب شہ نبیؐ صدقے جاوید ہے

نہ لکھ سکیگا کنے شرح منج کتاباں کا — ہمارا علم ہو سب عالماں میں جیوں اعجاز

ان متفرق اشعار کے علاوہ محمد قلی کی متعدد غزلیں بالجملہ صوفیانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔ مثال کے طور پر اس کی غزل نمبر ۲۴۸ (صفحہ ۲۳۷) ملاحظہ کیجا سکتی ہے جس کا مقطع ہے :-

عشق سوں لالیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطب — صافی کے اوصاف میں کہے صوفی کی شرب منجے

محمد قلی کے کلام میں تصوف کی چاشنی پیدا ہونے کا ایک اور سبب خواجہ حافظ شیرازی کا مطالعہ، اس کی شاعری کی تقلید اور اردو ترجمہ کی کوشش ہے۔ محمد قلی کی شاعری پر سب سے زیادہ حافظ کا رنگ مسلط ہے۔ اس نے سیکڑوں غزلیں اسی رنگ میں لکھیں اور حافظ کی پچاسوں غزلوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اور یہ ترجمہ نہایت کامیاب سمجھا جا سکتا ہے، جب یہ خیال پیش نظر رہتا ہے کہ اس زمانہ میں اردو کو اتنی وسعت اور پختگی حاصل نہیں ہوئی تھی جتنی اب ہے۔ لیکن یہ محمد قلی کی زبردست شاعرانہ قوت اور غیر معمولی موزونی طبع کی دلیل ہے کہ اس نے حافظ کے جملہ مشکل سے مشکل مضامین کو اردو میں

منتقل کر لیا۔ وہ حافظ کا پہلا مترجم ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ کے رنگ کو جس خوبی سے اس نے اپنے کلام میں نبھایا ہے شاید ہی اردو کے کسی اور شاعر کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہو۔ آخر میں مثال کے طور پر ہم حافظ کی چار غزلیں اور ان کے ترجمے ایک دوسرے کے مقابل پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ محمد قلی نے کتنے قدیم زمانہ میں کیسے کامیاب ترجمے کئے تھے:۔

حافظ

بعزم توبہ سحر گفتم استخارہ کنم
بہار توبہ شکن می رسد چہ چارہ کنم
سخن درست بگویم نمی توانم دید
کہ می خورند حریفاں و من نظارہ کنم
زروی دوست مرا چوں گل مراد شگفت
حوالہ سر دشمن بسنگ خارہ کنم
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

محمد قلی

منگیا جو توبہ کے تیں صبح استخارہ کروں
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
درست بات کتا ہوں نہ جا سکے منجہ تے دیکھیا
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
وندے کے سر کوں پتھر پر پچھاڑ پارہ کروں
شراب خانہ کا مسکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سوں تارہ کروں

حافظ

مرا کہ نیست رہ و رسم لقمہ پرہیزی
چرا ملامت رندِ شراب خوارہ کنم
بہ تختِ گل بنشانم بتی چو سلطانی
ز سنبل و سمنش ساز طوق و یارہ کنم

محمد قلی

جو منج میں نیا ہیں پرہیزگاری کے کاماں
شرابخور کوں اہانت سوں کیوں اشارہ کروں
پھولاں کے تخت پہ بیسلاؤ میرے سلطاں کوں
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر شنگارہ کروں

(۲)

گل بے رخِ یار خوش نباشد
بے بادہ بہار خوش نباشد
طرف چمن و طواف بستاں
بے لالہ عذار خوش نباشد
رقصیدن سرو و حالت گل
بے صوتِ ہزار خوش نباشد
با یارِ شکر لب گل اندام
بے بوس و کنار خوش نباشد

پھل بن رخ یار خوش نہ دیسے
بن مدپھلی جھاڑ خوش نہ دیسے
گشت چمن و ہوائے کلیاں
بن پیالہ کنار خوش نہ دیسے
ناچے و نا سرو اب سو حالت
بن نادِ ہزار خوش نہ دیسے
مو یار شکر لب و چنبیا رنگ
بن چمّن یار خوش نہ دیسے

(۳)

حافظ

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور
کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

اے دلِ غم دیدہ حالت بہ شود دل بد مکن
ویں سرِ شوریدہ باز آید بساماں غم مخور

گر بہارِ عمر باشد باز بر تخت چمن
چتر گل بر سر کشی اے مرغ خوشخواں غم مخور

ہاں مشو نومید چوں واقف نۂ از سرِ غیب
باشد اندر پردہ بازیہائے پنہاں غم مخور

در بیاباں گر بشوق کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خار مغیلاں غم مخور

اے دل از سیل فنا بنیاد ہستی بر کند
چوں ترا نوح است کشتی باں ز طوفاں غم مخور

گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید

محمد قلی

یوسف گم سو پھر آئیگا اب بکنعاں غم نہ کھا
گھر ترا امید کا ہوگا گلستاں غم نہ کھا

اے پیا نیہ دکھ دکھیا سو خوب ہوگا حال تجھ
من کا چنتا ہوئیگا پھر آکے جاناں غم نہ کھا

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آئیگا باغ میں
چتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نہ کھا

ہاں تو نا امید نا ہو کو نہ جانے سر غیب
کیا اچھیگا پردہ او جھل کھیل تپلیاں غم نہ کھا

او جنگل میں شوق سوں اب کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں جبیں کانٹے مغیلاں غم نہ کھا

اے پیا یو جاں تھی ناڈر من کا بھاتا ہوئیگا
تو تجھے ہی نوح کشتی بان طوفاں غم نہ کھا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق تیتھے دکھلائیگا

حافظ

ہیچ راہی نیست کاں را نیست پایاں غم مخور
حال ما در فرقت جاناں و ابرام رقیب
جملہ می داند خدائے حال گرداں غم مخور
حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار
تا بود وردت دعا و درس قرآں غم مخور

محمد قلی

شاہ رایاں توں ہے رایاں میں رایا غم نہ کھا
حال میرا دوری ناداں ہور کوپ رقیب
سب توں بوجھیا ہے خدا ہو شاہ مرداں غم نہ کھا
قطب شہ اس کنج فکر و خلوت دینی منے
تا اچھے ورد دعا و درس قرآں غم نہ کھا

(۴)

(دو نمونے)

حافظ

آنکس کہ بدست جام دارد
سلطانی جم مدام دارد
آبی کہ خضر حیات ازو یافت
در میکدہ جو کہ جام دارد
بر سینۂ ریش دردمنداں
لعلت نمکی تمام دارد

محمد قلی

جے کو کہ ہتیلی جام لیتا
سلطانی جم مدام لیتا
پانی کہ خضر حیات پایا
مدھکر سکتے ... جام لیتا
مو سینۂ داغ درد دوکھوں
رو پیوں نمکی تمام لیتا

محمد قلی

جے کو کہ ہتا میں جام لیئے
سلطانی جم مدام کی ئے
پانی کہ خضر حیات پایا
مدھکر سکتے تنک سو جام پی ئے
مو سینۂ داغ درد و دکھوں
تج لکھ نمکی تمام دی ئے

حافظ	محمد قلی	محمد قلی
بیرون لب تو ساقیا نیست	باہر تو اودھر تھے ساقیا تا	باہر تو اودھر تے ساقیا تا
در دور کسے کہ کام دارد	اس دور کنے کہ کام لیتا	اس دور منے کوں کام بھی نے
نرگس ہمہ شیوہ ہائے مستی	لوچن ترے شیوہائے مستی	لوچن ترے شیوہائے مستی
از چشم خوش تو وام دارد	او وشت چنچل تے وام لیتا	او وشت چنچل تے وام لی نے
ذکر رخ و زلف تو دلم را	ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل	ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل
وردیست کہ صبح و شام دارد	یو جن سو صبح و شام لیتا	یو جن تھے صبح و شام جی نے
در چاہ ذقن چو حافظ ایجان	او چاہ ٹھڈی معانی کی جان	او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
حسن تو دو صد غلام دارد	تو حسن دو سو غلام لیتا	تو حسن دو سو غلام کی نے

(۷)

کمالِ سخن اور شاعرانہ تعلّی

موزونیٔ طبع، قوت مشاہدہ، بلندیٔ تخیل اور مسلسل مشق، وہ خوبیاں ہیں جو کسی شاعر کو عروجِ کمال تک پہنچانے کی ضامن ہوتی ہیں۔ اور خوش قسمتی سے محمد قلی میں یہ سب اور ان سے زیادہ خوبیاں جمع ہو گئی تھیں۔ اس کا دربار بڑے بڑے شاعروں سے معمور تھا۔ اس میں مشاہدہ اور تخیل کی کمی نہ تھی اور ان سب سے بڑھکر عیش و عشرت کی زندگی نے اس کی شاعری کے پروان چڑھنے میں مدد دی ہے۔ معشوق کے ساتھ نغمہ بھی ضروری ہے اور اسی نغمہ کی خاطر اس نے بہت سی نظمیں اور غزلیں لکھ ڈالیں۔ اس کے اشعار میں اس امر کے صاف صاف اشارے موجود ہیں کہ اس کا کلام اس کے دربار اور حرم سراؤں میں شوق سے گایا جاتا تھا۔ اور اس کے درباری شاعروں اور نغمہ ذوق امیروں کے علاوہ رقاصانِ بزم اور مہ جبینانِ حرم بھی اس کو خوش کرنے اور اس کے فیضان سے لطف اندوز ہونے کی خاطر اس کا کلام سنتے تھے

لکھ لیتے اور گاتے رہتے تھے۔ شاعر اسی کے کلام کا دم بھرتے اور اس کی تقلید میں یا اُسی کی زمینوں میں غزلیں لکھنے کی کوشش کرتے۔ یہ سب امور خود اس کے اشعار سے ظاہر ہوتے ہیں جو آئندہ صفحہ پر پیش کئے جا رہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر ضروری تھا کہ وہ روز کچھ نہ کچھ کہتا۔ ضرورت ہمیشہ ایجاد کا باعث رہی ہے۔ اور محمد قلی نے اپنے ماحول کو اپنے کلام کا اتنا حاجت مند بنا دیا تھا کہ اس کو ہر روز شعر وسخن سے دلچسپی لینا پڑتا۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے کہ

قطب شہ ہر روز اُسی طرح بے تکلف شعر کہتا ہے جس طرح دریا میں روز موجیں اٹھتی ہیں لیکن نہ تو دریا کی روانی میں فرق آتا ہے اور نہ موجوں کا طوفان کم ہوتا ہے۔ اس کا شعر ہے ؎

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے ہر دن
دریا کو روز جوں ہے موجاں کا طُلوع

اس روزانہ کی مسلسل مشق نے اگر محمد قلی کو ایک بلند پایہ شاعر بنا دیا تو کون تعجب کی بات ہے۔ یہ تو اردو زبان کی خوش قسمتی تھی کہ محمد قلی جیسا بادشاہ اسکی سرپرستی میں رات اور دن منہمک ہو گیا۔

اس کے کلام میں شیرینی اور سادگی پیدا ہوجانے کا سبب پہلے بیان کیاجاچکا ہے۔ یہی شیرینی اور سادگی اس کی مقبولیت عامہ کا بہت بڑا باعث تھی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ محض بادشاہ ہونے کی وجہ سے اس کے زمانہ کے لوگوں نے اس کے کلام کی غیر معمولی قدر و منزلت کی۔ اسلوب کی فطری شیرینی کے علاوہ ایک اور سبب اس کی شاعری کی مقبولیت کا خود محمد قلی کی نظم میں موجود تھا اور وہ مذہبی موضوعوں پر شعر لکھنا ہے۔ عشق عاشقی کے بعض نہایت عریاں مضامین کے ساتھ صوفیانہ مسائل کی ترجمانی اور خاص کر نبی و آل نبی کی مدحت و منقبت میں محمد قلی نے جو کمال حاصل کیا ہے وہ اردو شاعروں میں اسی کے لئے مخصوص ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح ہر رنگ میں اعلیٰ درجہ کی شاعری کرسکتا تھا۔ اس کی معاملہ بندی دیکھنے کے بعد یہ خیال تک نہیں پیدا ہوتا کہ ایسا رند مشرب اور بے باک آزادہ رو شاعر بیسیوں پاک مذہبی نظمیں بھی لکھ سکے گا اور بزرگوں کی مدح سرائی کے وقت اتنا محتاط اور جوش عقیدت سے لبریز ہوجائے گا۔ اس خوبی کی وجہ سے بھی اس کی شاعری کو غیر معمولی مقبولیت اور وسعت حاصل ہوگئی اور خود اس کو بھی اس اہمیت کا احساس ہے ؎

سدا تو مدح نبی و علی کا کہتا ہے — قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ　　لکھ لیتے ہاتے ہات گاتے پلات (پلانے)

صدقے نبی قطب زباں عیسیٰ نمن بولے بچن　　چوند سر تھے جیوں کیے بدل (بادل) عالم اپر چھاویں بعث

نبی صدقے کہا ہے قطب معبت کا غزل روشن

کہ اس کی تازگی ہور (اور) روشنی تھے ہے جہاں روشن

شاعراں پڑتے معانی شعر لیکیں (لیکر)　　شعر حضرت شہ (کی) مدح پر پڑتا ہوں

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن

سکیاں ستیاں ہویاں بولب (لب) شکراں پالی غیوراں کے

سبھی اکال ہو قطب شہ دم بہا تیتے　　نبی دولت شعر میرا شکر نمنے (کیطرح) جکا قی ہے

محمد قلی بھی اکثر باکمالوں کی طرح اپنے کمال کی قدر و منزلت چاہتا ہے لیکن وہ خود بادشاہ تھا اور دوسرے باکمالوں کی قدر و منزلت کرتا تھا اسلئے وہ اپنی قدر و منزلت میں زر و جواہر کی جگہ بھی تعریف و تنقید مانگتا ہے۔ وہ اپنے کلام کے سچے خریداروں کا خواہشمند ہے اور کہتا ہے کہ دو ٹکڑے موتیوں سے میرا ایک دردانہ زیادہ قیمتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت معمولی شاعر اور سخن فہم نہیں کر سکتے۔ اگرچہ وہ ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن شاعر بھی بہت بڑا تھا اس لئے بادشاہت اس کو شاعرانہ فخر و تعلّی سے محروم نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی

نزاکت بیانی، جدت آفرینی، جودتِ طبع، اور استادی و صاحب کمالی کا اکثر شعروں میں دعویٰ کیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا دعویٰ بہت کچھ حق بجانب بھی تھا۔ اس قبیل کے چند شعر یہ ہیں ؎

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس لیکر آووں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں نکو لیا ڈو ملکھڑوں موتی مو یک دردانہ ہے یا عبث

شعر تیرا درو گوہر ہے معانی سب میں شعر حافظ کے سر او پر ا ہے تاج پرویز

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھے ثریا سے فلک پر یو غزل سن سن کیے ہووے مشتری بیہوش

یا تاں کی ہے نزاکت ہیں شاعراں نہ بوجھیں دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں سب بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لیکی بحوراں میں

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں بخشیا فصیح شعر معانی کے تیں خدا

یہ واقعہ ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے اردو شاعری کو بالکل نئی طرح سے مرصع کر دیا ہے اس سے قبل زیادہ تر مذہبی نظمیں لکھی جاتی تھیں۔ اس نے ہر قسم کے موضوعوں پر پوری قدرت کے ساتھ طبع آزمائی کی اور اردو شاعروں کے لئے

سے بڑے میدان عمل پیدا کر گیا۔ ابھی ایک شعر میں اس نے اپنے اشعار کو حافظ کے اشعار پر ترجیح دی ہے لیکن وہ اس پر قانع نہیں ہے۔ وہ آگے بڑھکر عام دعویٰ استادی کرتا ہے اور خود کو نہ صرف اپنے زمانہ کے شاعروں کا استاد بلکہ خاقانی و نظامی کا بھی استاد سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے   صدقے نبی پایا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد[1] (جس طرح)

شہنامے کی کہانیاں سر تھے سناتی منجکوں

ایک قصیدے میں اس نے خود کو اپنے زمانہ کا انوری قرار دیا ہے اور مختلف جگہوں پر اپنے زمانہ کا شاعر یعنے شاعرِ دوراں لکھا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کا سچا شاعر تھا۔ کیونکہ اس نے اپنے عہد کی جتنی صحیح اور کامل ترجمانی کی ہے اس دور کے کسی شاعر نے نہیں کی۔

---

[1] شاگرد کے لفظی معنی شاہ کے گرد رہنے والے۔ اس لفظ سے استاد کا مفہوم لیا جاتا تھا۔

(۸)

عیش و عشرت کی فراوانی

سلاطین قطب شاہیہ میں محمد قلی قطب شاہ ہی ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا زمانہ زیادہ سے زیادہ امن و امان اور راحت و آرام سے گذرا۔ اور جس نے اپنی تمام زندگی عیش و عشرت اور بہجت و کامرانی میں گذاردی مغل مورخوں نے قطب شاہیوں کے آخری یادگار ابوالحسن تانا شاہ کو بدنام کرنے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تانا شاہ کو بڑا عیاش اور رند بدمست مشہور کر رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سلطان محمد قلی کو عیاشی کے جو موقعے حاصل ہوئے تانا شاہ کو ان کا عشر عشیر بھی نصیب نہ ہو سکتا تھا۔

محمد قلی نے بچپن سے محل کے ناز و نعم میں پرورش پائی اور اگر وہ بھاگ متی والا قصہ صحیح ہے (جس کی رو سے بھاگ متی کی خاطر اس نے زبردست طغیانی

کے باوجود رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا اور بعد کو اس جرأت کی پاداش میں محل سرا میں نظر بند کر دیا گیا اور وہاں ملک ملک کی حسین دوشیزاؤں کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا گیا تاکہ اس کا دل بہلائیں اور رقاصۂ بھاگ متی کا خیال اس کے دل سے دور کر دیں) تو ظاہر ہے کہ عنفوان شباب کے ساتھ ہی وہ مہ جبینوں کے ماحول میں رہنے لگا جن میں سے ہر ایک اس پر جان و دل فدا کرنے تیار تھی۔

اس حسین و رنگین ماحول کے ثبوت خود محمد قلی کے کلام سے بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر تقریب میں اس کے اطراف خوبرویوں کا جھمگھٹا رہتا اور رمضان اور محرم کے مہینوں کے سوا اس کی زندگی کے بہت کم لمحے ایسے ہوں گے جب شاہد و شراب و نغمہ اس سے دور رہتے ہوں۔ اتنا ضرور ہے کہ رمضان اور محرم میں وہ شراب قطعاً ترک کر دیتا تھا اور عیش و عشرت چھوڑ کر ایسا زاہد مرتاض اور متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا کہ اس کے رندِ شاہد باز ہونے پر شائبہ شبہ ہونے لگتا۔ یہ اس کی طبیعت کا استقلال اور تربیت کی خوبی تھی۔

بھاگ متی کے متعلق تفصیل سے آئندہ لکھا جائے گا لیکن اس کے علاوہ سلطان محمد قلی کی بیسیوں اور معشوقائیں تھیں جن میں سے حسب ذیل کے نام یا عُرف اس کے کلیات میں بار بار دستیاب ہوتے ہیں:۔

(۱) ننھی (۲) ساونلی (۳) کونلی (۴) پیاری (۵) گوری (۶) چھبیلی

(۷) لالا (۸) لالن (۹) موہن (۱۰) محبوب (۱۱) بلقیس زمانی (۱۲) حاتم

(۱۳) ہندی چھوری (۱۴) پدمنی (۱۵) سندر (۱۶) سجن (۱۷) رنگیلی (۱۸) مشتری

(۱۹) حیدر محل۔

ان بیسیوں مہ جبینوں میں بارہ ایسی ہیں جو خاص طور پر اس کی منظورِ نظر تھیں۔ کیونکہ محمد قلی بارہ اماموں کی رعایت سے ہر چیز میں بارہ کے عدد کا لحاظ رکھتا تھا چنانچہ جب اس نے حیدرآباد کے جانب جنوب کی خوش منظر پہاڑی پر (جہاں اب قصر فلک نما واقع ہے) ایک عالی شان قصر "محل کوہ طور" کی تعمیر کی تو اس میں انہی دوازدہ ائمہ معصومین کی رعایت سے بارہ برج بنائے تھے چنانچہ اس محل سے متعلق اس نے ایک نظم بھی لکھی ہے جس میں ان برجوں کا ذکر اس طرح کرتا ہے :۔

"چونکہ ان بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظرِ عنایت ہے اسی لئے

ان پر ایمان کی تجلی جھلکتی رہتی ہے۔"

اس کا شعر ہے ؎

بارہ بروج پر ہے بارہ امام دِشٹی نظر   تو اس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ پیاریوں کی تخصیص کے متعلق بھی اس کے کلام سے مستند شہادت ملتی ہے۔

شہر حیدرآباد کی تعمیر کے وقت محمد قلی نے کئی عالیشان قصر تعمیر کئے تھے اور خاص کر اپنے لئے ایک رفیع الشان محل بنوایا تھا جس کا نام خداداد محل رکھا تھا۔ اس محل کی آرائش و زیبائش کے متعلق اس کی ایک نظم اسکے کلیات میں موجود ہے (دیکھو صفحہ ۲۱۱) اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس محل میں آکر رہا تو اپنے ساتھ صرف اُن بارہ پیاریوں کو لے آیا تھا جو اُس وقت اُس کی منظور نظر تھیں۔ اس نظم کا ایک شعر ہے ؎

نبیؐ صدقے بارا اماماں کرم تھے   کرو عیش جم بارہ پیاریوں سوں بہارے

اسی طرح عید میلاد النبی کی ایک نظم (دیکھو صفحہ ۳۹) میں بھی اس نے ان بارہ مہ جبینوں کا پھر بارہ اماموں ہی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ؎

مبارک منج اچھو یو عید مولود پیغمبر   ملے ہیں قطب سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش

ان بارہ پیاریوں میں سے چند کی خصوصیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے ننھی قابل ذکر ہے۔ اس کی تعریف میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں اور اکثر نظموں اور غزلوں میں اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:—

ننھی کی جیسی حسین تو آسمانوں میں بھی نہیں۔ سرو اس کے قد کے مقابل
کبھی نہیں آسکتا۔ اس نے مدن پھول کے رنگ کی ساڑی باندھی ہے جس کے
کنارے عجیب وغریب موتی ٹنکے ہوئے ہیں۔ اس کی یاد کی مستی قلب شبؔ
کو چڑھی ہوئی ہے اور وہ اس کو رجھانے کی خاطر دوتارے پر عجیب تان
بجاتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں کہتا ہے :—

اے سکھیو! میں ننھی کے پریم میں موتی بکھیر رہا ہوں تم سمیٹ کر ان کو
خوشی سے گوندھو۔ ننھی میرے ساتھ عشق کا داؤ کھیلتی ہے اور اپنے
چاند سے چہرے پر نئی بہار دکھاتی ہے۔ اے ننھی میں تیرے جسم کی خوشبو
کا ذکر کروں یا تیرے راز کی کہانی بیان کروں۔ کیونکہ تیری خوشبو کی
مہکاوٹ عاشق کی روح کو مہکا دیتی ہے۔ خوشبو تیرے جسم سے اسی طرح مہکتی
ہے جیسے سانت کی بارش سے مہکتی ہو۔ تیری آنکھوں کی چمک میں کاجل
بہت سہانا نظر آتا ہے اور یہ تو اس لئے لگاتی ہے کہ رقیبوں کے منتر
تجھ پر کام نہ کریں۔

ایک نظم میں ننھی کے ہنستے کھیلتے اور ڈولتے ہوئے پیالہ پلانے کا ذکر کیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ وہ بڑی ہنس مکھ ظریف اور حاضر جواب تھی۔ وہ شراب کی صراحی ہاتھ میں لینے یا قطب شہ کو پیالہ بھر بھر کر دینے کو پسند نہیں کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ قطب شاہ زیادہ شراب نہ پیئے اس لئے طرح طرح سے ٹالتی رہتی تھی۔ اس کا ذکر سالگرہ کی ایک نظم میں بھی کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۸) یہ تو بعد کے اوصاف تھے ابتدا میں ننھی کی کیا حالت تھی اور بادشاہ نے اس کو ننھی کا لقب کیوں دیا تھا۔ اس کا علم اُن دو نظموں سے ہوتا ہے جو صفحات ۲۲۸ تا ۲۳۱ میں درج ہیں جنمیں وہ کہتا ہے کہ :-

اے نازک ننھی تو ابھی محبت سے ناواقف ہے۔ تیری آنکھیں کاجل کی وجہ سے چمکتی ہیں لیکن تو نہیں جانتی کہ یہ کیا جادو جگا رہی ہیں تیرا دل عشق و عاشقی کی طرف بھی مائل نہیں نہ تو شیشہ و پیالہ میں شراب بھرتی ہے اور نہ میری عرض مانتی ہے۔ لیکن مجھے تجھ سے آس ہے۔ اگرچہ تو دل لگانے کے طریقوں سے ناواقف ہے لیکن میرا معشوق تو ہے۔ تجھے اپنے بچپن کے کھیلوں کا مول نہیں معلوم نہ یہ جانتی ہے کہ تیرے ہونٹوں میں آبِ حیات ہے۔ اس لئے تو منہ سے صاف صاف بات نہیں کرتی سچ تو یہ ہے کہ تجھے ابھی اپنی قیمت معلوم نہیں۔ تجھے چاہئے کہ قطب زماں کو

جانے، محبت کی باتوں کو پہچانے اور عشق کی سیوا کرے تو کب تک
اسی طرح اپنے کو کھینچتی رہے گی۔

ایک اور نظم میں محمد قلی نے ننھی کے متعلق لکھا ہے کہ :-

جب چمن میں ننھی محوِ خرام ہوتی ہے تو شرم کے مارے آنچل ڈال لیتی
ہے۔ معلوم نہیں کہ اس ننھی ڈالی پر ابھی سے شباب کے پھل کیوں لگ
گئے! جب وہ غصہ یا ناز سے خطِ سرمہ کے اشارہ سے بات کرتی ہے اور
اس کے ہونٹ عرق آلود ہو جاتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ اس کو مکھن پھول
میری محبت کے نونہالوں میں سے ایک کو اپنے پھل رتن لگے ہیں۔ اے
خدا وہ میرے باغ کا ایک سرو ہے اس کی حفاظت کر۔ اس کی بہشتی خوشبو
سے جگ کے تمام پھول کھلتے ہیں۔ اس کی خوشبو ختا اور ختن بھی نہیں
پا سکتے اے ننھی تیرے چہرے سے سب خوبرویوں کو روشنی ملی۔ تیرے چہرے
کو زیور و جواہر کی کیا ضرورت! جب تو چاندنی میں نکلتی ہے تو چاند چھپ
جاتا ہے اور تارے آسمان پر سے تجھ پر نثار ہونے کے لئے آتے ہیں۔
میں نہیں جانتا کہ تو کیسے نور سے پیدا ہوئی ہے۔ سب پرند تیری چکا چوند
روشنی کے لئے اپنا اپنا وطن چھوڑ آئے ہیں۔ تو غصہ سے کیوں میری طرف

بھوں کی کمان چڑھا کر دیکھتی ہے۔ تجھے تو چاہیے کہ ناز و غمزے کے ساتھ مجھے
اپنے ہونٹوں کا بوسہ دے۔

کلیات میں ننھی کے بعد سانولی کا ذکر زیادہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق محمد قلی نے
لکھا ہے کہ:—

میری سانولی من کی پیاری نظر آتی ہے کیونکہ وہ رنگ روپ میں بالکل
کوئی عورت ہے۔ سب سہیلیوں میں اس کا قد ایسا بالا ہے کہ معلوم ہوتا ہے سرو کو
اُس پر سے نثار کر دیا گیا ہے۔ جب وہ سکھیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلتی
ہے تو اس کے چہرہ کی روشنی میں چاند ذلیل و خوار نظر آتا ہے۔ کویل اسکے
بولوں کے مقابلے میں ہاری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کی اچھی چال سب کے
دل کو بھاتی ہے اور وہ اپنی ساتھیوں میں ایک نادر پھول نظر آتی ہے۔
اگرچہ سکھیوں نے اپنے چہرہ کو طرح طرح سے غازہ لگایا اور اپنے جسم کو رنگین
بنایا لیکن اس کے قدرتی رنگ کی بات کسی عورت میں نہیں آتی۔

دوسری نظم میں لکھا ہے:—

سانولی پیاری نے اپنے سبز رنگ میں نزاکت دکھا کر ہمارے دل کو موہ لیا

اس کے ہونٹوں پر پان کی رنگیلی دھڑی ایسی سُہانی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا کی تمام رنگیلیاں اس پر ریجھ جاتی ہیں۔ جب وہ ہنستی ہے تو اس کے کنول جیسے منہ سے موتی جھڑتے ہیں اور ان موتیوں سے عالم چمکنے لگتا ہے۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

جب سے اے سانولی تجھ پر نظر ہے ہوش و حواس گم ہیں اور بے خبر ہو گیا ہوں۔ جب تو اپنی شوخ آنکھوں سے ناز و غمزہ کرتی ہے تو میرا رواں رواں اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ جب تو ناز سے ہنستی ہے تو تیرے دانتوں کی چمک چاند کی طرح جھلکتی ہے۔ تیرا سرو جیسا قد جب تو خرام کرتی ہے تو تیرے بالوں کا لمبا جوڑا چھور کا کام کرنے لگتا ہے۔ جب تو لباس پہن کر صحن میں نکل آتی ہے تو تیرے چمکدار کپڑوں سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔ جب تو موتی کے رنگ کی نیم تنی پہنتی ہے تو مجھے ایک ہنسی ہوئی نظر آتی ہے۔ قطب شہ تیری نزاکت سے ناواقف نہیں۔

سانولی کے بعد محمد قلی کونلی کی تعریف میں رطب اللسان ہے وہ لکھتا ہے :۔

کونلی اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر کھڑی ہے اور اتنی دبلی پتلی ہے کہ

ہوا سے ہل رہی ہے۔ وہ بالوں میں پھول سجاتی ہے اور چوٹی میں دونا و
بالا باندھتی ہے اپنے کونلائے ہوئے چہرہ پر وہ اپنی بھوؤں کو اس طرح
چڑھاتی ہے کہ نورانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگرچہ بظاہر شرم و ناز سے
کھنچی کھنچی کھڑی ہے لیکن آنچل کے اندر سے اپنی آنکھوں کی چنچل پتلیوں
کو نچا رہی ہے۔ اس کے جسم کے رنگ سے نور تن کو روشنی ملی ہے۔ اور
اس کے گلے میں چاند سورج کے تمائل بنا کر ڈالے گئے ہیں۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ:

اے کونلی تیرا قد دیکھ کر چمن کے سرو اشارے کرنے لگتے ہیں تیرا
قد باغ فردوس کے لئے بھی باعث زینت ہے۔ میں نے اپنی پلکوں کو
تکیے بنا کر رکھا ہے تاکہ اے ہندنی پتلی تو میری آنکھ میں آکر آرام کرے
تیرے دونوں ہونٹ ایسے رنگیلے ہیں کہ یاقوت نے ان سے رنگ مانگا
اور عقیقوں نے بن میں ان سے بھیک لی۔ تیری باریک کمر کے عشق میں
میں بال کی طرح باریک ہو گیا ہوں۔ یہ اتنی باریک ہے کہ پیرہن کا کوئی تار
اتنا باریک نہ ہوگا۔ دلھن کی اس کونلی سکھی کو دیکھ کر میری جتنی کالی اور گوری
سہیلیاں تھیں میں ان سب کو بھول گیا۔

تیسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

اے اچھی پیاری جب تو نظر بازی کرنے کے لئے آنکھ سے آنکھ ملا کر کھڑی ہوتی ہے تو میرے لئے نظر ٹکانا دشوار ہو جاتا ہے۔ تو کندنی رنگ کی ایک پتلی ہے جس کا روپ کونلا ہے۔ تیری گلابی آنکھوں میں سمندر موجیں مارتا رہتا ہے۔ اور تیرے سورج سے گالوں میں دانت نورتن کی طرح جڑے ہوئے ہیں، تو بالے بال رنگا رنگ اور چنچل ہے۔ خوبرویوں پر راج کرنا تجھے سجتا ہے، اے گلابی آنکھ والی سہیلی تو میرے دل کی پیاری ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

یہ شگفتہ چنچل پھر میرے یہاں سبز آنچل اوڑھے اور پھولوں کی کلغی لگائی ہوئی آئی۔ اس کی الھڑ چال سے شراب کا خمار اور آنکھوں میں رنگ کے ڈورے نظر آرہے ہیں۔ اس حسین کی محبت اور اس کے پاؤں کی جھنکار دل کے لئے امید، تن کے لئے عیش اور کان کے لئے ذوق کا باعث ہے۔ وہ گالی دیتی ہے اور دکھ سے کاری ہو کر گھات کرتی اور لاکھ خوشامد اور لوچ سے دروازے میں میرے آڑے آتی ہے۔ یہ سب میں ہوشیار عورت ہے، کیونکہ بھید کو جانتی، عشق کو پہچانتی اور

اپنے گھر میں تخت پر بیٹھتی ہے ۔

پیاری بھی محمد قلی کی نہایت چہیتی تھی لیکن وہ اپنے حسن و نزاکت پر اتنی مغرور تھی کہ ہمیشہ محمد قلی کو ترساتی اور ستاتی رہتی تھی اور وہ ہمیشہ اس کو منانے کی فکر میں رہتا چنانچہ کہتا ہے کہ :۔

اے سکھیو تم آج جاکر پیاری کو سمجھا منا کر لے آؤ کیونکہ تمام عشوہ طراز دل کا تاج اُسی کے سر بجتا ہے ۔ اُس سے کہو کہ قطب شہ نے اپنے مکان کو بہت ہی زیبائش و آرائش سے سنوارا ہے لیکن تیرے بغیر گذارا مشکل ہے اگر تجھے عشق ستاتا ہے تو آ اور دیوانہ بنا لے کیونکہ یہاں تیرا ہی راج ہے تیرا لباسِ حسن ایسا عجیب ہے کہ اس کے ساتھ یہ عشوے تجھے زیب دیتے ہیں ۔ تو اپنے روپ کی وجہ سے شاہِ خوباں ہے اس لئے سب تجھے خراجِ عشق ادا کرتے ہیں ۔ جس وقت میں تیرے چہرہ کا نور دیکھتا ہوں تو وہ ایک لمحہ میرے لئے سو برس کی عشرت کے برابر ہے ۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :۔

اے پیاری تو تجھ سے غرور نہ کر جب یہ جوانی چلی جائے گی تو خمیدہ

ہو جائے گی۔ یقین جان کہ یہ بات دنیا میں مشہور ہے کہ ٹوٹے ہوئے موتی
کا مول کم ہو جاتا ہے۔ جوانی اور جوبن اسی لئے ہے کہ اپنے سائیں کیلئے
باعث عیش ہو۔ تو اپنے دل میں سائیں کی محبت قائم رکھ کیونکہ تیری ہی
وجہ سے اس کا عیش ہے۔ جب تو عشوہ و ناز کے ساتھ سنگھار کر کے آتی ہے
تو تیرے چہرے پر پسینہ کی بوندیں اسی طرح بھلی معلوم ہوتی ہیں جس طرح
پھول پر شبنم۔ تو اپنی شراب حسن سے سیکڑوں کو فیض یاب کرتی ہے اور تمام
خوبرویوں میں اپنا علم سرفرازی بلند رکھتی ہے۔

دوسری نظم میں یوں لکھا ہے:۔

اے پیاری تیرے بچھڑنے کی وجہ سے مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی
تجھے قدرت نے ایسا اچھا گھڑا ہے کہ تیرے بغیر مجھے ایک گھڑی بھی محبت
نہیں بھاتی۔ جو دل سے تیرا عاشق ہے اس کو رات اور دن کچھ بھی سجھائی
نہیں دیتا۔ تیری یاد کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے کہ پھر کچھ بھی یاد نہیں آتا۔
تیرے بیمار محبت کا علاج لقمان بھی نہیں کر سکتا۔ جب تک تو اپنے ہونٹوں کا
شربت نہ چکھائے گی تیرے عاشق کو کیونکر صحت ہوگی؟ یہ سچ ہے کہ تیرے
ساتھ ایک رات رہنا میرے لئے سو راتوں کے برابر ہے۔ تو ہی کہہ جب تو

مجھے اپنے سیج پر نہ بلائے تو میں پھر کس کے سیج پر رہوں۔ تیری اس فرقت کی آگ میں میرا دل موم کی بتی کی طرح پگھل رہا ہے۔ لیکن تو مصری کی طرح سخت اور کھٹ ہے اور خود کو ذرا بھی نہیں پگھلاتی۔

تیری رفتار، تیری گفتار، تیرے تیور طرح طرح کے ہیں۔ تو جو کچھ برا بھلا کہنا چاہتی ہے کہہ لے لیکن مجھے ناامید نہ کر۔ تجھ کو خدا نے اتنی قدرت دی ہے کہ تو قطب شاہ کو بھلا سکتی ہے۔

ایک اور نظم میں لکھتا ہے:۔

اے پیاری تیرا بول مجھے مارے ڈالتا ہے۔ تیری ہر بات مجھے کٹاری نظر آتی ہے۔ تیری چوٹی ناگ کی طرح ہے، جس کا زہر کڑوا ہوتا ہے۔ تو کھیلتے وقت اپنی اس ناگ جیسی چوٹی کی وجہ سے سچ مچ سنپیرا معلوم ہوتی ہے۔ میں بھونرے کی طرح تیرے اطراف پھر پھر کر تیری خوشبو لیتا ہوں کیونکہ اس خوشبو میں نرگس کی طرح خمار نہیں ہے۔ تیرے جسم سے صندل اور مشک کی خوشبو نکلتی رہتی ہے۔ تو کانچ کی چوڑیاں پہنی ہوئی ہے اور ہاتھ میں انگھیری باندھی ہے۔ ٹھیکری اور کانچ میں وہ ہندی گنوار کیا فرق کر سکتی ہے (پھر بگڑ کر لکھتا ہے) تیرے بول میں نمک اور تیرے ہونٹوں میں

رس نہیں ہے۔ تیری چولی کسی ہوئی نہیں ہے اور تیری چوٹی اندھیرا ہے۔

محمد قلی کی بارہ پیاریوں میں ایک گوری بھی ہے۔ اس کی نسبت ایک نظم میں لکھتا ہے :—

گوری کا چہرہ حسن کی وجہ سے اس قدر سہانا معلوم ہوتا ہے کہ اس چاند سے چہرہ سے شرما کر خود چاند نقاب پوش ہو جاتا ہے۔ وہ سرو جیسا قد نہیں بلکہ ایک کندنی درخت ہے جس سے سورج جیسی روشنی نکلتی ہے۔ اے گوری تو رنگ اور رس کے باغ کی کلی ہے اس لئے تیرے چہرہ سے زندگانی کا پانی ٹپکتا ہے۔ تیرے رسیلے ہونٹوں میں شراب بھری ہے۔ یہ عاشقوں کے دل کو جلا کر کباب بنا دیتے ہیں۔

ان کو میں زلفیں کہوں یا تازہ سنبل جو تیرے پھول جیسے چہرہ پر اس طرح بکھرتی ہیں جیسے چاند پر ابر۔

تیری مستانہ چال سے ہاتھی شرماتے ہیں کیونکہ ان میں یہ ناز اور شوخی نہیں۔ اے قطب نبی کے صدقے میں تجھے گوری ملی ہے تو اس کے گلے میں باہیں ڈال اور اس کے ساتھ شراب پی۔

دوسری نظم میں کہتا ہے :-

گوری عشق کی ایک رنگیلی پتلی ہے جو تمام خوبرویوں میں چھبیلی نظر آتی ہے۔ تجھے پدمنیوں کے چہروں کی بزم آرائیاں زیب دیتی ہیں۔ کیونکہ تو چاند جیسی صورت رکھنے والیوں میں سب سے زیادہ رسیلی ہے۔ سولہ[16] سنگار صرف تیرے جسم کی سج دھج کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں کیونکہ تمام مہ جبینوں میں تو ہی سب سے زیادہ حسین ہے۔ تیرے چہرے پر نور کا جلوہ برستا ہے۔ تیری جیسی سندر چھبیلی اور کوئی نظر نہیں آتی۔ نبی کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی پیاری حسن کا پیالہ اپنا کر لی۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

اے عشق کی پتلی تو میرے دل میں لگی ہوئی ہے۔ اور عشق کی وجہ سے تجھے تو پیدا کیے ہیں۔ اس پتلی کو عشق و محبت پر ناز کرنا زیب دیتا ہے۔ وہ عشق بازی کے لئے کمر باندھ کر تیار اور جوبن کے پیالے اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوئی ہے۔ اے پریم کی سہیلیو بتاؤ کہ پریم کے باغ میں یہ پیار حق ہے کہ نہیں۔ اے گوری تیرے جسم پر منڈھا تمام پھول ہی پھول ہیں۔ تو اپنی پرستش اپنے لئے لگاتی ہے۔ تو عشق کی عقلوں میں

پیالہ پلا۔ مجھ پر تیرے عشق کی بھٹی کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ نبیؐ کے صدقے میں

مجھے ایسی گوری ملی ہے کہ سورج اور مشتری جس کے عکس ہیں۔

اسی طرح بارہ پیاریوں میں سے ہر ایک پر کئی کئی نظمیں لکھی ہیں جو کلیات

کے صفحات ۲۲۴ تا ۲۶۴ پر درج ہیں اور ان خاص پیاریوں کے علاوہ اور

دوسری پیاریوں پر بھی اس کی نظمیں موجود ہیں جو کلیات کے صفحات

۲۶۵ تا ۲۸۱ پر شائع ہوئی ہیں۔

ان سب پیاریوں کی نظموں کے خاکے یا خلاصے پیش کرنا موجب طوالت

ہے اس لئے ہم یہاں اس کی صرف خاص خاص پیاریوں کے سراپا اسی کی

نظموں سے اخذ کر کے نہایت مجمل الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں:—

۱۔ ننھی | بالا قد۔ چاند سا روشن چہرہ۔ چمکدار آنکھیں۔ جسم میں ایک

خاص خوشبو۔ ابتدا میں نہایت شرمیلی اور سیدھی سادھی لڑکی

تھی جو بہت جلد عنفوان شباب کو پہنچ گئی۔ ملنے اور بات کرنے سے جھجکتی تھی

شراب سے نفرت کرتی تھی اور شراب کی صراحی اور پیالہ ہاتھ میں لینے اور پینے

پلانے سے ہمیشہ بچتی تھی۔ آنکھوں میں کاجل لگاتی اور خط سرمہ کھینچتی تھی۔

بدن پھول کے رنگ کی ساری باندھتی جس کے کنارے عجیب و غریب موتی

نکلے ہوتے۔ وہ بعد کو بڑی ہنس مکھ، ظریف اور حاضر جواب ہوگئی تھی۔

۲۔ ساونلی بلند و بالا قد۔ دلفریب ساونلا سلونا رنگ جس کی وجہ سے وہ بہت نازک اور کونلی معلوم ہوتی تھی۔ خوش آواز۔ خوش خرام۔ موتی کی طرح دانت۔ شوخ آنکھیں۔ زرق برق لباس پہننے والی۔ موتی کے رنگ کی نیم تنی زیب بر کرتی۔

۳۔ کونلی ایسی دبلی پتلی کہ ہوا سے ہلنے والی۔ جسم کو شرم و ناز سے اتنا چرائے رکھتی کہ کمر کے ہونے نہ ہونے کا شبہ ہوتا۔ دلکش جبیں گندمی رنگ۔ کالی آنکھیں جو رنگین ڈوروں کی وجہ سے ہمیشہ خماری نظر آتیں چڑھی ہوئی بھویں یاقوت اور عقیق یمن کو شرمانے والے ہونٹ۔ چمکدار رخسار نورتن جیسے دانت۔ سراپا رنگا رنگ اور چنچل۔ سبز آنچل اوڑھتی۔ بالوں کو پھولوں سے سجاتی۔ بہت ہی ہوشیار۔

۴۔ پیاری ہمیشہ روٹھنے اور بگڑنے والی۔ بہت ہی خوبصورت اور اپنے حسن پر بہت مغرور۔ روشن چہرہ۔ جب بن سنور کر نکلتی تو چہرہ پر پسینہ کی بوندیں ایسی بھلی لگتیں جیسے پھول پر شبنم۔ تند مزاج اور تلخ گفتگو کرنے والی۔ ناگ کی طرح سیاہ بل کھائی ہوئی لانبی چوٹی۔ خوشبودار

جسم ۔ کانچ کی چوڑیاں پہنتی اور ہاتھ میں اچھری باندھتی ۔ بے حد عشوہ طراز ۔

۵ ۔ گوری | چاند سا چمکتا چہرہ ۔ روشن پیشانی ۔ پراگندہ زلفیں ۔ رسیلے ہونٹ ۔ مستانہ چال ۔ اُبھرا ہوا سینہ ۔ تیتلی جیسا خوبصورت اور پھولوں کی طرح نرم و نازک اور شگفتہ جسم ۔

۶ ۔ چھبیلی | رخسار پر تل ۔ ژولیدہ زلفیں ۔ چمکتی آنکھیں ۔ خط تہ کھنچا ہوا ۔

۷ ۔ لالا | ہونٹوں میں آب حیات ۔ گلابی پھولوں کی طرح دانت ۔ سر پستان سے جوانی ٹپکتی ہوئی ۔ مست کرنے والی چال ہنسی سے رات کو دن بنانے والی ۔ عشق و محبت کی پیاسی ۔ غمزدہ فراق ۔

۸ ۔ لالن | نقل جیسے ہونٹ ۔ ہنس جیسی چال ۔ کنول کی ڈلی نازک ۔ کم عمر ۔ نادان ۔

۹ ۔ موہن | جادو سے بھری ہوئی آنکھیں ۔ عشوہ طراز اور کن والا چہرہ ۔ پر عیش و وصال کی کیفیت نمایاں ۔ آنکھیں رات کی خماری سے متوالی ۔ جوانی جیسا نازک لب پر شفق رنگ کی لالی لگی ہوئی ۔ محبت میں دیوانی ۔

۱۰۔ محبوب | گلاب کے پھول جیسے گال۔ باریک کمر۔ نرمیں پلنگ کی ہوئی
یوسف سے زیادہ حسین۔

۱۱۔ مشتری

ان دونوں کا تذکرہ آئندہ تفصیل سے آئے گا۔

۱۲۔ حیدر محل

ان پیاریوں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد نظمیں ایسی بھی لکھی ہیں جو اس کی عیش و عشرت کی ترجمان ہیں اور عشق و عاشقی کی زندگی کی دلچسپ داستانوں کا کام دیتی ہیں۔ ان نظموں سے پتا چلتا ہے بہت سی پیاریاں ایسی تھیں جن سے اس نے وصال کے پرکیف مرقعے پیش کیے ہیں۔ اور بعض نظمیں اس کی جوانی کی راتوں اور مرادوں کے دنوں کے تفصیلی اور دلچسپ نظارے لیے ہوئے ہیں۔ حسن و عشق کے راز و نیاز کا شاید ہی کوئی موضوع ہو جو چھوٹ گیا ہو۔ شباب کی رنگینیوں اور جذبات کی جولانیوں کے اظہار میں اس کا قلم غیر معمولی قدرت رکھتا تھا۔ اور یہ قدرت تخیلی یا فرضی عشق عاشقی سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ محمد قلی صحیح معنوں میں اس میدان کا مرد تھا۔ اس کے رفیع الشان محل نہ تھے بلکہ اصل میں بین قومی حسن و نغمہ کی وسیع اور آراستہ و پیراستہ نمائش گاہیں تھیں۔ ان میں کئی ملکوں اور کئی مذہبوں اور ہر وضع و قطع کی نازنینیں آزادی اور بے تکلفی کے ساتھ اپنے حسن و جمال کی

آرائش وزیبائش میں مصروف ومنہمک اور عشق ومستی کی عجیب وغریب کیفیتوں اور جوانی ورعنائی کے بے پناہ جذبات کے مظاہرے کرتی رہتی تھیں۔

(۹)

بھاگ متی یا حیدر محل

تعجب ہے کہ قطب شاہی تاریخوں کے علاوہ کلیات محمد قلی سے بھاگ متی کے واقعہ کے متعلق کوئی تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اشعار میں اپنے متعدد محبوبوں کے نام لئے ہیں اور ان میں سے بعض کی تعریف و توصیف میں کئی کئی نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بھاگ متی کا نام کہیں نظر سے نہیں گذرتا۔ بعض شعروں سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ:۔

"قطب شاہ اپنے اس بخت پر نازاں ہے کہ اُس کا معشوق اس کی محفل میں رقاص بنا جس کے شکرانہ میں وہ اس کے طاق ابرو میں سجدہ کرنا چاہتا ہے"

ایک اور شعر میں لکھا ہے:۔

"قطب شاہ کو ایک ایسا بے بہا دُر مل گیا جو اپنے رقص میں کامل الفن ہے"

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:۔

"نبیؐ کے صدقے میں اے معشوق میں اُس شہر میں رہتا ہوں جو تیری

محبت میں آباد ہوا ہے اور جس کے مقابلہ میں مجھے کوئی شہر پسند نہیں آتا۔"
بھاگ کا لفظ اُس نے کئی اشعار میں استعمال کیا ہے لیکن اس کے معنی مقدر
یا قسمت کے ہیں، اور اکثر جگہ یہ لفظ اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے ٹھیک
بیٹھتا ہے اس لئے یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بھاگ متی ہی کیلئے
ہوگا۔ اس سلسلہ میں محمد قلی کے حسب ذیل شعر قابل ذکر ہیں:

ٹیلا سو تج پیشانی انت بھاگ کی نشانی — کن موتی ہے نورانی یہ ہار مشتری کا

نبی صدقے تج نینہ شہر ہے قطب — نہیں کوئی شہ اس شہ جیسے الله

بھواں کے طاق میں سجدا کروں میں — ہوئے سارے جگ محفل میں قاس

قطب شہ پایا ہے بہادر — جو تو اپس تجے کامل میں قاص

شب برات کے موضوع پر سلطان محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں
ایک نظم بھاگ متی سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ آپ یہ لکھتا ہے کہ:-

شب برات کی نہانی تقریب میں میری محبوبہ ایک اور بار میرے گھر
آ رہی ہے۔ اور اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے اپنے ساتھ آسمان کے
چاند اور سورج سے زیادہ روشنی والے الماس جیسا زیور لئے آ رہی ہے
جس کی وجہ سے کیا عجب کہ زمین آسمان چمکنے لگے کیونکہ پیا پیا تھی

زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیا ہے۔ اور میری سکھیوں کو اپنے چمن اور مکھ کے لیے
جن جن چیزوں کی آرزو تھی ان سب کو اس نے ان کی خواہش کے مطابق مہیا کر دیا ہے۔
دنیا سال بھر سے اس کے درشن کی مشتاق تھی اس لئے اس نے اپنا دیدار دکھا کر میری دنیا کو اپنا دیوانہ بنا لیا۔
اس نے پھول جیسے جسم کو عروسی خوشبوؤں سے خوب مہکا لیا ہے تاکہ میں لطف کے ساتھ اس سے بغلگیر ہو سکوں۔
اے قطب شاہ وہی کہ صدقے میں بھاگ متی سے مل کر تو اپنے ہوس کے یا ہوس کے مطابق وصال کے مزے
اڑا کیونکہ وہ خود کو قطب شاہ کی داسی سمجھ کر خوب سج سجا کر آئی ہے۔"

بھاگ متی کے ساتھ عشق عاشقی کا تذکرہ سب سے پہلے خود محمد قلی قطب شاہی کی زندگی میں تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دو کتابوں میں لکھا گیا۔ قطب مشتری کے مصنف نے تو اس واقعہ کو استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا لیکن مورخ فرشتہ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ:-

"ودآں قطب فلک اجلال در اوائل پادشاہی بر فاحشہ بھاگ متی عاشق شدہ ہزار سوار
ملازم او گردانیدہ تا بطریق امرائے کبار بہ دربار آمد و شد می نمودہ باشد۔ و در آں
ایام چوں از زبونی آب و ہوائے گولکنڈہ خلائق متنفر گردیدہ بودند قطب شاہ در چہار
کروہے بلدہ مذکور شہرے .... ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ۔ و در آخر ازاں
امر پشیماں گشتہ موسوم بہ حیدرآباد ساختہ لیکن درمیان خلائق مشہور بہ بھاگ نگر است نہ حیدرآباد۔"
(صفحہ ۱۷۳)

محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد گولکنڈہ میں جو تاریخیں لکھی گئیں ان میں بھاگ متی کا حال درج نہیں ہے۔ البتہ بعد کی تاریخوں مثلاً حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی (رفاد رخاں) اور گلزار آصفی میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ مؤخر الذکر تاریخ میں ابراہیم قطب شاہ کے بیان میں لکھا ہے:-

"پل دریائے موسیٰ بسبب عشق شہزادہ میرزا محمد قلی کہ بحسن جانفزائے بھاگ متی طوائف میلے
کلی داشت بنا گردید حقیقت آں اینکہ شہزادہ مذکور بر طبق عادت معہود کہ مواصلت
خفیہ لذت بسیار میدہد ہموارہ بوقت شب از قلعہ محمد نگر بخانۂ طوائف مذکورہ در موضع چچلم
کہ آبادی بلدہ حیدرآباد بر زمین ہموں موضع واقع است آمد و شد می داشت۔ روزے
موسم باراں موافق معمول خود بوقت شب آہنگ نمودہ چوں بر سر دریائے موسیٰ رسید دید کہ
طغیانی آب از حد زیادہ است کہ فیل نہ دستی کوہ پیکر نمی تواند قدم اندرون گزارد فوراً

در جذبۂ عشق و محبت اسپ سواری خود را بے اندیشہ در تلاطم تموج آب انداخت و بہ زور حفظ حقیقی بسلامت برآمد" (صفحات ۱۴ و ۱۵)۔

یہ واقعہ حیدرآباد میں زبان زد خاص و عام ہے اور راقم الحروف نے اس تاریخی واقعہ کو افسانے کی شکل میں پیش کر کے "پچھلم کی رفاصہ" کے عنوان کے تحت کتاب سیر گولکنڈہ میں شامل کیا ہے[1]۔

گلزار آصفی سے تقریباً پچاس سال قبل حیدرآباد میں ایک اور تاریخ حدیقۃ العالم لکھی گئی تھی اس میں بھی بھاگ متی کا ذکر موجود ہے کہ:۔

"بادشاہ درآں ایام بزنانہ بھاگ متی نام تعلق خاطر داشت چنانچہ ہزار سوار ملازم او گردانید تا ہمراہ او ہنگام آمد و شد می نمودہ باشد۔ بنابراں نام شہر حیدرآباد را بھاگ نگر موسوم ساخت و مستقر سریر سلطنت خود گردانید۔ و بعد چندے کہ بھاگ متی ازیں جہاں درگذشت تنبہ شدہ تبدیل آں نام بہ حیدرآباد نمود" (صفحہ ۲۱۵)

ان شہادتوں کے مقابلے میں ماہ نامہ کی یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدرآباد کا نام اپنی ماں بھاگیرتی کے نام پر بھاگ نگر رکھا تھا۔ کیونکہ ماہ نامہ سے تقریباً دو سو سال قبل فرشتہ نے اور پھر ماہ نامہ کی کم و بیش معاصر تاریخوں، حدیقۃ العالم، تاریخ قطب شاہی، زفاد رخاں، اور گلزار آصفی میں بھی بھاگ متی محبوبۂ محمد قلی کے نام پر اس شہر کا موسوم ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ اس محبوبہ بھاگ متی کے علاوہ محمد قلی کی ماں کے نام بھاگیرتی میں بھی لفظ بھاگ شامل ہو۔

---

[1] بھاگ متی کا ذکر مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی نے بھی اپنی کتاب مآثر دکن صفحات ۱۰۵ اور ۱۰۶ پر کیا ہے۔

غرض اس طرح دو ناموں کے لحاظ سے اس شہر کا نام بھاگ نگر کہہ دیا گیا ہوگا اگرچہ یہ بات یقینی نہیں ہے کہ محمد قلی کی ماں کا نام بھاگیہ رتی تھا بھی یا نہیں۔

بہرحال موجودہ معلومات کی بنا پر اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ محمد قلی عنفوان شباب ہی میں یعنی ۱۴ سال کی عمر میں بھاگ متی پر عاشق ہوا اور اس کی خاطر طغیانی رود موسیٰ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ جب اس خطرناک حرکات کی خبر اس کے باپ ابراہیم قطب شاہ کو ہوئی تو اس نے ندی پر پل بنوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد ہی ابراہیم کا انتقال ہوگیا اور محمد قلی نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی محبوبہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ کی خاطر ہزار سوار اس کے یہاں متعین کر دیئے جو ہر وقت اس کے جلوس میں رہتے اور وہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ موضع چچلم سے گولکنڈہ آیا کرتی تھی اور خود محمد قلی بھی اس کے یہاں جایا کرتا۔ اسی اثنا میں اس نے اپنی محبوبہ کے گاؤں کو ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل کرنے کی ٹھانی اور جب یہ شہر بن گیا تو اسی کے نام پر اس کا نام بھاگ نگر رکھا۔

حیدرآباد میں خود دولت خانۂ عالی اور دیگر محلات کے بن جانے کے ساتھ ہی محمد قلی نے بھاگ متی کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ اور شادی کے بعد مشتری اور بعد کو حیدر محل کا خطاب دیا۔ اور اس کے لئے ایک خاص محل بھی بنوا دیا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا گیا۔ پھر اس خطاب کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام بھی حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔ بعض مورخین کا یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ محمد قلی نے بھاگ متی کے انتقال کے بعد پشیمان ہو کر

شہر کا نام بدل دیا۔ کیونکہ اس نے خود اپنی نظموں میں اپنی محبوبہ حیدر محل کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ خطاب بھاگ متی ہی کو دیا جا سکتا تھا جو آخر وقت تک جملہ مورخین کے قول کے مطابق اس کی چہیتی محبوبہ تھی۔ اتنا ضرور ہے کہ حیدر محل کا خطاب دینے کے بعد محمد قلی نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ بھاگ متی اور بھاگ نگر کا نام لوگوں کے ذہن سے محو ہو جائے اور حیدر محل اور حیدر آباد رائج ہو جائیں چنانچہ جب وجہی نے بھاگ متی سے عشق عاشقی کا قصہ لکھا تو اس میں بھی اس نام کو چھپائے رکھا اور خود محمد قلی نے بھی اپنے کلیات میں اس نام کے بجائے جگہ جگہ حیدر محل کا نام لکھا ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ جب وجہی مشتری کے سامنے محمد قلی کی معشوقاؤں کا تذکرہ کراتا ہے تو بھاگ متی کا بھی ضرور ذکر کرتا لیکن اس نے تو خود بھاگ متی ہی کو مشتری کے نام سے ظاہر کیا ہے۔ اور اس مشتری یا بھاگ متی کے متعلق محمد قلی نے اپنے کلیات میں دو نظمیں اور مختلف جگہوں پر اشعار لکھے ہیں۔

یہ نظمیں کلیات کے صفحہ ۲۶۳ تا ۲۶۴ پر درج ہیں۔ ایک نظم میں وہ مشتری کو اپنی آنکھ کی پتلی کہتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے کہ :۔

سب کو نہیں ہے جو ین سے عشق ہے تیرے ہونٹ لوٹ کا پیالہ پلاتے ہیں ان پر محبت کا نشان ہے اور ان کے چومنے سے نبات شرما جاتی ہے ہو گیا [illegible] تو ہو گیا [illegible] اپنے دل میں بٹھاتا ہوں وغیرہ“

ایک دوسری نظم میں وہ کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو اپنے معشوق کی ملاقات کے لئے دعا کیونکہ اس کے جینے سے

تمام دنیا پر تیری فرمانروائی ہے۔ زندگی اسی کا نام ہے کہ جسم میں دل ہو۔ اور ہمارا دل ہمارا معشوق ہے جس میں عشق کی مستی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمارے دل میں مرصع سے جگہ پائے ہوئے ہے جہاں اس کا نور سورج کی شعاعوں سے زیادہ خوشنما اور روشن ہے۔ زحل نے بہت سے دشمنوں کے طالعوں کو مٹا دیا ہے اور مشتری کے طالع کی وجہ سے ہمارے طالع کو بقا حاصل ہے۔ اس لئے اے خدا قطب شاہ کے اس تارے کو اپنی عنایت سے سرافراز رکھ"

ان نظموں کے علاوہ محمد قلی نے مختلف جگہوں پر حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے کہ:۔

اے قطب شاہ تو شادی و خوشی کر کہ تیرا رشتہ اس کے رشتے سے بندھا ہوا ہے اور مشتری تیرے لیے باعث برکت ثابت ہو رہی ہے۔

تو ثانی سلیمان ہے اور فتح و فیروزی تیرے ہی لئے ہے۔ اور تو نے اپنا منظور نظر بنا کر مشتری کو بھی شرف یاب کر دیا۔

اس کے شعر ہیں ؂

رشتہ تیرا اس رشتے سوں ہے بندھا تی   شادی و خوشی کر کہ اہے مشتری تجھ راس

تو سلیمان ثانی و تجھ سبب فیروزی و فتح   مشتری پایا شرف تیری نظر منظور سے تجھے

بعض شعروں میں وہ مشتری کو اپنی بزم میں رقص کناں ظاہر کرتا ہے جس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ بھاگ متی ہی کا پہلا خطاب تھا۔

ع کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت   ع زہرہ و مشتری سوں پاتر نچھار چاؤ

ندی روما دلی موتیاں کی آرتی بھر کر   سو زہرہ مشتری کے ہات پلا ڈلا ئے آج

اسی طرح حیدر محل یا حیدر پیاری کے متعلق بھی اس کے کلیات میں تین نظمیں اور مختلف

اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدر محل فن موسیقی کی ماہر تھی اور محمد قلی کی خاص معشوقہ وہ ایک نظم میں کہتا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت سے لبات گھولتی اور روز بروز عیش و عشرت کے ساتھ عشق کے بلبل بجاتی ہے۔ اس کے سرو جیسے قد پر نورتن کا جلوہ نظر آتا ہے اور سب معشوقائیں اس کو دیکھ کر شرماتی ہیں۔ وہ اپنی پیشانی پر ٹیکا نقشہ لگاتی ہے اور چاروں طرف نورتن کے تار سجتے ہیں وہ عشق کی چادر اوڑھ کر بیربہوٹی کی طرح سرخ نظر آتی ہے۔ اے قطب شہ تو شکر کر حیدر کی غلامی کی وجہ سے تجھ کو یہ جیتیں ملی ہیں جس کی وجہ سے تیرے سر پر تاج سجتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵)

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :۔

نبی کے صدقے میں حیدر پیاری ملی ہے جس نے اپنے مخالف انداز سے میرے دل کو اپنے دل سے باندھ لیا ہے۔ وہ عشق کے پیار کی آگ لگاتی ہے اس کے بال پھولوں کی تازگی اور آفتاب کی چمک سے وہ اپنی بھوؤں کے کاجل لگاتی ہے۔ وہ ہر رنگ کی تنگ چولی پہنتی ہے۔ اور آنکھوں کے خاص انداز سے میرے دل پر حملہ کرتی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵)

ایک دوسری نظم میں جو نامکمل دستیاب ہوئی ہے لکھا ہے کہ :۔

حیدر محل محبت و عشق کا جلوہ دکھاتی ہے اور اپنی نعمت بجاتی ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ پاؤں کے لئے کنگن پہن رکھا ہے۔ وہ اپنی آنکھوں کی پتلیوں کو سیلیوں کی طرح بناتی ہے وغیرہ (دیکھو صفحہ ۲۵)

محمد قلی نے اس حیدر محل یا حیدر پیاری کے لئے ایک محل بھی بنا دیا تھا جس کا نام حیدر محل یا حیدر منڈوہ رکھا تھا اس کا ذکر آیندہ کیا جائے گا۔ اس نظم میں لکھتا ہے۔

حیدر محل میں حیدر پیاری کا جلوہ دکھاؤ اور اس خوشی میں زمین آسمان و عرش پر فتح و نصرت کا طبل بجاؤ۔ ... ... لے آؤ اور پیالے کی

روشنی میں مجھے اپنے سائیں کی صورت دکھا۔ (یہ قاعدہ ہے کہ جلوہ کے وقت آئینہ میں دولھا کو دلہن کی صورت دکھاتے ہیں)۔ اور سوچ کے طبق سے لے کر نقل و شراب اپنے خساروں میں رکھ لو اور پیاری کی محبت کے ہار پیارے کے گلے میں ڈالو۔ اس نیک ساعت میں دونوں پر پیشانیں زیب دیتی ہیں۔ دودھ اور مصری سے آبحیات کے ان کٹوروں کو بھر دو۔

اس جلوے کے وقت بادشاہ اتنا اچھا نظر آتا ہے کہ بدھنیاں اور چھتنیاں سب شاہ کے روپ کی دیوانی ہو گئی ہیں۔ اے سکھیو ان کے ہاتھ سے قول کا بیڑا اٹھا کر شکر کھلاؤ۔ نبی کے صدقے میں آج قطب شاہ کو جلوے میں بیٹھنا نصیب ہوا ہے اس لیے دولہن اور پیاریوں کو چاہئے کہ شہ پر سے خود کو واریں۔" (صفحہ ۲۱۰)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ نظم حیدر محل کے ساتھ شادی کرنے کی تقریب میں لکھی گئی ہے۔ اور بھاگ متی کو نکاح کے وقت ہی حیدر محل کا خطاب دیا گیا تھا۔ اور بعد کو اسی کے خطاب کے لحاظ سے بھاگ نگر کا نام حیدرآباد میں تبدیل کر دیا گیا۔

بھاگ متی نے محمد قلی کی زندگی میں سنہ ۱۰۱۱ھ سے قبل چالیس بیالیس سال ہی کی عمر میں وفات پائی کیونکہ تاریخ فرشتہ اور قطب مشتری دونوں کی تصنیف کے وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کے زمانۂ وفات کا یہ اندازہ اس وجہ سے صحیح نکلتا ہے کہ

بعض مورخوں نے شہر کے نام کی تبدیلی کو بھاگ متی کی وفات سے لازم وملزوم قرار دے کر بتایا ہے کہ تعمیر کے سترہ سال بعد اس کا نام حیدرآباد رکھا گیا[1]۔ گویا اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۶۰۱ء کے لگ بھگ گولکنڈہ کی یہ مشہور مہ جبیں اپنے عاشق جانباز کو داغ مفارقت دے گئی۔

---

[1] "تاریخ قطب شاہی" مولفہ قادر خاں بیدری ۱۲۳۹ھ میں لکھا ہے:۔

"بعد ہفدہ سال بہ حیدرآباد موسوم گردید"، صفحہ ۱۶)

(۱۰)

مذہبی میلان اور مخالفتیں

کلام کے مطالعہ سے محمد قلی قطب شاہ کے مذہبی شغف اور دینداری کے متعلق جو تفصیلی معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ نہایت بیش بہا اور مفید ہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ اس نے مذہبی معاملات میں ایک اجتہادی شان پیدا کر لی تھی بلکہ اسکے معتقدات کی پختگی اور اہل بیت نبیؐ و ائمہ معصومینؑ کے ساتھ دلی اور مستحکم ارادت کی وجہ سے اس کو بعض دفعہ مشکلات اور بغاوتوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ وہ واقعات ہیں جن کے متعلق تاریخوں سے زیادہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ محمد قلی کی امن و امان اور عیش و عشرت کی زندگی میں اگر کہیں کوئی خلل نظر آتا ہے تو وہ انہی مذہبی اعتقادات کے اختلاف کا اندیشہ ہے جو کبھی کبھی اس کو سخت پریشان کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اس میں اس نے ہمیشہ کامیابی حاصل کی۔ اور ہر کامیابی کے وقت وہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ ہر موقع پر فتح و نصرت کی طویل اور بلند آہنگ نظمیں لکھتا اور اپنے ہم مشربوں کو مبارکباد اور مخالفوں کو بددعا یا

دشنام دیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور یا احمد نگر سے مقابلہ کرتے وقت
اس کو اتنی تشویش اور فکر نہ ہوتی تھی جتنی اپنے عقاید کے خلاف آواز بلند کرنیوالوں
اور بغاوت کی دھمکی دینے والوں سے ہوتی تھی۔ محمد قلی اپنی اس فکر و تشویش میں
حق بجانب بھی تھا کیونکہ ہمسایہ سلطنتوں کے ساتھ جب اس کو مقابلہ کرنا پڑتا تو
یہ اس کی ذات کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ ایسی صورت میں فتح و شکست کا اثر سلطنت
پر پڑتا اور شکست کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اس کا ایک قطعۂ ملک غنیم کے قبضہ
میں چلا جاتا۔ لیکن جب خود اس کی رعایا کا ایک حصہ مذہبی اختلاف کی بنا پر
اس کے خلاف ہو جاتا اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کو تخت نشین کرنے کی
سازش کرتا تو خود اس کی بادشاہت بلکہ زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے ہم کو صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس کے خلاف
دو وقت خاص اہتمام کے ساتھ علم بغاوت بلند کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم ایسی اور
کتنی دفعہ ناکام کوششیں کی گئیں جو تاریخ میں درج ہونے کے قابل نہ تھیں۔
جن دو باغیانہ کوششوں کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اُن میں سے ایک وہ ہے جو
سنہ ۱۰۰۱ھ میں اس کے بڑے بھائی عبدالقادر عرف شاہ صاحب کے نام سے
کی گئی۔ اور غالباً دعویٰ کیا گیا کہ بڑا بھائی زندہ ہوتے ہوئے چھوٹے کو

تخت نشین کرنا انصاف کے خلاف ہے اور دوسری باغیانہ سازش محمد قلی کے
حقیقی بھائی خدا بندہ کی بغاوت[1] ہے جو سنہ ۱۰۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ ان دونوں بغاوتوں
کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج نہیں۔ البتہ اس قدر معلوم ہے کہ بیدر کے مشائخین
اور گولکنڈہ کے بعض عمائدین نے محمد قلی قطب شاہ کے مقابلہ میں ایک دعویدار سلطنت
کو کھڑا کر دیا جو سمجھا جاتا تھا کہ اس کا بڑا بھائی عبد القادر عرف شاہ صاحب تھا جو
اپنے باپ کی زندگی میں سنہ ۹۸۹ھ میں مورد عتاب ہوا تھا اور باغیانہ مقابلہ میں
جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ قطب شاہی تاریخیں لکھتی ہیں کہ وہ لڑائی ہی میں مارا
گیا۔ لیکن محمد قلی کی اس دلی تشویش سے جو کلیات کے بعض اشعار سے ظاہر
ہوتی ہے شبہ ہوتا ہے کہ شاید محمد قلی بھی اپنے اس رقیب کو زندہ ہی سمجھتا تھا
اور اس لئے اُسے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خطرہ اس وجہ سے اہمیت
رکھتا تھا کہ شاید وہ ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں دکن کے طاقتور سنّی امرا اس کے شیعہ ہونے کی
وجہ سے اس کے خلاف متحد کوشش نہ کریں جس طرح اس سے قبل یوسف عادل شاہ
کے خلاف کی گئی تھی۔ چنانچہ جس خطرہ کو وہ محسوس کرتا تھا وہ واقعہ بن کر اس کے
سامنے پیش بھی ہوا۔ یعنی جب اُس کے بڑے بھائی شاہ عبد القادر کے نام سے

۱؎ اس بغاوت میں شاہ راجو قتال اور دکن کے اکثر متعصب سنی امرا عبد الکریم عرف ملا انور خان، فتح الملک عرف الداراد
حسن علی وغیرہ نے حصہ لیا لیکن محمد قلی نے جلد اس سازش کو رفع کر کے قید کر دیا۔ شاہ راجو صاحب تو ہاتھ
نہ آسکے لیکن خدا بندہ معہ اپنے دو فرزند اسیر ہو کر تمام فوائد دنیاوی سے محروم ہو گیا۔

علم بغاوت بلند کیا گیا تو ملک و بیرون ملک کے اکثر امراء و عمائدین و مشائخین کو اس نئے دعویدار سلطنت سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ سنی امراء و مشائخین مثلاً خداوند خاں حبشی، خیرات خاں پسر دلاور خاں اور شاہ نعمت اللہ کے اہل خاندان محمد قلی سے کیوں ناراض ہو گئے تھے۔ تاریخ سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں البتہ کلیات محمد قلی سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی شیعیت پر بہت زور دیتا تھا اور ساتھ ہی بعض جگہ سنیوں کو خارجی کے نام سے یاد کر کے برا بھلا بھی کہتا تھا[1]۔ لیکن یہ سب و شتم ان کی بغاوت کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا ہوگا۔ سنیوں کی مخالفت کے آغاز کی جو وجہ سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ محمد قلی تخت نشین ہونے کے ساتھ ہی اپنی شیعیت پر فخر و مباہات کرنے کے ساتھ شیعہ عقاید کی ترویج و اشاعت پر زور دینے لگا ہوگا اور یہ چیز گولکنڈہ کے لئے نئی تھی۔ کیونکہ محمد قلی سے قبل کے حکمران ابراہیم قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، تینوں میں سے کسی نے اس امر پر زور نہیں دیا تھا[2]۔ اور خاص کر

---

[1] اس بارے میں دیکھو حصہ قصائد اور خاصکر قصیدۂ میلاد نبی صفحہ ۱۱ تا ۱۳ اور قصیدہ بسنت صفحہ ۳۶۔

[2] قطب شاہی تاریخوں میں جہاں یوم عزا کا ذکر ہے ماہ محرم کے جملہ رسوم و لوازم کے آغاز کا سہرا سلطان محمد قلی ہی کے سر باندھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیقۃ السلاطین میں ذکر ماتم و تعزیہ داشتن کے سلسلہ میں "خصوصاً از زمان خاقان جنت بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ" لکھا ہے۔

ابراہیم قلی نے تو ایک ایسی بین قومی فضا پیدا کر دی تھی کہ کسی کو شکایت کی گنجائش ہی باقی نہ رہی تھی۔ اس دیرینہ خاموش فضا کو شاید محمد قلی کے مذہبی جوش نے متحرک کر دیا تھا جس کی وجہ سے سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے۔

شبہ ہوتا ہے کہ محمد قلی بھی بچپن سے شیعہ عقائد کا پیرو نہیں تھا۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی کہا کہ اس کے باپ ابراہیم قلی کو کسی خاص عقیدے سے دلچسپی ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ چونکہ اس نے محض اپنی ذاتی مقبولیت اور ہندو اور مسلمان دوستوں کی مدد سے بادشاہت حاصل کی تھی اس لئے وہ مجموعی طور پر وسیع المشرب رہا۔ سنیوں، شیعوں اور ہندوؤں سب کو برابری کی نظر سے دیکھتا تھا اور اس کی بیگمات میں بھی ہر مذہب کی عورتیں شامل تھیں۔ چنانچہ ماہ نامہ کی روایت کے مطابق محمد قلی کی ماں بھاگیرتی ایک ہندو عورت تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالقادر کی ماں کلیانی کی مشائخ زادی تھی۔ یہ ابراہیم کی وسیع المشربی ہی کا ثبوت ہے کہ اس نے اپنے ایک لڑکے کا نام عبدالقادر رکھا اور اپنی لڑکیاں سنی خاندانوں اور مشائخین مثلاً حسین شاہ ولی شاہ قطب الدین وغیرہ کو بیاہ دیں۔ ان حالات کے پیش نظر یہ امر ممکن ہے کہ محمد قلی بھی بچپن میں شیعہ عقیدہ نہ رکھتا ہو اور اس شبہ میں اس وجہ سے بھی تقویت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے اپنے کلام میں بعض ایسے شعر چھوڑے ہیں جو اس قیاس کو یقین کی طرف مائل کرتے ہیں۔

وہ عیدِ مولودِ علیؑ سے متعلق ایک نظم میں حضرت علیؑ کی ولادت اور اس کی خصوصیتوں کے ذکر کے سلسلہ میں صاف صاف لکھتا ہے :-

میں نے اپنا دین چھوڑ کر اس دین کا راستہ پکڑا ہے ورنہ میں آتک ایک ہندو ہوتا۔ چونکہ میں نے آپ (حضرت علی) سے میل پیدا کر لیا ہے اس لئے خوشی و خرمی کی طرف میلان ہے۔ (پھر رقیبوں سے کہتا ہے کہ) اے رقیبو تم اپنی بڑائی اپنی حد تک ہی رکھو کیونکہ خدا نے قطب شاہ کو نیک خصلت عطا کر دی ہے۔ اس کے شعر ہیں سے

[تولد ہوئے آج کے دن امامؑ | دیتے جیوں نوا جند ا بر دے فرخ
میں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ | نپاتے اچھوں ہو کو ہندوے فرخ
ہمن میل باندے تمن میل سیتی | اسی تھے ہمن میل ہے گئے فرخ
رقیباں بڑائی تمن تم اچھونت | دیا حق معانی کے تئیں تم نے فرخ]

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :-

اے قطب شاہ تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں کہ تو نے حیدر کرار کا دامن پکڑا ہے اور اس وجہ سے تجھے دونوں عالم میں سرفرازی ہے۔

ہزاراں رحمت ہو تجھ پر جو حیدر کا منڑیا دامن | قطب شہ دو جگت میں سرفرازی تجھ کو ہوتے
تجھے اس

ایک اور شعر میں لکھتا ہے کہ :—

قطب شاہ نے علیؑ کا دامن پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ ہر جگہ کے رہبر اور چھڑانے والے ہیں ؎

نبی صدقے قطب شہ نے علیؑ کا پکڑیا ہے دامن　　کہ او منجکوں چھڑاون ہار ہو رہبر ہر ٹھار رہے

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ :—

میں ایک جان اور ایک دل کے ساتھ حیدر پر ایمان لایا ہوں

یک من یک جیو سوں دل ہو رجیو میرا　　حیدرؑ سوں سدق لایا صلوات بر محمدؐ ؎

بارہ امام پنجتن کا جہد تم پایا ہو　　منج سین چھاؤں چھایا صلوات بر محمدؐ —

اوپر ایک جگہ اس نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر میں اس راستہ پر نہ پڑتا تو اب تک ہندو ہوتا اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ پہلے ہندو تھا۔ ممکن ہے کہ ہندو ماں کے بطن سے ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کہتا ہو یا شاید سنی ہونے کو وہ ہندو ہونے کے برابر سمجھتا ہو۔[1] اکثر شعروں میں اس نے خود کو ابتدا سے مسلمان ظاہر کیا ہے۔ عید غدیر کی ایک نظم میں وہ کہتا ہے کہ :

اگرچہ میں ازل سے مسلمان اور غلام مصطفےٰ ہوں یعنی میرا نام محمد قلی

[1] ایک آدھ شعر میں اس نے سنی کے مترادف لفظ بھی استعمال کیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۱ قصائد)۔

یا غلام محمد ہے لیکن میں اب آپ کا بندہ ہو گیا ہوں اس لئے اے امیر آپ
میرا ہاتھ پکڑیں۔

اس کا شعر ہے ؎

از ازل تھے ہی غلام مصطفےٰ اقطب زماں — مج غلام کمتریں کو دست پکڑو یا امیر

اس امر کا امکان ہے کہ ابتدا میں اس کو شیعہ عقائد کی نشر و اشاعت کرتا دیکھکر
سنی امراو علما نے اس کو اہل سنت کے عقائد کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی ہو اور
اس کا میلان نہ پاکر اس کو مخالفت کا ڈر بھی بتایا ہو چنانچہ وہ عید غدیر کی نظم میں ایک
جگہ کہتا ہے ؎

رکھ مجھ حضرت کے صدقے یا الٰہی امن میں — ہور رکھ ایماں دست و جگ میں مج و منجہ نصیر

ساتھ ہی اپنے امامیہ ہونے کے اعلان ترک مذہب نہ کرنے کی طرف اشارہ اور
سنیوں کی دشمنی کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ اس کے چند شعر ہیں ؎

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام — میں عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر
منجے پیا ہیں ہمن پن ہوتے اس چاہ ہر تخت ازل — کریں کیوں تج کے لے مذہب ازل تھی پایا ہوں ملت
ہمیں میں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب — علی ابن ابی طالب ان کوں ہا دوست نصرت

یہاں یہ امر واضح رہے کہ دکن میں خارجیوں کے وجود کا کبھی پتہ نہیں چلتا۔

اس لئے محمد قلی کے کلیات میں جہاں خارجی کا ذکر ہے وہاں غالباً سنی ہی مراد ہے
چنانچہ بعض شعروں میں اس نے دونوں لفظ اس طرح استعمال کئے ہیں کہ ان کے
مخاطب ایک ہی سمجھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ؎

سنی کافرکے تجھ نے توڑے ہیں اس گھڑی سب ۔۔۔ سو مجز تجھے خوارج کوں ہے ہیبت گر یڑی کا

محمد قلی نے اپنے کلام میں بار بار اس امر پر زور دیا ہے کہ دوسرے بھائیوں
کی موجودگی میں ان کو جو بادشاہت نصیب ہوی وہ محض شیعہ ہونے کی وجہ سے
اس کے اس قسم کے چند اشعار یہ ہیں ؎

پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی ۔۔۔ مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

حق کی نظر سے تجھے قطبا تیرا اَبڑا ہے رتبا ۔۔۔ تصدق نبی علی ہے تج باعث ہور بانی

بارہ امام پنجتن کا مہر جسم ہما ہو ۔۔۔ تج سیس چھیا نو چھایا صلوات بر محمد

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار ہیں ۔۔۔ ہوا ہوں ان کی غلامی تھی قطب راج دھیراج

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمتریں ۔۔۔ دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں سیتیں

اماماں میانے محمد قطب پر ۔۔۔ نبی ہور علی کی دیا سوں سہایا

خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر ۔۔۔ سو سارے جگت میں دِراہی پھرایا

محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں ۔۔۔ سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا

پایا ہوں ملک کوٹ انن پیار تمہیں منج کوں ہے سدا حیدر کرار مصاذ

محمد بال پن تجھے ہے محمد کے غلاماں میں تو جیتا داؤں میں پٹھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

نبی کا ناوں ہے تیرا محمد قطب شہ ناڈر قصہ موسیٰ و فرعون شعیہ کن ہے زہر کیا

نبی صدقے قطب جم کاج کرتا ہے کہ پنجتن کے سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے
نظر آتا

نبی ہور آل کے صدقے علی کا داس ہے قطبا

تو جگ میں پایا رتبہ سو جم خاقاں سکندر کا

جب نبی صدقے ہوا ہے داس قنبر کا قطب دو جگت میں ہیں تر کما عاقبت محمود کا

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شاید پہلے قنبر کا غلام نہیں تھا جب سے غلام قنبر ہوا ہے اس کی عاقبت محمود ہو گئی۔ اور اسی طرح وہ کہتا ہے کہ جو کوئی عید میلاد علیؑ کرتا ہے اس کے طالع مسعود ہیں ع جن کرے یہ عید ہے وہ طالع مسعود کا

ایک اور شعر ہے ؎

صدقے نبی کے قطب شہ تم جم کر مولود تم حیدر کی برکت تھی سدا سب جگ اپر فرماں کرو

غرض نہ صرف حکومت کو بلکہ زندگی اور دولت اور عروج ہر چیز کو وہ حضرت علیؑ اور پنجتن اور بارہ اماموں پر عقیدت رکھنے اور ان کی نظر عنایت کا ثمرہ سمجھتا ہے ؎

دعائے اماماں تجھے منج راج قایم خدا زندگانی کا پانی پلایا
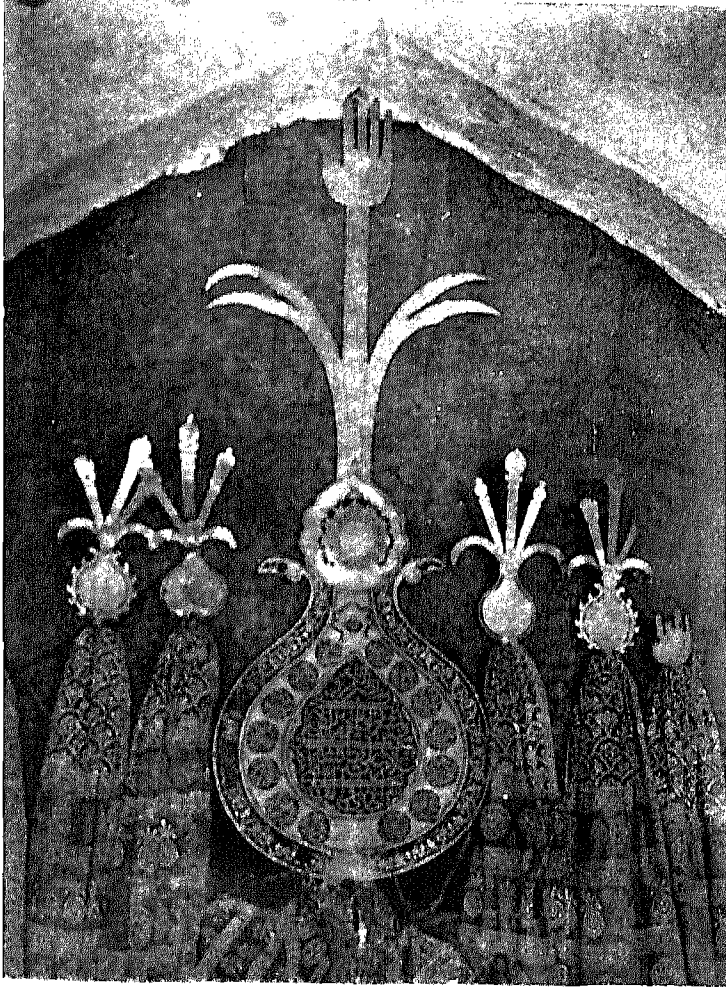
حسینی علم (گولکنڈہ)

سب سے پہلا علم جس پر محمد قلی قطب شاہ کا نام اور تاریخ درج ہے

قطب شہ کوں میاں کر دیا سوں پنجتن دائم   حیات ہور بخت دولت لیا سو خضر نمنے جلاتے ہیں

آخر میں ایک شعر اور درج کر دیا جاتا ہے جس میں وہ شیعیت کو قبول کرنے کی طرف ایک اور دفعہ اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ :-

اسی وجہ سے میری عیش کی انگوٹھی میں چاند اور سورج کو نگینہ کی طرح جڑ دیا گیا ہے ؎

قطب پنجتن کی غلامی قبولیا   تو اس عیش انگوٹھی میں چند سور بائے

[محمد قلی نے اپنے شیعہ عقائد کی تبلیغ سنہ ۱۰۰۱ھ میں مکمل کی جب کہ اس نے گولکنڈہ میں پہلی دفعہ دوازدہ ائمہ معصومین کے نام کا علم استادہ کیا۔ یہ شاندار تاریخی علم آج تک موجود اور حسینی علم کے نام سے مشہور ہے اور ہر سال محرم میں گولکنڈہ کے قدیم عاشور خانہ میں استادہ کیا جاتا ہے۔ اس علم پر و بشر المومنین نصر من اللہ فتح قریب کے نیچے غلام علی محمد قلی قطب شاہ اور سنہ الف منقوش ہے۔ اور اس درمیانی طغرے کے اطراف پندرہ تختیوں میں پنجتن اور دوازدہ ائمہ کے اسماء منقوش ہیں۔]

شیعہ عقاید کے قبولنے یا اُن پر زور دینے کی وجہ سے اسکو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سب سے اہم اس کے مخالفوں کی لگائی ہوئی آگ کو بجھانا اور

اپنے رقیبانِ سلطنت کے فتنہ کو کچل دیا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے دیوان کو اسی واقعہ کے اظہار سے شروع کرتا ہے۔ پہلی ہی غزل اس کی ان سیاسی پریشانیوں کا آئینہ ہے جسمیں وہ خدا سے توقع رکھتا ہے کہ :—

وہی مجھے کامیاب کرے گا اور میرے مرادوں کے جاموں کو بھر دیگا خوارج کی لگائی ہوئی آگ کو اپنے قہر کے پانی سے بجھائے گا۔ مجھکو ابراہیم کی طرح اس آگ میں بھی سکھ اور آرام بخشے گا اور جس دل میں علیؑ اور آلِ علی کی محبت نہیں اسے خونِ جگر پلائے گا۔ اے قطب شاہ تو زمانہ کی مخالفت کا غم نہ کھا۔ خدا تجھے کامیاب کرے گا اور حبِ آلِ نبی ہی سے تجھکو بلند کرے گا۔ اے قطب شاہ تو رقیبوں کے دکھ دینے سے غم نہ کھا خدا تیرے سارے رقیبوں کے گلے میں پھانسی ڈال دے گا۔

اسکی غزل کے چند شعر ہیں ؎

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دیگا ۔۔۔ تمن من کیے مراداں کے بھرے جام دیگا
خوارج کی اگن قہر کے پانی سو بجھایگا ۔۔۔ براہیم نمن تجکوں سکھ آرام دیگا
جے دل میں محبت علی و آل علی ناہ ۔۔۔ اسے خون جگر دارو نے ناکام دیگا
نہ کھا غم توں زمانے کا ترا کام خدا سو ۔۔۔ ہر آلِ نبی ستی منے تجکوں بلند نام دیگا

رقیباں کے دیکھوں سینے قطب شہ توں کر غم　　خدا سارے رقیباں کے گلے دام دویگا

ان دشمنوں کے خطرے کا اظہار اس نے اپنے اکثر اشعار میں کیا ہے۔ جب وہ آسمان پر
نیا چاند دیکھتا ہے تو اس کو خنجر کی تشبیہ سجھائی دیتی ہے اور اس کے دل کا خطرہ فوراً
اس شعر میں ظاہر ہوتا ہے ؎

نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں　　نوا چاند کابلی خنجر پکڑ کر رت میں آیا ہے

یعنی قطب شاہ کے دشمنوں کو گھانس کی طرح کاٹنے کے لئے نیا چاند کابلی خنجر ہاتھ میں
لے کر آیا ہے۔

ایک نظم میں جناب امیر سے خوارج کے اس فتنے اور بغاوت کے خلاف مدد
مانگتا ہے ؎

الٰہا نشہ ان دل رک سے ہلتے خوارج اک منے　　منجکوں سو دونوں جگ منے تج بن نہیں کوئی یا علی
اپ پیا سنے اپنے تم منجے غم تجے سو کر بے غم مجھے　　توں ہی مدد ہر دم منجے تج بن نہیں کوئی یا علی

وہ اس قدر راسخ العقیدہ تھا کہ اسکو یقین تھا کہ دشمن اگر میرے ساتھ دشمنی
پر اتر آئینگے تو حضرت علی کی تلوار ان کے گھر بار کو تباہ کر دے گی، وہ کہتا ہے ؎

دشمن ار منج پر کرے گا دشمنی کی جب نظر
مرتضیٰ کے کھڑگ تھے گھر بار اس ہوگا تباہ

معلوم ہوتا ہے کہ دشمنوں پر اس نے ماہ گرما میں فتح حاصل کی تھی اور جب گرمی کے ختم پر برسات کا آغاز ہوا اور مرگ لگا تو وہ معمول کے مطابق اس سال بھی برسات کا استقبال ایک نظم سے کرتا ہے، لیکن اس دفعہ اسکو دونی خوشی تھی ایک تو آمد بہار کی اور دوسرے دشمنوں پر فتحیابی کی۔ چنانچہ وہ اس نظم میں اپنی اس خوشی کا اظہار یوں کرتا ہے کہ :۔

آج پھر مرگ، سلطانی ستارہ بن کر آیا ہے۔ اور سب درخت پھر سرسبز ہو کر سروں پر لال تاج رکھنے لگے۔ اس موقعہ پر لعل کے چہرہ پر بھی لال رنگ زیب دینے لگا کیونکہ اس رنگ سے سورج شرما کر ہر رات منہ چھپا لیتا ہے۔

اے قطب شاہ تیرے چہرہ پر بادشاہانہ کروفر جھلک رہا ہے اس وجہ سے ترکستان کے بادشاہ بھی تجھے خراج دیں تو کیا تعجب۔ تیری تلوار سے آج تیغ رستم بھی پست ہے۔ تو تمام رستموں میں شجاعت و بہادری کا چراغ نظر آتا ہے۔ تیری تلوار کی چمک بجلی ہو کر آسمان پر چمکے تو عجب نہیں۔ کیونکہ اسکے کڑکنے کی آواز سے سب دشمنوں پر تیرا راج قائم ہے۔

اے محمد قطب شاہ تو اپنی دعاؤں سے نا امید سا ہونے لگا تھا لیکن اب تیری دعا با مدعا ثابت ہوئی ہے اور تو محمد کی طرح اب کامیاب حکومت کر۔

اس نظم کے چند شعر یہ ہیں ؎

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج — رکھ (درخت) سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھیلے لعل تاج

لال رنگ کھلیا ہے مکھ پر لال کے لعل بدخش — تو سرج اس رنگ تھی ہر رات جاوے لاج لاج

تیرے مکھ پر خسروی فر منور دیپتا — تو ہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تجکوں خراج

تج کھرگ تھے تیغ رستم پست ہے عالم منے — رستماں ہیں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج

وو کھرگ جھلکا زبلی ہو کے جھمکے کھن منے — کڑا کڑ ایر کڑ کیا ہے سب ہی دشمن کوں براج

اے قطب شہ توں دعا تھے ہو رہیا تھا نا امید — تج دعا با مدعا ہے کر محمد نمنے (مانند) راج

اسی طرح کی ایک اور نظم میں لکھتا ہے کہ :—

اب کے بارش امن اور اطمینان سے آئی ہے کیونکہ دشمن پامال ہو چکے ہیں اور عزیز خوشحال ہیں آسمان کے کنارے یہ شفق کا رنگ نہیں ہے بلکہ دشمنوں کے مارے جانے کی وجہ سے ان کا خون اچھل کر جا لگا ہے آسمان پر یہ گرج کی آواز نہیں ہے بلکہ ہاتھی مست ہو کر چنگھاڑ رہا ہے کہ بادشاہ کے رہے سہے دشمنوں کو بھی پامال کر دوں۔

انکی مدافعت کی مجھے ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود اب ساتویں پاتال کے نیچے جا چھپے ہیں

یہ قوسِ قزح نہیں ہے بلکہ مجھے سلطنت دینے اور دشمنوں کو مارنے کیلئے کمان تانی

گئی ہے۔ چونکہ بادشاہ نے سب دشمنوں پر فتح پائی ہے اسلئے زہرہ خوشی سے نغمہ زن ہے

اے قطب شاہ اب تو کوئی غم نہ کر کیونکہ علیؑ اور ان کی آل ہمیشہ تیری حفاظت کرتی رہیگی

جس نظم میں یہ خیالات ظاہر کئے گئے ہیں وہ حسب ذیل ہے ؎

انداں بیتے بھی آیا مرگ سال دنداں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال

کنارے آسماں کے تیں شفق رنگ دنداں مارے گئے اچھلیا رکت لال

فلک نیں گرگراٹا مست ہی ہست کرشہ کے دوجناں کو کرنے پامال

ان کے وقتیں پچھیں بج کام کہ آپی سب چھپے اس پیت پاتال

کماں قوسِ قزح دینے ملک کوں دنداں مارن کوں لا محور کے تس بھال

ظفر شہ پائے کرسب دوجناں پر خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بر مال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا علیؑ ہور آل دایم تیرے رکھوال

یوں تو کلیات محمد قلی میں متعدد نظمیں اور بیسیوں شعر ایسے ملتے ہیں جنمیں

فتح و نصرت کی خوشی کے دمامے بجائے گئے ہیں لیکن یہاں انہی اشعار و نظموں کا ذکر کیا

گیا جو اس موقع سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتی ہیں۔

(۱۰)

بھاگ نگر یا حیدر آباد

اور

اُسکی زیبائش و آرائش

شہر حیدر آباد کی تعمیر و تزئین سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ایک زندہ جاوید کارنامہ ہے لیکن تعجب ہے کہ جس طرح بھاگ متی کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں ہوتیں بھاگ نگر یا حیدر آباد کی بنا کے متعلق بھی محمد قلی کے موجودہ کلام سے بہت کم علم حاصل ہوتا ہے۔ خاص کر بھاگ نگر کا تو محمد قلی قطب شاہ نے کہیں نام[1] بھی نہیں لیا۔ البتہ ایک جگہ "شہر حیدر" کا ذکر کیا ہے گویا حیدر آباد کا۔ وہ کہتا ہے کہ قطب کے اشعار

---

[1] سلطان محمد قلی کے علاوہ قطب شاہی تاریخوں میں بھی بھاگ نگر کا نام نہیں ملتا۔ البتہ اُس دور کی دوسری تاریخوں میں حیدر آباد کو بھاگ نگر بھی لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو قطب شاہیوں نے کوشش کی کہ اس شہر کا نام حیدر آباد مشہور ہو جائے۔ لیکن بیجا پوری اور مغل تاریخوں نے اس نام کو مٹنے نہ دیا۔

بے بہا ہیں۔ کسی شہر میں ان کا مول نہ ہوگا، اس لئے اگر فروخت کی توقع ہو تو حیدرآباد
میں لے آؤں ؎

رتن قطبیا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں ال لے کر آؤں جو بکھرا ہوے اس کا شہر حیدر میں

یہ شہر حیدر یا حیدرآباد سلطنت قطب شاہیہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے دسویں صدی ہجری کے اواخر میں خود بخود آباد ہونے لگا تھا۔ کیونکہ اس سلطنت کے پایہ تخت گولکنڈہ میں مزید آبادی کی گنجائش نہ رہی تھی اور سب سے پہلے وہاں کے امرائے اس قلعہ کے اطراف و جوانب میں اپنے لئے باغ اور شبستان تعمیر کرنے شروع کر دئے تھے۔ خاص کر قلعہ کے جانبِ مشرق موسیٰ ندی کے کنارے کنارے یہ آبادی بڑھنے لگی یہاں تک کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ نے سنہ ۱۰۰۰ھ میں سرکاری طور پر ایک عالیشان شہر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اگرچہ حیدرآباد جیسے وسیع شہر کی زد میں کئی قصبے اور گاؤں آگئے ہوں گے[1] لیکن جس جگہ اب چارمنار واقع ہے وہاں وہ موضع چچلم واقع تھا جس میں

---

[1] شہر حیدرآباد کی وسعت اور شادابی کا اندازہ تاریخ ظفرہ کے حسب ذیل بیان سے ہو سکتا ہے:۔

کثرت خلائق و وفور بدائع مواضع و فراوانی باغ و بساتین بدرجہ انجامید کہ
ساحت کوہ و دشت سمت تضائق پذیرفت۔ چنانچہ از دارالسلطنت حیدرآباد تا

بعض تاریخوں کے بیان اور مشہور روایتوں کے مطابق بھاگ متی رہا کرتی تھی۔

اس موقعہ پر یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ ماہ نامہ کے مصنف نے بھاگ متی کے قصہ کو غلط بتا کر یہ لکھا ہے کہ اصل میں محمد قلی قطب شاہ کی والدہ کا نام بھاگ رتی تھا اور اُس نے اسی کے نام پر شہر بھاگ نگر آباد کیا۔ اس اختلافِ روایت کا تصفیہ اُسی وقت ہو سکے گا جب چند اور قطب شاہی تاریخیں دستیاب ہوں گی اور محمد قلی کا مکمل کلام مل جائے گا۔ بحالت موجودہ اتنا تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ماں ہو یا محبوب، بھاگ رتی ہو یا بھاگ متی، محمد قلی نے اپنی محبت کی یادگار کے طور پر بھاگ نگر کو بسایا تھا۔ اُس نے سب سے پہلے شہر کے وسط میں چار منار کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ عمارت ۱۸۹ فیٹ بلند ہے۔ اور اس کے اوپر ایک مسجد اور مسجد کے ساتھ ایک حوض بنایا گیا تھا جس میں تالاب جل پلی سے پانی پہنچایا گیا۔ اوپر کا یہ حوض اس وقت باقی نہیں ہے لیکن یہ ۱۱۸۵ھ تک موجود تھا۔ چنانچہ تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے کہ:۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قصبہ نرکھوڑہ ابراہیم پٹن و بجو نگیر و پٹن چیرو کہ در چہار جہت واقع است و مساحت بقدر دہ فرسنگ است مجموعۂ فضائے دشت و صحرا باغ و بنا شدہ و کثرت احداثِ مساجد و بقاع و سرائے دلکش و نزاہت ریاض فردوس نقش غیرت افزائے سپہر اخضر گردید (صفحہ ۱)۔

حوضے است درغایت لطافت وصفا۔ آب نہر تالاب جلیلی درآں میریزد" (ص۱۱)

اس بالائی حوض کے علاوہ نیچے بھی ایک گول حوض بنایا گیا جس میں ایک بہت بڑا فوارہ پتھر میں تیار کیا گیا جس میں دو ہاتھی اور دو شرزے (جو پتھر کے تراشے گئے تھے) ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے پر پانی پھینکتے تھے[1]۔ یہ فوارہ مغل قبضہ کے بعد بت پرستی کی علامت سمجھ کر توڑ دیا گیا اور ان ہاتھیوں اور شرزوں کے شکستہ پتھر عہد آصفجاہ ثانی تک چار منار کے قریب (جہاں اب پولس کا ٹھانہ ہے) پڑے ہوئے تھے۔

چار منار کی تعمیر میں ایک روایت کی رو سے تین لاکھ اور دوسری کے مطابق دو لاکھ باون ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ **یاحافظ** سے اسکی تاریخ نکلتی ہے۔

چار منار کے ساتھ ہی شہر میں چار بازار ترتیب دئے گئے جن میں چودہ ہزار دکانیں بنائی گئیں۔ گلزار آصفی میں لکھا ہے کہ :-

"امر فرمود کہ دست بدست بنائے شہر مشتمل بر چہار بازار و بر سر ہر بازار طاق و رواق با چہار دہ ہزار دکاکین وایوان وسائبان و دوازدہ ہزار محلہ متساوی الاضلاع باحداث درآرند" (ص۱۹)

[1] گلزار آصفیہ صفحہ ۲۱۔
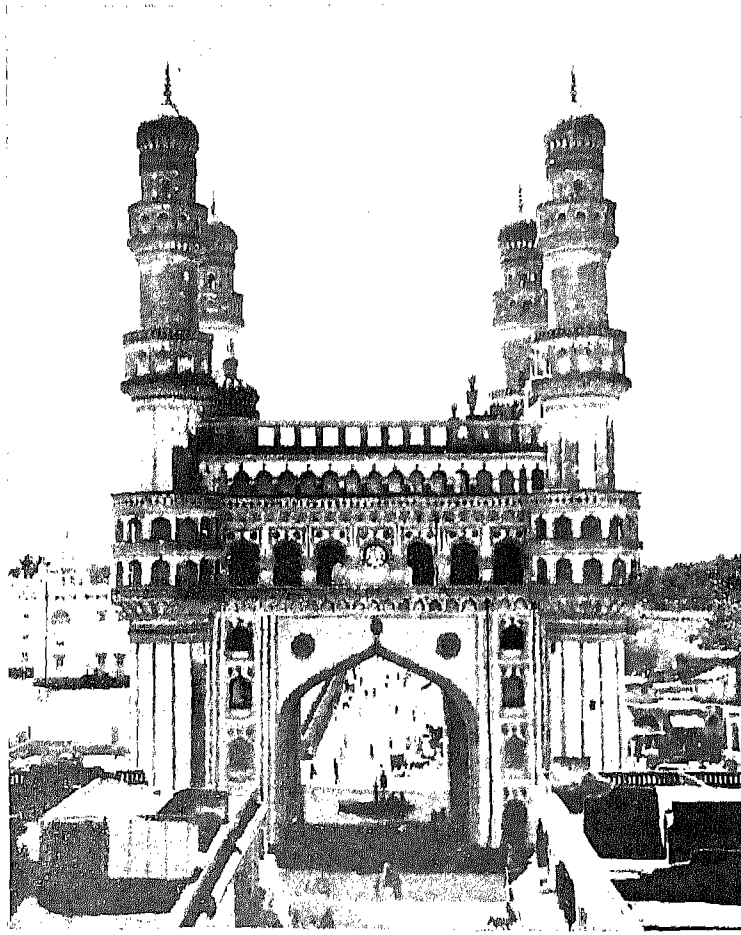
چار مینار ۔ جسکو محمدؐ قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد کے ساتھ تعمیر کیا تھا

ایک ایسے عظیم الشان شہر کی تعمیر جس ولولہ اور بے تابانہ شوق سے ہوئی اور اس کی جلد سے جلد تکمیل و آبادی کے لئے جو کوششیں کی گئیں اس کا اندازہ خود محمد قلی کے کلام سے ہوتا ہے چنانچہ وہ ایک جگہ مناجات میں خدائے تعالےٰ سے جہاں بہت سی باتوں کی التجا کرتا ہے اپنے شہر کی معموری کے لئے بھی دعا کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو اپنے آباد کئے ہوئے شہر سے کتنی محبت تھی اور وہ اسکی آبادی اور آرائش و زیبائش کے لئے کتنا بے چین تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :-

اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اُسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے سمندر میں مچھلیاں بھر دی ہیں۔

بڑی اچھی مناجات لکھی ہے جس کے چند شعر ہیں ؎

مناجات میرا تو سن یا سمیع　　منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع

مرے دوستاں کوں تو نت دے جنت　　مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع

ایا دان کر ملک میرا سو توں　　بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل (سب) تخت پر میرا یوں تخت کر　　انگوٹھی پہ جوں ہے نگین یا سمیع

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر　　رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

مرادات کا جم ترنگ سار قطب　　اُسے سار ہت دے عنین (مچھلی) یا سمیع

عید میلاد النبی کے سلسلہ میں محمد قلی نے کئی نظمیں لکھی ہیں جن میں سے ایک
میں وہ بازاروں، محلوں اور قصروں کی زیبائش و آرائش کا ذکر کرتا ہے وہ کہتا
ہے ؎

سنوارے جگت سب جنت بوجبرت سوں نگارے سو بازار قصراں محلاں

بازار اور محلے جس شوق سے تعمیر کیے گئے اس کا ذکر تو گذر چکا ہے اب قصروں کی تعمیر کے
سلسلہ میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ سب سے پہلے چار منار کے جانب شمال مغرب
دولت خانۂ عالی بنایا گیا جس کے جلوخانہ میں چاروں طرف چار بلند کمانیں کھڑی
کی گئیں اور وسط جلوخانہ میں ایک ہشت پہلو حوض، تا کہ فوجیوں اور ان کے
جانوروں کو ہر وقت کافی پانی میسر آسکے۔ اس جلوخانہ کے مغرب کی طرف محلات
شاہی کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اس طرف کی کمان دروازۂ دولت خانہ یا دروازۂ
شیر علی کہلاتی تھی۔ اس کمان میں ۶۰ فیٹ بلند اور ۶ فیٹ چوڑے یشب کی طرح
سیاہ و مصفا دو سنگ خارا کھڑا کر کے اور انکے اوپر ۳۶ فیٹ کا ایک اور پتھر رکھ کر باب عالی کی
چوکھٹ بنائی گئی۔ اس چوکھٹ میں صندل، ہاتھی دانت، اور سونے کا ایک
دروازہ لگایا گیا۔ اس دروازے سے اندر داخل ہوتے تو ایک وسیع فضا میں کئی
قصر نظر آتے۔ یہاں جنوب کی طرف دفتر خانۂ شاہی اور مغرب کی طرف جامدار خانہ

اور کارخانہائے عامرہ وغیرہ بنائے گئے۔ اس وسیع فضا میں جانب شمال ایک دوسرا دروازہ لگایا گیا تھا جس میں داخل ہونے کے بعد ایک اور وسیع میدان ملتا جس کے چاروں طرف لشکریوں، حوالداروں، شب نویسوں اور سلحداروں کے لئے بڑے بڑے ہال یا ایوان بنے ہوئے تھے۔

ان سے گذرنے کے بعد چندن محل تھا جو ایک "عمارت رفیع و دلکشا" تھی۔ اس محل میں بھی چند سلحدار نوبت بہ نوبت جمع رہتے۔ چندن محل کے آگے گگن محل تھا جو نہایت وسیع تھا اور اس میں خاص ترک، عرب اور دکنی سلحدار حاضر رہتے اس کے بعد صدر صفہ تھا جس میں مقرب و معتبر ملازمانِ قدیم ہی ٹھہر سکتے تھے۔ صدر صفہ کے بعد صحن محل تھا جو نہایت خوبصورت اور عالیشان عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں اعیان و فضلا مقام کرتے تھے۔ اس محل کے جانبِ مشرق تین سو فیٹ طویل ایک ہال تھا جس میں رات اور دن مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور تقریباً دس ہزار مجلسی، سادات، علماء، فضلاء اور امراء ہر روز اس شاہی دستر خوان پر کھانا کھاتے۔

یہ تو دولت خانۂ عالی کی بیرونی عمارتیں ہوئیں۔ اصل شاہی قیام گاہ خداداد محل تھا جس کے متعلق محمد قلی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے اس لئے بعد کو اس کا

ذکر کیا جائے گا۔ دولت خانۂ عالی کی عمارتوں کے علاوہ محمد قلی نے ایک داد محل بھی بنایا تھا جو انہی محلات کی پشت پر یعنی مغرب اور جنوب کی طرف بنایا گیا تھا اور قلعہ گولکنڈہ سے جو سڑک چار منار کو آتی ہے اس کی طرف اس کا رخ رکھا گیا تھا۔ حیدر آباد کے موجودہ محلہ چوک و شاہ گنج و محبوب گنج کی جگہ قطب شاہی دور میں ایک وسیع میدان تھا جس کے درمیان ایک عالیشان حوض ۱۸۰ فیٹ طویل اور ۱۲۰ فیٹ عریض بنایا گیا تھا اور اس میدان کے اطراف بازار بنائے گئے تھے۔

داد محل کا رخ اسی میدان اور بازاروں کی طرف رکھا گیا چنانچہ اس کے وسیع ایوانوں کے دروازے اسی طرف کھول دیئے گئے تھے تاکہ مظلوموں اور آفت رسیدوں کو بلا روک ٹوک بادشاہ کی نظروں کے سامنے پہنچنے میں سہولت ہو۔ اور وہ اعیان و اکابر و دربانانِ شاہی کے توسط کے بغیر راست سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچکر اپنا دکھڑا بیان کر سکیں اور بادشاہ اکثر اسی کے بیرونی جھروکے میں بیٹھا رہتا تھا۔

داد محل چار منزلہ تھا اور اس طرح بنایا گیا تھا کہ سامنے سے چار جدا جدا محل نظر آتے تھے۔

داد محل کے سامنے جو تالاب نما حوض بنایا گیا تھا اس کی تعریف میں اس

زمانہ کے سیاح اور مورخین خاص طور پر رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ قزوینی استرابادی اُسی زمانہ میں حیدر آباد آیا تھا اور وہ اپنی تاریخ فتوحات عادل شاہی میں نورس پور کی تعریف کے سلسلہ میں دوسرے شہروں کی عجائبات کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور حیدر آباد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ :۔

"دریاچہ کہ در برابر داد محل قرار دادہ اند بنوعے کہ فیلے از طلا ساختہ اند چنانچہ آب از خرطوم فیل مثل فوارہ لاینقطع در دریاچہ می ریزد کہ بر ہوا ساختہ اند نوعے کہ طاقہا زدہ اند کہ حوضے بدیں بزرگی را کہ زیر او خالی ست و محل مرور مردم است پرداختہ اند۔ در اں عمارات و مواضع اعجوبہ کار ال را وقت بسیار بکار رفتہ" (نسخہ برٹش میوزیم ورق ۲۱۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حوض سطح زمین سے کافی بلندی پر بنایا گیا تھا اور اس کے نیچے بلند کمانیں بنادی گئی تھیں جن میں سے لوگ گذرتے تھے۔

یہ محل زوال سلطنت تک باقی تھا اور مغلوں کے قبضہ کے بعد توڑ دیا گیا۔ چنانچہ لچھمی نارائن شفیق نے اپنی کتاب احوال حیدر آباد میں (جو ۱۲۱۴ھ کی تالیف ہے) جہاں اس روایت کو نقل کر دیا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب کی نظر جب داد محل پر پڑی تو اس کی زبان سے نکلا :۔

"این بلند بلند چیست" ؟

نعمت خاں عالی نے عرض کیا : ۔ "داد محل است"

اورنگ زیب نے کہا : ۔ "آرے شداد محل است"

داد محل کے توڑنے کا بھی واقعہ ان الفاظ میں درج کیا ہے : ۔

ہر گاہ داد محل را شکستند، در عرصہ سی سال بشکست رسید ..... اکثر عمارات

عمدہ شہر تباہ شد و ہنوز تہ خانہ ہائے آں بعضے جا قایم "

غرض محمد قلی قطب شاہ کے بنائے ہوئے جن محلوں کا اب تک ذکر کیا گیا وہ سرکاری محل تھے ۔ لیکن اس نے کئی ایسے محل بھی بنائے تھے جو خود اس کی خانگی ضرورتوں اور ذوق کی تکمیل کی خاطر وجود میں آئے تھے ۔ انہی میں "ندی محل" بھی شامل تھا جو موسیٰ ندی کے کنارے پانی کا نظارہ کرنے اور خانگی تفریح کی خاطر بنایا گیا تھا ۔ اس کے علاوہ "محل کوہِ طور" بھی ایک خانگی محل تھا جس کا ذکر آگے آئیگا ۔

افسوس ہے کہ محمد قلی قطب شاہ کے طویل قصیدے، مثنویاں اور ترجیع بند دستیاب نہ ہوسکے ورنہ اس موضوع کے تحت ہم اور کچھ لکھہ سکتے ۔ کیونکہ اس نے اپنے محلوں، باغوں، اور دیگر عمارتوں پر تفصیل سے قصیدے اور مثنویاں لکھی ہیں ۔ اس وقت اس کے کلام سے جو مواد ہمیں مل سکا ہے وہ صرف چھہ سات محلوں

(یعنے خداداد محل، سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، محل کوہ طور، قطب مندر اور حناں محل) اور ایک باغ محمد شاہی کی تعمیر و آرائش سے متعلق ہے۔ لیکن ان میں بھی صرف تین کے متعلق اُس نے تفصیل سے لکھا ہے اور باقی کی نسبت بہت ہی کم لکھا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ سجن محل، اعلیٰ محل، حیدر محل، حناں محل اور قطب مندر یا پنچوں اسکی رہائش گاہیں تھیں۔ اور غالباً ان میں سے اکثر (سوائے قطب مندر کے) ایک ایک بیگم کے لئے مخصوص تھے۔ البتہ قطب مندر ایک ایسا مقام تھا جہاں خود بادشاہ رہتا تھا اور جہاں بڑی بڑی محفلیں اور تقریبیں انجام پاتی تھیں۔ لیکن یہ محفلیں اور بزم آرائیاں بھی زنانہ ہوا کرتی تھیں۔ مردوں کی محفلوں اور دربار آرائی کیلئے جو مقام مقرر تھے وہ دوسرے ہی تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے اور جن پر کوئی نظم افسوس ہے اس وقت تک دستیاب نہ ہو سکی۔

خداداد محل اور محل کوہ طور کی زیبائش و آرائش کے بارے میں محمد قلی کے کلام سے نہایت مستند اور مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ باغ محمد شاہی پر جو قصیدہ محمد قلی نے لکھا تھا وہ بھی نامکمل دستیاب ہوا ہے۔ اسی طرح اور باغوں اور محلوں پر بھی اُس نے لکھا ہے لیکن افسوس ہے کہ اس کا مکمل کلیات کتب خانہ آصفیہ میں یا اسوقت موجود نہیں ہے۔

خدا داد محل محمد قلی کے کلام میں سب سے پہلے نظم خدا داد محل قابل ذکر ہے۔ یہ حیدر آباد کا سب سے بڑا اور عظیم الشان آٹھ منزلہ محل تھا۔ اس محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں :۔

معمارانِ نادرہ کار متصل بہ عمارتِ "داد محل" طرح منزل عالی افگندہ
در اندک زمانے سقف عالیش از ایوان کیوان گذرانیدہ بذروۂ لامکاں
رسانیدند۔ از زیر تا بالا ہفت طبقہ...... مشتمل بر قصرہائے مقرنس و
غرفہ ہائے عالی حسن زینت پذیرفت مجموع ایں طبقات بہ "خدا داد محل"
موسوم گردید...... ہر یک ازیں طبقات را بہ ایں وجہ موسوم ساختند طبقہ
ہفتم کہ پہلو از عرش می زد بخطاب الٰہی محل مشرف گردید۔ طبقۂ ششم بہ لقبِ
محمدی محل...... طبقۂ پنجم بہ حیدر محل...... طبقات چہارم و سیوم......
یعنے حسنی محل و حسینی محل...... طبقہ دوم جعفری محل و طبقہ اول موسوی محل
نامزد شد۔ چوں ایں قصر عالی اتمام یافت شاہ کامگار بادلِ شاد جشنِ
شاہانہ آراستہ ارکان دولت و خاص و عام سلطنت را از احسان
و انعام سرفراز گردانید۔ در آں مجلس میرک معین سبزواری حاجبِ نظام شاہ
کہ در سخنوری دست رسا داشت تاریخ تازہ بہ عرض رسانیدہ صلۂ گراں مایہ

یاقت - رباعی تاریخ ؎

این قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت ایام آب زندگانیش سرشت

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا برلوحِ بقابنائے جاں بخش نوشت

(تاریخ ظفرہ ص۱۶)

مشہور قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"قصرہائے الٰہی محل و محمدی محل و حید محل و توابع و لواحق آں کہ بہ ہفت طبقہ خاقان جنت مکان سلطان محمد قلی قطب شاہ ساختہ بودند و چند لک ہون خرچ آں شدہ بود و مثل آں قصرہا بر روے زمیں بنا نہ شدہ" (مطبوعہ ص۲۲)

اس عجیب و غریب محل کے متعلق خود اس کے بانی نے جو لکھا ہے اس سے زیادہ معتبر و مستند کسی مورخ کا بیان نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ کلیات محمد قلی قطب شاہ میں جو نظم خداداد محل کے متعلق موجود ہے اس میں قطب شاہ لکھتا ہے کہ :-

محمدؐ نے خداداد محل کو سنوارا اور اس میں جنت سے حسینوں کو لاکر رکھا تاکہ محل کی آرائش ہو۔ اس محل کی بلندی آسمان جیسی ہے جس کی وجہ سے سورج چاند اور تاروں کی رونق بڑھ گئی ہے۔ روئے زمین پر ایسا محل کسی نے نہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو بھی قدسیوں نے زمین پر

لاکر رکھ دیا ہے۔ اسکی آٹھ منزلیں آٹھوں بہشتوں کی طرح ہیں جن میں آبِ حیات کے چشمے بہتے رہتے ہیں۔ یہ محل اتنا ہوادار ہے کہ اسکی آٹھوں منزلوں میں دمِ عیسیٰ جیسی ہوائیں چلتی رہتی ہیں تاکہ دنیا کو زندگی بخشیں۔ اس محل میں جو نازنینیں رہتی ہیں اُن کے رخسار لعلِ بدخشاں کی برابری کرتے ہیں اور وہ سورج اور چاند جیسے پیالوں میں آبِ حیات بھر کر پلاتی ہیں۔ ان کے چہرے یمن ہیں تو ان کے ہونٹ عقیقِ یمن۔ اور ان کا مکھڑا سہیلِ یمن کی طرح روشنی پھیلاتا ہے۔

یہ ساری خوبرویاں جنت کی حوریں ہیں کیونکہ ہوا سے زیادہ نازک اور پانی سے زیادہ تپلی (لطیف) ہیں۔

جب یہ نغمہ زن ہوتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے زہرہ زمین پر گانے بجانے کے لئے اتر آئی ہے۔ جب یہ نازنینیں ہاتھوں اور آنکھوں سے ارت دکھاتی ہیں تو فرشتے ان کا نظارہ کرنے کے لئے آسمان کی کھڑکیاں کھول کر جھانکنے لگتے ہیں۔

یہ چھبیلیاں آسمانی[1] دوپٹے یا ساڑیاں باندھتی ہیں جن کے کنارے

---

[1] آسمانی رنگ قطب شاہی دور کا شاہی رنگ تھا اور محمد قلی اپنے کلام میں اس کا خاص طور پر کئی جگہ ذکر کرتا ہے۔

سورج کی کرنوں کی طرح جھلمل کرتے رہتے ہیں۔ ان کی بھویں آسمانی کمان کا کام کر کے رقیبوں کے دلوں کو ہدف بنا کر گھائل کرتی ہیں۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں اور بارہ اماموں کے کرم سے تم اس محل میں اپنی بارہ پیاریوں کے ساتھ ہمیشہ عیش کرتے رہو۔"

اس نظم سے ایک چیز نئی یہ معلوم ہوتی ہے کہ خداداد محل آٹھ منزلہ تھا نہ کہ سات منزلہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے۔ البتہ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ آٹھویں محل کا نام کیا تھا؟ ایک چیز اور قابل ذکر ہے وہ ہر ایک منزل کا نہایت ہوادار اور کافی بلند ہونا۔ اس خصوصیت پر محمد قلی نے بہت زور دیا ہے اور تاریخیں ساکت ہیں۔

افسوس ہے کہ ایسا عجیب و غریب محل محمد قلی کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں عین اُس روز جل گیا جب کہ سلطان محمد کے یہاں اس کی دوسری بیوی (جو ابراہیم عادل شاہ کی دختر تھی) کے بطن سے شاہزادہ ابراہیم مرزا پیدا ہوا تھا۔ اسکے متعلق مورخ لکھتا ہے کہ:—

"شعلہائے آں بفلک اثیر رسید و مدت چند روز کہ می سوخت احدے را میسر نبود کہ ہزار قدم و دو ہزار قدم راہ بحوالی آں گذار نماید و ایں قضیہ از قضایائے عجیبۂ غریبۂ روزگار بود۔" (حدیقۃ السلاطین ص ۲۳)

خداداد محل کے ساتھ نہ معلوم فنون لطیفہ کے کیا کیا خزانے جل گئے کیونکہ اسکی ہر منزل بجائے خود کسی نہ کسی آرٹ کی نمایش گاہ تھی۔ ایک میں کتب خانہ تھا، ایک میں مصوروں اور نقاشوں کے کمالات جمع تھے اور ایک میں جلد سازوں اور کاغذ کو صاف اور مزین کرنے والوں کی نشست تھی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد قلی کے عہد اور اُس سے قبل کی اردو کتابیں بھی ہمیں دستیاب نہیں ہو رہی ہیں۔ بعد کو اس نقصان عظیم کی تلافی کرنے کی کوشش کی گئی چنانچہ اس محل کی جگہ پر سلطان محمد نے بجائے ہشت منزلہ عمارت کے صرف چہار منزلہ عمارت بنادی۔ لیکن یہ قصر بھی زوال گولکنڈہ کے بعد تباہ و تاراج ہو گیا۔ اور آج خداداد محل کا نام و نشان بھی حیدرآباد میں باقی نہیں۔

محل کوہ طور یہ بھی حیدرآباد کے عظیم الشان محلوں میں سے تھا اور اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب قصرِ فلک نما واقع ہے جو جدید حیدرآباد کا سب سے بہتر محل سمجھا جاتا ہے۔ محلِ کوہ طور سہ منزلہ تھا۔ اُس محل کے متعلق تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے:-

در جانب جنوب کوہے مانند کوہ طور پر فیض و سرور بود خسرو زماں
فرمود کہ برآں کوہ والا شکوہ عمارتے شاہانہ ترتیب دادہ اطراف و جوانب
آں انہار و آبشار حوضہائے فوارہ دار و اسمار بے شمار تیار سازند۔
ہنرمندان ماہر بموجب اشارہ ہمین اہتمام شہریار جہاں باتمام رسانیدند۔

نشیمنِ کوہ بریں و گلگشتِ آں سرزمیں بفرِ قدوم و جلوسِ خسرو نو آئیں بغایت مطبوع و شیریں می نمود۔ اکثر مجالس شربِ مدام مدام در آں مکان می بود

(تاریخ ظفرہ صـ۱)

اس محل کے متعلق سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے عہد کی تاریخ حدیقۃ السلاطین میں ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ :—

جانبِ جنوب متصل بدروازۂ دار السلطنت کوہے واقع ست کہ پنداری خلقت اورا از روز ازل باجزاے عشرت و سرور نمودہ اند۔ و احجار و طین او را بزلال خرمی و شادی تخمر و منجمد ساختہ اند، ہموارہ فیوضاتِ نامتناہی از مہبطِ انوارِ الٰہی بر فراز آں کوہ نازل، و غایت فرح و نہایت شادمانی از سیرِ آں نزہت گاہ خاقانِ جہاں را حاصل، و سلطانِ علیئین بارگاہ محمد قلی قطب شاہ طاب ثراہ بر بالائے آں کوہ عمارت و قصرے بغایت رفیع مشتمل بر سہ طبقہ و ایوانہائے وسیع، و شاہ نشینہا، و غرفہا بہ تکلفاتِ گوناگوں تصرفات موزوں ساختہ اند۔ و پیش آں قصر فلک منظر طاقہائے بلند ساختہ فضائے وسیع محاذی آں از آہک و سنگ ترتیب دادہ اند و بر زیر آں حوضے بطول پنجاہ گز و عرض سی گز بستہ اند و در اندرون آں قصر و ایوان ہا

وشاہ نشینہا حوضہا ساختہ بجرہائے ثقیل آب را از نشیب آں کوہ بفراز بردہ
بجمیع حوضہا را از آب مملو ساختہ فوارہائے بلند را ازاں زُلال کوثر مثال
جوشندہ و چوں ابر مطیر در فضائے ہوا و سطح آب بارندہ گرداندہ اند در دامنہ
کوہ فلک شکوہ شمائیہ بروج عمارات دیگر کہ تجملات سلطنت و اثاثہ پادشاہی
دراں گنجد جابجا بنا نمودہ اند و آں جبل پر صفا و نور را مسمّی بہ کوہ طور گردانیدہ
اند ۔ (ص ۵۲)

مطلب یہ کہ کوہ طور بہت پر فضا جگہ تھی۔ وہاں کی سرسبزی و شادابی کو دیکھکر محمد قلی قطب شاہ نے وہاں ایک سہ منزلہ محل بنوایا جس کے ایوان وسیع، اور شاہ نشین اور کمرے نہایت پر تکلف تھے۔ اس محل کے سامنے اونچی اونچی کمانیں بنا کر سامنے کے صحن کو پتھر اور چونے سے ترتیب دیا۔ اس کے نیچے ایک بہت بڑا حوض ۱۰۰ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا بنایا گیا۔ اس محل میں اور اس کے جملہ ایوانوں اور شاہ نشینوں میں ہر جگہ حوض اور فوارے بنائے گئے۔ اور نیچے سے پانی اوپر اس طرح پہنچایا گیا کہ تمام فوارے بادل کی طرح فضا میں پانی برساتے رہتے تھے۔ پہاڑ کے دامن میں بھی برجوں کی طرح عمارتیں بنائی گئیں تاکہ دوسری شاہی ضرورتوں کے کام آئیں۔

تاریخ محمد قطب شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس محل کے شاہ نشین کا طول ۹۰ فٹ

اورعرض ۶۰ فیٹ تھا۔ اور اس کا حوض ۱۳۵ فیٹ لانبا اور ۹۰ فیٹ چوڑا تھا

اور اس کی عمارت میں چار ایوان تھے۔ (نسخہ نواب سالار جنگ بہادر صفحہ ۲۶۹)

محمد قلی قطب شاہ نے جو نظم محل کوہ طور لکھی ہے اس میں اُس نے حسب ذیل

باتیں بیان کی ہیں:۔

چونکہ کوہ طور پر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی تجلی نظر آتی ہے اسلئے خلقِ

خدا اس کو دیکھنے آتی ہے اور اسکی روشنی سرمہ بنکر لوگوں کی آنکھوں

کو روشن کرتی ہے۔

اس طور کا منظر بہشت کے مانند ہے۔ آسمان کی روشنی

اس کے نور کے تلے چھپ جاتی ہے۔

اس محل کو دیکھ کر سب لوگ اپنی بھوک پیاس بھول جاتے ہیں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر شاہ مرداں کی تجلی جھلک رہی ہے۔

اس کے بارہ برجوں پر بارہ اماموں کی نظرِ عنایت ہے اسی وجہ سے

اس محل پر ایمان کی روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اس محل کا ہر ایک کنگورا اتنا بلند ہے کہ اس پر چڑھنے سے اسیطرح

تمام عالم نظر آتا ہے جس طرح جام جہاں نما سے نظر آتا تھا۔ اس کے ہر

منارے پر شاہِ کنعاں کا حسن جھلکتا رہتا ہے۔

یہ محل اپنی بلندی اور روشنی کی وجہ سے ساتویں آسمان کا قطب تارا معلوم ہوتا ہے۔ اور تختِ سلیمان اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے جو فرامین نکلتے ہیں وہ اُجالے کی طرح تمام عالم میں جاری ہو جاتے ہیں۔

اس محل کا صحن آئینہ سکندر ہے جس میں ایران و توران کی روشنی بھی منعکس نظر آتی ہے۔

اس محل کے اطراف جو میدان ہے وہ اتنا نورانی اور بارونق ہے کہ اس کے مقابلہ میں چاند اور سورج بھی خود کو بے رونق سمجھ کر اسکو دیکھنے کے لئے روزانہ بیتاب ہو کر آتے ہیں۔

ساتوں اقلیموں میں اس محل کی نظیر نہیں۔ اس کی روشنی کے آگے سورج کا اجالا تارے کی روشنی نظر آتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدرت سے چاند اور سورج کو لیکر اس محل کی بنیاد میں رکھ دیا گیا ہے اسی لئے یہ روشنی کی ایک کان نظر آتا ہے جسکی روشنی جواہرات کی تمام کانوں میں بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس محل کے کنگورے اتنے بلند ہیں کہ عرش کے قدم سے جا لگے ہیں

اسی لئے اس جگہ کا اجالا تمام دنیا کے لئے قبلہ گاہ بن گیا ہے۔

اس محل کے ہر شہ نشیں میں اور ہر برج پر بادشاہ کے حکم سے ہر روز
مہ جبینوں کی مجلس آرائیوں کی وجہ سے روشنی چمکتی رہتی ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں تو اس محل میں آرام و اطمینان سے
زندگی بسر کر کیونکہ اس میں شیر یزداں کی تجلی بھی جھلکتی رہتی ہے۔

اس نظم سے ظاہر ہوتا ہے کہ محل کوہ طور اصل میں ایک شبستان کا کام دیتا تھا۔ جہاں بادشاہ اپنی پیاریوں کو لے کر اپنی زندگی عیش و نشاط کے ساتھ بسر کرنے جاتا تھا۔ ایسی اچھی تفریح کا مقام شاید پوری سلطنت میں کوئی نہ تھا۔ کیونکہ وہاں سے نہ صرف شہر حیدر آباد اور گولکنڈہ کی آبادی نظر آتی تھی بلکہ اطراف واکناف کے باغوں اور محلوں کی اور رات کے وقت پورے پایہ تخت کی روشنی پیش نظر ہو جاتی تھی۔ اس مقام کی ان خصوصیتوں کی طرف قطب شاہی مورخ نظام الدین احمد نے بھی خاص طور پر توجہ کی ہے اور اس کی حسب ذیل فارسی عبارت محمد قلی قطب شاہ کی اردو نظم کا بعینہٖ ترجمہ ہے۔ کیا تعجب ہے کہ یہ عبارت لکھتے وقت مورخ کے پیش نظر بانیٔ محل کی اصل نظم بھی ہو! مورخ لکھتا ہے :۔

"بر بالائے آں کوہ و عمارتِ فلک شکوہ برآمدہ جہاں بین و خرم سواد

عمارات و خضرتِ بساتین و باغات چند انکہ حس بصر شاہدہ نمایداز

اطراف بنظر در آوردہ از غایتِ فرح و نشاطِ عیش و عشرتِ انبساط فرمودند

و ماہرویانِ زہرہ جبیں و شاہدانِ حور العین بہ اطراف اورنگ شہریار

خسرو آئیں حلقہ زدہ بخدمت قیام نمودند۔ و صراحی ہائے راح ارغوانی

چوں آفتابِ نورانی برفراز آں کوہ تجلی نمود۔ و جامہا چوں بدر منیر از

آب آتش انگیز لبریز شد۔ صلائے نوشا نوش بہ محبوبان بادہ نوش

دردادند" (ص ۵۵)

یہ محل اور اس کے باغ کی سرسبزی و شادابی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں بھی اسی طرح بہار پر تھی اور وہ اسی طرح استعمال ہوتا تھا۔ چنانچہ سلطان عبداللہ نے ۱۰۳۷ھ کے موسم برسات میں وہاں ایک مہینہ تک قیام کیا اور اپنے نانا محمد قلی کی سنت کو (بقول حدیقۃ السلاطین " دراں عشرت سرا روز و شب بہ عیش و عشرت و طرب اشتغال نمودند") پورا کیا۔

قطب شاہی سلطنت کے خاتمہ کے بعد یہ محل بھی ختم ہوگیا اور اسی کے کھنڈروں پر بعد کو قصر فلک نما بنایا گیا۔ نواب شمس الامرا کا قصر جہاں نما بھی محلِ کوہ طور ہی کے احاطہ میں تھا۔ اور امرا کی فرودگاہ کے کام آتا تھا۔ ان ہی

کھنڈروں پر جہاں نما بھی آباد ہوا ہے۔

خداداد محل اور محلِ کوہِ طور کے بعد سجن محل کا ذکر ملتا ہے۔ یہ اُن مجموعۂ محلات میں سے ایک تھا جو شہر کے وسط میں تعمیر کیے گئے تھے اور جنکو دولت خانۂ عالی کہتے تھے اور جنکی تعمیر اور خصوصیتوں کی تفصیل کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

سجن محل کے بارے میں مورخین لکھتے ہیں کہ :۔

"درگاہ ہفتم سجن محل است۔ عمارتِ عالی مقدار با صفا کہ بہ رشکِ فردوسِ بریں بروئے زمین تزئین یافتہ جمعے از اعیان و فضلا درآں مکان مقام دارند" (تاریخ ظفرہ ص۱۴۱)

اِسی سجن محل سے متصل جانب مشرق ۳۰۰ فیٹ لانبا وہ مشہور و معروف ہال تھا جہاں صبح و شام مطبخ شاہی سے ہر قسم کے کھانے پک کر آتے اور دس ہزار اشخاص (جن میں زیادہ تر سادات، علما، فضلا، امرا اور مجلسی شریک تھے) ہر وقت شاہی دستر خوان سے بہرہ مند ہوتے۔

سجن محل کے متعلق محمد قلی نے جو نظم لکھی ہے اس میں محل سے زیادہ اُس نازنین کا تذکرہ کیا ہے جو اس محل میں اس کے دل پر قابض ہوگئی تھی۔ اس نظم کے مطالعہ سے مورخوں کی وہ توضیح مشتبہ ثابت ہوتی ہے کہ اس محل میں اعیان

فصلے اٹھا کرتے۔ یہ محل اصل میں شاہی زنانہ محل تھا جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ مزید ثبوت خود یہ نظم ہے جس میں بادشاہ لکھتا ہے کہ :۔

میری پیاری سجن محل میں بن سنور کر ناز و غمزہ کے ساتھ آئی۔ اور میری
جانِ جاں بن کر اُس نے مجھے زندگی کا پیالا پلایا۔ اس کا اثر میرے سر میں
بھر سے چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ پھر اس نے اپنی خماری آنکھوں کی بھٹّی ناز سے
چڑھائی ہے۔

اس نے اپنے بالوں میں چاند اور سورج اور تاروں کی طرح پھول
گوندھے ہیں۔ ان پھولوں اور ان بالوں سے مجھے ایک دوسرا آسمان
نظر آنے لگا۔

بھوؤں میں گرہ ڈالکر مجھ سے کہتی ہے کہ پیالا پیو اور اپنے ہونٹوں کے
نُقل کے ساتھ مجھ کو ملائی کھلاتی ہے۔

اپنے گلابی گالوں پر اُس نے پھولوں کا طرہ گوندھ کر لگایا ہے
اپنے گلے میں نورتن کے ہار ڈالے ہیں اور اپنے آنچل کی چمک میں ہزاروں
بجلیوں کا منظر پیدا کر دیا ہے۔

سجن محل اُس وقت لٹ گیا جب سلطان عبداللہ کے عہد میں مغلوں نے حیدرآباد پر اچانک

حملہ کیا اور بادشاہ کو یکایک محلات چھوڑ کر قلعہ گولکنڈہ میں پناہ لینی پڑی، اور حملہ آوروں نے حیدرآباد کے شاہی محلات کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

اعلیٰ محل اور حیدر محل[1] کی نظموں میں بھی بجائے محل کی زیب و زینت اور خصوصیات کا بیان کرنے کے اعلیٰ سکی اور حیدر پیاری کی تعریف کے گن گائے ہیں اسی طرح قطب مندر کی نظم میں بھی زیادہ تر اپنے محبوبوں کی تعریف اور اپنی محفلوں کی رونق کا ذکر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اس کے محلوں میں ہر جگہ آئینے لگے ہوئے تھے اور موتیوں کا فرش رہتا تھا۔ اور اس کی بیگمات راتوں کو چاند کی طرح چمکتیں اور باتوں باتوں میں شراب کے پیالے پی جاتیں۔ اُن کی آنکھوں کی ضیا آسمان تک پہنچ جاتی اور یہ آنکھیں باغ فردوس کو قطب مندر کے مقابلہ میں ہیچ دیکھ کر ہنسنے لگتیں۔ جواہرات ان کے نورتن جیسے جسموں پر رہکر خوشیاں مناتے۔" اور اسی طرح کے مضامین مسلسل کئی اشعار میں باندھتا چلا گیا ہے۔

یہ تو محلات شاہی سے متعلق نظموں کا ذکر تھا۔ ان محلات کے علاوہ عید قرباں کی ایک نظم میں ایک اور محل کا ذکر کیا ہے اور وہ حنا محل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس محل میں بھی وہ ایک عرصہ تک فروکش رہا تھا۔ اور بقر عید کی محفل اسی میں سجائی

---

[1] حیدر محل کا نام حیدر منڈوہ بھی تھا اور یہ بھی سیر تماشا و تفریح کیلئے کام آتا تھا (گلزار آصفیہ صفحہ ۲) یہ خداداد محل کا پانچواں طبقہ "حیدری محل" نہیں بلکہ ایک بالکل دوسرا محل تھا۔

تھی۔ وہ عید قرباں کی نظم کے آخر میں کہتا ہے :۔

اے قطب شاہ تو نے نبی کے صدقے میں حنان محل میں عشرت کو

پکڑ کر بسا دیا ہے۔

اس کا شعر ہے ؂

صدقے نبیؐ کے قطبا حنّان محل میانے   عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

حنان محل اصل میں حنا محل ہے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ بادشاہ نے لفظ حنا کو تشدید کے ساتھ حِنّا کیوں استعمال کیا ہے۔ یہ محل اس جگہ بنایا گیا جہاں اب سرکاری زنانہ دواخانہ یا زچگی خانہ واقع ہے۔ یہ اصل میں محمد قلی کے سپہ سالار ملک امین الملک کا باغ تھا اور اسی لئے امین باغ کے نام سے کئی سو سال سے مشہور ہے۔ اور اب بھی بعض پرانے لوگ اس کو امین باغ ہی کہتے ہیں۔ ملک امین الملک کا باغ ندی کے کنارے سے لیکر خدا داد محل اور دولت خانۂ عالی تک پھیلا ہوا تھا۔ غالباً ملک امین الملک کے انتقال کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس باغ میں ایک حنا محل بنایا جائے چنانچہ ایک مہینہ کے اندر ایک مکمل عمارت تیار کر دی گئی۔ اس کے متعلق لکھا ہے :۔

معماران در مدت یک ماہ قصر مکمل "حنا محل" را در حسن تقطیع بغایت

وسیع اساس نہادہ غیرت افزائے فردوس بریں و رشک بہشت سرائے

نگار خانۂ چیں ساختند۔

قطعہ

زاں رفیع آمد چو قصر چرخ ایں عالیمقام　　کز علو قدر بانی بازمی گوید بنا

از ہوائے او صبا بوئے گرفت و میدہد　　خاک را پیرانہ سر بوئے جوانی از جنا

اہل دولت را فضائے دلکشائے او بود　　در لطافت ہمچو جنت دلفروز و جانفزا (۔تاریخ ظفرہ ص ۱۹)

نوٹ۔ بعض تاریخوں میں محمد قلی کے ایک جناں محل کا بھی ذکر ہے۔ معلوم نہیں کہ محمد قلی نے نظم حنان محل خنا محل سے متعلق لکھی تھی یا جناں محل سے متعلق یا یہ کسی اور محل سے متعلق ہے جس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں۔

محلات شاہی کے بعد ہمیں کلیات محمد قلی میں **باغ محمد شاہی** سے متعلق ایک نظم ملتی ہے جس کے مطالعہ سے اُس زمانہ کے باغوں، درختوں، پھلوں اور پھولوں کے متعلق دلچسپ علم حاصل ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ نظم بھی مکمل نہیں معلوم ہوتی ورنہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل کے دکنی باغوں کی تفصیل عہد حاضر کے صاحبانِ ذوق کی چمن بندیوں میں مفید ثابت ہوتی۔

محمد قلی قطب شاہ کا ذوق کتنا پختہ تھا کہ اُس نے کشادہ بازاروں، نفیس حماموں اور عالیشان محلوں کے ساتھ حیدرآباد کے شایان شان باغ بھی تعمیر کئے تھے۔ اس کی اس نظم سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس زمانہ میں

باغوں کے اطراف چار دیواری ہوتی تھی جو زیادہ بلند نہ ہوتی۔ کیونکہ اس پر سے تمام درخت اور ان کے پھل اور پھول نظر آتے تھے۔ چار دیواری کے ساتھ ساتھ سڑک بنائی جاتی جہاں سے باغ کے مناظر دکھائی دیتے تھے' اور جس پر اس کے پھولوں کی خوشبو مہکتی رہتی۔ پھولوں میں اُس نے چنپا کلی کا خاص کر ذکر کیا ہے۔ اور پھلوں میں انگور' انار' کھجور' سپیاری' ناریل' جامن' اور محمد پھل کا۔ محمد پھل سے مراد غالباً بادام ہے کیونکہ اس سے آنکھوں کو تشبیہہ دی ہے۔ تعجب ہے کہ محمد قلی نے آم اور جام (امرود) کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آم ہی کو محمد پھل کہا ہو۔ انگور اور کھجور عہد حاضر کے حیدر آبادی باغوں میں کم نظر آتے ہیں۔

باغ محمد شاہی کا محل وقوع تاریخوں سے اُس جگہ معلوم ہوتا ہے جہاں اب میر عالم کی بارہ دری' نئے پل کا دروازہ' یوسف گنج اور چھپنہ واقع ہے۔ یعنی دلی دروازہ کے جانب مغرب تو ملک امین الملک کا باغ تھا اور جانب مشرق باغ محمد شاہی۔ یہ باغ ندی سے لیکر بلدیہ اور دارالشفا کی عمارت' پرانی حویلی' اور دیوان ڈیوڑھی تک پھیلا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دارالشفائے شاہی اور ندی کے درمیان کوئی عمارت نہ تھی بلکہ باغ ہی باغ تھا کہ مریضوں کو کھلی اور صاف ہوا ملے۔ اس باغ میں ایک طرف کو ایک محل بھی بنایا گیا تھا۔ یہ محل غالباً اسی جگہ واقع ہوگا جہاں

اب نواب میر عالم کی مشہور و معروف بارہ دری کھڑی ہے۔ اس باغ کے متعلق تاریخ ظفرہ میں لکھا ہے :—

"باغ و بستاں در اطراف آں قصر ہویداست۔ رشک افزائے خلد بریں و میوہ ہایش چوں عناقد پروین۔ مثنوی

خاکش از نیکوئی عبیر سرشت — میوہ ہایش چوں میوہ ہائے بہشت

تاک انگور کج نہادہ کلاہ — دیدہ در حکم خود سفید و سیاہ

شاخ نارنج و برگ تازہ ترنج — نخلبندے کشادہ بر سر گنج

شاہ جم جاہ اکثر اوقات دریں باغ فردوس صفات با پری چہرگان دل ربا و اسیران ماہ لقا نہال طرب در چمن لہو و لعب نشاندہ جرعۂ شادکامی بر عالم فانی می افشاند"

باغ محمد شاہی پر جو نظم لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے واضح ہوگا محمد قلی کس پایہ کا شاعر تھا اور وہ درختوں، پھولوں اور پھلوں پر کیسی نظم لکھ سکتا تھا :—

محمد قلی کا یہ تمام چمن محمدؐ کے نام سے سرسبز و شاداب ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اپنے طوبیٰ جیسے درختوں کی وجہ سے یہ چمن جنت کی طرح سہانا

معلوم ہوتا ہے۔

جس طرح فانوس کے اندر سے چراغوں کی روشنی خوبصورت نظر آتی ہے اسی طرح دیواروں کے پیچھے سے میووں اور پھولوں کے جسم نظر آ رہے ہیں۔

پھول لگانے کے لئے اس چمن کی ہوا دم عیسیٰ کا کام کرتی ہے اور سرسبز نہالوں کی خبر مشاطہ کی طرح لوگوں تک پہنچاتی ہے تاکہ لوگ آکر ان کی بہار دیکھیں۔

سڑک سے جب میں باغ کو دیکھتا ہوں تو خوشی سے میرے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور اس کی خوشبو سے دنیا مہکنے لگتی ہے۔

چمن میں پھولوں کو کھلتا ہوا دیکھ کر سکیوں کا منہ یاد آتا ہے اور محمد پھل کی طرح ان کی آنکھیں زیب دیتی ہیں۔

چنپا کی کلی ناک کی طرح نظر آ رہی تھی جس کی دو پتیاں دو پہلوؤں کی طرح ہیں اور اس جگہ بھنورے کو تل کی طرح دیکھ کر سب کا دل حیران ہو گیا۔

لاکھوں انگوروں کے خوشے ثریا اور سنبلہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں

اور اس انگور کے منڈوے کی تازگی کے سامنے آسمان پرانا نظر آتا ہے۔

انار وں میں دانے ایسے ہی معلوم ہوتے ہیں جیسے یاقوت پٹلیوں

میں۔ اور کھجوروں کے خوشے مرجان کے پنجوں کی طرح نظر آتے ہیں

اور سپیاروں کے لال خوشے دن اور رات کیطرح سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔

ناریل کے پھل زمرد کے مرتبانوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور اسکے

تاج کو اہل دکن پیالہ کہتے ہیں۔

جامن کے پھل بن میں سالم نیلم کی طرح نظر آتے ہیں اور اس کو

اس لئے رکھا ہے کہ دوسرے میووں کو نظر نہ لگے۔

اس باغ کی تعریف و توصیف کے لئے سوسن نے بھی دس زبانیں

کھولی ہیں اور دکن اپنی سب سندریوں اور حسینوں کی وجہ سے کھلی ہوئی

نرگس کی طرح بارونق ہو گیا ہے۔

چمن کا شہرہ سُن کر بلبل سب آپس میں خوشی سے الاپ رہے ہیں

اور ان کی آواز سُن کر جنت کی حوریں رقص کر رہی ہیں۔ جس کو دیکھکر

درخت مست ہو رہے ہیں اور اپنے پتوں جیسے ہاتھوں سے تالیاں بجا

رہے ہیں۔ ڈالیاں پھولوں کی شراب جیسی خوشبو سے مست ہو کر ڈول رہی ہیں۔

شاید یہ شبنم کی شراب ہے یا کسی کے ہونٹوں کے عرق کا پیالہ۔ یہ بھی اچھا ہے اور وہ بھی اچھی بشرطیکہ اے محبوب تیرے ساتھ ملکر پینے کا موقع ملے۔"

باغ محمد شاہی کے ذکر کے ساتھ ہی اس واقعہ کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کو سرسبزی و شادابی سے خاص دلچسپی تھی۔ وہ برسات اور پانی کا دیوانہ تھا۔ جہاں جہاں پانی مل سکتا تھا وہاں اس نے محل، باغ، اور عمارتیں بنادیں اور جہاں پانی نہیں پہنچ سکتا تھا وہاں تک پانی لانے کی جر ثقیل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی ایسی ترکیبیں کیں کہ آج عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایسے قدیم زمانہ میں یہ کیونکر ممکن تھا۔

چارمنار اور کوہ طور جیسی بلندیوں پر حوض بنا کر ان میں پانی پہنچانے کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ اس کے علاوہ داد محل، دولت خانۂ عالی اور محل کوہ طور کے عجیب و غریب حوضوں اور فواروں کے احوال بھی درج ہو چکے ہیں۔ اسی طرح بہتے ہوئے پانی سے لطف اٹھانے کیلئے اس نے موسی ندی کے کنارے ایک ندی محل بھی بنایا تھا جس کی تعریف میں مورخین رطب اللسان ہیں۔[1] شاہی محلات کے علاوہ محمد قلی نے عوام کے لئے بھی بازاروں میں پانی کی نہریں دوڑادی تھیں اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ شاہ جہان آباد اور نہر چاندنی چوک کی تعمیر میں

[1] تاریخ ظفرہ ص۱۵ و ص۱۶ ۔ اور تاریخ قطب شاہی نسخہ سالارجنگ بہادر ص۲۵۲

ابھی نصف صدی سے زیادہ زمانہ باقی تھا۔

حیدرآباد کے اکثر بازاروں میں دونوں طرف پانی کی نہریں بہتی رہتی تھیں[1]

اوران کے کنارے سایہ دار درخت لگائے گئے تھے۔ ایک مغربی سیاح ولیم میتھولڈ

لکھتا ہے کہ :۔

"شہر حیدرآباد اپنی خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی بہتات کی بدولت

ہندوستان کا بہترین شہر ہے" (گولکنڈے کے تعلقات ص۹)

عہد اورنگ زیب کے مورخ خانی خاں نے لکھا ہے کہ :۔

"خوشنمائے آں شہر لطافت و آب و ہوائے آں سرزمین، حسن ہائے

نمکین آں سبز فام، و سیر حاصلی آں مرز بوم اگر بپردازم از سر رشتۂ سخن

باز می مانم" منتخب اللباب جلد دوم ص۳۶۸۔

اسی طرح شہنشاہ اورنگ زیب کے خاص مورخ محمد ساقی نے بھی جو فتح گولکنڈہ کے

وقت ہمرکاب تھا حیدرآباد کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا

ہے :۔

"رطوبت ہوا، وعذوبت روانی چشمہا، شادابی سبزہ، بہ مرتبہ کہ

[1] حدیقۃ العالم مقالہ اول ص۲۱۵ مطبوعہ مطبع سیدی حیدرآباد دکن۔

پنداری گل و سبزۂ این سرزمین را آب و رنگ زمرد و لعل است ۔" (ماثر عالمگیری[۳۲])

افسوس ہے کہ محمد قلی کے بنائے ہوئے محل آج حیدرآباد میں باقی نہیں ہیں لیکن جو محل قلعہ گولکنڈہ میں اب تک شکستہ و بوسیدہ حالت میں موجود ہیں ان کے دیکھنے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چھ چھ سات سات منزلہ عمارتوں میں بھی اوپر تک پانی پہنچانے کے انتظامات موجود تھے اور بعض محلوں کی چھتوں پر اب تک حوض موجود ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قطب شاہی سلاطین پانی کے بے حد دلدادہ تھے اور ان میں بھی محمد قلی کو تو خاص طور پر اس سے دلچسپی تھی ۔ جس کا مزید ثبوت اُس عنوان کے تحت ملے گا جو محمد قلی کی مصروفیتوں اور آغازِ باراں سے متعلق آئندہ صفحات میں درج ہے ۔

حوضوں اور نہروں کے علاوہ محمد قلی نے متعدد حمام، مسجدیں، عاشور خانے، لنگر خانے، مدرسے، مہمان خانے، کارواں سرائیں اور دواخانے بھی بنائے تھے ۔ جن میں سے چند حماموں، اکثر مسجدوں اور عاشور خانوں، متعدد کارواں سراؤں اور شاہی دارالشفا کی عمارتیں یا اُن کے آثار اب تک باقی ہیں ۔ اور اس شکستہ حالت میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ محمد قلی کس اعلیٰ ذوق اور شان و شوکت کا بادشاہ تھا ۔ وہ نزاکتوں سے زیادہ شکوہ اور بڑائی کا دلدادہ تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ
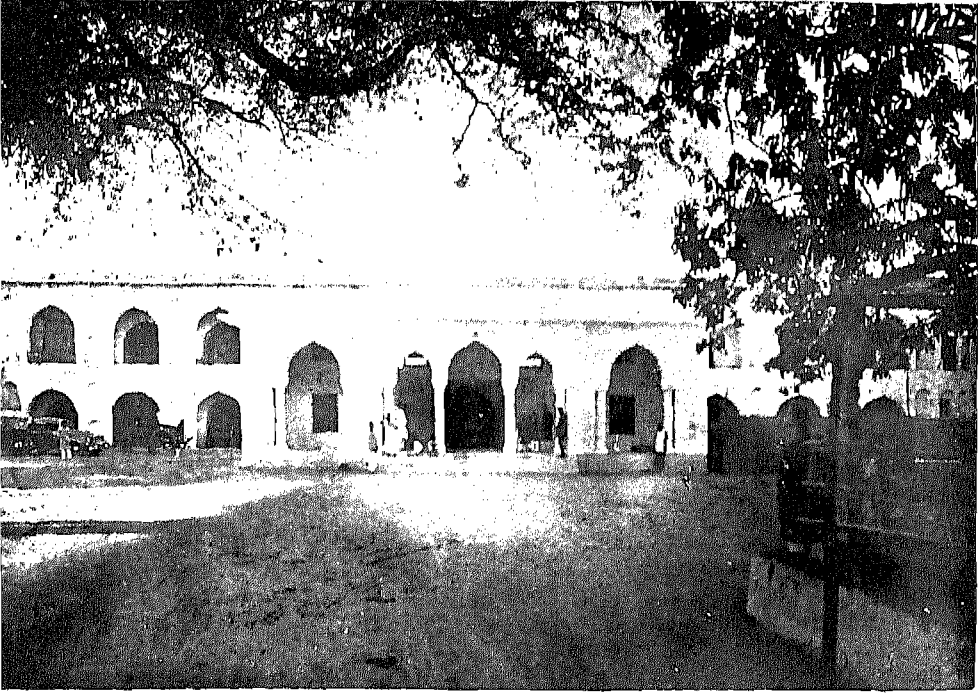
دارالشفا - حیدرآباد کا قدیم ترین دواخانہ جو محمد قلی قطب شاہ نے
شہر حیدرآباد کی آبادی اور تعمیر کے بعد بنایا تھا -

حیدرآباد اور گولکنڈہ کی اکثر عمارتیں جسامت، مضبوطی، اور بلندی کی وجہ سے ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ لیکن اس مضبوطی اور بلندی کے ساتھ ساتھ خوبصورتی اور لطافت کا بھی خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ابوالقاسم فرشتہ جس نے اکبر اعظم کے بنائے ہوئے آگرہ، لاہور، اور فتح پور سیکری جیسے عظیم الشان مغلیہ شہروں میں بود و باش کی تھی حیدرآباد کے متعلق لکھتا ہے :-

"شہرے کہ در تمامی ہندوستان شرقاً و غرباً شمالاً و جنوباً مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود" (تاریخ فرشتہ مقالہ سوم ص۱۷۳)

موسیو ٹیورنیر فرانس کا رہنے والا تھا جس کا پایہ تخت پیرس قدیم زمانہ ہی سے عروس البلاد سمجھا جاتا ہے۔ یہ جب حیدرآباد آتا ہے تو اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ :-

"شہر نہایت سلیقہ سے بنایا گیا ہے اور اس میں بڑے بڑے راستے ہیں ...... چار پانچ کاروان سرائیں موجود ہیں جو دو منزلہ ہیں ......" (جلد اول ص۱۲۳)

آخر میں حدیقۃ العالم کا ایک بیان نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کے مطالعہ سے سلطان محمد قلی کے ذوق تعمیر اور شہر حیدرآباد کی ابتدائی حالت کا اندازہ

ہو سکتا ہے :-

"در ہر بازارے چند چہار سو کہ بہ ہندی چوراہا گویند متساوی الاضلاع وسوائے آں بازار ہائے دیگر۔ ...... دکاکین چہار دہ ہزار گفتہ اند در پیش ہر دکان ایوانے، وماورائے ایں از محلہ ہا، وحمام ہا، وخانقاہ، و مدرسہ ومسجد ولنگر ومہمان خانہا۔ دو دہ از دہ ہزار مکان بر لوح عمارت کشیدند۔ ...... مجموع عمارات کوچہ وبازار وغیرہ را از سنگ وآہک بہ تکلف ہر چہ تمامتر برآوردند۔ ومنازل پادشاہی بہ نوعے ساختند کہ مسافرانِ اقالیم سبعہ نظیرِ آں در ہیچ ملک نشان نمی دہند۔"

(مقالہ اول ص۲۱۵)

عیدوں اور تہواروں کی ترویج

سلطان محمد قلی قطب شاہ کو خدا نے قلب و دماغ کی نہایت اعلیٰ قوتیں ودیعت کی تھیں وہ نہ صرف ایک بہت بڑا بادشاہ تھا بلکہ ایک زبردست صناع تعمیر کار اور شاعر بھی تھا۔ ساتھ ہی ایک بلند مرتبہ مصلح قوم مجتہد وقت، وضعدار رعایا پرور اور فیاض و رحمدل بھی تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں کسی کو سزائے موت نہیں دی۔ اس کے دسترخوان پر کسی وقت ایک ہزار سے کم آدمی نہ ہوتے اور اس کے دسترخوان کی طرح اس کے دربار اور داد محل کے دروازے بھی ہر وقت ہر کس و ناکس کے لئے کھلے رہتے۔ مشہور مورخ ابو القاسم فرشتہ نے اگر دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں اس کو حلیم الروف لکھا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں خدا نے ایسی ایسی عجیب و غریب اور متضاد و مختلف خصوصیتیں یک جا کردی تھیں کہ تاریخ میں ایسی مستجمع الصفات شخصیت بہت کم نظر سے گذرتی ہے۔

ابھی ہم نے اس کے عظیم الشان شہر حیدر آباد کی تعمیر و آرائش و زیبائش کے متعلق لکھا ہے اور اب ہم اس کی تنظیمی قابلیت اور ثقافتی ذوق کے متعلق چند معلومات فراہم کریں گے۔ یہ ہم کو معلوم ہے کہ اس کے عہد میں کبھی کبھی کچھ لڑائیاں اور بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے اپنی طبعی صلح پسندی کی وجہ سے ان کو بڑھنے نہ دیا اور کشور کشائی کے مقابلہ میں صلح و آشتی کو ترجیح دی اور آخر کار ایسے کام کئے کہ رعایا کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اسی سلسلہ میں اس نے متعدد عیدوں اور تہواروں کو رائج کیا تا کہ اس کا ملک عمرانی اور سماجی نقطہ نظر سے بھی ایک خاص سطح پر پہنچ جائے۔ اور اہل ملک کو سال بھر میں مختلف مواقع ایسے حاصل ہو سکیں جن میں وہ دل کھول کر اپنے انسانی جذبات کا اظہار کر سکیں۔ ایسے مواقع یوں تو سال میں کئی دفعہ آتے ہوں گے۔ لیکن محمد قلی کے کلیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بارہ چودہ ایسی اہم تقریبیں مقرر کر دی تھیں جو خاص اہتمام سے منائی جاتیں۔ اور عوام کے علاوہ خود بادشاہ بھی ان میں ذاتی دلچسپی لیتا۔ یہ تقریبیں حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ محرم ۲۔ عید میلاد نبیؐ ۳۔ عید بعثت نبیؐ ۴۔ عید سوری ۵۔ عید مولود علی ۶۔ عید غدیر ۷۔ شب برات ۸۔ عید رمضان ۹۔ بقرعید ۱۰۔ نوروز ۱۱۔ بسنت ۱۲۔ سالگرہ بادشاہ ۱۳۔ مرگ سال (آغاز برسات) ۱۴۔ شب معراج۔

ان میں چار ایسی تھیں جو بین قومی سمجھی جاتیں اور جن میں ہندو اور مسلمان سب شریک ہوتے، یعنے :- ۱۔ سالگرہ بادشاہ ۲۔ آمد برسات ۳۔ نوروز اور ۴۔ محرم۔

محرم کی نسبت خود محمد قلی کے موجودہ کلام سے کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس کے صرف چند ہی مرثیے ملے ہیں۔ حالانکہ اُس نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے جو اس کے مکمل دیوان (کتب خانہ آصفیہ) میں موجود تھے۔ اور جملہ تاریخوں میں یہ امر وضاحت کے ساتھ درج ہے کہ حیدرآباد میں محرم کی تقریبوں کا آغاز سلطان محمد قلی قطب شاہ ہی نے کیا تھا۔ تعزیہ داری اور مجلسیں اسی کی قایم کی ہوئی ہیں جو آج تک جاری ہیں۔ حیدرآباد میں سب سے پہلا علم اس کا بٹھایا ہوا ہے جو اب تک موجود ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ہے۔

محرم کے مراسم کو محمد قلی نے اس خوبی سے رائج کیا کہ شیعوں کے علاوہ سنیوں اور ہندوؤں نے بھی ان ایام کو خاص اہتمام سے منانا شروع کیا اور خاص کر محرم کے ابتدائی دس بارہ روز تک تو ایسی مصروفیتیں رائج ہوگئیں جن میں سلطنت قطب شاہیہ کا ہر متنفس (خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو) حصہ لیتا تھا۔

اس کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ :-

"قطب شاہی سلطنت کا قدیم طریقہ ہے اور خاص کر محمد قلی قطب شاہ کے

زمانہ سے یہ رواج ہے کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی خود بادشاہ بھی اورنگ زرنگار سے
اتر جاتے اور لباس شاہی کو جامۂ عزا سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور تمام
ممالک محروسہ میں حکم نافذ ہے کہ کہیں کوس نقارہ طبل یا دمامہ نہ بجے
اور گانے بجانے والے بھی اپنے آلات کو غلافوں میں رکھ دیتے ہیں شاہی
اور عام باورچیخانوں میں گوشت کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ تاڑی سیندھی
بھنگ اور دیگر نشہ آور چیزوں کی دکانیں بند کر دی جاتی ہیں نہ قصاب
لوگ گوشت بیچتے ہیں اور نہ تنبولی پان۔ اسی طرح شہر کے حماموں میں حجام بھی
اپنا کام بند کر دیتے ہیں [" و احکام مذکور بر جمیع مسلم و کافر طبقات انام
دریں ایام غم انجام در ممالک محروسہ جاری می دارند" (حدیقۃ السلاطین قطب شاہی ص ۴۲)
ایام محرم میں محمد قلی قطب شاہ کی دریا دلی میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔
چنانچہ لکھا ہے کہ :—

[بارہ اماموں کے لنگر میں ۶۰ ہزار ہون مجاوروں اور خادموں کے
وظیفوں اور دیگر امور میں صرف ہوتے۔ اور محرم کے بعد بارہ ہزار ہون
اور خرچ کیا جاتا جو زر عاشوری کہلاتا۔ اس کے علاوہ نجف اشرف،
کربلائے معلیٰ اور دیگر مقامات کو ہر سال ایک لاکھ ہون تقسیم کے لئے
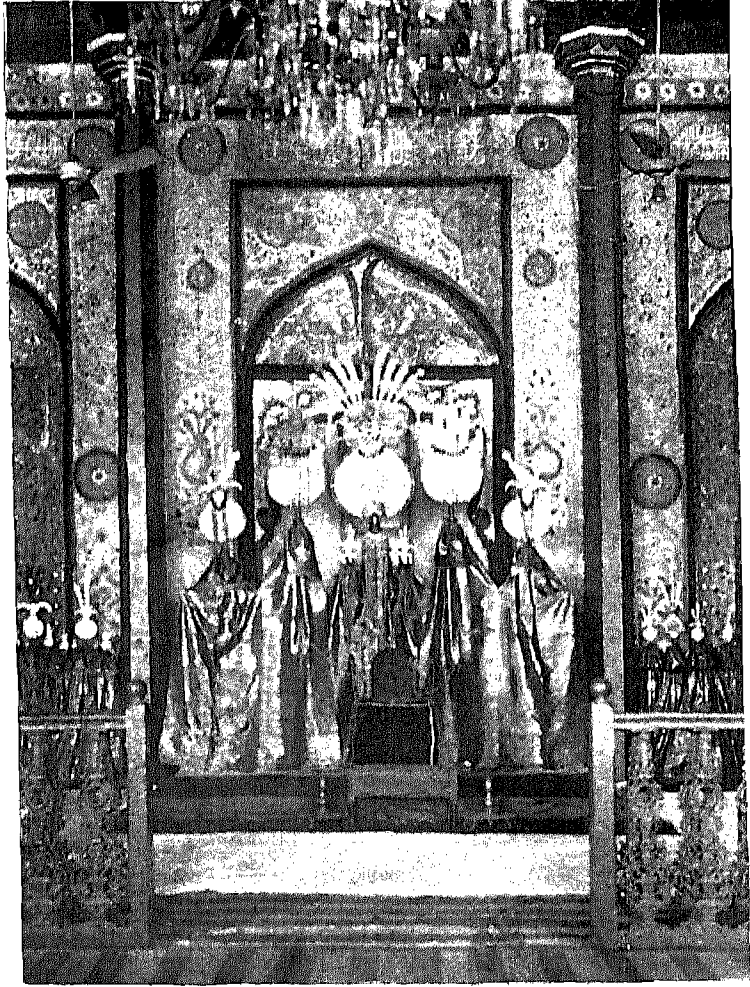
بادشاہی عاشور خانہ جسکی دیواروں پر محمد قلی قطب شاہ نے کارکاشی
کا نہایت نفیس کام کرایا ہے ۔

روانہ کئے جاتے ۔[۲] (تاریخ ظفرہ ص۲۱)

عزاداری کو شایانِ شان طریقہ پر منانے کے لئے محمد قلی نے محل کے عاشور خانے کے علاوہ ۱۰۰۳ھ میں ایک بادشاہی عاشور خانہ بھی تعمیر کرایا جس میں ساٹھ ہزار روپیہ صرف ہوئے[۱]۔ یہ عمارت بارہ گز (یعنے ۳۶ فیٹ) بلند رکھی گئی اور اب تک موجود ہے اس میں چودہ معصوموں کے نام کے ۱۴ علم استادہ کئے گئے۔ ان علموں کو استادان نادر اور ہنرمندان ماہر نے اپنے اپنے کارناموں کے طور پر بنایا ہے اور چودہ گز کے زربفتی نشان جن میں شاہی شعر بافوں نے قرآنی آیتیں اور ادعیۂ ماثورہ نہایت کمال کے ساتھ بُن دی ہیں، ان علموں کو پہنائے جاتے ہیں اور عاشور خانہ کے صحن میں طاقچوں کی دس صفیں ایک دوسرے کی متوازی بنادی گئی ہیں اور ہر صف میں تقریباً ایک ہزار طاقچے ہیں تاکہ اتنے ہی چراغ روشن ہوں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ پہلی شب میں پہلی صف روشن کی جاتی ہے، اور دوسری میں پہلی اور دوسری۔ اسی طرح دسویں کی رات کو پوری دس صفیں روشن ہوجاتی ہیں اور دس ہزار چراغوں کی روشنی سے عاشور خانہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بڑے بڑے چراغدان بھی بصورت اشجار پرشاخ بنائے گئے جن میں سے ہر ایک میں ایک سو بیس ۱۲۰ شمعوں اور چراغوں کی روشنی کا انتظام

---

[۱] تاریخ گلزار آصفی ص۲۵۔

کیا گیا اور ان پیتلی جھاڑوں کو عاشور خانہ کے دالانوں کے برابر رکھا جاتا ہے۔ اور خود ایوان میں اور حوض کے اطراف قد آدم سے بھی بلند کافوری شمعیں ہر رات روشن کی جاتی ہیں[1]۔

[عاشور خانہ میں سیاہ پوش عزاداروں کا صبح و شام اژدہام رہتا تھا۔ خوش آواز ذاکر اور خوش خوان نغمہ پرداز دلسوز مرثیئے اور غم اندوز اشعار اس درد و اثر سے پڑھتے رہتے کہ سننے والوں پر بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ عصر کے وقت خود بادشاہ بنفشئی رنگ کا لباس پہن کر آہستہ رفتار سواری میں یا سیاہ مخمل کے سنگاسن میں بیٹھکر جملہ سیاہ پوش مقربوں، مجلسیوں، امیروں اور وزیروں کے ساتھ الاوہ میں آتا اور دو خوش آواز ذاکر شاہی سنگاسن کے دونوں طرف خود بادشاہ کے مصنفہ مرثیئے پڑھتے ہوئے آتے۔ جب بادشاہ عاشور خانہ کے دروازہ میں داخل ہوتا تو سواری سے اتر کر برہنہ پا آتا اور اپنے ہاتھ سے علموں پر پھول چڑھاتا اور شام کے وقت تمام کافوری شمعوں اور ایوان کے برابر کے چراغوں کو بھی اپنے ہاتھ ہی سے روشن کرتا۔ اس وقت مرثیہ خوانی ہوتی رہتی اور ائمہ معصومین کی مدحیں پڑھی جاتیں[2]۔ چراغ روشن کرنے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطیب کھڑے ہو کر شہدائے کربلا کی ارواح کے لئے باآواز بلند

---

[1] حدیقۃ السلاطین ص۴۳۔

فاتحہ پڑھتا۔ جس کے بعد بادشاہ دولت خانۂ عالی کی طرف واپس ہو جاتا اور وہاں کے عاشور خانہ میں امرا و وزرا کے ساتھ آدھی رات تک ماتم و مرثیہ خوانی میں بسر کرتا۔ یہاں کندوری جو بغیر گوشت کے قسم قسم کے تکلفات سے تیار کی جاتی اور شربت اور نمک مک وغیرہ کی تقسیم عمل میں آتی۔ (حدیقہ ص۴۴)

یہ اوقات حدیقۃ السلاطین میں در اصل سلطان عبداللہ قطب شاہ کے متعلق درج ہیں۔ لیکن اس بیان کی ابتدا میں صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ دستور محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ سے جاری ہے۔ اس لئے سلطان محمد قلی بھی کم و بیش اسی طرح عمل کرتا ہوگا۔ کیونکہ سلطان عبداللہ کے متعلق جملہ تاریخوں میں یہی لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ سے زیادہ اپنے نانا محمد قلی کی پیروی کرتا تھا اور کوئی تعجب نہیں کہ محرم کے جملہ مراسم میں اُس نے اپنے نانا ہی کی پیروی کی ہو۔

اس تفصیل سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود بادشاہ کے مرثیے بھی ایام محرم میں پڑھے جاتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ سلطان محمد قلی نے بیسیوں مرثیے لکھے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے جملہ مرثیے دستیاب نہ ہو سکے۔ لیکن جو ملے ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محرم کے آغاز کے ساتھ ہی مرثیہ نگاری شروع کر دیتا تھا۔ چنانچہ دیوان کے پہلے مرثیہ میں لکھتا ہے:-

محرم کے مہینے میں اماموں کا غم پھر سے آیا ہے جس کی وجہ سے زمین اور آسمان میں دوبارہ رنج والم کا دور دورہ ہو گیا۔

زمین پر اس ستم و بلا کی وجہ سے اتنا شور و غوغا پیدا ہوا اور دلوں میں اتنا دکھ بھر گیا کہ سانس اندر جانے کے بعد باہر نکلتے ڈرتی ہے۔

سورج اماموں کے غم میں جل جل کر آگ کا شعلہ بن گیا ہے اور پونم کے چاند نے اس غم میں خود کو کوئلے کی طرح جلا دیا ہے۔

اے مسلمانو اپنے آنسوؤں سے ندیاں بہاؤ کیونکہ اماموں پر ستم اور بلا پھر سے آئی ہے۔

اے مسلمانو تم کبھی محرم کا نام نہ لینا کیونکہ اس مہینہ نے قیامت بن کر علم قیامت کو بلند کیا ہے۔

حوروں کو جنت میں کوئی دکھ درد نہ تھا لیکن حسینؑ کا غم کرنے کیلئے وہ دوسرا جنم لیتی ہیں۔

یہ مرثیہ ناقص الآخر ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گذشتہ محرم میں بھی کوئی مرثیہ لکھ چکا ہے۔ دیوان کا مندرجہ دوسرا مرثیہ ناقص الاول دستیاب ہوا ہے۔ اس میں محمد قلی لکھتا ہے:۔

بی بی فاطمہ حسینؑ کے لئے لہو روتی ہیں اور اس لہو کی سرخی ساتوں آسمانوں پر شفق بن کر چھا گئی ہے۔

اے مسلما نو اماموں پر جو دکھ ہوا ہے اس کا حال نہ پوچھو کیونکہ ہر ایک امام پر طرح طرح کے دکھ اور ظلم ہوئے ہیں۔

افسوس کہ دنیا میں ان پر کیسا ظلم ہوا! اور یہ سب ظلم و بلا صرف فاطمہ کیخاطر!

اے محرم تو گیارہ مہینوں کی طرح کیوں نہیں ہے؟ سب مہینوں میں خوشیاں کرتے ہیں لیکن تو آکر دلوں میں دکھ بسا دیتا ہے۔

اے محرم تو نے اماموں کی ایسی مہمانی کی کہ کربلا کے جنگل میں اُن کے لئے تمام بلاؤں کو جمع کر دیا۔ مسلمانوں کے لئے اس مصیبت سے بڑھکر کوئی نہیں کیونکہ اس میں آنسوؤں کے لہو سے پیالے بھر کر پینا پڑتا ہے۔

بدبخت شامی کافروں نے امام سے قول طلب کیا اور خود بے ایمان تھے اس لئے خدا نے ان کے لئے دوزخ بنائی ہے۔

اس مہینے میں مومنین حسنؑ کے زہر کی وجہ سے ہرے لباس پہنتے ہیں جنکی چھاؤں آسمان پر رنگ بھر دیتی ہے۔

اے خدا تو اماموں کی حرمت میں قطب شاہ کو بخش دے کیونکہ انکی مدح کا

حلقۂ غلامی اُس کے کانوں میں زیب دیتا ہے۔

اگرچہ فرشتے امام کی مدد کرنے آئے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کی۔ سورج ان کا ماتم کرنے والوں کی آہ سے ہر روز جلتا رہتا ہے اور چاند اس شرم کے مارے گل کر اپنا سر نیچے جھکا لیتا ہے۔

یزیدیوں کے ظلم کا قصہ کوئی بیان نہیں کر سکتا کیونکہ شیطان نے بچپن سے انہی کے یہاں جاکر تعلیم پائی ہے۔ یزید اور شمر جیسے کام شیطان بھی نہ کر سکیگا۔ اس شخص پر ہزاروں لعنتیں جسکے ایسا لڑکا پیدا ہوا۔"

تیسرا مرثیہ ناقص الاول ہے۔ نہ معلوم کس طرح ابتدا کی تھی؟ اس میں لکھا ہے کہ:۔

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے بارہ اماموں کو اتنا دکھ دیا کہ فاطمہ کا چہرا اس لہو سے دھل گیا۔ تیمم پیاس پیاس پکارتے ہوئے مل کر روتے رہے اور اس دکھ درد کے آنسوؤں نے ان کے حلق کو سکھا دیا۔

زندگی کو تو ایک چراغ سمجھ جو اس غم کی وجہ سے جل رہا ہو۔ اسی غم میں پریاں اور حوریں بھی اپنی آنکھوں سے لہو کے آنسو ٹپکاتی ہیں۔

اماموں کا قصہ بیان کرنے کی زبان میں بھی طاقت نہیں کیونکہ شہیدوں کے

غم کی وجہ سے دردوغم کے بادل تمام عالم پر چھائے ہوئے ہیں۔

اے خدا تو ان ظالموں سے باز پرس کر اور ہماری آہ وفریاد کو سن کیونکہ انھوں نے بن باپ دادا کے یتیموں پر جفا اور ستم توڑا ہے۔

اے مسلمانو اگر تم اپنے ایمان کے دعوے کرتے ہو تو دم بدم روتے جاؤ کیونکہ یہی دوزخ کی آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اے خدا اماموں کی وجہ سے قطب شاہ کو تو شفا دے کیونکہ شہیدوں کی دوستی کی وجہ سے تمام بادشاہوں میں اسکی تعریف ہوتی ہے۔"

اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک محرم میں بادشاہ کی طبیعت ناساز تھی۔ اس ناسازی مزاج کا اُس نے دوسری نظموں میں بھی ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر بیمار رہا کرتا تھا۔ اسکی تصویر سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دوسرے قطب شاہوں کے مقابلہ میں نحیف تھا۔ اس موضوع پر آئندہ بحث کی جائے گی۔

چوتھے مرثیے میں محمد قلی لکھتا ہے :-

اے ماتمیو آؤ ہم سب مل کر اس غم میں لہو روئیں اور وا اماما یا امام کے ورد میں اپنے دل لگادیں۔ آہ ہمارے درد سے دریا کو بھی جوش آتا ہے اور ماتمیوں کے لہو کی بوندوں سے سب آگ بجھ جاتی ہے۔

سب دکھوں کی حد ہوتی ہے لیکن اس دکھ کی کوئی حد نہیں کیونکہ فرزند فاطمہؑ کے بغیر اس دنیا میں کہیں نور نہیں ہے۔ فاطمہؑ کے دکھ میں عرش و کرسی بھی غم کے آنسو روتے ہیں اور ساتوں آسمانوں اور زمینوں میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ مصطفیٰؐ کے باغ کے پھولوں کو پانی نہ دیکر سکھا دیا گیا اور مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ و فاطمہؑ کے دل کو دکھایا۔

تمام پیغمبروں نے اس غم میں نیل کے کپڑے پہن لئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح نبیوں میں مصطفیٰؐ ہیں، اماموں میں حسینؑ ہیں جنھوں نے کفر کو توڑ کر اسلام کو رائج کیا۔"

یہ مرثیہ بھی ناقص الآخر ہے۔ محمد قلی کا ایک اور مرثیہ خاص کر قابل ذکر ہے یہ نہایت طویل اور مکمل ہے اور اس میں اُس نے نوحہ کے طرز میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ تمام دنیا اماموں کا غم کرتی ہے۔ اس میں وہ لکھتا ہے کہ :-

دو جگ کے اماموں کے غم میں سب کے دل آہ و زاری کرتے ہیں اور سب کے جسموں کا رواں رواں جلتا ہے۔ ساتوں آسمان، آٹھوں جنتیں، ساتوں سمندر، اور ساتوں اقلیمیں ایک سے بڑھ کر ایک اس غم سے متاثر ہیں۔ کعبہ نے بھی اس غم میں سیاہ پوشی اختیار کر لی ہے اور ظلمات بھی اسی

دکھ میں سیاہ و تاریک ہے۔

لوح و قلم، عرش و کرسی، قدسی اور غلمان سب اسی غم میں ہیں۔ اور بادل اور بجلی بھی ساری رات اسی لئے پکارتے اور روتے چلاتے رہتے ہیں۔

آسمان کا چھجا جل گیا اور خورشید کو آگ لگ گئی۔ چاند پر بھی جلنے کی وجہ سے سیاہ دھبہ پڑ گیا۔ پرندوں نے اپنے سب پر جھڑا دیئے اور گھر بار چھوڑ کر نکل گئے، اور سمندر روتے روتے بھرپور ہو گئے۔

پھول اس دکھ میں سوکھ گئے اور بلبلیں خاموش ہیں، اور حسین کوئل اسی غم میں بن بن پکارتی پھرتی ہے۔ اے انسانو دیکھو کہ پرندوں نے غم کے مارے دانہ چگنا چھوڑ دیا ہے۔ تمام دنیا نے ماتم کی ایک دوکان کھول دی ہے۔ دونوں جگ خراب و خستہ ہو گئے، حیوان رنج و غم میں کباب بن گئے، اور سمندروں نے سراب بن کر موج زنی ترک کر دی۔

اس غم کی آگ سے دنیا بن کی طرح جل رہی ہے اور آسمان اور زمین ہل رہے ہیں، اور بہشت میں فرشتے بے اختیار ہو کر تڑپ رہے ہیں۔

اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خصوصیات و مناقب تفصیل سے بیان کیے ہیں اور آخر میں اپنے لئے دعا کی ہے۔ یہ مرثیہ نہایت اہم اور سب سے بہتر ہے۔

[علوئے تخیل اور خوبی اسلوب کے لحاظ سے محمد قلی قطب شاہ کی بہترین نظموں میں سمجھا جا سکتا ہے] ۔ محمد قلی کے ایک فارسی مرثیئے کے چھ بند اور ایک فارسی نوحہ بھی موجود ہے[1]

ان تمام مرثیوں کے مضامین اس لئے پیش کر دئیے گئے کہ یہ اُردو زبان کے پہلے مرثیئے ہیں اور ان میں محمد قلی کے وہ خیالات ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے ہیں جن کو اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ملک میں رائج کر دیا اور نہ صرف اپنے ہم خیالوں بلکہ تمام اہل ملک کو محرم کی تعظیم و تکریم اور شہدائے کرام کے غم و الم میں حصہ لینے کی طرف راغب کر دیا۔

محمد قلی نے ان مرثیوں اور تعزیہ داری کے علاوہ محرم میں ایسی عجیب تقریبیں بھی رائج کیں کہ تمام اہل ملک اُن میں حصہ لینے لگے۔ مثلاً روشنی، کپڑوں، کھانوں، سبیلوں وغیرہ کی عام تقسیم اور چھٹی محرم کو داد محل کے سامنے کا عظیم الشان منظر (جو رفتہ رفتہ ایک میلے کی شکل میں منتقل ہو گیا) ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے محرم کو سلطنت قطب شاہی کا ایک ناقابل فراموش عنصر بنا دیا۔ چنانچہ جملہ سیاح اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں قطب شاہی تاریخ حدیقۃ السلاطین سے داد محل کے سامنے کے عظیم الشان منظر کی نسبت کچھ معلومات بھی لکھ دی جاتی ہیں۔

"چھٹی محرم کو الاوہ بیرون دولت خانہ کے علم (جن کا اہتمام کوتوال کے ذمہ ہے تھا)

---

[1] یہ فارسی ترکیب بند اور نوحہ کلام الملوک میں شایع ہوا ہے (دیکھو صفحات ۵۴ تا ۵۵)۔

میدان[1] دلکشائے وسیع الفضائے داد محل میں لاتے ہیں۔ اور اس میدان کے اطراف و اکناف
کے بازاروں اور راستوں پہ چراغاں کئے جاتے ہیں اور تابوت اور گنبدوں (یعنی تعزیوں)
کو بہترین زیب و زینت اور قسم قسم کی نقاشی اور تکلفات سے آراستہ کرکے اور ان کے اندر
اور باہر بہت سی شمعیں روشن کرکے لے آتے ہیں۔ اور لکڑی سے بڑے بڑے درخت اور
عظیم الشان ہیکلیں بنا کر ان میں بھی روشنی کرتے ہیں۔ فانوسوں، مشعلوں، اور چراغوں کا
ایک انبوہ علموں کے سامنے چلا آتا ہے۔ اور کثیر تعداد میں عربی اور عجمی لوگ اور شیعیان و
محبانِ ائمہ مطہر ہاتوں میں شمعیں لئے ہوئے دونوں طرف اور ان کے درمیان ذاکران و
مداحان مرثئے اور مدح پڑھتے ہوئے داد محل کے میدان میں آتے ہیں۔ داد محل کے نیچے
دو طرفہ چراغ روشن رہتے ہیں اور علم درمیان میں جن کے اطراف تمام سیاہ پوش عزاداران
و ذاکران وغیرہ کھڑے ہوتے ہیں۔

داد محل کی چوتھی منزل پر سے جب بادشاہ اس "چراغ زار" پر نظر ڈالتا ہے جو ماتمیوں
کے پُر داغ سینے کے مشابہ ہے تو عزاداروں کے شور و شیون سے اس پر بھی رقت طاری
ہو جاتی ہے اور وہ سیاہ پوشانِ دلفگار کے لئے اپنے یہاں سے نان ریزہ کے خوان روانہ
کرتا ہے۔ اور کوتوال تمام مجمع کے ساتھ بادشاہ اور سلطنت کی بقا کے لئے دعا کرتا ہے۔

---

[1] اس جگہ اب چوک کی مسجد، گھڑی، محبوب مارکٹ اور خزانہ عامرہ واقع ہے۔

اسی طرح ایام عاشورہ کے ختم تک شہر کے جملہ محلوں کے علم اس میدان میں آتے رہتے ہیں۔

ساتویں محرم کی صبح میں بادشاہ ندی محل میں برآمد ہوتا ہے، شاہ نشین میں کھڑا رہتا ہے اور ایران اور ہندوستان کے حاجب طلب کئے جاتے ہیں۔ اور جملہ مجلسیٔ امیر وزیر مقرب اور ہر طبقہ کے ملازمین سیہ پوش ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تمام شہر و مضافات کے علم طلب کئے جاتے ہیں اور علموں کے ساتھ شہر کی تمام مخلوق دروازہ بارہ امام میں سے داخل ہوتی ہے۔ ہندو اور مسلمان سب کو داخلہ کا بار عام دیا جاتا ہے اور یہ مجمع ندی محل کی فضا میں روز حشر کا انبوہ نظر آتا ہے۔ علموں کو ترتیب کے ساتھ بادشاہ کے سامنے سے لیجاتے ہیں اور اس وقت سامعین کا ماتم اور شور و شیون اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ عرش اعظم تک پہنچتا ہے۔ اسوقت علموں تابوتوں گنبدوں اور تعزیوں کو دیکھ کر میدان کربلا میں اہل بیت کی گرفتاری اور پریشانی کا منظر دیکھنے والوں کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور وہ بے اختیار رونے لگتے ہیں۔ بادشاہ بھی متاثر ہوتا ہے اس کی طرف سے ہر علم کو ایک ابریشمی ڈھٹی باندھی جاتی ہے اور خادموں کو ایک خریطۂ زر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظہر کے وقت تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

نویں محرم کی رات میں دولت خانۂ عالیہ کے اندرونی الادہ کے علموں کو میدان دربار خسروی (یعنے چار کمان کے میدان) میں لے آتے ہیں۔ اس رات بادشاہ پھول

چڑھانے اور علموں کو آراستہ کرنے کے بعد خاصہ کی کافوری شمعیں جملہ مجلسیوں مقربوں
اور حجابِ عظیم الشان کو اپنے ہاتھ سے تقسیم کرتا ہے اور شاہی سپہ سالار کے ہاتھ سے کل
سلحداروں اور عساکر میں تقسیم عمل میں آتی ہے۔ سرخیل شاہی کے ہاتھ میں شمشیر خاصہ دی جاتی
ہے اور تمام مجلسی سردار اعیان واکابر اور دولت خانۂ شاہی کے جملہ چھوٹے بڑے ملازم
ہاتھوں میں شمعیں لئے ہوئے نکلتے ہیں اور دروازۂ الاوہ میں سے میدان (دریا چار کمان) میں
بے شمار مشعلوں چراغوں اور فانوسوں کے ساتھ علموں کو لے آتے ہیں۔ میدان کے
ایوانوں کے سامنے چالیس پینتالیس فٹ بلند ہاتھی شیر اور درخت سرو وغیرہ کی عجیب
و لپذیر شکلیں بنا کر روشن کی جاتی ہیں اور اس میدان کی چاروں کمانوں پر سر سے پاؤں
تک طاقوں محرابوں اور طرح طرح کے درختوں کے نقشے اتار کر ان میں روشنی کی جاتی
ہے۔ اور تمام میدان میں بھی لکڑیاں باندھ کر چراغ لگائے جاتے ہیں۔

محل کی اس چوڑی دیوار پر جس کے برابر سے علموں کو میدان میں لیجاتے ہیں
بادشاہ تقریباً پانسو قدم علموں کے ساتھ جاتا ہے اور آخر کار اس کمان پر جو چار مینار کے
مقابل (اب بھی موجود) ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہاں سے تمام میدان اور دوسری کمانوں کا منظر
سرتاپا چراغاں نظر آتا ہے۔ اور بے حد و حساب مخلوق خدا جس میں شریف و وضیع چھوٹے
بڑے عورت مرد سب ہی شامل ہوتے ہیں اس وسیع میدان میں جمع ہو کر اس چراغاں

اور آتشی گلستاں کا تماشا دیکھتے ہیں۔

علموں کو بیچ میدان میں لانے کے ساتھ ہی ذاکر اور مداح حلقوں میں تقسیم ہو کر ذکر و مدح پڑھتے ہیں اور دو گھنٹے کے بعد بادشاہ اُسی کمان اور دیوار پر سے چلتا ہوا علموں کے ساتھ واپس ہوتا ہے اور سب لوگ دعا و فاتحہ کے بعد واپس ہو جاتے ہیں۔

دسویں کی صبح کو بادشاہ پورا سیاہ پوش اور پا برہنہ ہو جاتا اور جب اس کے سیاہ پوش امیر، مقرب، وزیر، ملازم اور خاص غلام زاری و شیون کرتے اور مرثیے پڑھتے ہوئے علموں کے آگے الاوہ حضور کی طرف آتے ہیں تو بادشاہ بھی ماتم کرتا ہوا ایوانِ الاوہ کے قریب کی مسجد میں پہنچتا ہے۔ وہاں "قصۂ شہادت اور گرفتاری حرم محترم" سنتا ہے جس سے دل خوناب اور آنکھیں سیلاب بن جاتی ہیں۔ ذاکر کے بعد خطیب نہایت فصاحت کے ساتھ بآواز بلند شہدا کے لئے فاتحہ اور شاہ کے لئے دعا پڑھتا ہے اور بادشاہ دولت خانہ کو مراجعت کرتا ہے جہاں زیارت حضرتِ سید الشہدا اور روزِ عزا کی نماز پڑھ کر خاص و عام کو کنڈوری تقسیم کرتا اور حکم دیتا ہے کہ دو سو یتیم سید زادوں کو پیش کریں، جن کو نفیس لباس اور رقم دی جاتی ہے۔[1]

اگرچہ یہ تمام تفصیل سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے اوقاتِ محرم کی ہے لیکن ان کا آغاز محمد قلی ہی نے کیا تھا اور یہی باتیں کم و بیش اس کی تمام زندگی میں جاری رہیں۔

۱۔ حدیقۃ السلاطین صفحات ۱۷۴ تا ۱۷۵۔

ہم کو یہ معلوم ہے کہ سلطان عبداللہ اپنے نانا کے قدم بقدم چلتا تھا اسی لئے اس نے وہ تمام باتیں دوبارہ رائج کر دیں جو اس کے باپ کے زمانہ میں موقوف ہو گئی تھیں یہی وجہ تھی کہ مورخوں اور شاعروں نے اس کو "محمد قلی کا سچا جانشین اور نمونہ" ثابت کیا ہے۔ چنانچہ غواصی نے اپنی مشہور کتاب طوطی نامہ میں سلطان عبداللہ سے مخاطب ہو کر لکھا ہے کہ تیرے حالات و واقعات دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں محمد قلی آ گیا ہے۔ اس کے شعر ہیں ؎

[مہاراج سلطان عبداللہ ناؤں — ثریا کے تارک پہ اس کا ہے پاؤں

شرافت میں گرد اس کے نعلین کا — ہے سرمہ چندر سور کے نین کا

دیکھت زور ور طالع اس راج کے — صفادار روشن دلاں آج کے

کہیں یوں بحق علی ولی — کہ پھر جگ میں آیا محمد قلی

سچیں آج اے خسرو نیک نام — ہیں اس کیچ آثار تجہ میں تمام]

. . . .

ڈوبے تھے ہنر مند سو پھیر کے — نکل آئے تج دور میں تیر کے

دیا جیو پھر راگ ہور رنگ کوں — کیا دور سینیاں پو کے زنگ کوں

(طوطی نامہ مطبوعہ صفحہ ۸ تا ۹)

عیدمیلادنبی ایام عزا کی طرح سلطان محمد نے محمد قلی کے انتقال کے بعد عید میلادنبی کی دھوم دھام اور نمایشوں کو بھی ختم کردیا تھا اور اس کے اخراجات میں جتنی رقم صرف ہوتی تھی وہ علماء فضلاء صلحاء و اتقیا میں تقسیم کردی جاتی تھی اس کے متعلق حدیقۃ السلاطین میں لکھا ہے کہ :-

"درزمان سلطنت خاقان جنت مکان علیین بارگاہ سلطان محمد قطب شاہ ...... میزبانی وسور مولود حضرت سید اولادِ آدم .... موقوف و متروک بود و خلایق از ایں عیش و عشرت مہجور و محروم بودند و وجہ (ایں) اخراجات آں را بہ علماء فضلاء و صلحاء و اتقیا قسمت می نمودند"[۱]

اور جب سلطان عبداللہ تخت نشیں ہوا تو اس نے فرمان دیا کہ :-

"تہیۂ جشن وسور و میزبانی و استعداد آئین بندی مولود برگزیدہ حضرت ...... چناں کہ درسنوات سابق بود بازواید ولواحق ...... و تکلفاتِ دیگر اضعافاً مضاعفۃً بکنند"[۲]

اس کے بعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی قطب شاہ عید میلادنبی کی بزم آرائی اور آئین بندی فضائے دلکشائے میدان داد محل میں کیا کرتا تھا۔ یہ میدان محل کے جانب جنوب نہایت وسیع مربع مستطیل تھا۔ اس کے تینوں طرف جواہر و نفائس کی

[۱و۲] حدیقۃ السلاطین صفحہ ۵ ۔

دوکانیں تھیں۔ اور اس کے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں دو رفیع چہار منزلہ عمارتیں ایک دوسرے کے مقابل بنائی گئی تھیں جن میں سے ایک چاوڑی تھانہ اور دوسری کوتوال خانہ کہلاتی تھی۔ ان دونوں کے آگے نہایت بلند منڈوے یا دالان بنائے گئے تھے اور ہر ایک میں خاص نشیمن یا نشست گاہیں بھی ترتیب دی گئی تھیں۔ ان دونوں عمارتوں کو نیچے سے اوپر تک اور میدان کے اطراف کی دوکانوں کو بھی بڑے تکلف سے سجایا جاتا تھا اور میدان کے بیچ میں دادمحل کے عین سامنے چالیس ستونوں اور چار سو طنابوں کا ایک خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اس کا وسطی حصہ مخمل و اطلس سے اور اطراف کا زردوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا تھا۔

عید میلاد النبی کی آمد سے بہت قبل ہی صناع ہنرمند اور استادان صنعت و حرفت ان دونوں عمارتوں کے سامنے اپنے عجیب و غریب کمالات کی پیش کشی میں مشغول ہوجاتے اور آخر کار جب روز مولود یعنی ربیع الاول کی سترھویں تاریخ[1] آجاتی توکوسوں، دماموں، نقاروں، نفیریوں اور قرناؤں کی آوازوں سے میدان دادمحل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ اس میدان میں جمع ہوتے اور صنعت و حرفت کے کرشموں کا تماشا دیکھتے۔ اور ان دو دلکشا قصروں کی تصویروں کی سیر کرتے۔ ان

---

[1] محمد قلی قطب شاہ نے ۱۷ ربیع الاول کو صحیح ترین تاریخ پیدائش آنحضرت صلعم قرار دیا تھا۔

دونوں قصروں کی دیواروں پر تصویریں آتاری گئی تھیں۔ درمیان میں خود قطب شاہ کے
دربار کی تصویر تھی جس میں مقربانِ سریر، نزدیکانِ تخت، مجلسیانِ عظام، بزرگانِ رفیع
اور امرا و وزرا کو اپنی اپنی جگہ بتایا گیا تھا۔ اس کی دائیں طرف خسروِ ایران کے دربار اور
بائیں طرف شہنشاہ مغلیہ کے دربار کی تصویریں بھی اسی اہتمام سے بنائی گئی تھیں۔ ان
عظیم الشان تصویروں کے علاوہ مذہبی اور تاریخی واقعات کو بھی بذریعہ رنگ کاری پیش
کیا گیا تھا۔[1] ان تصویروں کی خصوصیتیں اور مناظر کی تفصیل حدیقۃ السلاطین میں درج
ہے اور اگرچہ یہ تاریخ سلطان عبداللہ کے عہد میں لکھی گئی لیکن جشن میلاد نبی کے احیا
کا تذکرہ ۱۰۳۶ھ کے واقعات کے ساتھ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویریں سلطان
محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی تھیں کیونکہ اس وقت سلطان عبداللہ کی عمر صرف ۱۵ سال
کی تھی اور اس کو تخت نشیں ہوئے صرف دو سال ہوئے تھے۔ اور یہ عرصہ ایسی عظیم الشان
تصویروں کی تیاری کے لئے ناکافی تھا۔ اس کے علاوہ سلطان محمد جیسے زاہد تو اس کی

---

[1] حیدرآباد کی یہی تصویریں تھیں جن کی تقلید میں بعد کو سلطان حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے اپنے قصر
دریا دولت باغ کی دیواروں کو تصویروں سے آراستہ کیا تھا۔ اور اب مہاراجہ میسور اپنے محل کو مصور بنا کر
ٹیپو سلطان کی تقلید کر رہے ہیں۔

توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ محلوں کی دیواروں پر تصویریں اتروائے گا۔ اسلئے یہ تصویریں سلطان محمد قلی ہی کی بنوائی ہوئی ہوں گی۔ البتہ سلطان عبداللہ نے اس میں ضرور اضافہ کیا ہوگا جس طرح بادشاہی عاشور خانہ کے نقش و نگار میں اضافہ کیا تھا جس کے ثبوت اب تک موجود ہیں۔

اس قصر مصور کی چھت پر بھی طرح طرح کے نقوش بنائے گئے تھے جن میں فرشتوں کی صورتیں اور طبقہ ہائے نور کی دلفریبیاں قابل ذکر ہیں۔ اس قصر کے ستونوں کو طلائی اور لاجوردی نقاشی سے مرصع کیا گیا تھا اور خود عمارت میں جگہ جگہ تمام روئے زمین کے بادشاہوں کی محفلوں اور مجلسوں کو اُن ہی کے خاص لباسوں اور مخصوص رسم و رواج کے مطابق سجایا گیا تھا۔ اور قطب شاہی بادشاہ کی سواری کے نقشے بھی اتارے گئے تھے جن میں بادشاہ کہیں ہاتھی پر اور کہیں عربی گھوڑے پر اپنے خیل و حشم و لشکر و خدام کے ساتھ جاتا دکھائی دیتا تھا۔

ایک جگہ شکار گاہ کا منظر تھا۔ شیروں، ببروں، چرندوں، پرندوں، اور سوار اور پیادہ شکاریوں اور دوڑتے ہوئے اور گرتے ہوئے شکار کی تصویریں بھی کھینچی گئی تھیں۔ غرض یہ عجیب و غریب تصویریں نقوش اجنٹہ سے کم قابل قدر نہ تھیں اور بہترین صناعی کا نمونہ تھیں۔ ہم یہاں باقی ماندہ تصویروں کی فہرست بھی

اصل قطب شاہی تاریخ سے نقل کر دیتے ہیں :۔

۱۔ مجلس سلیمان و مجمع دیوان و آدمیان و وحوش و طیور۔

۲۔ معراج حضرت نبی جلیل و صعود براق و جبرئیل و افواج ملایک۔

۳۔ مجلس زلیخا، زنان مصر و طشت و آفتابہ در دست یوسف، و بریدن زنان ترنج باکف دست۔

۴۔ شیریں با زنان درمیان آب، و رسیدن خسرو پرویز و اوراد درمیان آب دیدن۔

۵۔ مجنون در صحرا و با موں و الفت او با آہوان مطبوع موزون و آمدن لیلیٰ بدیدن او۔

۶۔ جنگ رستم با دیو سفید در غار و با اشکبوس در معرکۂ کارزار۔

اس کے بعد مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"و امثال ذلک بے حد و نہایت در ایں دو عمارات تصویر نمودہ اند و ہیاکل عظیمہ و صور جسیمہ فیل و شیر و آدم و اسپ و چندیں صور مختلفۃ البنیات در ہر قطع از اشلاع آں ابداع و اختراع نمودہ اند"۔ (۵۲)

عید مولود نبیؐ میں عوام ان تمام تصویروں کو دیکھنے جمع ہوتے تھے۔ ان مصور و منقوش

قصروں کے سامنے میدان میں اس تقریب سعید کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا اسکے وسط میں ایک شامیانہ باندھا جاتا جس میں تختِ شاہی رکھا جاتا تھا جو تمام و کمال سونے کا تھا اور قیمتی جواہر سے مرصع۔ اس کے اطراف شاہی تجمل و لوازم کے مناسب زیب و زینت کی جاتی اور اس طرح مذکورۂ بالا دونوں مصور و منقوش عمارتوں کے ایوانوں میں بھی صفۂ بادشاہی آراستہ کئے جاتے اور گانے اور ناچنے والیاں اطرافِ سلطنت سے جمع ہوکر اپنا اپنا کمالِ فن دکھاتیں۔ ان دونوں ایوانوں اور خیمہ کے صفہ ہائے شاہی کے سامنے کوئی ایک ہزار رقاصائیں اور حسینانِ نغمہ طراز اپنے اپنے گانوں اور ناچ سے مجلس عشرت و انبساط کو گرم کرتی رہتیں۔ ان صاحبانِ حسن و جمال کے علاوہ تمام ملک کے دوسرے صاحبانِ کمال مثلاً بازیگر، ریسمان باز، لعبت باز، حقہ باز، مقلد، اہلِ ہنر، مسخرے اور شب باز وغیرہ اس موقع پر حیدرآباد میں جمع ہو جاتے تھے اور میدانِ وسیع الفضا و دلکشائے داد محل میں اپنے اپنے کرتب دکھاتے رہتے۔ جن کے حیرت انگیز کرشموں کو دیکھنے کے لیے شہر کی تمام مخلوق رات اور دن اس میدان میں جمع رہتی۔ حیدرآباد میں رنگ اور ناچ کے جو جلسے عہد سلطان العلوم آصف جاہ سابع کے آغاز تک محرم میں ہوا کرتے تھے وہ دراصل عہدِ قطب شاہی کے ان ہی عیدِ میلاد نبی کے

جلسوں اور رنگ رلیوں کی یادگار رہتے۔

میدانِ دلکشائے وا دمحل کے علاوہ عید میلاد النبی کی خوشی میں میدان عالم پناہ سے دروازۂ شیر علی (یعنی میدانِ چار کمان) میں بھی آسمان کی طرح بلند اطلسی خیمہ کھڑا کیا جاتا تھا۔ اور چبوترہ پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدہ دار بیٹھے رہتے اور یہاں بھی رقص وسرود کی محفلیں سجائی جاتیں۔

اسی طرح محل خاص، ہشت محل، چہار صفہ، لعل محل، اگن محل، چندن محل، صدر صفہ، اور صحن محل وغیرہ میں بھی ڈیرے اور شامیانے لگائے جاتے۔ پر تکلف مسندیں بچھائی جاتیں۔ اور ہر جگہ بڑے بڑے سلحدار اور حوالدار مجلس آرائیاں کرتے۔ ان تمام خیموں، محلوں اور صفوں میں زعفران، صندل اور مشک وغیرہ کو طلائی و نقروی بادیوں میں بھر کر ہر روز ایک ایک طبق پان خاصہ کے ساتھ تقسیم کرتے۔ جو ہر محل میں سو ہزار سے زیادہ صرف ہوتے۔ ساتھ ہی ہر روز قسم قسم کے کھانوں کے دستر خوان بچھائے جاتے اور تمام خاص و عام کو شاہی کندوری سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا۔

یہ تو بیرونی محلات اور خیموں کی مجلس آرائیاں تھیں۔ خاص شاہی محل میں مخصوص اور منتخب و مہ جمال رقاصائیں اور "استادان خوانندہ و سازندۂ ملک ایران و ہندوستان" ہی بار پا سکتے تھے۔

اس ماہ جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری نکلتی تھی تاکہ دونوں میدانوں اور عمارتوں کی آئین بندی اور آرائش و زیبائش کی سیر کی جائے۔ اس موقع کے لئے مخصوص فیلبان پانچ گز کے خاص شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں، موتیوں کی جھول، مرصع کلغی، اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کر کے لے آتے تھے عصر کے وقت بادشاہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت مقربانِ تخت، سردارانِ عالی شان، وزیرانِ رفیع مکان، حوالہ دار، سلحدار، لشکری اور ہر طبقہ کے بے شمار ملازمین اس شاہی ہاتھی کے اطراف پیادہ چلتے۔ اندرونی و بیرونی محلوں کی طوائفیں اور سب گانے بجانے والے ایک خاص سرخ لباس پہنکر جو اس تقریب میں بادشاہ کی طرف سے ان تمام کو عطا کیا جاتا تھا شاہی ہاتھی کے آگے آگے رقص کرتے اور گاتے ہوئے نکلتے تھے۔

اس سواری کی دھوم دھام اور بادشاہ کو دیکھنے کے لئے تمام شہر و اطراف کی مخلوق جمع ہو جاتی اور بازاروں، دوکانوں، مکانوں، اور چھتوں پر سوائے انسانی سروں کے اور کچھ نظر نہ آتا۔ خاص کر میدان میں ایک عظیم الشان مجمع رہتا۔ جب ان لوگوں کی نگاہیں بادشاہ پر پڑتیں تو وہ بے ساختہ دعائیں دینے لگتے اور تعریف کرتے۔ اسطرح میدان چار کمان سے نکلکر یہ سواری چار منار سے ہوتی ہوئی داد محل کے میدانِ دلکشا میں

پہنچتی تھی جہاں جلوس فرخندہ کو قوال خانہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے شاہی ہاتھی ٹھیرایا جاتا۔ اس وقت عہدہ دار زر و جواہر کے طبق بادشاہ پر سے نثار کرتے اور نذر گزرانتے تھے۔ میدان کے اطراف و اکناف کے سوداگر اور تجّار بھی (جو اس موقعہ پر اپنی اپنی حیثیت کے شایان شان اپنی دوکانوں کو آراستہ و پیراستہ کرتے تھے) بادشاہ کی بارگاہ میں اچھے اچھے تمغے پیش کرکے تشریف و انعام سے سرفراز ہوتے تھے۔

اس تقریب کی آخری رات میں میدان دادمحل ایک تناول خانۂ عام کی صورت میں منتقل کردیا جاتا تھا اور گروہ در گروہ لوگ ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف چراغاں کئے جاتے اور دولت خانۂ شاہی کے اندر اور باہر بے حد آتش بازی جلائی جاتی۔ غرض صبح تک کھانے "گانے" بجانے اور تماشہ کرنے کا سلسلہ جاری رہتا۔ میلادِ نبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن اور رات جاری رہتا تھا اور اس میں تیس[۳] ہزار ہون خرچ ہوتے تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو حدیقۃ السلاطین قطب شاہی صفحات ۴۹ تا ۵۶)۔

یہ نونا رنجوں کا بیان تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ خود سلطان محمد قلی ان کے بارے میں کیا معلومات چھوڑ گیا ہے۔ اس کے کلام میں چھ[۴] نظمیں ایسی ملی ہیں جو اس عید کے موقعہ پر لکھی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک عالیشان قصیدہ بھی اسی تقریب سے

متعلق موجود ہے۔ اس طرح گویا سات سال کی عید میلاد کے متعلق اس کے خیالات معلوم ہوسکتے ہیں۔ اس عید کی تقریب میں اُس نے ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی اس طرح جملہ تینتیس[۳۳] نظمیں لکھی ہوں گی۔ افسوس ہے کہ بقیہ نظمیں دستیاب نہ ہوسکیں۔ جو نظمیں ملی ہیں ان کے خلاصے یہاں درج کئے جاتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ وہ خود اس عید کو کیا سمجھتا تھا اور اس میں کس طرح مصروف رہتا تھا۔ عید میلاد النبی کی ایک نظم میں وہ لکھتا ہے:۔

"آنحضرتؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو سنوارا جاتا ہے اور فرشتے ساتوں جنتوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت کے طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا والے اپنی اپنی مرادیں پانے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ دنیا خوشی کے مارے اپنے پیراہن میں نہیں سماتی۔ اور تینوں جگ اپنا تن من آنحضرتؐ پر سے نثار کرتے ہیں۔ چونکہ محمد قلی قطب شاہ نہایت اہتمام سے مولود کراتا ہے اس لئے لوگ صف در صف جمع ہو کر اس کی عمر و دولت کی ترقی کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور جن بھی صدق دل سے دعا کرنے کے علاوہ اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا بادشاہ دین اور دنیا میں بھی نہیں ہے۔ اسی خلوص کی وجہ سے بادشاہ نے اپنا نام دونوں دنیاؤں میں

بلند کر لیا ہے۔ اور حوریں نور کے طبق لے کر بادشاہ پر نثار کرتی ہیں۔ چونکہ
نبیؐ کے صدقے میں محمد قلی قطب شاہ نے آج دعوت کی ہے اس لئے علیؑ کے
صدقے میں اس کے تارے دونوں عالموں میں بلند ہیں۔"

ثابت ہوا کہ وہ وسیع پیمانہ پر دعوتِ عام کرتا تھا اور لوگ صف در صف جمع ہو کر
اس کے لئے دعائیں مانگتے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب ہر روز دسترخوان پر ہزار آدمی سے کم
نہ ہوتے تو اس دعوتِ عام میں کتنے لوگ جمع ہوتے ہوں گے اس لئے اس کو فرشتوں اور
جنوں کے شریک ہونے کا بھی خیال پیدا ہوا ہوگا۔ بادشاہ ایک دوسری نظم میں
حسب ذیل خیالات کا اظہار کرتا ہے:۔

"ہر گھڑی خوشی اور رونق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر
چاروں طرف سے خوشی و خرمی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ روشنی سے
تمام ملک جگمگانے لگتا ہے اور ہر طرف شادی و خوشی کا غُل سنائی دیتا ہے
چونکہ آج گنہگاروں کے بخشانے والے کی پیدائش کا دن ہے اس لئے
فقیر و بادشاہ سب مل کر اپنی بخشائش کی دعا کرتے ہیں۔
لوگ دوسری عیدوں میں بھی خوشیاں مناتے ہیں لیکن اس عید کی
خوشی کے برابر کوئی خوشی نہیں۔"

خود بادشاہ اس عید کی دعوت کے اہتمام کا یوں ذکر کرتا ہے کہ :۔

"جب ہمایوں محمد قطب شاہ ترکمان عید مولود نبیؐ مناتا ہے تو تمام زمین جنت کی طرح سجائی جاتی ہے۔ بازار، قصر اور محل سب دلہن بن جاتے ہیں اور خوبصورت عورتیں بن سنور کر حوروں کی طرح ہر طرف سے جمع ہونے لگتی ہیں۔ شاہ کی نازنینیں شراب محبت کی متوالی ہو کر لاکھوں عشوہ و انداز کے ساتھ شامیانے کے نیچے ہوا کی طرح سبک رفتار چلی آتی ہیں۔ ان کے جوبن سونے کے ایسے گڑہ دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جائیں۔ ان ہنس مکھ سہیلیوں کی چال ڈھال اور بات چیت پر ہنس اور کوئلیں اپنے دلوں کو بطور تحفہ پیش کر دیں تو کوئی تعجب نہیں۔

جب بادشاہ اس تقریب میلاد میں آسمان کی طرح سرائی چتر کے نیچے بیٹھتا ہے تو اس کے آگے بڑے بڑے مدبرین وقت اور ہرے اور لال چتر والے ملوک زمیں بوس ہوتے ہیں۔ جب بادشاہ ان ملوکوں کے ساتھ مجلس آرائی کرتے ہیں تو راستہ کے دونوں طرف ہندو راجا ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ جب حوض خانے میں لعل بدخشاں کے رنگ کی شراب بھری جاتی ہے تو اس کی روشنی سے جام اور شیشے بھی رخشاں نظر آتے ہیں۔ عجب نہیں جو

شراب کا نام سُن کر آسمان کا جی بھی للچائے اور مستوں کو مے پیتا دیکھ کر وہ بھی پیالے پینے لگے۔

شاہ کی اس بزم کا تماشا دیکھنے کے لئے آسمان سے لاکھوں فرشتے خوشی خوشی چلے آئیں اور شہ کے عیش و عشرت کو دیکھ کر کہیں کہ اے قطب شاہ تمہارے دن اور رات اسی طرح چین سے گذریں اور نبیؐ کی مہربانی سے قیامت تک تم نبیؐ کے لاکھوں مولود کراؤ۔"

معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ عام کے علاوہ دربار عام بھی کیا جاتا تھا جس میں دوسرے ملکوں کے نمائندے اور کبھی کبھی بیجاپور اور احمد نگر کے سلاطین اور اطراف کے ہندو راجا بھی شریک ہوتے تھے۔ جس طرح گولکنڈہ کا شاہی رنگ آسمانی تھا بیجاپور کا سبز اور احمد نگر کا سرخ تھا۔ اس نظم میں محمد قلی نے تینوں سلطنتوں کے شاہی رنگوں کا ذکر کر دیا ہے۔ ایک اور نظم کے آغاز میں وہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیتا ہے کہ وہ ہر سال عید مناتا اور اس سے متعلق نظمیں لکھتا ہے۔ اس کا بیان ہے:-

"اب کے پھر حضرت نبیؐ کی عید ولادت اپنے ساتھ عیش اور آنند لے آئی ہے۔ اس یوم سعود کی وجہ سے تمام عالم میں پھر عیش و عشرت کا دور دورہ ہو گیا۔ گھر گھر میں تیاری اور اس کاج کے لئے زیبائش و آرائش

ہو رہی ہے، آج کے دن کے لئے بہت ہی سجاوٹ کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پر چاروں طرف عیش و آرام بادل بن کر چھا گیا ہے۔ اس تقریب میں تو خوشی و مسرت خوش ہیں، عیش متوالا ہو گیا ہے اور عشرت بھی آنند کے الاپ سن کر ناچنے لگی ہے۔

ہم جس طرح کا آرام و راحت چاہتے تھے پروردگار نے ہم کو اُس سے لاکھ درجہ بڑھ کر مسرت و عیش عنایت کیا۔

چمن کے تمام درخت آج کی خوشی میں ہمارے شریک ہو کر مستی سے جھول رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عید کی خوشی نے ان کو لالوں کے پیالے بھر بھر کر ہوا کی شراب پلا دی ہے۔

میرے من کی مرادیں اور مقصود کے غنچے عید مولود نبیؐ کی وجہ سے کھل کر پھول بن گئے ہیں۔ کیونکہ اس عید کی مسرت نے امیدوں کی برسات کی جھڑی لگا دی ہے۔

ہماری قسمتوں کے بنانے والے نے جس روز ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا اسی دن سے اے قطب شاہ تمہاری قسمت میں یہ عیش اور انند بھی آ گیا۔

دوسری عیدیں

محرم اور عید میلاد النبی کے متعلق تاریخوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں
ویسی کوئی معلومات دوسری عیدوں کے بارے میں نہیں ملتیں۔ ان کے متعلق ہماری
واقفیت کا واحد ذریعہ محمد قلی قطب شاہ کا کلام ہی ہے جس میں اتفاق سے بعض
بے حد دلچسپ اور ضروری معلومات محفوظ ہو گئی ہیں۔ یوں تو محمد قلی نے کئی عیدوں
پر نظمیں لکھی ہیں لیکن ان تقریبوں میں اس نے حسب ذیل چار پر خاص کر زور دیا ہے۔

۱۔ عید بعثت نبیؐ ۲۔ عید میلاد علیؑ ۳۔ عید غدیر ۴۔ شب براتؑ

اب ہم خود بادشاہ ہی کے بیان سے ان عیدوں کے متعلق معلومات قلمبند
کرتے ہیں۔

عید بعثت نبیؐ اس موضوع پر پانچ نظمیں کلیات میں موجود ہیں۔ ان سب کا
خلاصہ خود محمد قلی ہی کی زبان میں درج ہے:۔

اے مو الیو خوشیاں کرو کہ عید مبعث رسول آئی ہے اور اپنے ساتھ
طرح طرح کے عیش و آرام لے آئی ہے۔

پہلی عید شب برات، دوسری عید رمضان، تیسری عید قرباں اور قطب شاہ
موالی جس کا رتبہ شاہوں میں عالی ہے خاص اہتمام سے مبعث رسول کی عید
بھی مناتا ہے۔ اور خوان خلیل کا احسان اپنے عہد میں دکھا کر دنیا و دین کو
رُجھا لیتا ہے۔

اس عید کے زمانہ میں ایسی خوشی منائی جاتی ہے کہ غم کا نشان کہیں
ڈھونڈھنے پر بھی نہیں ملتا کیونکہ آج ہی کے دن سے دین اور ایمان آشکارا
ہوئے اور اسی دن کے فیض نے تمام امت کے دل وجان کو روشن کر دیا۔

عید بعثت کی خوشی حوریں بھی مناتی ہیں جس کی وجہ سے جنت کی
خوشبو تمام عالم کو مہکا دیتی ہے۔

عالم میں خدا کا نور پھیل جاتا ہے اور اس کی رحمت کی چھاؤں چھا جاتی
ہے کیونکہ اسی وقت جبرئیل خدا کے یہاں سے اُس کے حبیب کے پاس وحی
لائے تھے اور بڑی خوشی سے کہا تھا کہ اے بھائی خوشی سے ہونٹ کھولو اور دو
حرف بولو کیونکہ یہ بعثت کا دن ہے اور خدا نے تم کو سب نبیوں میں برتری
بخشی۔ تم تمام انبیا کے خاتم ہو اس لئے اقراء پڑھو۔ عرش نے تمہارے
پانچ گوہروں (پنجتن) کی وجہ سے روشنی پائی۔ اور اب فرشتوں کو تمہارے

سوا کسی اور نبی پر درود پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب حضرتؐ تختِ پیغمبری پر جلوہ گر ہوئے تو نو آسمان شمس والضحیٰ کے قدم چومنے لگے۔ فرشتوں نے خوشی کا چتر سر پر تان لیا اور دنیا خوشی و خرمی سے باغ فردوس کے ہم سر ہو گئی۔ اسی لئے شاہ اور گدا، انسان اور فرشتہ سب کا دل آج خورسند رہتا ہے۔ اس تقریب میں عالم منور ہو گیا اور کائنات آئینہ کی طرح روشن ہو گئی اور تمام ستارے چاند اور سورج کی طرح چمکنے لگے۔

بعثت مصطفیٰ کے دن خوشیوں کی عید ہوتی ہے اور آنحضرتؐ کے صدقے میں تمام شیعہ گھر گھر عیش و عشرت مناتے ہیں کیوں کہ اسی روز جبرئیل نے جناب پیغمبر سے یہ بھی کہا کہ "روز ازل سے مرتضیٰ علیؑ کو تمہارا نائب بنا دیا گیا ہے تاکہ ان کی ذوالفقار سے کافروں کو مار کر ان سے خراج لیا جائے۔ جبرئیل تمہاری پوری صفت نہیں بیان کر سکتا اور اس طرح اس سے خدمت میں چوک ہو گئی اور اسی لئے وہ سب خدمتگاروں سے زیادہ شرمندہ ہے۔

جو شخص بعثت نبیؐ کی عید یکسوئی اور صدق دل سے مناتا ہے اس کے دل پر اللہ کا بیان روشن ہو جاتا ہے۔ جب قطب شاہ بعثت رسول کی یہ خوشی مناتا ہے تو اس تقریب میں سکھیاں خوشی و خرمی کے لاکھوں ثمر دکھائی دیتی ہیں۔

عیدِ میلادِ علیؑ اس موضوع پر نو نظمیں کلیاتِ اُردو میں موجود ہیں۔ چونکہ شاعر کو حضرت علیؑ سے خاص عقیدت تھی اس لئے ان نظموں میں بڑے خلوص اور جوش کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ :۔

مصطفٰے اور مرتضٰے دونوں کی پیدائش کا دن ایک ہی سا ہے۔ اسلئے یہ عید منانا طالع مسعود ہونے کی دلیل سمجھا جاتا ہے کیوں کہ جس دن یہ ابرِ رحمت عالم پر فیض بار ہوا وہ روز شیعوں کے لئے روزِ بہبود تھا۔ چونکہ حضرتؑ کعبہ میں پیدا ہوئے اس لئے کعبہ کو دنیا میں شرف حاصل ہوا۔ اور اس لئے مومنوں کو اس روز دل و سر سے اس طرف سجدہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ طاہرؑ کی عید کا دن ہے۔ کعبہ میں پیدائش کا شرف کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوا۔ آپ کی پیدائش کے بعد جب آں حضرتؐ آپ کو دیکھنے آئے تو آپ کی والدہ حضرت فاطمہؑ نے کہا کہ بچہ نادانی سے آپ پر ہاتھ مار رہا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ نہیں مجھ پر نہیں۔ اگر یہ ہاتھ ماریں گے تو کافر بادشاہوں پر ماریں گے۔ ان کی پیدائش سے میرا دین قوت پا گیا اور اب مجھے کفار کے کاموں سے کوئی ڈر باقی نہیں رہا۔ اس ولادت کی وجہ سے خدا کا عرش زیادہ جھلکنے لگا۔ اور آسمان و زمین میں چاند سورج سے زیادہ روشنی پھیل گئی

دنیا جنت سے زیادہ آراستہ ہوگئی۔ اور ساتوں آسمانوں سے نور کی بارش
ہونے لگی۔ حضرت علیؑ کی پیدائش کیا ہوئی کہ باری تعالیٰ کا نور عرش سے
کعبہ میں اتر آیا اور اس دن ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس کا طواف
کرنے کے لئے جمع ہوگئے۔

اس روز سے مومنوں کے دلوں نے اسی طرح تجلی پائی جس طرح
صبح صادق آفتاب سے روشنی پاتی ہے اس خوشی کے دن ہر طرف خوشی کی
آوازیں بلند ہوں۔ اس روز خوشیاں میری مہمان رہیں۔ ملہار کی خوشبو
پھیلے۔ لوگ خوشی سے رنگ ڈالیں۔ اور مولود علی زور زور سے لحن
داؤدی کے ساتھ گائیں تاکہ اس گانے کی آواز تارا منڈل کی گرج کی طرح
ساتوں آسمانوں میں گونج اٹھے۔

عید غدیر اس موضوع پر آٹھ نظمیں موجود ہیں جن میں شاعر لکھتا ہے کہ :-

اس کو خلافتِ علی کا دن سمجھا جاتا ہے کیونکہ رسول نے خود ہی جناب
امیرؑ کو اپنی خلافت دے کر ان کی شرافت کا تذکرہ کیا۔ اس روز فرشتوں نے
مل کر اونٹ کے زینوں کے ساتھ آسمان کے منبر کو بھی سنوارا کیونکہ پیغمبر کو
منبر پر چڑھ کر داد فصاحت دینی تھی۔ چنانچہ دو جگ کے شاہ نے مرتضیٰ کو

من کنت مولاہ کہا اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ
آپ کے رتبہ کو ظاہر کیا۔ اس خوشی میں فرشتے منگل گاتے اور عرش
منڈل بناتے ہیں کیونکہ شاہ نے اپنا فیض عنایت کرکے حضرت علیؑ
کو سب میں افضل کیا۔

حق نے نبیؐ سے کہا کہ علی کی یاد ناد علی کے ذریعہ سے کر کیونکہ
علی میری قدرت کا بے بہا مظہر ہے۔ قطب زماں نبیؐ کے صدقے سے
علی کی منقبت لکھا کرتا ہے کیونکہ دنیا و دین میں یہی اس کی سعادت کی
نشانی ہے۔

[عید غدیر شیعوں کے لئے عید کبیر ہے اور خوارج کے لئے باعث غم
اس کو مل کر خوشیاں منانی چاہئیں۔ اس خوشی کے آگے دوسری تمام
خوشیاں چھوٹی نظر آتی ہیں۔ تمام مومن شہانی کسوت زیب تن کرتے ہیں۔
اس عید میں ایک عالم کی میزبانی کی جاتی۔ مطرب گاتے اور محفل میں
عبیر لائی جاتی۔ سب مومن اس عید میں بھائی پن کے جینے پڑتے۔ اور
تمام عیدوں کی خوشی اس ایک عید میں بھرپور نظر آتی۔ اس عید کے
طبل ساتوں جنتوں میں بجتے۔ اور چاند سورج اسی لئے جگ کو روشنی

پہنچاتے ہیں۔ اس عید کے دنوں کے سوا کوئی دن دعا کے قابل نہیں۔ اسلئے دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھ کو امن میں رکھ اور میرا ایمان درست رکھ اور دونوں عالم میں میری مدد کر۔

ایک نظم میں لکھتا ہے :۔

نبیؐ نے خلافت دے کر کہا کہ میرے بعد یہ رہیں جو تمام مومنوں اور مسلمانوں کے لئے دونو عالم میں رہبر ہیں۔

آج علی کے لئے خدا نے اپنی عنایت سے خلافت بھیجی جس کا اعلان عرش و کرسی اور نو آسمانوں کے منبر سے کیا گیا۔

علی کفر کے توڑنے والے تھے اس لئے دین کی بنیاد ٹک گئی۔ اگر محمدؐ دین کے گھر ہیں تو علی اس گھر کے نگہبان ہیں۔

سب اولیا ایک دل سے آپ کے معتقد ہو کر کہتے ہیں کہ ہم سبھوں کے سر پر ولایت علی کا چھتر سایہ بان ہے۔

اس طرح جملہ آٹھ نظموں میں حضرت علی کی منقبت اور ان کی فضیلت کو قلمبند کیا ہے

شب برات یہ ان موضوعوں میں سے ہے جن پر محمد قلی قطب شاہ نے دل کھول کر اپنی طبیعت کی جولانی دکھائی ہے۔ چنانچہ کلیات میں

اس کے متعلق دس نہایت دلچسپ اور اہم نظمیں موجود ہیں۔ محمد قلی کو پانی اور سبزہ کیطرح روشنی سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا جس میں اُسے جشن چراغاں سے لطف اندوزی نصیب ہوسکتی تھی اور شب برات میں تو وہ جی کھولکر چراغوں، آتش بازیوں اور شاہانہ رنگ رلیوں میں منہمک ہو جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ :—

جہاں شب برات آئی کہ خوشی و خرمی کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شب برات اپنے ساتھ خوشیوں اور عشرتوں ایسی برائیں لے کر آتی ہے کہ ان کی روشنی سے تمام عالم جگمگانے لگتا ہے [چونکہ محمد قلی پر ائمہ معصومین کی نظر عنایت ہے اس لئے وہ نبیؐ اور علیؑ کے کرم کی وجہ سے پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اور خود عیش و عشرت اس کی بارگاہ میں خوشی کے مارے ٹمٹیاں بجانے لگتے ہیں] اسی وجہ سے خدا قطب شاہ کو شاہنشاہی کا رتبہ دے کر اس کی دہائی یا اس کی آقائی کا اعلان تمام کائنات میں پھراتا ہے۔ اور اس کے دشمنوں کو دنیا سے نیست و نابود کر کے مفقود کر دیتا ہے۔

دوسری نظم میں لکھتا ہے کہ :—

شب برات کی وجہ سے تمام راتوں کو شرف حاصل ہوا اور سب راتوں میں شب برات ہی کو شرف حاصل ہے۔ کثرتِ چراغاں کی وجہ سے رات ایسی منور ہو گئی کہ معلوم ہوتا ہے بغیر سورج طلوع ہوئے دن نکل آیا ہے۔ زمین کے ان چراغوں کا عکس جب آسمان پر پڑا تو وہ بھی آئینہ کی طرح جھلکنے لگا۔ آتشبازی اور چراغوں کی وجہ سے دنیا ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ اس اُجالے کو دیکھ کر آفتاب شرما گیا اور اسی شرم کے مارے رات کو کبھی اپنا مُنہ نہیں دکھاتا۔

شب برات میں جو مہتاب چھوڑے جاتے ہیں تو ان کی تابانی ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ظلمات میں آبِ خضر۔ گلشن میں جب پھولبازیاں چھوڑی جاتی ہیں تو زمین پر سورج، چاند اور تارے اُتر آتے ہیں اور ان کی روشنی کی جھلک آسمان تک پہنچ جاتی ہے۔ خدائے تعالےٰ نے قطب شاہ کو ایسی تجلی بخشی کہ اُس نے رات کو دن سے زیادہ روشن کر کے چمکا دیا۔

تیسری نظم میں کہتا ہے :-

شب برات کی مبارک رات اپنے ساتھ اپنے روزی خواروں یا ملازموں یعنی خوشی، عیش انند اور عشرت کو براتی بنا کر لے آئی ہے۔

محمدؐ نے جنگ احد میں علیؓ کو ساتھ لے کر کامیابی حاصل کی کیونکہ انکی تلوار کے چمکنے سے تاریکی کی فوجیں بھاگ گئیں۔

اس رات میں معشوقوں کے دہن پستے، آنکھیں شکر کی طرح شیریں، اور ہونٹ گھڑوں کی مصری کی طرح نازک نظر آتے ہیں۔ اور ان کے چہرہ پر پسینہ کی بوندیں خشخش کی طرح باریک نظر آتی ہیں۔

سہیلیوں کی کاجل لگی ہوئی آنکھیں سیاہ باداموں کی طرح، ٹھوڑی سیب کی طرح اور دانت چارولیوں کی طرح نظر آتے ہیں۔

اسی طرح پوری نظم میں سہیلیوں کے حسن اور لباس کی تعریف کی ہے۔ ان کا آتشبازی چھوڑنا اور اُس کی جھلک سے ان کے جسم پر زیوروں کا جگمگا اٹھنا نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

چوتھی نظم کا تذکرہ بھاگ متی کے ذکر میں کیا جا چکا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شب برات کی تقریب میں دربار اور ڈیوڑھی کی خاص خاص طوائفیں بڑے اہتمام کے ساتھ سج دھج کر کے اور شاہی طمطراق کے ساتھ اپنے اپنے مکانوں سے آتی تھیں۔ بھاگ متی کی نسبت تاریخوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ جب دربار کو آتی تو اس کے ایک ہزار سوار اُس کی جلو میں رہتے۔ جب اس کی معمولی آمد اس شان سے ہوتی تھی تو شب برات

کی تقریب میں وہ جو کچھ اہتمام کرتی کم تھا۔ اسی لئے بادشاہ نے اس موضوع پر ایک خاص نظم لکھدی ہے جس میں اس امر پر زور دیا ہے کہ :-

"وہ اپنے ساتھ آسمان کے مہرو ماہ سے زیادہ روشنی رکھنے والے لاکھوں چاند سورج اپنے ساتھ لاتی ہے۔ کیا تعجب کہ زمین آسمان پر لاف زنی کرنے لگے کیونکہ وہ زمین کو صاف و شفاف آسمان کی طرح جھلکا دیتی ہے۔"

پانچویں نظم میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :-

شب برات پھر سے مبارک سلامت کی خبر لے آئی ہے۔ کیونکہ اس رات میرے بخت کا طالع سورج کی طرح جھلکنے لگتا ہے۔
میری سکی کے چہرہ کی روشنی کے سامنے اس عید کا اجالا شرمانے لگتا ہے۔ اس عید میں سکھ اور انند کا نور از سر نو مجھ پر چتر کی طرح چھاجاتا ہے۔
دنیا دلہن بن کر انند کرنے والی دوشیزاؤں کے ہاتھ سے مئے عشرت پلواتی ہے اور زہرہ الحان کے ساتھ بادشاہ کے لئے نغمہ گانے لگتی ہے۔
شب برات کے عیش کی آمد نے اپنے حسن کی ایسی جھلکاریں دکھائیں کہ دنیا کے دل میں پھر سے زندگی کا نور پیدا ہونے لگا۔

شاہ کی سب پیاریاں عید کا سنگار کرتی ہیں تاکہ بادشاہ کو ایک کا سنگار دوسرے سے زیادہ پسند آئے۔

آنند کے بھیدوں اور جادوؤں کی وجہ سے پیاری (ایک خاص سہیلی) میرے دل میں کھیلنے لگتی ہے کیونکہ وہ اپنے جوبن کے چمن میں بیا خوشبو مہکا لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ لاکھوں عیدیں دیکھنی نصیب ہوں کیوں کہ عیسیٰ کی دعا اُس کے لئے گلِ مسرت کی خوشبو لے آئی ہے۔

چھٹی نظم میں بادشاہ نے اپنی ایک سہیلی پیاری کے آتش بازی کھیلنے کا ذکر کیا ہے اس سلسلہ میں شب برات کی آتش بازیوں کے بہت سے نام بھی ہمارے لئے محفوظ کر دیئے ہیں۔ کہتا ہے :-

شب برات نے کوہِ طور کے نور کو اب تمام عالم میں پھیلا دیا ہے اور خضر نے اپنے ہاتھ سے مجھ کو آبِ حیات پلا دیا۔

شب برات اپنے ساتھ خوشی کی براتیں لے آئی ہے۔ اور قطب شاہ ان براتوں کو لے کر رات اور دن انند کے ساتھ گزارتا ہے

پیاری کا سرو قد ہوائی کی طرح (بلندی کی طرف مائل) اور اس کے

ناک کی پھلڑی پھلباڑی کی طرح ہے۔ پیشانی پر مہتاب کی طرح ٹیکہ
لگائی ہے اور ہونٹوں پر سورج جیسی چمک دمک نظر آتی ہے۔

اس کے رات جیسے سیاہ بالوں میں کیوڑا اسطورے کی طرح نظر آتا ہے
تالوں اور پتاتوں کی آوازوں سے آسمان کے اندر میں خلل پڑتا ہے۔

اس کی چوٹی کا پھندنا طاؤس کی طرح ناچ رہا ہے۔ ہوائی کو
اپنا حاجب بنا کر وہ اپنی درائی (مالکی) کا اعلان کرتی ہے۔

اُس کے بالوں لے جوڑے میں پھولوں کی جو لڑیاں ہیں وہ
ٹوکریوں کے جھبلے کی طرح ہیں ....

اے قطب شاہ تجھ کو نبی کے صدقے میں بڑی اچھی پیاری ملی ہے۔

ساتویں نظم کی ردیف ہی لفظ روشن ہے جس کی وجہ سے تمام نظم شب
برات کی روشنی سے جگمگا رہی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس عید سے قبل
بادشاہ کو کسی جنگ میں کامیابی نصیب ہوئی تھی جس کی طرف مقطع میں اشارہ
کرتا ہے کہ:۔

دشمنوں کے سینے پھانکوں کی طرح کیوں نہ پھوٹیں اور ترخیں جبکہ
خدا نے قطب شاہ کو ایک روشن فتح اور کامرانی عطا کی ہے۔

آٹھویں نظم طویل ہے اور اس موضوع کی اچھی نظموں میں شمار ہوتی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے کہ :۔

شبِ برات نے آکر تمام عالم اس طرح روشن کر دیا ہے جس طرح نورِ موسوی کی وجہ سے وادیٔ ایمن روشن ہوگئی تھی۔

آبِ رخسار کی جھلکیں دکھا کر عاشقوں کی آنکھوں کو ایک نور سے معمور گلشن بنا دیا ہے۔ چونکہ اس رات کو زلفِ خوباں کے ساتھ نسبت ہے اس لئے جس طرح معشوقوں کے جسم پر زیبائش و آرائش کی وجہ سے نور جھلکنے لگتا ہے۔ اسی طرح اس رات کو بھی نورانی لباس زیب دیتا ہے

اس عید کی لطف اندوزی کی ہوس کا دنیا کو خبط ہے کیونکہ اس میں محبت کی ہواؤں کے جھونکے تن اور من کو شگفتہ کر دیتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں اے قطب شاہ تو لاکھ سال خوش و خرم زندہ رہ کیونکہ تیری ہی وجہ سے اس عید میں شمعِ عیش روشن رہتی ہے۔

محمد قلی کی "شبرات" سے متعلق نویں نظم شاعرانہ کمال کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ نظم نہایت مرصّع ہے اور اس میں ایسی اعلیٰ پائے کی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں کہ اس کو اردو شاعری کے شہ پاروں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ نثر میں اس کی

تمام خوبیوں کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم قوت تخیل کا کچھ نہ کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ کہتا ہے :-

میری ماہ رویوں نے اپنے چہروں کی روشنی سے شب برات کو روشن کر دیا ہے۔ ان میں سے کوئی سورج نظر آتی ہے، کوئی چاند اور کوئی تارہ۔

ہر طرف سے ہر ایک نازنین نور تن کا لباس پہن کر آئی ہے تاکہ بادشاہ کے ساتھ چمن میں نکلے۔ شرابِ عشق پینے سے اُن کے جسم چھلکنے لگے ہیں۔ وہ اپنے نوجوان چہروں کے آب و رنگ اور آفتاب جیسی جھلک سے مہتاب کو بے تاب بنا کر پگلا رہی ہیں۔

نازنیں اس انداز سے محو خرام ہے کہ اس کی زلفوں کے لہرانے کی وجہ سے خوشبو آسمان تک پہنچی ہے اور سارا آسمان مہک گیا ہے جس کی وجہ سے فرشتے فریفتہ ہو کر لاکھوں کی تعداد میں اتر آئے ہیں۔

ایک سے ایک کے پستان زیادہ خوبصورت ہیں جن پر سیاہ بادلوں کی لٹیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے پہاڑیوں پر کالے کالے بادل چڑھائی کرنے آئے ہوں۔

نازنین کے رخسار مہتاب اور پھولوں کے ہار پھول جھڑیاں نظر آتے ہیں۔ اس کے دو توں بہو حاجبوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کر رہے ہیں۔

علی جیو کے یہاں سے یہ حکم لے آئے ہیں کہ یہ جہان امن و امان کے ساتھ ہمیشہ قطب زماں کے حکم کے تلے رہے۔

شب برات کی نظموں کے سلسلہ میں آخری نظم آتش بازی کی بہت سی اصطلاحوں کی آئینہ دار ہے۔ اور عجیب بات ہے کہ ان میں سے اکثر اصطلاحیں اب بھی رائج ہیں۔ اس نظم کے چند شعر ذیل میں درج ہیں جن میں اصطلاحوں کے نیچے خط کھینچا گیا ہے:—

ہوایاں سو کتے ٹنگڑیا چکراں جو
گھڑیاں بازیاں سوا چمن کری ہے

نین مستی کے گلریزاں سو بسر کر
نلی طاوس جھاپ چوپن کری ہے

پھلی نا سک جھمکنے تھے ہے شب رات
و حسرت کوں آج نس جوں کہن کری ہے

لڑیا ہوتیا کیاں تج ہنسنے کیا جھیلا
تو جھیلاں تھے جگت درپن کری ہے

مذہبی عیدوں کے بیان کے آخر میں عید رمضان اور عید اضحیٰ کا کچھ ذکر بھی

ضروری ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں یہی عیدیں بہت اہم سمجھی جاتی ہیں۔

عیدِ رمضان اس عید کی چہل پہل اور سرکاری و درباری مصروفیتوں کے متعلق تاریخوں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتیں۔ لیکن محمد قلی قطب شاہ کی نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رمضان کا چاند دکھائی دیتا تمام قطب شاہی سلطنت میں لہو ولعب ختم ہو جاتے۔ شراب کی دکانیں اور سیندھی خانے بند کر دئیے جاتے۔ رمضان مبارک کے احترام کا یہاں تک خیال تھا کہ خود محلاتِ شاہی میں بھی شراب اور عیش و عشرت موقوف رہتی۔

محمد قلی قطب شاہ خود روزہ رکھتا تھا اور اس کی تقلید میں تمام بیگمات و محلاتِ شاہی بھی صوم و صلوٰۃ کی پابند ہو جاتیں۔ رمضان کے تیس[۳۰] دن گزر جانے کے بعد جب شوال کا چاند آسمان پر نظر آتا تو خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔ عیش و عشرت کے شادیانے بجنے لگتے۔ مصری، پستے، بادام، دودھ اور کھجور خاص اہتمام سے منگوائے جاتے اور شیر خرما اور سیویوں سے ایک دوسرے کی ضیافت کی جاتی۔

ہر عید کے وقت بادشاہ اردو میں ایک نظم بھی لکھا کرتا تھا۔ چنانچہ اس وقت عیدِ رمضان کے متعلق سلطان محمد قلی کی گیارہ نظمیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے کہ :۔

اے ساقی لوگ کہتے ہیں کہ آج آسمان پر چاند دکھائی دیا اور ختارِ چرخ نے نور کے ورق پر لکھ دیا کہ انگور کی کنواری یعنے شرابِ وصل مجھے ملنا چاہیئے۔ ایک مہینہ سے میرا دل اس کا منتظر تھا اب کہیں جا کے تئے چاند کا پیالہ حاصل ہوا ہے۔

اس موقع پر ساقی کنول کے پیالے میں گلال بھر کر چاروں طرف پھر رہا ہے تا کہ گلرخوں کے گالوں کو لال لال کر دے۔ اور سکھیوں سے پوچھے کہ خود تمہارے ہونٹوں میں تو مصری، شیر خرما اور پینے موجود ہیں پھر تم روزے کیوں رکھتی ہو۔

اے محتسب آج تو یہ نہ کہہ کہ مے پینا شرع میں منع ہے۔ اے ساقی اپنے نمکین ہونٹوں کے بوسے دے اور شراب کو حلال بنا دے۔

ایک دوسری نظم میں لکھتا ہے :۔

چاند نے عین عید کی آمد کی بشارت دی اور پھول بن کر ساقی کو اشارہ کیا کہ شراب پلائی جائے۔

ہونٹوں کے شراب خانے کو قفل پڑا ہوا تھا اس کو آنکھوں کے خطِ سرخ کی

کو بخی سے کھول کر عمارتِ دل کی حالت دکھا دی۔ (یعنے ہونٹوں سے
بوسے دیکر دل کے جذبات کو ظاہر کیا)
شراب کی چھبیلی جو ایک ماہ سے چھپی ہوئی تھی اس نگار کو عید نے
آکر اور مشاطہ بن کر آج دکھا دیا۔
مجھے چاہیے کہ اب اطمینان سے پیرِ مغاں کی سیوا کروں کیوں کہ
اس نے مے خانے کی اجازت دے دی۔
محمد نبیؐ کے فیض سے آج عید نے آکر محمد قطب کو مجلس کی سیادت
عطا کی۔
تیسری نظم کا خلاصہ ہے :-
عید کی رات جلوہ گر ہوئی اور روزوں کے دن گزر گئے۔ اس لئے
اے ساقی نئے چاند جیسے ساغروں میں شراب بھر۔
میں بہت دن سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی وجہ سے زہد پیائی
کا مرتکب ہو کر بدنام ہو رہا تھا اس لئے اب تو محبت کے پیالے پلا کر
مجھے نیک نام کر۔
(ماہِ رمضان کی وجہ سے) صراحی مست ہو کر سرکشی کرنے لگی تھی

لیکن اب پھر جام کی طرف جھک جھک کر سلام کرنے لگی ہے ۔

ان تیس دنوں کا خمار توڑنے کے لئے اے ساقی تو مجھے کم کم شراب نہ دے

بلکہ دم بہ دم پیالے بھر بھر کر دیتا جا ۔

نبی کے صدقے میں قطب شاہ کو مے طہور ملی اور امام کے صدقے میں کوثر

سے بھرا ہوا ساغر مل گیا ۔

دوسری نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کے روز خوشی کے دمامے اور طبل بجائے جاتے ہیں ۔ لوگ باغ کے پھولوں کی طرح شگفتہ ہو جاتے ہیں اور متوالوں کی طرح ایک دوسرے سے ملتے ہیں ۔ سب لوگ رنگین لباس پہنتے ہیں اور سیویوں اور شیر خرما سے بھر پور پیالے پیتے اور پلاتے ہیں ۔

معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ساڑھے تین سو سال قبل بھی رمضان کی عید میں شیر خرما اور سیویوں کا دستور تھا ۔ ایک نظم میں تو رمضان کی عید کو سیوی کی عید لکھا ہے چنانچہ کہتا ہے ؎

عید سیوی لیا ٹیا خوشیاں انند اس انندا سوں کریں خوباں انند

شیر خرما بادام اور پستوں وغیرہ کا ذکر ان اشعار میں ملتا ہے : ؎

نا بات شیر خرما پستے شکر ادھر کیوں روزے رکھتی سکیا کر کر سوال ساقی

خرم خوشیاں سوں شیوے کی سیویاں بھر پری ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلالِ عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں شربت پلا او صر ستے کھلیا گلالِ عید

شیر خرما قند بداماں لپستے جیواں ملا کر

صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

عید قرباں

عید رمضاں کی طرح بقر عید سے متعلق بھی تاریخوں میں کوئی معلومات درج نہیں ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اپنے کلام میں اس عید کی مسرتوں کو بھی زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ اس موضوع پر اس کی گیارہ نظمیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں سے ۲ دو تو نہایت اعلیٰ پایہ کے قصیدے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک قصیدہ میں تو اس نے اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ شاید "مورخ میری اس مجلسِ عید کی تاریخ نہ لکھے پھر قصہ خواں اس شاندار عید کے قصے کیوں نہ بیان کرے گا"

عید قرباں کی نظموں میں حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کے واقعات کی تلمیحوں، حج کے لئے سفر کعبہ کی [illegible] اور حج اکبر کی فضیلت کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنی مجلس آرائیوں کا ذکر [illegible] اس زمانہ [illegible]

تقسیم کی جاتی تھی اُس کی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب سے چند سال قبل تک حیدر آباد میں بچوں کے لئے عیدی لانے کا جو طریقہ رائج تھا وہ محمد قلی کے عہد میں عام طور پر موجود تھا۔ اس عید کی تقریب میں بھی محمد قلی مجلس آرائی کرتا تھا اور پھولوں اور خوشبوؤں سے اس کی محفل مہکنے لگتی تھی۔ تمام ملک میں عام طور پر لوگ دعوتیں مناتے، سیخوں کے کباب کھلائے جاتے، باورچی خانوں میں آگ ہمیشہ روشن رہتی اور راستوں پر ہر طرف عزیز و اقارب کے لئے حصوں کے خوان جاتے دکھائی دیتے۔ دسترخوانوں پر جنت کی نعمتیں چن دی جاتیں جن کو دیکھ کر تر لوک بھی حیران رہ جاتے۔ لوگ توؤں پر کباب تلتے تلتے آفتاب کو بھی ایک توا سمجھنے لگتے۔ عید بقر کی پہلی نظم میں وہ لکھتا ہے :—

میرے لئے خوشیوں کے ساتھ بقرعید کی خبر بھی آئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بقرعید میری خوشیوں پر سے قربان ہونے کے لئے آرہی ہے۔

پھول میری مجلس سے رنگ پا کر سہانے دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ اس محفل میں ساقی اپنی آنکھوں کے پیالوں سے شراب پلا کر مجھے رجھاتا ہے۔

سہیلیاں جامۂ محبت کی رنگینیوں سے خود کو سنوارتی ہیں کیوں کہ بقر عید کی آمد آمد سے تمام دنیا میں طبلِ عشرت بجنے لگتے ہیں۔

میری مستی کی ماتی سکیوں کے ساتھ عشق کا کھیل کھیلنا مجھے زیب دیتا ہے۔

اور دنیا اس عشق کو دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاتی ہے۔

چونکہ مجھے آنند اور خوشی کے راگ اور رنگ زیب دیتے ہیں اس لئے عید کی

مستی میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر میرے دل کو راضی کر لیتی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو ہمیشہ عید مستانہ زیب دیتی ہے کیونکہ

میرے سر پر ہمیشہ چتر شاہی سہانا نظر آتا ہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں عید کی تیاریوں خوشیوں اور رنگ رلیوں کی طرف شاعرانہ انداز میں اشارے کئے گئے ہیں۔ اور قربانی کے لحاظ سے دشمنوں اور مخالفوں کے بادشاہ پر سے قربان ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔

پانچویں نظم ذرا طویل بھی ہے اور اہم بھی۔ اس میں بادشاہ نے اپنے شاہانہ جاہ وجلال، فاتحانہ سطوت و اقبال اور عید کے کر و فر کو بڑے کمال سے ظاہر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے :-

اے بادشاہ بقر عید آئی ہے تا کہ دشمن تجھ پر سے قربان کر دیئے جائیں

زمین خوش دل، آسمان خوش حال اور تمام جگ شادان و خنداں ہے۔

چونکہ تو ابراہیم کا تیسرا فرزند ہے اس لئے حضرت اسمٰعیل کی طرح

حق تعالیٰ تیری اور تیرے دوستوں کی اپنی مہربانی سے ہمیشہ نگہبانی کرتا ہے۔

تو علیؑ کا شیر ہے اس لئے تیرے رعب و جلال اور ہیبت کی وجہ سے

آسمان کے شیر (اسد) کو مریخ تجھ پر سے قربان کر دیتا ہے۔

خدا نے تمام ہندستان کو عیدی کے طور پر تجھے دے دیا ہے اس لئے

تیرے ملک میں قیامت تک روز بروز آبادی بڑھتی رہے گی۔

جو کوئی تیرا موافق نہیں وہ محمد (محمد قلی) کا دشمن ہے اور جو محمدؐ کا دشمن

ہوتا ہے وہ ہمیشہ خوار اور پریشان رہتا ہے۔

تو موسیٰ کی طرح ہے تیری تلوار عصائے موسیٰ کا کام دیتی ہے اور تیرا

چہرہ ید بیضا کی طرح روشن ہے۔ تو عیسیٰ کی طرح ہے، سورج تیرا گھوڑا ہے

اور آسمان تیری جولانگاہ ہے۔

تیری بزم میں داؤد کی طرح ہمیشہ نغمے سنائی دیتے ہیں اور خوشیوں پہ

خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

خدا نے تمام پریوں، دیووں، اور وحوش و طیور کے علاوہ انسان اور

جن اور چاروں عنصروں کو بھی تیرے حکم کے تلے کر دیا ہے کیوں کہ تو سچ مچ

سلیمان ہے۔

اگر تیری تلوار کا عکس دشمن پر پڑ جائے تو اس کے جسم کا خون جم کر عقیق اور لعل و مرجان بن جائے۔

جو کوئی تیرا دعا گو ہے اس کے لئے تمام دنیا دعا کرتی ہے اور جو کوئی تیرا ثنا خواں ہے تمام عالم اس کی ثنا کرتا ہے۔

اے قطب شاہ نبیؐ کے صدقے میں کچھ اس طرح گھر گھر خوشی اور جگہ جگہ اطمینان ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تیرے گھر میں بقر عید لاکھ سال کیلئے مہمان بن کر آئی ہے۔

غرض بقر عید کی تمام نظمیں اور دونوں قصیدے بھی نہایت دلچسپ ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ اس یک گونہ خشک موضوع پر بھی محمد قلی نے کس خوبی سے طویل نظمیں لکھی ہیں۔

نوروز اور بسنت

یہ بات پہلے بھی بیان کی جا چکی ہے کہ محمد قلی قطب شاہ نے حیدرآباد میں ایک بین قومی فضا کی ترویج میں بڑا حصہ لیا تھا اور ملک کے جملہ طبقوں کا دل موہ لینے کے سلسلے میں تو وہ اپنے باپ سلطان ابراہیم سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ اس کا لباس وضع قطع اور معاشرت بالکل ہندستانی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر ابراہیم کے بعد محمد قلی جیسا حکمراں تخت نشیں نہ ہوتا تو گولکنڈہ کا بین قومی تمدن اس انتہائی عروج کو نہ پہنچ سکتا جس کی وجہ سے سرزمین دکن اب تک مشہور رہے۔

اس بین قومی تمدن کے پیدا کرنے کے لئے محمد قلی نے مذکورہ خالص اسلامی عیدوں کے علاوہ اور بھی تقریبیں زور و شور سے رائج کیں جن میں نوروز اور بسنت اور آمدِ برسات کی تقریبوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ موخر الذکر کا تذکرہ آئندہ ایک علیحدہ عنوان کے تحت کیا جائے گا یہاں صرف نوروز اور بسنت کی مصروفیتوں کی نسبت کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں۔

افسوس ہے کہ ان دونوں موضوعوں کے بارے میں تاریخوں سے کوئی مواد موجود نہیں

ملتی۔ ان کے متعلق ہماری معلومات کا واحد ذریعہ کلیات محمد قلی قطب شاہ ہے۔

نوروز

عید نوروز کے موضوع پر محمد قلی کی تین نظمیں اور دو اعلیٰ پایے کے قصیدے دستیاب ہوئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس روز وہ کسی مذہبی عید سے کم خوشی نہیں مناتا تھا۔

ان نظموں میں شاعر نے علم نجوم کی اصطلاحوں کا دل کھول کر استعمال کیا ہے۔ اور برج حمل میں آفتاب کی تحویل سے متعلق شاعرانہ انداز میں خیال آرائی کی ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ جب آفتاب بارہ برجوں کی گردش کرتا ہوا خط استوا پر آجائے تو ایک پورا سال ختم ہوتا ہے اور جس روز آفتاب یا زمین کا ایک دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوتا ہے اس کو نوروز کہتے ہیں اور اس دن دوسرے تمام سیارے جن جن مقامات پر ہوں ان کے لحاظ سے آنے والے پورے سال کے حالات کے متعلق پیش قیاسی کی جاتی ہے۔ گولکنڈہ کے ماہرانِ علم نجوم ہر نوروز کی خاصیتوں اور اس کے اثرات کے متعلق دربار میں تفصیل سے معلومات پیش کرتے تھے جن کی بنا پر نوروز کے ساتھ ہی یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا ایک نئی کروٹ بدل رہی ہے اور یہاں کی ہر چیز اب نر و تازہ اور نئی ہو جائے گی۔ آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونے کے وقت کو نہایت مسعود سمجھ کر اوراد و وظائف پڑھے جاتے اور دعائیں کی جاتیں۔ ان سب باتوں کو محمد قلی نے اپنی

نظموں میں پیش کیا ہے ۔

چنانچہ پہلی نظم کے چند شعروں کا خلاصہ یہ ہے :-

نورانی نوروز نور کے جلووں کے ساتھ آیا اور حمل اس کے شایان شان لوازم سے آراستہ ہو گیا۔ تمام عالم میں نور جھلک رہا ہے اور سارا چمن چاند کی طرح جگ مگ کر رہا ہے ۔ ہر طرف ہر قسم کی چیزوں کی ہوا بندھی ہوئی ہے ۔ اور ہزاروں ہرے بن لہلہا رہے ہیں ۔ بادشاہ کی سہلیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ لائے چمن میں صف در صف اٹھلاتی جا رہی ہیں گویا عقد ثریا جیسے ستارے اتر آئے ہیں جس طرح آفتاب اور برج حمل کی قربت سے نئے نئے اثرات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قطب شاہ اور قدرت خدا کی قربت نے قاف تا قاف قطب شاہ کا حکم جاری کر دیا ہے ۔

اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے دوسرے شعر کے اکثر لفظ حرف ج سے، تیسرے کے م سے، چوتھے کے ک سے، پانچویں کے ہ (ہائے ہوز) سے چھٹے کے س سے اور ساتویں کے ق سے شروع ہوتے ہیں مثلاً ؂

(۲) مدھر مدھ مستی سبیا سوں ستو ہر مدن من کی مجلس میں مہتر منڈایا ۔۔۔ م

۵) ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جلس کا ‌ ‌ ‌ ہوس سو بھرے جن ہزاروں ہلایا ۵

۷) قرب سوں قطب شاہ قدرت خدا سوں ‌ ‌ ‌ قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا ...... ق

دوسری نظم ذرا طویل ہے اور طویل بحر میں لکھی گئی ہے ۔ اس میں نوروز کی وجہ سے دنیا پر جو سرسبزی، تر و تازگی اور رونق پیدا ہو گئی ہے اس کا نہایت خوبی اور تفصیل سے تذکرہ کیا ہے ۔ مثلاً کہتا ہے کہ :۔

نئے نورنگ کے نوروز نے نہ صرف کلی کلی کو کھلا دیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسین عورتوں کے جوبن بھی پھر سے بہار پر آ گئے ہیں ۔ پھولوں کے خوش رنگ پیالوں کو شبنم سے دھو کر ان میں گلابی شراب بھر کر سبز رنگ نہالوں جیسی حسینوں کے ہاتھ سے پلا رہا ہے ۔

چمن میں بلبلیں جگہ جگہ ایسی دکھائی دے رہی ہیں جیسے حسینوں کی آنکھوں میں پتلیں ۔ پھولوں کے گچھوں میں کالے کالے بھونرے ایسے نظر آتے ہیں جیسے کالی کوئلیں ہری ہری ڈالیوں میں اڑتی پھر رہی ہوں ....

تیسری نظم میں بھی اسی طرح کے مضامین باندھے ہیں ۔ اور کہتا ہے اس سال پھر نوروز خوشبوؤں کی بشارت لے کر آ رہا ہے کیونکہ اب کے برج حمل میں اس کا

شرفِ عزم ہی ظاہر کر رہا ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل کے چمن میں امیدوں کے پھول کھل گئے ہیں۔ وغیرہ

نوروز کے موضوع پر محمد قلی قطب شاہ کے قصیدے نہایت اعلیٰ پایہ ہیں۔ اور یہ دونوں قصیدے اس کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ترجمان ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ایسے موقع پر لکھے گئے ہیں جب نوروز اور عید رمضان ایک ہی روز یا قریب قریب آئے تھے۔ دونوں قصیدے چونکہ ایک ہی موضوع پر ہیں اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا ایک ہی وقت میں یہ قصیدے لکھے گئے تھے یا دو دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ نوروز اور عید رمضان مل کر آئے تھے۔ پہلا قصیدہ سینتیس[۳] اشعار پر مشتمل ہے۔ اور اس میں صاف طور پر عید رمضان اور نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر درج ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے :-

اے بادشاہ نوروز عید کے روز آکر عید کے آنے کی خبر لے آیا ہے اور پھر سے سکھ کا کاروان اپنے ساتھ لے کر گویا عید کے اہتمام کا سامان لایا ہے۔

تمام عیدوں کے دنوں میں یہ روز عید اچھا ہے اس لئے نیشکر کی طرح اپنی کمر باندھ کر عید کا خراج لے آیا ہے۔

یہ عید اتنی اچھی ہے کہ اس میں دوسری تمام عیدیں غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالکر
عید کا گلدستہ پکڑی کھڑی ہیں۔

ان دونوں شعروں میں محمد قلی نے اپنی عیدوں کے رسم و رواج کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ
کس طرح اس کے ماتحت راجہ اور امرا لشکر کی طرح کمریں باندھ کر سلطنت کے خراج داخل کرنے
کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اسی طرح شاہی تقریبوں اور مجلسوں میں غلام (جن کے کانوں
میں حلقے پڑے ہوتے) اپنے ہاتھوں میں گلدستے لئے کھڑے رہتے تھے۔ روز عید اور
نوروز کے ساتھ ساتھ آنے کے متعلق اور دو شعروں میں کہتا ہے:۔

یوم عید کے پھولوں میں نوروز کے پھول بھی کھلے ہیں اور ان پھولوں کی خوشبو
کی وجہ سے دل عید کی طرف راغب ہوگیا ہے۔

نوروز اور یوم عید آپس میں بھائی پن کا صیغہ پڑھ کر ایک ہوگئے ہیں
اور عید کی خوشیاں اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس قصیدے میں ماہرین نجوم کے اس خیال کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ
جب آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا ہے تو اس کو ساعت نیک کہتے ہیں اور
اس مبارک وقت میں ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے ماہرین نجوم کہتے ہیں کہ
اس وقت صاف و پاک جگہ پر خوشبودار بخور روشن کر کے اور پاک و صاف لباس پہنکر

کسی اسم الٰہی کا ورد کریں اور آخر میں حصول مدعا کے لئے دعا مانگیں تو وہ ضرور بامراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مسعود وقت کے لئے عامل لوگ منتظر رہا کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے روپے کماتے ہیں۔ اسی لئے محمد قلی کہتا ہے کہ :۔

اس عید کے روز امید کے پھول کھل گئے ہیں اس لئے دعا مانگو۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے دنوں کے مقابلے میں یہ دن بہت نمایاں ہے۔

دعا کرو کہ امن و اطمینان کی بارش ہو تاکہ میرے درخت ہرے ہو جائیں اور میرے دل کے چمن کی روشوں میں گل و ریحان کھلنے لگیں۔

عید نوروز سے متعلق دوسرا قصیدہ ناقص الاول معلوم ہوتا ہے اس میں جملہ گیارہ شعر ہیں۔ اس سال غالباً نجومیوں نے بادشاہ کو خبر دی تھی کہ اس کے زائچہ کے لحاظ سے یہ نوروز بہت ہی مبارک و مسعود ہے کیوں کہ اس کے برج میں زہرہ اور مشتری واقع ہوتے تھے۔ بادشاہ خوش ہے اور یہ قصیدہ ایک طرح کا نعرۂ مسرت ہے جس میں شاعر پکار اٹھتا ہے کہ :۔

خدا مجھے عید کی جیسی راتیں اور نوروز جیسے دن عطا کرتا ہے اور میرے دل کی بلبل کے لئے نئی نئی عشرتوں کے پھول کھلاتا ہے۔

لیکن پھولوں کی عید اور چیز ہے اور نوروز کی خوشی اور۔ کیونکہ نوروز

کی وجہ سے ساقی عیش کی طرح اندازی کرکے میرے دل کو محبوب سے ملا دیتا ہے۔

چونکہ میرے برج میں زہرہ اور مشتری آئے ہیں اس لیے اس دفعہ نوروز

کو بڑائی حاصل ہوگئی ہے اور وہ نوروزی صفائی بخش رہا ہے۔

اے مرغ دل ذوق و شوق سے پرفشاں ہو کہ نوروزی برائتیں آئیں جو

بہت جلد غم کی براتوں کو پھاڑ کر تباہ کر دیں گی۔

بسنت اس عید کی تقریب میں بادشاہ کی نو نظمیں ملی ہیں جن میں ایک تو قصیدہ ہے اور دوسری نظم بقرعید اور بسنت دونوں کے ایک ساتھ آنے پر لکھی گئی ہے۔

بسنت دراصل ہندوؤں کی عید ہے جو موسم بہار کی آمد آمد پر منائی جاتی ہے۔ ہندوستان میں بہار کا موسم وسط مارچ سے مئی تک سمجھا جاتا ہے جب کہ پھول کثرت سے کھلتے ہیں۔ بسنت اصل میں سنسکرت لفظ وسنت ہے جس کے معنی ہیں سال کی پہلی فصل جو چیت اور بیساکھ تک رہتی ہے اس زمانے میں چونکہ پھولوں کی کثرت ہوتی ہے اس لئے ہندو پھول جمع کرکے دیوتاؤں کے مندروں یا تالابوں کو لے جاتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ ایک عید یا میلا بن گیا۔ جس کو حضرت امیر خسرو کے زمانے سے دلی کے مسلمانوں نے بھی منانا شروع کر دیا تھا۔ اور وہاں بزرگوں کی درگاہوں پر

مسلمان پھول لے جا کر چڑھاتے تھے۔

محمد قلی قطب شاہ نے گولکنڈہ میں اس تقریب کو خاص اہتمام اور شان و شوکت سے جاری کیا۔ اس کی وجہ صرف یہ نہ تھی کہ وہ ہندوستانیت کو بہت پسند کرتا تھا بلکہ اسکی طبیعت عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھی اور اس عید میں اس کے فطرتی رجحانات اور دل کی امنگیں جس خوبی سے ظاہر ہو سکتی تھیں شاید ہی کسی اور تقریب میں ہو سکتیں۔ موسم کا اثر انسان کی طبیعت پر ضرور پڑتا ہے۔ اور واقعہ تو یہ ہے کہ انسان اپنے ماحول کا بندہ ہوتا ہے۔ پھر محمد قلی جیسا حساس انسان جو اپنے اطراف و اکناف کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے متاثر ہوتا تھا! فرق اتنا ہے کہ وہ ماحول کا بندہ بننے کی جگہ اس خوش اسلوبی سے اپنے ماحول کو کام میں لاتا تھا کہ صحیح معنوں میں اس کا آقا بن جاتا۔

اس کی رعایا میں ہندوؤں کی کثرت تھی اور اس کے محل میں بھی ہندو عورتوں اور ملازموں کی کمی نہ تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ انہی کی خاطر بسنت نہیں مناتا تھا بلکہ خود اپنی خاطر اس تقریب میں بے تکلفی سے حصہ لیتا تھا۔ بسنت کی نظموں میں اس نے جس بے ساختگی اور رنگینی کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے بسنت کی آمد آمد کے ساتھ وہ پھولوں نہیں سماتا تھا۔ چونکہ اس موسم میں شہوانی جذبات بھی برانگیختہ ہوجاتے ہیں اس لئے ان نظموں میں بعض جگہ اظہار خیالات کے لئے وہ بہت

عریاں پیرایہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اس خصوص میں وہ عہدِ حاضر کے شبابی شاعروں سے بہت مشابہ ہے۔

ان نظموں سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی اس موسم میں پھول کھیلنے کے علاوہ اپنی محبوباؤں اور کنیزوں کے ساتھ جی کھول کر رنگ بھی کھیلتا تھا۔ محلوں اور باغوں میں پھولوں کے انبار جمع کر دیئے جاتے تھے اور حوضوں کو رنگوں سے بھر دیا جاتا۔ جن پُر تکلف جلسوں میں راگ، رنگ، اور شراب و شاہد کے افراط کے ساتھ محمد قلی جیسا رنگیلا بادشاہ ہو اُن کی رنگینی کا کیا پوچھنا! لیکن ان رنگینیوں اور رنگ رلیوں کی کامیاب ترجمانی بڑے سے بڑے شاعر سے بھی ممکن نہ تھی۔ یہ تو محمد قلی ہی کا حصہ تھا۔ دنیا کا کوئی شاعر اپنے کلام میں اپنی زندگی کو اتنا عریاں نہیں پیش کر سکتا تھا جتنا محمد قلی نے کیا۔ اس کا کلام اس کے قلب کی گہرائیوں سے نکلتا تھا۔ اس کو مبالغہ، تصنع، یا آورد کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ وہ ریاکاری کے ذریعے سے خود کو پاکباز یا زاہدِ مرتاض ثابت کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے ہر جگہ خود کو ایک رندِ شاہد باز ظاہر کیا ہے۔

قلعہ گولکنڈہ سے متصل نئے قلعہ میں جو پُر فضا تالاب اور وسیع مرغزار ہے اس میں اب بھی بسنت کے زمانے میں ایک میلہ لگا رہتا ہے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے ہندو عورتیں بناؤ سنگار کر کے اور پھولوں کی ٹوکریاں لئے ہوئے گاتی اور اٹھلاتی چلی آتی ہیں۔ چونکہ یہ عہدِ قطب شاہیہ میں ایک سرسبز و شاداب باغ تھا اس لئے

یقین ہے کہ محمد قلی کی بسنت کی محفلیں یہاں بھی منائی جاتی ہوں گی اور آج بھی جب کہ محمد قلی کو اس دنیا سے گزرے تین سو اسی ۳۸۰ برس گزر گئے اس جگہ ہر سال بسنت میں میلہ لگا رہتا ہے۔ یہاں کی چہل پہل موسم کی ترو تازگی، اور ماحول کی شگفتگی دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ کیا تعجب ہے جو محمد قلی جیسے بسنت کے شیدائی کی روح اب بھی اس پر کیف منظر کے دیکھنے کے لئے اس میلے میں شریک رہتی ہو۔

بسنت کی نظموں میں سب سے پہلے قصیدۂ بسنت قابل ذکر ہے۔ کیونکہ بادشاہ کو فخر ہے کہ اس نے اس میں بڑے اچھے شعر نکالے ہیں۔ چنانچہ آخر میں وہ کہتا ہے کہ

خدا نے تجھ کو فن شعر میں ایسی نزاکت بخشی ہے کہ اے معانی شبہ ہوتا ہے کہ یہ شعر تیرے ہیں یا خاقانی کے۔

اس قصیدے کا آغاز بسنت کی آمد آمد کے ذکر سے کیا ہے اور لکھتا ہے:۔

بسنت کا پھول یاقوتِ رمانی کی طرح کھلا ہے اس لئے اے سہیلیو! سب مل کر بسنت کو اپنے یہاں مہمان رکھو۔

بسنت کی رُت نے اپنے ساتھ خوشیاں لاکر فراق کی آگ کو بجھا دیا ہے اے نویلیو آج ایک نئی مجلس شاہانہ ترتیب دو۔

بسنت کی آمد آمد کی وجہ سے تمام درختوں کو جواہر کی طرح پھول لگے ہیں۔

تاکہ تم اپنے پیا پر پھولوں کو موتیوں کی طرح نچھاور کرو۔

اے ساقی! بسنت کے پھولوں پر کی شبنم کو شراب کی طرح صراحی میں بھر لا تاکہ اس شراب کے پینے سے ایسی مستی ہو کہ ہمارا رنگ نورانی ہو جائے۔

صراحی سے شراب انڈیلتے وقت قلقل کی ایسی آواز نکلتی ہے گویا بادل مست ہو کر گرج رہا ہے۔ اس قلقل کی آواز کو ابر نیساں کی آواز سمجھ کر پیالہ پیتے جاؤ۔

اے ساقی! شراب پلاتا جا تاکہ مجھ کو کشف ہونے لگے۔ کیونکہ شراب ہی کی وجہ سے مجھے پوشیدہ راز بھی نظر آنے لگتے ہیں۔

عنبر، عود، مشک، زعفران کا رت آیا ہے اسی وجہ سے ان سب کی خوشبو دنیا کو گلستان بنا دیتی ہے۔

اے سہیلیو! تم سب مل کر چاند اور سورج کے حوض خانوں کو بھی آب حیات سے بھر دو تاکہ ہم انشانی رنگ کھیلیں۔ بسنت کے پھولوں کی مالا پہن کر بنہ جیسی صحن میں نکلی آئی ہے جس کے پھولوں کے نقش زنگار کو دیکھ کر مانی بھی حیران ہے۔

سورج کی کرنوں کو پھولوں کی چھڑیاں بنا کر ہم ایک دوسرے کو مارتے ہیں۔ سہیلیوں کے ساتھ یہ کھیل خدا کرے کہ میں ہمیشہ کھیلتا رہوں۔"

اس نظم کو لکھتے وقت بادشاہ خوشی کے مارے اتنا آپے سے باہر ہو جاتا ہے کہ

اس کو اپنے دشمنوں کی شکست اور اپنی کامرانی یاد آجاتی ہے اور کہتا ہے کہ :۔

قطب شاہ پر مصطفی اور مرتضی کی نظر ہے اسی لئے اس کے دشمن کی پیشانی پر حرف پشیمانی لکھ دیا گیا ہے۔

ان کے دشمنوں پر ازل ہی سے لعنت بھیجنا واجب ہے خواہ وہ مرقندی ہوں یا بخارائی یا ملتانی۔

نظموں میں پہلی نہایت پر لطف ہے اس میں اس نے اپنے بسنت کھیلنے کا طریقہ اور اس کے رسوم سب صاف صاف بیان کر دیے ہیں۔ یہ نظم جذبات کے اظہار سے معمور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ اور اس کی سہیلیاں بسنت کھیلتی ہوں تو مطربان خوش گلو اس نظم کو گاتی رہتی تھیں۔ وہ لکھتا ہے :۔

" اے پیارے ! آؤ عشق کی بسنت کھیلیں کیونکہ تم چاند ہو اور میں تارا ہوں۔ میرا جسم خالص کندن کی طرح چمک رہا ہے اور میں سنگار کر کے اور ہر طرح کے چھند بند کے ساتھ تیار ہوں۔

ہم اور ہمارا ساجن اس طرح بسنت کا رنگ کھیلیں جیسے آسمان شفق کی وجہ سے رنگا رنگ ہو جاتا ہو۔

شفق کے رنگ کے پیچھے سے جس طرح تارے جھلکنے لگتے ہیں اسی طرح ہمارا سورج کی کرتوں جیسے زر کے تاروں سے بنا ہوا لباس جھلکنے لگا۔

پیاری بسنت کو پیا کے قدموں سے مل کر لے آئی اور کچھ اس طرح بسنت کھیلی کے رنگ رنگ کو سنگار حاصل ہو گیا۔

اپنے جوبن کے حوض خانوں میں عشق کا رنگ بھر کر جسم کے روئیں روئیں میں بجلی کی رو دوڑا دیتی ہے۔

رنگ سے بھیگی ہوئی چولی میں سے سر پستاں رات کی نشانی بن کر سیاہ نظر آتی ہے اور اس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ سورج (جیسے پستان) کے بیچ میں رات کو کیسی جگہ مل گئی۔

بسنتی رنگ کے جسموں اور کندنی گالوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیسر کی آگ کی بہار پھل پھول رہی ہے۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ نے ایسی دھوم دھام کی بسنت کھیلی کہ تینوں عالم رنگیلے ہو رہے ہیں۔

بعد کی دو نظموں کے بعض مصرعے پڑھے نہیں گئے۔ ان نظموں میں محمد قلی نے

لکھا ہے کہ بسنت کی ہوا آئی اور سکھیوں کے تن مشک و زعفران کی خوشبو سے معطر ہو گئے۔ چاروں طرف ہرے رنگ کی ہوا چھا گئی۔ کوئلیں نغمے گانے لگیں مور کی اچھے رس والی آواز عالم کا دل لبھانے لگی۔ طرح طرح کے گلابی رنگ کے لباس رنگیلی چھبیلیوں کے قد پر زیب دینے لگے۔ اور موتیوں کی بارش عجیب منظر دکھانے لگی۔ پپیہا میٹھے میٹھے گیت گانے لگی۔ پھول جیسے ہونٹوں کے پیالوں سے شہد جیسا رس ملنے لگا۔ پیاری اور پیا ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سرو کے بن میں گلاب کے پھولوں کی مالا پہن کر نکلے۔ کولیوں کے گلے اچھے اچھے نغمے الاپنے لگے کہ تنن تن تن تنن تن تن تلالا۔ ایسے گوسائیں کی ہمیشہ سیوا کرنا چاہیئے جو نحوست کو دور کر کے نہال کر دیتا ہو۔ قطب شاہ کو بسنت کھیلتا اور عیش مناتا ہوا دیکھ کر کیا تعجب کہ دشمنوں کے سینوں میں دکھ کے بھالے سلگتے ہوں۔

پانچویں اور چھٹی نظمیں مکمل ہیں اور ان میں بھی بسنت کی مصروفیتوں کو بڑی خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے۔ ساتویں نظم بڑی طویل بحر میں اور بہت پر زور لکھی ہے۔ اس کے چند اشعار کا خلاصہ یہ ہے:۔

بادشاہ کے مندر میں بسنت سعادت کی خبر لے کر آیا۔ بسنت کے آنے کی وجہ سے آنکھوں کی پتلیوں کا چمن پھولوں اور پھلوں سے معمور ہو گیا۔

بسنت کے پھول نے تمام پھولوں کو مہمان بن کر آنے کی دعوت دی

اور اس دعوت میں گلاب کو پیالہ بنا کر خدمت کرنے کی غرض سے لے آیا۔

بسنت کی روشنی سے تمام دنیا میں پھول کھل گئے اور آسمان پر لال

رنگ چھا گیا۔ سورج کی دھوپ میں بسنت ہی کا رنگ نور بن کر جھلکتا ہے

اور چاند کے حوض کو بسنت نے چندن بھر کے مہکا دیا ہے۔

بسنت کی وجہ سے ہر گھر میں موتیوں اور یاقوتوں کے انبار لگ گئے۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بسنت نے ہر گدا کو خاقان کے ہم پلہ بنا دیا۔

اے معانی خدا کا شکر بجا لا کہ تیرے مندر میں رات اور دن خوش

اور آنند کے ساتھ بسنت منایا جاتا ہے۔

ان سات نظموں اور قصیدے کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے ایک نظم بقر عید

اور بسنت کے ایک ساتھ آنے پر بھی لکھی تھی یہ بڑی اچھی نظم ہے اور اس میں بادشاہ

نے بقر عید اور بسنت دونوں کی مسرت کی ترجمانی کی ہے۔ دو موضوعوں پر ایک ساتھ

خیال آرائی کرنے میں محمد قلی کو بڑا کمال حاصل تھا۔ اس کی اس قسم کی نظمیں اردو شاعری

میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائیں گی۔ اس کا نوروز اور روز عید کا قصیدہ

اردو زبان میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اسی طرح بقر عید اور بسنت کی نظمیں بھی نہایت ہی

پرلطف اور بلند پایہ ہے وہ لکھتا ہے :۔

"بسنت بکرید کے ساتھ مل کر عشرت کے پھولوں کی بہار لے آیا اور

اور بسنت کا بکرید کے ساتھ آنا میری تمام رنگ بھری سہیلیوں کے دل کو بہت بھایا۔

اس کی خوشبو کی مہکاہٹ سے اس جگ میں بہار آگئی ۔بسنت اور بکرید کی وجہ

سے عیش کے پھول باغ عالم میں چھا گئے ۔

تمام جنگل آسمان کی طرح سبز ہو گئے جن پر تاروں کی مانند پھول کھلنے لگے

بسنت نے بکرید کے ساتھ زہرا کو مجبور کر دیا کہ وہ منگل کے ساز پر گائے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کھلتی ہوئی کلیوں کے نازک ہونٹ کچھ بھید بیان

کرنے کے لیے ہل رہے ہیں ۔کیونکہ بسنت بکرید کے ساتھ اس لیے آیا ہے کہ

دونوں مل کر بادشاہ کی تعریف بیان کریں ۔ (جو ایک ہی کے بس کی بات نہ تھی)

جب بادشاہ خوبصورت سکھیوں کے چہروں پر رنگ ملتا یا ڈالتا ہے تو

ان کی آنکھوں کی پتلیاں ایسی جھلکتی نظر آتی ہیں جیسے سورج نے رات میں تاروں

پر اپنی کرنیں ڈالی ہوں ۔

ہماری بزم میں عشرت کے بادل اور آب حیات کی پھوار یا جھڑی برسنے

لگتی ہے کیونکہ بسنت نے بکرید کے ساتھ آ کر میرے دل کے چمن میں سکھ کی

کونپلیں اگائی ہیں۔

بسنت اور بکرید دونوں حضرت نبیؐ کی نظر کرم کی وجہ سے ایک جگہ مل کر آئے ہیں اور قطب زماں آنند اور سکھ پا رہا ہے۔

مرگ سال یا آمد برسات

مرگ سال یا آمد برسات کے موقع پر جو عید منائی جاتی تھی اس کا تذکرہ بھی نوروز اور بسنت کے بعد ضروری ہے۔ یہ یہ اصل میں عوام کی عید ہے۔ اور خورداد اور تیر کی چلچلاتی گرمیوں کے بعد جب موسم بدلتا ہے اور بارش شروع ہونے لگتی ہے تو زمین کے ذرہ ذرہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ پھر انسانوں کا کیا پوچھنا! اور دکن میں تو موسم باراں ہی اصل میں موسم بہار ہے یہی وجہ ہے کہ محمد قلی نے بارش کے آغاز کو بڑی اہمیت دی اور جس روز مرگ لگتا یا برسات کا موسم شروع ہوتا وہ بڑی دھوم دھام سے مجلس آرائی کرتا۔ شراب کے دور چلتے۔ مطربانِ خوش نوا رقص و سرود کے کمال دکھاتے۔ باغوں میں جھولے ڈالے جاتے عشق و شیفتگی کے جذبات برانگیختہ ہونے لگتے۔ سہیلیاں مشک و زعفران و عنبر مل کر اپنے جسم کو معطر بنالیتیں اور بیر بہوٹی کے رنگ کے سرخ کپڑے زیب تن کرتیں۔ پھول اور پان کے طبق تقسیم کیئے جاتے۔ تمام محلات شاہی میں زمردی رنگ کی مسندیں بچھادی جاتیں اور ہر طرف خوشی و خرمی کا اظہار کیا جاتا۔

محمد قلی نے اپنے شاعرانہ کمال کا بہترین اظہار اس موضوع سے متعلقہ نظموں میں بھی کیا ہے۔ اس نے موسم باراں کی آمد آمد پر پندرہ نفیس نظمیں لکھیں اور گرمیوں کے بعد موسم کی تبدیلی کی وجہ سے کائنات جس طرح متاثر ہوتی ہے اُس کے ایسے پاکیزہ مرقعے چھوڑ گیا ہے جو اردو شاعری کے شاہکار سمجھے جا سکتے ہیں ان نظموں میں منظر نگاری کے بہترین نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔ اس کی یہ نظمیں زیادہ تر گائی جاتی ہوں گی کیونکہ ان میں موسیقیت کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ اور قافیے اور ردیفیں ایسی استعمال کی ہیں جو لے کے ساتھ پڑھنے میں بڑا اثر پیدا کرتی ہیں۔

پہلی نظم میں وہ کہتا ہے:۔

بارش کا موسم آیا اور کلیوں کا راج شروع ہو گیا۔ کیونکہ اب ہری ہری ڈالیوں کے سروں پر پھولوں کے تاج پہنائے جائیں گے۔

مینہ کی بوندوں کا پیالہ ہاتھ میں لے لو کیونکہ ہر مہ جبین بڑھ چڑھ کر سج دھج کر رہی ہے۔

جسم ٹھنڈک کی وجہ سے لرز رہے ہیں اور جوبن کپکپا رہے ہیں۔ پیا کا چہرہ دیکھتے ہی چولی خود بخود پھٹی جا رہی ہے۔

نازنین کا چہرہ بجلی کی طرح چمکنے لگا جب وہ شرم کے مارے آنچل
ہٹا کر پھر چہرے پر ڈال لینے لگی۔
اس کے بالوں میں پھول ایسے نظر آنے لگے جیسے آسمان پر تارے۔
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس عہد کی پدمنی ہے۔
چاروں طرف گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور مینہہ برستا ہے۔
عشق کے ترانوں سے موروں نے چمنوں کو معمور کر دیا۔
اے قطب شاہ حضرت مصطفیٰؐ کے صدقے سے برسات آئی ہے
اس دن عشق و عاشقی کے ساتھ حکومت کرو۔

آمد برسات کی بعض نظموں میں بادشاہ نے اپنی فتحمندی اور خوش طالعی پر بھی بڑی مسرت کا اظہار کیا ہے اور اپنی تعریف میں اتنا زیادہ لکھا ہے کہ خود ستائی تک پہنچ گیا ہے۔ ساتھ ہی بعض دشمنوں کی بڑی مذمت کی ہے اور ان کی ذلت و رسوائی اور ناکامی کا تلخی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بارش سے قبل بعض اہم لڑائیوں میں فتح پائی تھی۔ چنانچہ مدعیان سلطنت عبدالقادر عرف شاہ صاحب اور خدا بندہ (برادران محمد قلی) کی بغاوت کے تذکرے میں بارش سے متعلق انہی نظموں میں سے ایک کا ذکر

کیا جا چکا ہے۔

بارش کی دوسری نظم میں اس نے جس طرح خودستائی کی ہے اس کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ اس نظم کے بعض شعروں کا خلاصہ اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر درج ہو چکا ہے۔

مرگ سال کی پانچویں نظم تو صرف نام کو بارش سے متعلق ہے۔ ورنہ پوری نظم بادشاہ کی فتحمندی اور دشمنوں کی شکست کی خوشی سے معمور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عین بارش کے آغاز کے وقت اس کو کوئی بڑی فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ نظم اور اس کا خلاصہ اس کتاب کے صفحات ۱۰۳ و ۱۰۴ درج ہے۔

اسی طرح آٹھویں نظم کے خاتمہ پر بھی کسی کامیابی کی طرف اشارہ کیا ہے جب کہ کہتا ہے:۔

اے محمد قطب شاہ خوشی کی خبریں آئی ہیں۔ اس لئے مرگ کے ساتھ فتح و کامرانی کی تقریب بھی منعقد کرو۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بحث تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لیے چھیڑا گیا کہ گولکنڈہ میں محمد قلی کے عہد حکومت میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں ملک کے حالات کے پیش نظر بارش سے قبل فتح حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس طرح

عہد محمد قلی کی لڑائیوں کے مہینوں کا تعین کرنے میں ان نظموں سے مورخ کو بڑی مدد مل جاتی ہے۔

اصل موضوع یعنی آمد برسات کی رنگ رلیوں کا بھی خود محمد قلی کی زبان سے کچھ حال معلوم کر لینا دلچسپی سے خالی نہیں۔

گیارھویں نظم میں وہ مرگ کی تقریب منانے کے لئے اپنی سکھیوں کو یوں دعوت دیتا ہے :۔

مرگ کے بادل گرج رہے ہیں، اے سکھیو آؤ اور سنگار کرو۔ بارش کے قطرے آہستہ آہستہ گرنے لگے تم ان سے اپنی چولی بھگا لو۔ (تاکہ تمہارے جوبن کی بہار نظر آئے)۔

عطار نے ہواؤں کے جنگل میں پھولوں کے طبل کھول کر خوشبو کی مہکا اٹھا دی ہے اس لیے تم پھر میرے دل میں چلے آؤ۔

جس طرح ڈالیوں پر سرخ پھول نکل آئے ہیں اسی طرح تم اپنے بازوؤں پر بازوبند کے سرخ پھندنوں کی بہار دکھاؤ۔

بادلوں کی وجہ سے آسمان اور زمین کا ایک رنگ ہو جانا!

بڑا اچھا منظر دکھائی دے رہا ہے۔ آج عیش کا دن ہے اس لیے

اے سکیو تمہار گاؤ۔

تم سب سر سے پاؤں تک پر تکلف اور چمکدار سرخ لباس پہن لو۔

جس طرح سورج شفق میں چمکتا ہے اس طرح اے سکیو تم میں سے ہر ایک

چمکے۔

ہونٹوں کی یاقوتی پیالیوں سے شراب محبت بھر کے نئے بادشاہ

محمد کو بھی پلاؤ۔ ناچنے والیوں کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں سے شراب پلا کر

مست بنا دو تاکہ وہ شاہی مندر کے صحن میں نٹوں کی طرح ناچنے لگیں۔

یہ نظم محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی جب پہلی دفعہ مرگ لگا ہے اس وقت

یعنی ۹۸۸ھ کی برسات کے آغاز میں لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اس نے خود کو اس نظم میں نئے

بادشاہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس طرح گویا وہ سولھویں سال میں تھا جب یہ نظم

لکھی گئی ہے۔ اور دراصل یہی نظم گولکنڈے میں مرگ کی تقریب منانے کا آغاز کرتی ہے

ایک اور بہت اچھی نظم جو غالباً بہت بعد لکھی گئی اس سلسلہ کی نویں نظم ہے۔

اس کی تصنیف کے وقت اس تقریب کو رائج ہوئے عرصہ گزر چکا تھا کیونکہ اس میں

وہ آمد برسات کی خوشیوں کا تذکرہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی بارہا ان تقریبوں سے

محظوظ ہو چکا ہو اور اب اپنے گزشتہ کے تجربے بیان کر رہا ہے۔ اس نظم کی

بحر طویل اور زمین بڑی پر لطف اختیار کی گئی ہے۔ اس میں کہتا ہے :۔

مرگ کے بادلوں کو گرجتا ہوا دیکھ کر بالیاں (دوشیزائیں) چاروں طرف سے آئیں اور فوجوں کی طرح ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ اور اپنے زرق برق لباس سے زمین پر بجلیاں چمکانے لگیں۔

ان نئی نئی اور شوخ دوشیزاؤں نے اپنی چولیاں پانی کی بوندوں سے بھگا لی ہیں اور جھولوں میں بیٹھ کر جھول رہی ہیں۔

شراب عشق کے پیالوں، غمزہ کرنے والی آنکھوں کی چالوں، اور جوانی کے الاپوں (ترنگوں) سے مست ہو کر یہ دوشیزائیں آپس میں ہنس منا رہی ہیں۔

ان چھبیلی پتلیوں جیسی دوشیزاؤں کے جوبن چولیوں کے بند سے آزاد ہو کر نکل پڑے ہیں، ان کے جسم سے شراب عشق ابل رہی ہے، اور وہ اپنی آنکھوں سے فریفتہ بنا رہی ہیں۔

اپنے زرق برق لباس کی وجہ سے ہر لحہ جگمگا رہی ہیں، رہ رہ کر یادشاہ کے گلے لگ رہی ہیں، اور چال میں ایسی ڈگمگا رہی ہیں جیسی کہ باولی لڑکیاں ہیں۔

ایک سے زیادہ دوسری چمک رنگ دکھائی ہیں جس کو دیکھ کر دنیا کے

بڑے بڑے سیانے راہ بھٹک جائیں۔ جب یہ چلبلی لڑکیاں مست خرام ہوتی ہیں تو ڈھلے ہوئے موتی بھی ان کو دیکھ کر مارے شرم کے پانی پانی ہوجاتے ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں یہ پاک و صاف دوشیزائیں نازو انداز کے ساتھ رات اور دن قطب شاہ کے ساتھ رہتی ہیں اور اپنا من بھاتا سکھ حاصل کرتی ہیں۔

اس نظم کی ردیف لفظ بالیاں (یعنی دوشیزائیں) ہے۔ اور قافیے چلبلیاں، پتلیاں، نرملیاں، بجلیاں، ملیاں، اور یاولیاں وغیرہ۔

ایک اور نظم (نمبر ۱۲) کی ردیف "میں" اور قافیے گگناں، چمناں، اور جوبناں وغیرہ ہیں۔ اس کی بحر بھی خاص ہے۔ چونکہ اس میں بارش کے مناظر کے لیے بڑی اچھی تشبیہیں استعمال کی ہیں اس لئے اس کے چند اشعار کا خلاصہ بھی درج کیا جاتا ہے:۔

آسمان پر فرشتوں نے مرگ کے جینے کو دعوت دی اور اس خوشی میں سمندر کے موتیوں کو آسمان سے برسایا جن سے ہمارے صحن بھر گئے۔

زمین نے سر پر جواہر کی پگڑی باندھ لی اور آنگ میں کانچ کے رنگ

کی چولی پہن لی۔ اور لعل یمن جیسی بیر بہوٹیاں تمام ملکوں میں نکل آئیں۔

ہر طرف ہرے بھرے جنگل دیکھ کر چاروں طرف سے مور کوک رہے

اور رنگ برنگ کے پرندے چمنوں میں مست ہو کر نغمے گا رہے ہیں۔

ہرے جنگل میں لال لال پھول نہیں ہیں بلکہ زمرد کی لگنوں میں شبنمی

نیل سے شمعیں جل رہی ہیں۔

اس تازگی اور طراوت کو دیکھ کر موہنیاں اپنے خوشرنگ جسموں

پر رنگ برنگ کے لباس پہنی، اپنے جوبنوں کی بہار دکھاتی ہوئی ناز و

انداز کے ساتھ محو خرام ہیں۔

ان کے آب حیات جیسے صاف وشفاف پستانوں کے ساتھ سیاہ

بھینٹنیں دمر پستان ظلمات کی طرح لگی ہوئی ہیں۔ یا جوبن کے پاک وصاف

آسمانوں پر دو کالے کالے بادل چڑھ آئے ہیں۔

ہوا کا نظارہ کرنے کے لیے مست سہیلیوں نے شراب پی لی ہے

اور چنبیلی کے پھولوں میں بھنورے ملہار کے گیت گاتے پھر رہے ہیں۔

یہ مشک جیسے سیاہ بھنورے نہیں ہیں جو پھولوں کو اپنا وطن بنائے

ہوئے ہیں بلکہ چنبیلی جیسی نرل تھوڑیوں کی کالی کالی تلیں ہیں۔

زر بنے کے لباس میں سکیاں سر سے پاؤں تک زرق برق نظر آرہی ہیں اور اُن کے گھنگروؤں اور پیجنوں نے میرے دل کو لبھا کر مچھلی کی طرح بے تاب بنا دیا ہے۔

آخر میں ایک اور نظم کے تذکرے کے بعد اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے یہ نظم ایک ایسے وقت لکھی گئی تھی جب کہ عید میلاد نبی کے زمانے میں یعنی وسط ماہ ربیع الاول میں دھوپ کا خاتمہ ہو کر بارش کا آغاز ہو رہا تھا۔ بادشاہ اس سال آمد برسات کو خاص اہمیت دیتا ہے اور کہتا ہے:۔

یوم میلاد نبی میں آنے کی وجہ سے مرگ سال کو وہ لطف حاصل ہوا جو عام طور پر دنیا میں نہیں ملتا۔

مرگ سال نے یوم نبیؐ کی خوشی میں چاروں طرف بادل کے منڈپ تان دیئے ہیں اور بجلیوں کے تارا منڈل گرج رہے ہیں ۔

اس دفعہ کچھ ایسے طریقے سے مرگ سال فضا پر چھایا ہوا ہے کہ زمین تازہ ہو کر مارے خوشی کے ہنس رہی ہے ۔

ہرے ہرے فرش پر مرگ سال نے خود فراش بن کر موتیوں کے بچھونے بچھا دیے ہیں۔

اور دنیا میں جملہ مخلوق کو (مساوی طور پر فیض پہنچا کر) ایک طرح سے عیش کرنے کا حکم دیا ہے ۔ اور پاک وصاف بارش کے قطروں کو گلاب بنا کر عالم کے سینے پر چھڑک دیا ہے

قطب شاہ کو عید میلاد نبی مناتا ہوا دیکھ کر مرگ بھی بڑے شوق سے نبی کا سہیلا گا رہا ہے ۔

رسم و رواج اور دیگر مصروفیتیں

عیدوں اور تہواروں کی دھوم دھام اور مصروفیتیں معلوم کرنے کے بعد ہمارا خیال محمد قلی قطب شاہ کی خانگی دلچسپیوں اور روزمرہ کی مصروفیتوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس موضوع کی خاطر تاریخوں اور کلیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے کہ محمد قلی گولکنڈہ یا قطب شاہی تمدن و معاشرت کا سب سے بڑا تعمیر کار تھا۔ اس کے عہد میں جو رسم و رواج چل پڑے وہ اس کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جس کو آج دکنی تہذیب و معاشرت کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر محمد قلی ہی کی مرہون منت ہے۔

دکن میں شادیوں کے سلسلے میں جو رسم اب تک رائج تھے ان میں سے اکثر محمد قلی کے رائج کردہ ہیں۔ یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ حیدرآباد اور مضافات میں اب تک (یعنی ساڑھے تین سو سال گزر جانے کے بعد بھی) جلوہ کے وقت محمد قلی قطب شاہی کے لکھے ہوئے گیت گائے جاتے ہیں۔ مہندی اور ساچق کے رسوم بھی

اس نے بڑی دھوم دھام سے جاری کئے تھے۔ اور سالگرہ کی تقریب منانے پر تو اس نے خاص طور پر توجہ کی تھی۔

اس باب میں پہلے انہی مذکورہ رسوم سے متعلق معلومات پیش کرنے کے بعد محمد قلی کی دوسری روزمرہ کی مصروفیتوں اور دلچسپیوں کے متعلق اجمال کے ساتھ لکھا جائیگا۔

سالگرہ

محمد قلی اپنی سالگرہ کی تقریب بھی عیدوں اور تہواروں کی طرح بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ مناتا تھا۔ یہ اگرچہ اس کا خانگی کاج تھا لیکن ہر طبقہ اور ہر قوم کی رعایا کے لیے یہ ایک مشترکہ قومی تقریب بن گئی تھی۔ خود بادشاہ نے اس کو تمام اہل ملک کے لئے ایک سرکاری عید کے طور پر رائج کر دیا۔

یوں تو محمد قلی قطب شاہ ۴ ر رمضان کو جمعہ کے دن پہلے پہر میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کی سالگرہ کی تقریب ہر سال اسی تاریخ کو نہیں منائی جاتی تھی بلکہ رمضان کا چاند دیکھنے کے ساتھ ہی ماہرین نجوم کے مشورہ سے تاروں کو دیکھ کر مبارک ساعت اور اچھی گھڑی کا تعین کر کے بادشاہ کی سالگرہ منانے کا دن تاریخ اور وقت مقرر کیا جاتا تھا۔

دن اور وقت کا تعین ہوتے ہی تمام محلاتِ شاہی کو آراستہ کیا جاتا بڑے بڑے شامیانے یا منڈپ اور آسمان گیریاں تانی جاتیں جن کے اونچے اونچے

نقموں کے کلس چاند اور سورج کی طرح چمکتے رہتے تھے ۔ خوشی کے دمامے بجنے لگتے ٹھٹھیاں بجائی جاتیں اور تارامنڈل چھوڑے جاتے ۔

جہاں سالگرہ کے پھول پہنائے جاتے تھے اس جگہ نیلگوں رنگ رجو ظلِ شاہیوں کا سرکاری رنگ تھا) کا چتر لگایا جاتا ۔ اور جب بادشاہ مرصع لباس زیب تن کیے اور سر پر شاہی تاج رکھے اس چتر کے نیچے مسند پر بیٹھتا تو سات سہیلیاں پھولوں کا منڈپ پکڑی کھڑی رہتیں ۔ یہ منڈپ نیشکر یعنی گنّے کی چھڑیوں پر باندھا جاتا تھا۔ اور گنّے کی ان چھڑیوں کو یہ سات نازنینیں تھامی رہتی تھیں ۔

بڑے بڑے طبقوں میں مشک و زعفران بھر کر لایا جاتا تھا جو بادشاہ کے ساتھ تمام حاضرین محفل کو بھی لگایا جاتا ۔ اس دعوت میزبانی میں اتنے لوگ جمع ہوتے کہ تِل دھرنے کو جگہ نہ رہتی ۔ بادشاہ قبلہ رو بیٹھتا تھا ۔ اور چودہ ائمہ معصومین کے نام لے کر سہرا باندھتے ۔ حضرت علیؑ کا نام لے کر گلے میں ہار پہناتے اور مصری چبانے کے لیے پیش کیجاتی ۔ اس کے بعد نظر اتاری جاتی اور زر و جواہرات نثار کیے جاتے ۔

بادشاہ کے مصری چبانے کے ساتھ ہی تمام مخلوق میں مصری تقسیم کی جاتی تھی اس اثنا میں گانے اور ناچنے والیاں اپنے اپنے کمال دکھاتی رہتیں دعوتِ میزبانی کے آخر میں اتنے پھول پان تقسیم ہوتے کہ ان کا خرچ لکھنا مشکل تھا ۔

جس روز بادشاہ کی سالگرہ منائی جاتی تمام ملک میں ہر مذہب و ملت کے لوگ سجدے کر کے یا ہاتھ اٹھا اٹھا کر بادشاہ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے شاہی باورچی خانوں سے لال لال طبقوں میں الوان نعمت کی تقسیم عمل میں آتی۔

یہ تمام معلومات تاریخوں سے نہیں بلکہ خود محمد قلی قطب شاہ کے کلام سے حاصل ہوئی ہیں۔ اس نے اپنی سالگرہ سے متعلق ہر سال ایک نہ ایک نظم ضرور لکھی تھی جن میں سے دس کلیات میں شائع ہوی ہیں ان نظموں کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اس نے خدائے تعالیٰ کی عنایتوں کا بڑی عاجزی سے اعتراف کیا ہے۔ اس کے احسان مندی کے جذبات جتنے ان نظموں میں نمایاں ہیں کہیں اور نہیں۔ وہ ہر سالگرہ کے وقت سرتاپا عجز و انکسار کا پتلا اور خدا کا سچا سپاس گزار بندہ بن جاتا تھا۔ وہ اپنی درازیٔ عمر اور ترقی اقبال کے لئے بڑے عجز و الحاح کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے اور اس کو یقین تھا کہ وہ اپنی ہر سالگرہ محض نبیؐ اور اہل بیت نبیؐ کے مہر و کرم کی وجہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اس لیے وہ ان سب کی مدح و منقبت میں رطب اللساں ہے۔ ان نظموں میں اس نے خودستائی بھی کی ہے لیکن اس میں بھی اس کو نبیؐ و آل نبیؐ ہی کی توصیف و مدحت مقصود تھی مثلاً تیسری نظم میں لکھتا ہے:۔

خدا کی رضا سے سالگرہ آئی ہے۔ اس لئے تو اس کا ہزار بار شکر ادا کر۔

میرا راج اماموں کی دعا کی وجہ سے قایم ہے اور اسی لیے خدا نے گویا آبِ حیات پلادیا ہے۔

نبیؐ کی دعا میرے سر پر ایک منڈپ کی طرح ہے اور اس منڈپ کی طنابیں اماموں کی دعائیں ہیں۔

تیرے جسم کا ہر رواں ایک زبان ہے اور تو ان تمام زبانوں سے شکر ادا کر کہ تیری قسمت کے تارے کو شرف بخشا گیا۔

اے معانی تو محمد پر صلواۃ بھیج کیونکہ انہی کی وجہ سے تو بچپن سے دنیا میں سرخرو ہے۔

اس سلسلے کی پانچویں نظم بہت اچھی اور اعلیٰ پائے کی ہے اس میں محمد قلی قطب شاہ کہتا ہے:-

حبیبِ حق کی عنایت سے میری سالگرہ کے دن آئے ہیں اور علی کی محبت کی وجہ سے میری محفل معمور ہے۔

محمد قلی کے سر پر پھولوں کا منڈپ اس طرح اٹھائے کھڑا ہے گویا خدا نے آسمان کو ستاروں سے سجا دیا ہے۔

میرے سر پر محمد کا نام لے کر سہرا باندھا گیا اور گلے میں علیؑ کے نام سے حمایل پہنائے گئے۔

سکھیوں نے اس تقریب میں اپنے سینے کے صدر پر جوبنوں کو پھولوں کی گیندوں کی طرح ہزاروں چھند بند سے سجایا ہے۔

سہیل ساقی بن کر سنبلہ کی صراحی سے مشتری کے پیالے میں شراب پلانے کے لیے آیا ہے۔

فرشتے مجھے چکانے کے لیے آسمان کے طبق میں ستاروں کے نقل بھر کر اپنے ساتھ لائے ہیں

سکھیاں سرخ رخساروں کے طبق میں عشق و محبت کی نعمت رکھ کر اپنے
پیارے بادشاہ کو بڑے انداز سے کھلا رہی ہیں۔

آسمان کے طبق میں سورج اور چاند کے کاسے رکھ کر ان کو زعفران اور مشک
سے بھر دیا گیا ہے تاکہ میری محفل میں کام آئیں۔

آسمان نے بادلوں کے منڈل اور فرشتوں نے چاند اور سورج سے تالیاں
بجا کر میری دلچسپی کے لئے سکھیوں کو نچایا ہے۔

محمد قلی ہمیشہ محمد کا غلام ہے اور اس نے آج علیؑ کی مہربانی کی وجہ سے سکھ اور آنند حاصل کیا۔
نبی کے صدقے میں اسے قطب شاہ علیؑ سے مدد مانگ۔ تاکہ تو آج کے دن لاکھ برس
تک سالگرہ مناتا رہے۔

اسی طرح جملہ نظموں میں خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ خدا نبی اور اہل بیت نبی کی منقبت
بڑی پاکیزگی سے قلمبند کی گئی ہے۔ یوں تو سالگرہ کی اکثر نظمیں اس قابل ہیں کہ ان کو پڑھ کر بادشاہ
کے خلوص اور تخیل کی صفائی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں لیکن یہاں ایک اور نظم کا خلاصہ درج
کر کے بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔ ساتویں نظم میں لکھتا ہے:۔

فرشتے عرش کے اوپر بادشاہ کی سالگرہ مناتے ہیں اور ساتوں آسمان کے محلوں
میں بادل فراش بن کر فرش بچھاتے ہیں۔

پنجتن، بارہ اماموں، اور چودہ معصوموں کے کرم کی وجہ سے بادشاہ کو آج لاکھ برس کی سالگرہ بڑی آرزو اور ارمان سے حاصل ہو رہی ہے۔

تمام حوروں نے سجدہ کیا تا کہ بادشاہ ہمیشہ زندہ رہے اور فرشتے ہاتھ اٹھا کر اس دعا میں آمین کہہ رہے ہیں۔

آسمان پر خوبریوں کے چہروں کے افشاں کی طرح تارے نہیں ہیں بلکہ بادشاہ کی سالگرہوں کی گرہیں ہیں جو دو عالم کے لئے باعث زینت بن گئی ہیں۔

بادشاہ کے گھر میں مہمانی (دعوت) ہوتی دیکھ کر سورج اور چاند بھی مہمان بن کر آئے ہیں بجلیاں خوشی سے ناچ رہی ہیں اور عشرت کے بادل چھا رہے ہیں۔

چاروں طرف سے بادل مل مل کر دوڑتے آ رہے ہیں گویا فرشتے اس تقریب میں آسمان کے سینے کو لینے کے لیے مشک لے آئے ہیں۔

پنجتن پاک قطب شاہ کو اپنی عنایت سے حیات اور بخت و دولت دیکر خضر کی طرح ملازمے ائیں۔

مہندی

سالگرہ کے بیان کے ساتھ ہی مہندی کے رسم کی تفصیل بھی قابل ذکر ہے۔

اس موضوع پر ایک ہی نظم سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جس میں وہ کہتا ہے کہ :۔

خوشیوں کے طبل بجائے جا رہے ہیں اور قطب زماں کو طرح طرح سے آب حیات پلایا جا رہا ہے۔

مجھے اس بارگاہ میں بٹھایا جا رہا ہے جہاں کا رنگ بڑا سہانا ہے اور جہاں نبیؐ کا نام

لے کر سورج جیسی شمعیں لگائی گئی ہیں۔

وہاں کی مسندیں زرنگار ہیں جس کے کندن میں تارے جڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں سونے سے بنائے ہوئے سرو کے درخت خاص آرائش و زیبائش کے ساتھ سجائے گئے ہیں۔

اس بارگاہ کے صحن میں زہرہ کی طرح زرق برق محافے روشن ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج کی کرنیں چمک دمک کے ساتھ سر اٹھائی کھڑی ہیں۔

ایک خوبصورت رنگیلی بڑی نزاکت و رنگینی کے ساتھ بہت سے رنگ لاکر مہندی بادشاہ کے پاؤں کو کئی ایک چاؤوں کے ساتھ لگاتی ہے۔

مہندی لگانے کے بعد تمام پیارے یکے بعد دیگرے بادشاہ پر سے بل بل جاتے ہیں (بلائیں لیتے ہیں) اور خوش بخت سندریاں رنگ اور رس کے ساتھ ناچتی ہیں۔

نبیؐ کے صدقے میں قطب شاہ کو یہ خوشیاں زیب دیتی ہیں کیونکہ وہ ان خوشیوں اور انند میں تمام دنیا کو شریک کر کے اپنا فریفتہ بنا لیتا ہے۔

اس خلاصے کے بعد کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مہندی کے رسم سے متعلق اور کچھ لکھا جائے یہ محمد قلی قطب شاہ کے شاعرانہ کمال کا طفیل ہے کہ اس کی زندگی کے اکثر واقعات کے نہایت نفیس اور مکمل مرقعے ہمارے لیے محفوظ رہ گئے۔

جلوہ

اس موضوع سے متعلق محمد قلی نے جو نظمیں لکھی ہیں وہ بڑی دلاویز ہیں۔ چھ نظمیں تو محض جلوہ پر ہیں اور ایک جلوہ کی گھڑیوں اور پہروں سے متعلق ہے جو تقسیم اوقات کے عنوان سے درج کلیات ہے۔

یہ تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب نظمیں محمد قلی نے اپنی شادیوں کی تقریب میں لکھی ہوں گی البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان میں سے اکثر خود اس کی زندگی سے متعلق ہیں۔ محمد قلی نے دو تین شادیاں دھوم دھام سے شرعی طریقے پر کی تھیں جن کا ذکر "تاہل اور اولاد" کے عنوان میں درج ہے۔ لیکن ان باضابطہ نکاحوں کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کئی نازنینوں سے جملہ رسوم کے ساتھ شادیاں رچائیں اور جلوہ کی یہ نظمیں زیادہ تر انہی تقریبوں میں لکھی گئی ہونگی۔ اس کی بارہ پیاریوں کا تذکرہ گذر چکا ہے چنانچہ ان پیاریوں میں سے بعض کے نام بھی ان نظموں میں اس نے لکھ دیے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری، چوتھی، پانچویں، اور چھٹی نظم علی الترتیب کنولی، پیاری، موہن اور ننھی کے جلوے کی تقریب میں لکھی گئی تھی۔

ان نظموں کے مطالعے سے اس عہد کی دلہنوں کے بناؤ سنگھار اور رسم جلوہ کے طریقے واضح ہوتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف بڑے اہتمام سے جلوے کا تخت سجایا جاتا تھا اور چوکی کو چاروں طرف سے موتیوں سے آراستہ کرتے تھے۔ اور دوسری طرف مشاطائیں دلہن کے ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگاتیں کندنی کلیوں کے ہار گوندھے جاتے۔ تمام عورتوں کو اس تقریب میں موتیوں کے کناروں کی ساڑیاں بندھوائی جائیں۔

سات سہاگنیں مل کر دلہن کے بالوں میں تیل لگاتیں، کنگھی کرتیں، چوٹی گوندھتیں۔ مانگ میں موتی پروئے جاتے۔ مشاطہ ہاتھوں کا بناؤ سنگھار کرتی پیشانی پر چاند سا ٹیکہ لگایا جاتا۔ آنکھوں میں

کاجل اور سرمے کے خط کھینچے جاتے۔ ایسے مہین کپڑے کا زریں لباس پہنایا جاتا کہ دلہن کا تمام جسم اس میں سے جھلکنے لگتا اور اس کے جوبن ایسے نظر آتے جیسے کہ سونے کے طبق میں پھولوں کی گیندیں رکھدی گئی ہوں اور ان پر دو کالے کالے بھونرے بیٹھے ہوں۔ اس طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ساتوں سہیلیاں دلہن کو جلوے کے تخت پر لا کر بٹھائیں اور اس کے سر پر سہرا اور گلے میں پھولوں کے ہار پہنائیں۔ اس وقت اگرچہ دلہن کے جسم اور سر پر جلوے کی چادر یا آنچل اوڑھایا جاتا تھا لیکن وہ بھی اتنے مہین کپڑے کا ہوتا کہ سہرا اور گلے کے ہاروں کے علاوہ جگہ جگہ سے اس کا جسم ایسا جھلکنے لگتا جیسے کہ بجلیاں ابر میں چمک رہی ہوں۔ پھول پہنانے کے بعد دولہا اور دلہن دونوں کو شربت پلایا جاتا اور دونوں کے ہاتھوں میں پان کے بیڑے دئے جاتے تاکہ ایک دوسرے کو کھلائیں۔

اس تفصیل کے بعد نمونے کے طور پر جلوے کی صرف ایک نظم یہاں نقل کر دیجاتی ہے جو اس سلسلے کی پہلی نظم ہے ؎

پریم پیاری کا جلوہ گاؤ سارے — اسے چند سور سوں پریاں سنگارے
(چاند سورج)

سہاگاں بھاگ پھل منگ کھلے ہیں — سہیلیاں آرتی تارے نوارے

رچاؤ تخت جلوے کا خوشی سوں — کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے

چڑاؤ نیل اب ساتوں سہاگان — مشاطہ ہو کے زہرہ ہت لگارے

پلا شربت دیو و ہاتاں میں بیڑے — بنداو ساریاں موتیاں کنارے

محمد قطب شاہ ہو راس پری کوں — خدا بار کھ جداں لگ ہیں ستارے

جلوہ کی نظموں کے سلسلے میں ایک اور طویل نظم کا تذکرہ ضروری ہے جو جلوے کی گھڑیوں اور پہروں کی مصروفیتوں پر قلمبند کی گئی ہے اس میں محمد قلی لکھتا ہے :۔

نازنین پہلی گھڑی میں سانجھ کی بارش کے موتی جیسے قطروں سے غسل کرتی ہے اور دوسری گھڑی میں عشق کی چادر اوڑھتی ہے۔

تیسری گھڑی میں اپنے گلے میں پریم کی گلسر باندھتی ہے اور چوتھی گھڑی میں چوکی پر بیٹھ کر مجھ کو شراب حیدری پلاتی ہے۔

پانچویں گھڑی میں پانچویں رنگوں کو آگ کی طرح نغموں سے روشن کرتی ہے اور اور چھٹی گھڑی میں اپنی چھاتی کی عنبری خوشبوئیں سنگھاتی ہے۔

ساتویں گھڑی میں ساتوں سکھیاں مل کر مجھے چیرا باندھتی ہیں اور آٹھویں گھڑی میں بڑے پھندوں کے ساتھ ہوا کی چادر اوڑھتی ہے۔

گھڑیوں کو گننا چھوڑ کر میں اب پہروں کو گنتا ہوں پہلے پہر میں کنولی کے بالوں میں کیوڑے کے پھولوں کی خوشبو مہکتی ہے۔

دوسرے پہر میں سکی اپنے کان میں دوپہری پھول لگاتی ہے۔ یہ شراب پیر کس کام کی مجھے تو شراب کوثر پلانا چاہیئے۔

تیسرا پہر عبادت اور اللہ و محمدؐ و علیؑ کے ذکر کے لیے ہے جب کہ غلام قنبر خوشیوں کے پیالوں کی طرح بجنے لگتا ہے۔

چوتھے پہر میں یہ نئی قطب زماں سے آکر ملتی ہے کیونکہ نبیؐ کے صدقہ میں قطب زماں اس عہد کا انوری ہے۔

اس نظم کے ہم معنی اور ہم قافیہ ایک نظم جلوہ کی گھڑیوں پر رسالہ سب رس بابتہ جولائی ۱۹۴۰ء میں شایع ہوئی ہے۔ جس کو ایک صاحب جمال الدین حیدر نے اسی سال جگتیال (ضلع عادل آباد)

ہیں جلوہ کی رسم میں عورتوں کو گاتے ہوئے سنا تھا۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی محمد قلی ہی کی لکھی ہوئی ہوگی یا اس کے قریبی زمانے میں کسی نے اس کی نظموں کی تقلید میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرور ایام کی وجہ سے اس نظم میں چند الفاظ بدل گئے ہیں تاہم اس کا محمد قلی کی اس نظم سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص یا ایک ہی زمانے کی تحریریں ہیں۔ یہاں ہم ان دونوں نظموں کے چند شعر پہلو بہ پہلو پیش کرتے ہیں تاکہ محمد قلی کے کلام کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکے

محمد قلی کی نظم	عہد حاضر میں مستعمل نظم
پہلی گھڑی ساتنی کے مینہ موتیاں سیتی نہاتی پری	پہلی گھڑی سر نہا دھو کر پھول پہنی جوڑا ڈال کر
دوسری گھڑی میں عشق چادر اوڑھے ہے او استری	تن بینے خوشبو لاؤ کر پھول پہنی چند استری
تیسری گھڑی باندھے برم کی گلسری اپ کنٹھ میں	دوسری گھڑی پاول پا باجنا گھنگرو جو بجنے رم جھما
چوتھی گھڑی چرکاں پچے پیلاتی منج مدحیدری	گھنگرو کی صنعت کیا کہوں پاؤں پہنی چند استری
ساتویں گھڑی ساتوں سکیاں مل کر بند او جہر منج	تیسری گھڑی ڈنڈ کے کڑے ناگی کے موتی یوں جڑے
آٹھویں گھڑی چھندراں سیتی اوڑھے پون کا چادری	جو نسر ناراں یوں گھڑے اس مول اس کا بن دھری

کھیل کود اور دوسری مصروفیتیں

سالگرہ، مہندی، اور جلوہ وغیرہ کی رسموں اور مصروفیتوں کے بعد اب ہم محمد قلی قطب شاہ کی دوسری مصروفیتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم نٹوں اور بھانڈوں کی ایک محفل کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ

اس عہد میں ہر محفل اور ہر تقریب میں رقص و سرود ضروری تھا چنانچہ عیدوں اور تہواروں اور رسوم کی جملہ محفلوں میں محمد قلی نے ناچ اور گانے کا التزام سے تذکرہ کیا ہے لیکن رقاصاؤں کے علاوہ ایک اور طبقہ نٹوں یا نٹووں کا تھا جو اپنے اعضا کی حرکتوں اور پھرتیلی اداکاری کے ذریعے سے عجیب عجیب کرتب دکھاتے تھے۔ جن کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں ہڈی ہی نہیں ہے۔

ناٹک یا نٹوں کے کرتب

محمد قلی کے عہد میں بڑے باکمال نٹ یا نٹوے موجود تھے۔ اور وہ ناٹک کی طرح ایک محفل ترتیب دیا کرتا تھا جس میں یہ باکمال اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتے تھے۔ اس موضوع پر اس نے ایک اعلیٰ پائے کی نظم لکھی ہے جس کے حسب ذیل خلاصے سے اس محفل کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل ہو سکتی ہیں:۔

آج بادشاہ زرین پر تکلف لباس سے آراستہ ہوا ہے اور اس کے جسم اور چہرہ کا نور موتیوں کی طرح چاروں طرف جھلک رہا ہے۔

دنیا کے تمام باکمال رقاص بادشاہ کے دربار میں خدمت گزاری کے لئے موجود ہیں چاروں طرف یوسف جیسی صورت والے اور نازک اور کم عمر حسین استادہ ہیں۔ ان خدمتگاروں کے ہاتھوں میں موتی جڑے ہوئے کہکشاں جیسے ڈنڈے (عصا) ہیں جن کے کلس سورج جیسے چمکدار اور جسم سونے کی طرح ہیں۔

زرتار کی ڈوریاں کرنوں کی طرح اور نٹوے درمیان میں تاروں کی طرح رقصاں ہیں یہ تارے (یعنی نٹ) ایسا چمکدار لباس پہنے ہوئے ہیں کہ ان کا نور سورج سے زیادہ چمک رہا ہے۔ ان کو جب دور سے فرشتے دیکھتے ہیں تو بیچارے حیران ہو جاتے ہیں۔

ان کے کانوں میں بجلیوں کے ٹکڑوں کی طرح آویزے چمکتے ہیں۔ اور یہ کئی طرح

کے چھند بند کر کے کولانٹ کھیلتے، کولاٹیاں یا قلابازیاں کھاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ یہ مہ پارے کیسے شوخ ہیں!

ان نٹوں نے اپنے چہروں کو اس طرح بنایا ہے کہ ان کی آنکھوں کے قریب سو کہ یا خط سرمہ ایسا نظر آتا ہے جیسے بھوجنگ (اژدہا) زبانیں نکالے کھڑے ہوں۔ آنکھوں کے لال رنگ کے ڈورے چنگاریاں ہیں اور رخسار شعلے کی طرح دہکتے ہیں۔

ان کے ہاتھوں میں جگہ جگہ مہندی کے بوند ایسے نظر آتے ہیں جیسے ہرے ہرے پتوں میں لال پھول ہوں۔ اداکاری کے ساتھ ساتھ یہ ایسی اچھی گفتگو بھی کرتے ہیں کہ گویا موتی جھڑ رہے ہیں جن کے رشک سے سمندر کھارے ہو گئے ہیں۔

طرح طرح سے چہرے بنا کر یہ نٹوے ایسی قلابازیاں کھاتے ہیں کہ ان کی پتلی کمر دیکھ کر دنیا والے چیتے کی کمر بھول جاتے ہیں۔

یہ بھاری بھرکم ہاتھیوں کی طرح مستی اور تنومندی دکھاتے ہیں اور ان کے قد ایسے سیدھے ہیں جیسے تیر۔ جب یہ آہستہ چلتے ہیں تو پانی کی طرح اور تیزی میں آتے ہیں تو ہوا بن جاتے ہیں۔

نٹ ناٹک میں ایسا گاتے ہیں کہ سب خوش ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ طنبورے اور نال بجتے رہتے ہیں اور ڈھول کے دھماکوں کی آوازیں آتی ہیں۔

یہ ایسے چنچل، چتر، باکمال اور صاحب فن ہیں کہ لاکھوں لوگ ان کے درشن کرنے والے ہیں۔ انہی تماشوں نے قطب شاہ کو تمام عالم کے دل کا پیارا بنا دیا ہے۔

کھیل

ناٹک کے بعد قطب شاہ کے کلام سے میدانی اور خانگی کھیلوں کی نسبت بھی کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ایک نظم اس نے چوگان کھیلنے کے متعلق لکھی ہے لیکن اصل میں چوگان بازی کا استعارہ قرار دے کر عشق بازی کی طرف توجہ کی ہے۔ تاہم

اس نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اچھے موسم میں چوگان ضرور کھیلا کرتا تھا وہ کہتا ہے سے

ہر طرف رنگاں سیتی کھلیئے ہیں پھول　　　کھیلو چوگان اب کہ ہے بستان خوش

یعنی ہر طرف رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور بستاں اچھا نظر آرہا ہے

اس لئے چوگان کھیلو ۔ یہ نظم کلیات کے صفحہ ۱۵۸ پر شایع ہوئی اور قابل مطالعہ ہے ۔ اس میں

گھوڑے کی سواری، گیند، میدان، اور زور کے چھند سے کھیل جیتنے کا تذکرہ کیا ہے ۔

پھوکڑی پھو اور ڈھان ڈھکنی

چوگان کے ساتھ ان دو کھیلوں کا تذکرہ بھی ایک نظم میں ملتا ہے ۔ جس کا مطلع ہے ۔

سکی تال دے منج ٹھکنی کھڑی　　　کہ ڈھان ڈھکنی کھیل کر ہٹکنی کھڑی

پھر کہتا ہے کہ اس نے ابھی پھوکڑی پھو کھیلنا نہیں سیکھا اور ڈھان ڈھکنی کھیلنے آئی

ہے ! اول الذکر کھیل اب تک دکن میں لڑکیوں کا مشہور و مقبول کھیل ہے ۔

حقہ

اسی نظم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی حقہ بھی پیا کرتا تھا

اس میں اس نے سکی کے حقہ بھر بھر کے دینے کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

تدبر و سیاست

محمد قلی قطب شاہ ایک اقبالمند بادشاہ تھا، لیکن اس کی اقبال مندی کی تعمیر میں اسکے قلب و دماغ کی صلاحیتوں کا بڑا حصہ ہے۔ اس کی سلامتی طبع، اس کی صلح جوئی، اس کی بہادری، بروقت کام کرنا، باوجود عیش و عشرت کی فراوانی کے جملہ حالات ملک اور ہر سازش اور خفیہ کارروائی سے واقف ہو جانا، اس کی دریادلی اور رعایا پروری — وہ خصوصیتیں ہیں جو ایک ہی شخص میں کم جمع ہو سکتی ہیں۔

اس کی معرکہ آرائیوں کے حالات معلوم کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اعلیٰ مدبر اور سیاست داں بھی تھا۔ لڑائیوں کے اسباب، ان کا آغاز، مقابلے کے لئے جلد از جلد تیاری، اور اثنائے جنگ میں بروقت فوجی کمکوں کا انتظام، سپہ سالار اور سرداروں کا انتخاب نیز لڑائیوں کے اختتام کے طریقے اور مفتوحین کے ساتھ برتاؤ۔ یہ سب ایسے امور ہیں جن پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی نے کبھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا۔ نہ وہ کبھی مغلوب الغضب ہوا، نہ اسے ملک گیری کی ہوس تھی، نہ اس نے لوٹ مار کی خاطر کہیں

چڑھائی کی یا مفتوحین کے قلعوں اور شہروں کو تباہ و برباد کر دینے کا حکم دیا۔ حالانکہ اس کا ایک میر جملہ ملک امین الملک بڑا سخت گیر اور خشمناک سپاہی تھا لیکن وہ خود ہمیشہ سلامت روی کو پسند کرتا تھا اور اکثر یہ تاکید کرتا تھا کہ دشمن یا باغیوں کو پہلے پوری طرح سے سمجھا منا کر لڑائی سے باز رکھنا چاہئے۔ چنانچہ مکند راج کے مقابلے میں فوجوں کو بھیجتے وقت اس نے اس کی بڑی سخت تاکید کی اور آخر میں اسی خیال سے کہ شاید اس کے سپہ سالار اسکی اس حکمت عملی کا خیال نہ کریں گے وہ خود لڑائی کے میدان میں نکلنا چاہتا ہے۔ اسیطرح اس کا ایک دوسرا میر جملہ مرزا محمد امین اپنے پیشرو ملک امین الملک کے مقابلے میں ایک بہت ہی عشرت پسند اور امن دوست امیر تھا لیکن محمد قلی کو لڑائی کے معاملے میں ایسی سستی اور غفلت بھی پسند نہ تھی چنانچہ جب فتنہ انگیزی کی اطلاع ملتی ہے تو میرزا محمد امین کو تاکید کرتا ہے کہ باغیوں کی طرف سب سے پہلے متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ دوسری تمام مہمات سے اہم ترین مہم ہے۔

محمد قلی قطب شاہ کے تدبر اور اعلیٰ فہم و فراست کا اندازہ کرنے کے لئے حسب ذیل موضوعوں پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس زمانے کے حالات اور سیاست کے مطابق محمد قلی نے ان امور کو اس خوبی سے سرانجام کیا کہ شائد ہی اس کی جگہ کوئی دوسرا بادشاہ کر سکتا۔

۱۔ دکن کے سیاسی توازن کا خیال۔ ۲۔ بیرونی تعلقات۔ ۳۔ ہندو رعایا کی سرپرستی

۴۔ ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت۔

دراصل یہی وہ اہم کام ہیں جن کی طرف ہمیشہ خوش اسلوبی اور کمال ہنرمندی کیساتھ متوجہ رہنے کی وجہ سے محمد قلی نے ایک کامیاب بادشاہت کی اور اپنی سلطنت کو ایک عرصے تک امن وامان اور ترقی کی شاہراہ پر چلاتا رہا۔

(۱)

دکن کے سیاسی توازن کا خیال اس بارے میں محمد قلی نے اپنے پیشرو ابراہیم قلی کی حکمت عملی کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس سلسلے میں بعض ایسے کام کیے کہ وہ بہت مستحکم ہو گئی۔ تالیکوٹ کی لڑائی کے بعد سے دکن کی مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے سے دست وگریبان ہو گئی تھیں۔ اور اس طرح فتح تالیکوٹ سے فائدہ اٹھانے کے مواقع ہاتھ سے نکلے جارہے تھے۔ یہ طوائف الملوکی جاری ہی تھی کہ بیجاپور کے علی عادل شاہ اور گولکنڈہ کے ابراہیم قلی قطب شاہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور حسن اتفاق سے ان دونوں کے جانشین یعنی ابراہیم عادل شاہ ثانی اور محمد قلی قطب شاہ ملک گیری اور جنگجوئی سے زیادہ امن وامان اور صلح پسندی کی طرف مائل تھے۔ اور دونوں میں تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۰۰۰ھ کے بعد سے دکن کی تہذیب و شائستگی کے جو سرچشمے جاری ہوئے وہ عرصے تک قائم رہے۔

چاند بی بی ہمشیرہ محمد قلی کی شادی پہلے پہل محمد قلی نے باپ کی حکمت عملی کے مطابق اور

اقتضائے وقت کے لحاظ سے نظام شاہیوں کی مدد کے لئے اپنی فوجیں روانہ کیں اور
خود بھی میدان جنگ میں نکل آیا۔ لیکن جب عین میدان کارزار میں ابراہیم عادل شاہ کا
مکتوب صلح وصول ہوا تو اس نے لڑائی سے ہاتھ دھو کر گولکنڈہ کا رخ کیا اور نظام شاہیوں
کو بھی واپس چلے جانے کی ترغیب دی۔ اس طرح سے بیجاپور کے ساتھ گولکنڈہ کے
تعلقات جو عرصے سے خراب تھے پھر اتنے خوشگوار ہو گئے کہ اس واقعہ کے تین چار سال بعد
بیجاپور کی طرف سے ملک التجار خواجہ علی شیرازی گولکنڈہ آیا اور محمد قلی قطب شاہ کی بہن
شہزادی چاند بی بی کو بیجاپور کے نوجوان حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں دینے کا
پیام لے آیا۔ اس پیام مواصلت کی سب سے بڑی وجہ جیسا کہ تاریخوں میں لکھا ہے
یہی تھی کہ بیجاپوری سلطنت قطب شاہیوں کی مخالفت سے محفوظ رہنا چاہتی تھی چنانچہ
اس گفت و شنید کی خبر معلوم کر کے نظام شاہی وکیل السلطنت صلابت خاں بہت سیخ پا ہوا
اور اس نے کوشش بھی کی کہ پیام و سلام کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔
غرض ۹۹۵ھ میں خواجہ علی ملک التجار بیجاپور کے چند اعیان سلطنت کے ساتھ متعدد
تحائف و ہدایا لے کر محمد قلی کے دربار میں حاضر ہوا۔ محمد قلی نے دکن کے سیاسی توازن کیلئے
اس نئے رشتے کو مناسب خیال کیا اور سفیر کے ذریعہ تصفیہ کرایا کہ خود ابراہیم عادل شاہ
گولکنڈہ کی سرحد پر قلعہ نلدرگ تک آ کر دلہن کا استقبال کرے اور وہاں عقد نکاح کے مراسم

طے پائیں۔ چنانچہ اس تصفیہ کے مطابق جب ابراہیم عادل شاہ کے قلعہ نلدرگ کے پاس پہنچنے کی اطلاع ملی[1] تو محمد قلی قطب شاہ نے میر امیر زنبیل مصطفیٰ خاں استرابادی ملک امین الملک اعتبار خاں یزدی ملک فخر الملک اور امین خاں دبیر کو ۹۹۶ھ میں شہزادی کی پالکی کے ساتھ نلدرگ کی طرف روانہ کیا۔ جب ابراہیم عادل شاہ کو شہزادی کی آمد آمد کی اطلاع ملی تو اس نے مقربان خاص کو استقبال کے لیے بھیجا اس کے بعد شریعت کے مطابق نکاح پڑھا گیا اور بادشاہ نے شاہ درگ پہنچ کر ایک ہفتے تک جشن شاہانہ منایا جس کے بعد قطب شاہی امرا کو تشریف فاخرہ کے ساتھ گولکنڈہ کو واپس کیا اور خاصکر مصطفیٰ خاں کو بارہ ہاتھی اور بارہ ہزار ہون اور دیگر تحف و ہدایا کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ گولکنڈہ کی طرف سے بھی عادل شاہی امرا کے لئے خلعتیں روانہ کی گئی تھیں۔

عادل شاہی شہزادہ اسمٰعیل کی بغاوت

قطب شاہی شہزادی کے بیجاپور جانے کے بعد عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں کے تعلقات بہت مستحکم ہو گئے۔ حالانکہ اس قسم کی سیاسی شادیاں دکن میں بھی ناکام ثابت ہوئی ہیں اور جہیز یا کسی اور مسئلہ سے متعلق ایسے جھگڑے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اتحاد و یکجہتی کی جگہ الٹی لڑائیاں لڑنی پڑی ہیں۔ لیکن محمد قلی نے اس رشتہ کو بڑی خوبی سے نباہا۔ چنانچہ اس شادی کے چند سال

[1] مورخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نلدرگ تک نہیں گیا بلکہ امرائے عادل شاہی گئے تھے۔

بعد ہی جب ابراہیم عادل شاہ کا چھوٹا بھائی اسمٰعیل تخت بیجاپور کا دعویدار ہوا اور بھائی کے خلاف ۷ رمضان ۹۴۲ھ میں علم بغاوت بلند کرکے بہت سے عادل شاہی امرا کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ساتھ ہی برہان نظام شاہ والی احمدنگر کو بھی مدد کے لیے طلب کیا تو یہ ابراہیم کے لیے بڑا نازک وقت تھا اس کے بڑے بڑے امرا و عمائدین مثلاً عین الملک، الیاس خاں، رومی خاں، دیونا نک، اور پنڈت آپاجی وغیرہ کے علاوہ خاص خاص ملازمین بھی غداری پر تلے ہوئے تھے۔ اور شمال سے شاہ احمدنگر ایک جرار فوج کے ساتھ بیجاپور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان پریشانیوں میں ابراہیم کو محمد قلی یاد آیا اور اس نے فوراً اپنے ایک امیر شاہ نوار خاں کو اس کی خدمت میں روانہ کرکے مدد طلب کی۔ محمد قلی امداد روانہ کر ہی رہا تھا کہ ۶ ربیع الثانی ۹۴۲ھ کو شاہزادہ اسمٰعیل کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کی اطلاع سن کر برہان نظام شاہ احمدنگر کی طرف واپس ہو گیا اور محمد قلی کو فوجی امدر روانہ کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

علی برید پر حملہ

اسی طرح محمد قلی نے ایک اور دفعہ ابراہیم عادل شاہ کی خاطر نظام شاہیوں کے خلاف اپنی فوجیں روانہ کیں۔ برہان نظام شاہ شہزادہ اسمٰعیل کی شکست سے مایوس ہو کر واپس ہوا تھا کہ علی برید والی بیدر نے اس کو اپنی تائید میں بیجاپور پر حملہ کرنے کے لئے مدعو کیا۔ علی برید نے ابراہیم کو اوسہ، قندھار اور کلیانی

دینے کا وعدہ کرکے بیدر پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور اب اس ڈر سے کہ کہیں ابراہیم ان قلعوں کو طلب نہ کرے برہان کی مدد چاہی۔ چنانچہ پہلی جمادی الاول ۳۱؁ھ کو دس بارہ ہزار سواروں کی فوج روانہ کی۔ اب ابراہیم نے دکن کے سیاسی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے محمد قلی سے مدد مانگی اور چونکہ وہ اسی حکمت عملی پر کاربند تھا اس لیے بیدر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن بعد کو جب علی برید کے ایما سے وینکٹا دری نے قطب شاہی سلطنت پر حملہ کیا تو محمد قلی کی فوجیں بیدر کا رخ چھوڑ کر کرناٹک کی طرف روانہ ہو گئیں۔

مغلوں کے مقابلے میں احمد نگر کی امداد

ان واقعات سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی نظام شاہیوں کا دشمن ہی بن گیا تھا۔ اب تک اس نے ان کے خلاف جو کچھ بھی کیا وہ محض سیاسی توازن کے برقرار رکھنے کے لئے تھا لیکن جب اس کے بعد ہی احمد نگر پر مغلوں نے حملہ کیا تو وہ گزشتہ چند سال کے ناخوشگوار تعلقات کو بالکل بھول گیا اور اپنے ایک ترکمان بہادر مہدی قلی سلطان کے ساتھ چھ سات ہزار سوار اور ہزارہا پیادے نظام شاہیوں کی مدد کے لیے روانہ کیے حالانکہ یہ قطب شاہی سلطنت کے لیے خطرناک تھا کیونکہ وینکٹ پتی رائے پینکنڈہ اس کی سرحد پر موقع کا منتظر بیٹھا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس نے فوراً حملہ بھی کر دیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کی اس کمک کی وجہ سے مغلوں کے مقابلے کیلئے ساٹھ ستر ہزار کی ایک ایسی بڑی فوج جمع ہو گئی جو جنگ تالیکوٹ کے بعد سے سرزمین دکن میں

کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس عظیم الشان فوج کے احمد نگر پہنچنے سے قبل ہی مغلوں نے چاند بی بی سے صلح کر لی کیونکہ وہ اتنی بڑی لڑائی کے لیے تیار نہ تھے۔ اس طرح ۱۰۰۴ھ میں محمد قلی کا سپہ سالار مہدی قلی سلطان اپنی فوجوں کے ساتھ حیدرآباد واپس آ گیا۔[۱]

اس وقت اگر ملکہ چاند سلطانہ دکنی فوج کی آمد کا انتظار کرتی اور مغلوں سے صلح نہ کر لیتی تو شاید دکن کی تاریخ بدل جاتی۔ کیونکہ برار کا علاقہ مغلوں کو تفویض کر کے صلح کر لینے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہوئی کہ مغلوں کے قدم دکن میں جم گئے اور وہ دکن کی ان تین باقی ماندہ سلطنتوں (نظام شاہی، عادل شاہی، اور قطب شاہی) کی سرحد پر بیٹھے ہوئے تاک میں لگے رہے کہ جہاں موقع ملے ان تینوں میں سے کسی پر حملہ کر دیں۔

مغلوں سے لڑائی

چنانچہ اس صلح کے ایک سال کے اندر ہی مغلوں نے نقض عہد کیا اور اکبر اعظم کی فوجوں نے قصبہ پاتری پر قبضہ کر لیا جو علاقہ برار کے حدود میں نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاند سلطانہ نے ابراہیم عادل شاہ اور محمد قلی قطب شاہ کو صورت حال سے مطلع کر کے مدد طلب کی۔ دونوں نے فوراً فوجیں روانہ کیں۔ جو ۵ جمادی الثانی ۱۰۰۵ھ کو علی الصباح ناندیڑ کے قریب دریائے گوداوری کے کنارے مغلوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں۔ عادل شاہی فوجیں وسط میں اور میمنہ پر نظام شاہی اور میسرہ پر قطب شاہی

[۱] صاحب برہان ماثر نے اس قطب شاہی فوج کی تعداد بیس ہزار پیادہ اور دس ہزار سوار بتائی ہے صفحہ ۶۱۴ و ۶۲۵۔

فوجیں جم گئیں۔

عصر کے قریب لڑائی شروع ہوئی اور سہیل خاں سپہ سالار بیجاپور کی بہادری کی وجہ سے مغلوں کو شکست ہوئی۔ ان کے چار ہزار آدمی مارے گئے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ان کی طرف کے دو بڑے سردار یعنی راجہ علی خاں والی برہان پور اور راجہ رام چند ریجی میدان جنگ میں کام آئے۔ لیکن دوسرے روز مغلوں نے پھر اپنی منتشر فوجوں کو جمع کر کے قبل از طلوع آفتاب دکنی فوج پر حملہ کر دیا۔ اس وقت طرفین نے دل توڑ کر ایک ایک انچ زمین کے لئے جان دی۔ اسی مقابلے میں خود سہیل خاں سپہ سالار افواج دکن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور اس کی فوجیں میدان سے پسپا ہو کر شاہ درگ چلی آئیں۔ اور قطب شاہی فوج حیدرآباد واپس ہو گئی۔

امیر برید والی بیدر کی پناہ گزینی

اگرچہ والی بیدر سے سلطان محمد قلی کے تعلقات کچھ اچھے نہ تھے لیکن اس خاندان کے آخری حکمران امیر برید ثانی کو جب ۱۰۱۸ھ میں اپنے ایک باغی مرزا علی کی سازش سے اپنا پایہ تخت چھوڑنا پڑا تو وہ محمد قلی کے رحم و کرم کو پیش نظر رکھ کر سیدھا حیدرآباد چلا آیا۔ یہاں محمد قلی نے اس کے ساتھ بڑی ہمدردی کی اور اس کو اپنے دربار میں شریک کر لیا۔ اس کی آمد کے سال ڈیڑھ سال بعد ہی محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا ورنہ کیا تعجب کہ وہ امیر برید ثانی کو دوبارہ بیدر کا تخت و تاج حاصل کرنے میں مدد بھی دیتا تاکہ دکن کا سیاسی توازن برابر باقی رہے۔

(۲)

بیرونی تعلقات

محمد قلی کا اعلیٰ تدبر و سیاست بیرونی ممالک سے اس کے خوشگوار تعلقات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ مغل چونکہ دکن پر حملہ آور ہونے لگے تھے اور احمد نگر کی سلطنت ان کا نشانہ بن چکی تھی اس لئے محمد قلی قطب شاہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سلطنت کے ساتھ تعلقات پیدا کرنا دکنی سیاست کو کمزور کرنا ہے اس لئے ان کے برخلاف اس نے شاہ ایران اور دکن کے ہمسایہ سلاطین کے ساتھ رشتۂ مودت باندھنے کی کوشش کی یہ خیال پوری طرح صحیح نہیں ہے کہ وہ شاہ ایران کو اپنا ہم مذہب سمجھ کر اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور مغلوں کا اس لئے مخالف تھا کہ وہ سنی تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مغلوں کے ہوس ملک گیری کی اس نے پیش قیاسی کر لی تھی اور سمجھتا تھا کہ اگر احمد نگر ختم ہو گیا تو دکن کی آزادی باقی نہ رہے گی۔ اس لئے وہ ہمیشہ احمد نگر کی مدد کے لئے فوجیں بھیجتا رہا۔ اور ایران سے اس لئے تعلقات بڑھانے کی کوشش کی کہ شاید کسی روز اس کو یا اس کے جانشینوں کو مغلوں کے مقابلے میں شاہ ایران کی مدد کی ضرورت پڑے۔

اغزلو سلطان سفیر ایران

اسی حکمت کے پیش نظر جب سنہ ۱۰۱۲ھ میں ابوالمظفر شاہ عباس صفوی نے اغزلو سلطان کو اپنا سفیر بنا کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیا اور یہ ایرانی ایلچی بندر گوا تک پہنچ گیا تو محمد قلی قطب شاہ نے امیر ضیا الدین محمد نیشاپوری

کو تشریف شاہانہ کے علاوہ سفیر ایران کو اپنے ساتھ لانے کے اخراجات دے کر روانہ کیا۔ امیر ضیاء الدین کی شائستگی اور فہم و فراست کا محمد قلی بہت قدر دان تھا۔ چنانچہ یہ امیر گوا پہنچ کر اغزلو سلطان سے بڑے تزک و احتشام سے ملا۔ اور مراسم تعظیم و لوازم تکریم بجا لاکر اپنے ساتھ گولکنڈہ لے آیا۔ راستے میں ہر منزل اور ہر مقام پر محمد قلی کے حسب ایما ضیافت کی گئی اور جب یہ سفیر قطب شاہی سرحد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے خاص امراو خوانین کو استقبال کے لیے روانہ کیا۔ غرض ایران کا یہ سفیر بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ جب دار السلطنت حیدرآباد کے قریب پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ خود قلعہ محمد نگر تک آگے بڑھ کر کالا چبوترہ کے پاس اغزلو سلطان کو اپنے حضور میں باریاب کیا۔ اغزلو سلطان نے شاہ ایران کی طرف سے موافقت و مصادقت کا پیام پہنچانے کے بعد مکتوب شاہی اور بہت سے تحفے پیش کئے۔ ان تحفوں میں حسب ذیل زیادہ قابل ذکر تھے۔ اچھے چمکدار موتیوں کا ایک تاج، نفیس جواہر سے مرصع خنجر اور چالیس عربی گھوڑے جن کی لگام اور زین مرصع اور عبا زرنفتی تھے۔

اغزلو سلطان کے ساتھ اس ایرانی سفارت میں اور سو اصحاب بھی شامل تھے۔ محمد قلی قطب شاہ نے ان سب کو خلعت ہائے فاخرہ سے سرفراز کیا اور ہر ایک کے شایان شان دلکشا مقامات سکونت کے لئے معین کیے۔ کالا ڈیرہ میں ایرانی تحف و تحائف اور مکتوب شاہی ملاحظہ کرنے کے بعد بادشاہ نے دربار برخواست کیا اور حیدرآباد کی طرف روانہ ہوا یہاں

شاہ عباس کا ایرانی سفیر پانچ سال کے طویل عرصے تک مقیم رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس زمانے میں مغلوں نے احمد نگر پر یورش کی تھی اور واپسی کا راستہ صاف نہ تھا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ شاہ عباس نے اظہار مودت و یگانگت کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی دختر حیات بخشی بیگم کی شادی اپنے لڑکے کے ساتھ کر دینے کی بابت پیام بھی روانہ کیا تھا۔ اور شاید محمد قلی عرصے تک اسی پس وپیش میں رہا کہ کیا جواب دیا جائے۔ تاریخ فرشتہ اس کو ایک ہندوستانی بادشاہ کے لئے بہت بڑا اعزاز قرار دیتا ہے اور اس نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ محمد قلی نے اس پیام کو قبول کر لیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اس نے زیادہ تر حضرت میر مومن کے مشورے سے یہ رائے بدل دی اور اپنی اکلوتی لڑکی کی شادی فوراً اپنے نوجوان بھتیجے شہزادہ سلطان مرزا ابن مرزا محمد امین سے بڑی شان و شوکت اور خاص اہتمام کے ساتھ کر دی حضرت میر مومن اس جوان صالح کے بڑے مداح و قدر دان تھے کچھ ان کی خاطر اور کچھ اس لیے کہ شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی کا سفیر ایران کی روانگی سے قبل ہو جانا ضروری تھا محمد قلی نے اس تقریب کو بہت عجلت کے ساتھ اور بڑے اہتمام سے انجام دیا چنانچہ اغزلو سلطان سفیر ایران نے بھی اس میں شرکت کی۔ اس طرح شاہ عباس صفوی کے پیام کا جواب دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ اور کوئی بدنمائی بھی پیدا نہ ہوسکی کیونکہ یہ بیان کیا گیا کہ یہ شہزادی بچپن ہی سے شہزادہ سلطان مرزا سے منسوب تھی اور اسی لیے

بادشاہ نے اس شہزادہ کی تربیت خاص اپنی نگرانی میں کی تھی، اور ظل اللہ کا لقب عنایت کرکے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اس تدبیر سے اگرچہ شاہ ایران کے پیام کا خودبخود جواب مل گیا لیکن بادشاہ کے حقیقی بھائی خدابندہ کی دل شکنی ہوئی جو بعد میں بغاوت کی شکل میں رونما ہوئی۔

غرض سفیر ایران اس شادی کے بعد ہی ۱۰۱۱ھ میں حیدرآباد سے ایران کی طرف روانہ ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض اس مقصد کے لئے حیدرآباد میں اتنے عرصے تک ٹھہرایا گیا تھا۔ لیکن جتنے دن وہ حیدرآباد میں رہا اس کی آؤبھگت اور خاطرداری میں کسی طرح کی کمی نہ کی گئی۔ کیونکہ موقع بہ موقع انعامات کے علاوہ دو ہزار تومان سالانہ اس کو عطا کئے جاتے تھے۔ اس طرح جملہ دس ہزار تومان تو بطور منصب یا سالانہ تنخواہ کے عطا کئے گئے اور رہے در بار یا نذر میں محمد قلی جیسے فیاض بادشاہ نے جس بیش بہا انعام واکرام سے سرفراز کیا ہوگا اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔

ایلچی کے واپس ہونے سے قبل محمد قلی نے ایک اور تدبیر یہ کی کہ اپنے معتمد خاص حاجی قنبر علی کو شاہانہ تحف وہدایا کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اغزلو سلطان کی واپسی کی تعویق وغیرہ سے متعلق اگر شاہ عباس کے دل میں کوئی شبہات پیدا ہوئے ہوں تو ان کو رفع کرے۔ اس وقت جو تحفے روانہ کئے گئے ان میں جواہر آبدار اور ہندوستان کی نفیس ترین

اشیا شامل تھیں۔

جب اغزلو سلطان واپس ہونے لگا تو محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دربار کے ایک بڑے امیر مہدی قلی سلطان کو اس کا رفیق سفر اور ایرانی دربار میں اپنا ایلچی بنا کر روانہ کیا۔ اس وقت شاہ عباس کے لئے کئی اعلیٰ اور نادر تحفے مثلاً گراں قیمت جواہر سے مرصع طرح طرح کے آلات اور پٹن کے بنائے ہوئے نفیس کپڑے (جو خاص شاہ ایران کے لیے پانچ سال سے بنائے جا رہے تھے) بھجوائے گئے۔ لیکن مہدی قلی سلطان کی ایران سے واپسی میں اتنی تعویق ہوئی کہ اس اثنا میں خود محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور سلطان محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد پھر شاہ ایران نے مرحوم بادشاہ کی تعزیت اور نئے بادشاہ کے جلوس کی مبارکباد دینے کے لئے اپنا سفیر روانہ کیا۔ اس طرح محمد قلی نے ایران کے ساتھ جو تعلقات مستحکم کئے تھے وہ باقی رہے اور اس کے جانشینوں نے اس کی حکمت عملی سے یک گونہ فائدہ اٹھایا۔

ایران کے اس ایلچی کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں دکن کی ہمسایہ سلطنتوں کے سفیر بھی کئی دفعہ حاضر ہوئے تھے اور ان سب کے ساتھ بادشاہ نے بڑے حسن سلوک اور فیاضی کے ساتھ برتاؤ کیا۔

میرک معین سبزواری سفیر احمد نگر

محمد قلی کے تخت نشین ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد احمد نگر کی طرف سے میرک معین سبزواری جیسے مشہور و معروف شاعر کو سفیر بنا کر گولکنڈہ روانہ کیا گیا تھا۔ اس وقت احمد نگر اور گولکنڈہ کی سلطنتیں ایک دوسرے کی حلیف تھیں اور دونوں کی فوجیں بیجاپور کے مقابلے میں میدان کارزار میں مصروف پیکار۔ میرک معین کی آمد کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دکن کا سیاسی توازن برقرار رکھنے کے لئے احمد نگر کی امداد اور رفاقت کی جس حکمت عملی پر محمد قلی کا باپ ابراہیم قلی کاربند تھا اسکو جاری رکھنے کی اس نوجوان حکمراں سے استدعا کیجائے۔

محمد قلی میں شروع ہی سے تدبر و فراست کی کمی نہ تھی۔ چنانچہ وہ تخت نشینی کے ساتھ ہی اپنے باپ کے مجرب اصول پر کاربند ہو گیا تھا۔ اس لیے اس نے اس سفیر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ میرک معین اپنے اس سفر میں اتنا کامیاب رہا کہ بعد کو کئی دفعہ گولکنڈہ آیا۔ اور مہینوں قیام پذیر رہ کر محمد قلی قطب شاہ کے بذل و نوال سے شاد کام ہوا۔ چنانچہ جب اغزلو سلطان حاجب ایران کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو میرک معین بھی گولکنڈہ آیا۔ اور ماہ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ میں محمد قلی قطب شاہ کی اکلوتی لڑکی حیات بخشی بیگم کی شادی کی تقریب میں شرکت کی۔ اس موقع پر متعدد شعرا نے مبارکبادی کی نظمیں اور قصیدے سلطان محمد قلی کی بارگاہ میں پیش کئے تھے۔ اور میرک معین نے بھی ذیل کا قطعہ تاریخ لکھا تھا جو

تاریخوں میں محفوظ ہے ؎

دوش سر کردہ خیالم رہِ بزمے چو بہشت ٭ اہل آں بزم چو حوران ہمہ نورانی چہر

بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشاہ شدہ چشم ٭ سر بروں کردہ چو انجم ہمہ از جیب سپہر

گفتم ایں بزم کہ و عیش چہ، تاریخش چیست ٭ کہ از افلاک بر ایام ہمی بارد مہر

عقل کو بود چو من مست مے حیرت گفت ٭ عید مولودی و بزم شد و عقد سہ وہر

چار بینی بکن ایں قطعہ معین می شاید ٭ در چنیں نظم ترا بہ گذرد قافیہ سحر

اس واقعہ کے دو تین سال بعد جب ۱۰۱۹ھ[1] میں خداداد محل کی تعمیر مکمل ہوئی اور بادشاہ نے اس میں جشن خسروانہ ترتیب دے کر ارکان مملکت، اعیانِ دربار، امراء مقربین اور علماء و شعراء کو طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا تو اس مجلس عیش و طرب میں میر کن معین سبزواری بھی موجود تھا اس نے فی البدیہہ قطعۂ تاریخ لکھ کر پیش کیا اور بہت بڑا انعام حاصل کیا۔ قطعہ

ایں قصر کہ ہست رشک فرمائے بہشت ٭ ایام زآب زندگانیش سرشت[2]

تاریخ مرتب شدنش کلک قضا ٭ بر لوح بقا بنائے خان بخش نوشت

---

[1] مولف تاریخ دکن حصہ دوم سلسلہ آصفیہ نے ۱۰۲۰ھ لکھا ہے جو غلط ہے۔ (صفحہ ۳۳۱)

[2] مولف تاریخ ظفرہ نے قافیہ سرشت لکھا ہے (ص ۱۷) لیکن تاریخ قطب شاہی اور حدیقۃ السلاطین میں نوشت لکھا ہے جو ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

خواجہ علی شیرازی سفیر بیجاپور

۹۹۵ھ میں ملک التجار خواجہ علی شیرازی بیجاپور سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں آیا تھا تاکہ اس کی ہمشیر چاند سلطانہ کو ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عقد نکاح میں لانے کے لیے درخواست کرے۔ یہ سفارت بھی کامیاب رہی۔ کیونکہ محمد قلی کے تدبر و سیاست کا اقتضا ہی یہ تھا کہ دکنی سلطنتیں آپس میں متحد و متفق رہیں۔ اس سفارت اور شہزادی چاند سلطانہ کی شادی کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے (صفحہ ۲۴۴)

شہنواز خاں سفیر بیجاپور

اس سفیر کی آمد کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں قلمبند کیا جا چکا ہے۔ دیکھو صفحات (۲۴۵-۲۴۶)

محمد قلی قطب شاہ کے سفیر

دوسری سلطنتوں کے سفیروں کی آمد کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ خود محمد قلی قطب شاہ نے اپنی طرف سے جو سفیران سلطنتوں کو روانہ کئے ان کا بھی کچھ ذکر کر دیا جائے۔ کیونکہ تالی ہمیشہ دو ہاتھوں سے بجتی ہے۔ اور اعلیٰ تدبر کا اقتضا یہ تھا کہ دکنی سیاست کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے خود محمد قلی بھی موقعہ بموقعہ اپنے سفیر دوسری سلطنتوں کے یہاں روانہ کرتا۔

مولانا حاجی محمد اصفہانی

ایک متبحر عالم و فاضل تھا جس کو محمد قلی نے احمد نگر کے دربار میں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ جس وقت مغلوں نے نظام شاہی حکومت پر حملے شروع کئے تو یہ وہاں موجود تھا صاحب برہان مآثر جو احمد نگر میں اس سے مل چکا تھا۔ اس کا ذکر ان القاب کے ساتھ کرتا ہے:۔

افادت و افاضت انتباہ حقایق و معارف آگاہ مقرب درگاہ ربانی حاجی محمد اصفہانی (صفحہ ۵۹۰)

دوسری جگہ بھی اسی تعظیم و تکریم سے نام لکھا ہے:۔

زبدۂ اصحاب صدق وایقان مولانا محمد (صفحہ ۶۱۷)

سنہ ۱۰۰۴ھ میں جب احمد نگر میں تخت سلطنت کے لیے کئی دعویدار کھڑے کر دیے گئے تھے اور میاں منجھو اور چاند بی بی کے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا تو محمد قلی قطب شاہ کے اس حاجب نے چاند بی بی کا ساتھ دیا اور میاں منجھو کی مخالفت کی۔

اس طرح جب مغلوں نے سرنگ لگا کر قلعہ احمد نگر کی فصیل میں رخنہ ڈال دیا اور اس کے ذریعہ سے انکی فوجیں قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگیں تو چاند سلطانہ بنفس نفیس اس نازک مقام پر کھڑی ہو گئی اور مردانہ وار مقابلہ کرنے لگی۔ جب اس خطرناک حالت کی خبر احمد نگر میں مشہور ہوئی تو حاجی محمد اصفہانی بھی اپنے ملازمین کو لے کر چاند بی بی کی مدد کے لئے اس رخنہ پر پہنچ گیا اور اگرچہ وہ ایک عالم و فاضل بزرگ تھا لیکن وقت پڑنے پر جنگجو بہادروں کی طرح سرفروشی کے لیے تیار ہو گیا اس واقعہ کی نسبت برہان مآثر میں لکھا ہے کہ:۔

"زبدۂ اصحاب صدق وایقان مولانا حاجی محمد حاجب عالی حضرت سلطنت نصفت پناہ گردوں بارگاہ محمد قلی قطب شاہ .... در منازل خویش ازیں واقعہ خبر یافتند بسرعت برق و باد بسوئے آں رخنہ شتافتند۔ و بضرب پیکان خار اگزار راہ آمد و شد بر جنود اعداء مسدود ساختند" (صفحہ ۶۱۷)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی سفارت کی خدمت کے لئے نہایت وفادار اور قابل اصحاب کا انتخاب کرتا تھا جو موقعہ پر وہی کام کرتے جو محمد قلی کے حسب منشا ہوتا تھا۔

مہدی قلی سلطان

یہ بہت بڑا سپہ سالار اور مدبر تھا چنانچہ مغلوں کے مقابلے میں جب محمد قلی نے اپنی

فوجیں روانہ کیں تو اسی کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا۔ اس کی شجاعت و بہادری کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی بن عزیز اللہ طباطبا کی اتنی اچھی رائے تھی کہ وہ اس کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے :-

"امارت و ایالت پناہ شجاعت و جلالت دستگاہ مہدی قلی سلطان طالش کہ در رزم دلاوری و مردانگی ناسخ داستان رستمان بود" (برہان مآثر صفحہ ۶۱۴)

احمد نگر کے مورخ کے یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہوں گے جب ہی تو محمد قلی نے ایک زبردست دشمن کے مقابلہ میں اس کو دو دفعہ روانہ کیا تھا لیکن مہدی قلی صرف ایک بہادر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ مدبر بھی تھا کیونکہ اس کو ۱۰۱۸ھ میں ایران کا سفیر بنا کر روانہ کیا گیا اور یہ ظاہر ہے کہ اس خدمت کے لئے اس سے بہتر امیر محمد قلی کے یہاں کوئی نہ ہوگا۔ ورنہ وہ اس کو روانہ نہ کرتا جب کہ اس کو معلوم تھا کہ احمد نگر پر ابھی مغلوں کے حملے کا اندیشہ موجود ہے۔ مہدی قلی سلطان کے ساتھ سلطان محمد قلی نے شاہ ایران کو جو بیش بہا تحفے روانہ کئے تھے ان کا تذکرہ ابھی ابھی گذر چکا ہے۔

جنوب کی ریاستیں

محمد قلی قطب شاہ کے بیرونی تعلقات کے تذکرہ میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ جہاں اس نے شمال کی طرف مغلوں کے تگ و تاز پر نظر رکھی اپنی سلطنت کے جنوب کی طرف بیجانگر اور کرناٹک کے ہندو حکمرانوں کو بھی ابھرنے نہ دیا۔ چنانچہ وجیانگر کے جانشین پینکنڈہ کی حکومت سے اس کے عہد میں جو طویل معرکے ہوتے رہے وہ اسی حکمت عملی کا نتیجہ تھے۔ اس نے ہمیشہ پینکنڈہ کے حکمران وینکٹ پتی کے ساتھ صلح و آشتی کو لڑائی پر ترجیح دی لیکن جب دیکھا کہ وہ اس کے باغیوں مثلاً

علی خاں لرستانی، علم خاں پٹھان، اور مکند راج والی کشتکوٹ کو پناہ دیتا یا ان کی مدد کے لیے فوجیں بھیجتا ہے تو برابر اس سے مقابلہ کرتا اور اس کی سازشوں کو اپنے ملک سے باہر رکھنے کی کوشش کرتا ہے بعض وقت اس کو ایسے مواقع بھی دستیاب ہوئے کہ اس کی فوجیں دور تک پینکنڈہ اور وجیانگر کے علاقوں پر حملہ کرتی ہوئی گھس گئیں اور وہ چاہتا تو مزید حملوں کے ذریعہ سے اس سلطنت کو ختم کر سکتا لیکن اس نے وینکٹ پتی کی صلح کی درخواستوں کو قبول کر کے اپنی فوجوں کو واپس بلالیا۔

اسی طرح بعض باجگزار راجاؤں کو بھی ان کی بغاوتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اس نے برقرار رکھا ورنہ راجندر والی بنیاپورا اور بھائی بلندر والی کشتم کوٹ کو وہ پہلے ہی ختم کر کے ان کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیتا۔ اسی طرح ردیوار قوم کی استدعا پر اس نے اپنی فوجوں کو ان کے بالکلیہ تباہ و برباد کرنے سے منع کر دیا۔ یہ اس کے اعلیٰ تدبر کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان ہندو ریاستوں کو قائم رکھا اور اس طرح اپنی ہندو رعایا کو اپنی سلطنت سے بدظن اور شکستہ خاطر نہ ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آخر تک گولکنڈہ کی سلطنت کے استحکام و بقا کے لئے دکن کے ہندوؤں نے جان توڑ کوششیں کیں اور اس سلطنت کو اپنی سلطنت سمجھ کر مغلوں کے مقابلے میں اس کا ساتھ دیا۔

(۳)

ہندو رعایا کی سرپرستی

اگرچہ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں اکثر ہندو راجاؤں سے معرکہ آرائیاں رہیں اور بعض ہندو امرا نے بغاوت بھی کی لیکن یہ اس کی اعلیٰ تدبیر کا نتیجہ تھا کہ اس کے عمائدین سلطنت اور مقربان و ملازمان خاص میں ہمیشہ بہت سے ہندو شامل رہے۔ اور ان میں سے بعض تو اپنی فہم و فراست اور بہادری کی وجہ سے ایسے بلند مرتبے پر پہنچ گئے تھے کہ بادشاہ کو ان پر بڑا اعتماد تھا اور ان کی رائے اور اشارے سے بڑے بڑے مسلمان امیر اور سپہ سالار بھی بدل دیے جاتے تھے۔

محمد قلی نے اپنی ہندو رعایا اور امیروں کے ساتھ ہر وقت فراخدلی اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں امتیاز ہی نہ کرتا تھا۔ اور ہمیشہ دونوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اکثر ہندو راجاؤں اور باغیوں کے مقابلے میں اس نے اپنے ہندو امیروں اور بہادروں ہی کو روانہ کیا جنھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ بڑے سخت مقابلے کئے اور ان کی حکومتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ہر مذہب و ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں شفقت سے پیش آنے اور ان پر اعتماد کرنے میں محمد قلی نے کس اعلیٰ تدبر سے کام لیا تھا۔ یہاں ہم نمونے کے طور پر اس کے دو مشہور و متقدر ہندو امرا و عمائد کا تفصیلی اور بقیہ کا سرسری ذکر کرتے ہیں جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ محمد قلی کے حسن اخلاق اور مذہبی رواداری نے گولکنڈہ کے ہندوؤں میں بھی کیسے کیسے جاں نثار سورما اور اعلیٰ پایہ کے امیر پیدا کر دیے تھے۔

آسیراؤ

محمد قلی کے ان مقربین خاص میں تھا جنھوں نے آخر زمانے تک اس کے دست و بازو کا کام دیا اس پر بادشاہ کو اتنا اعتماد تھا کہ ۱۵۷۳ء میں خود محمد قلی میدان جنگ میں نکلا تو یہ اس کے ساتھ تھا اور موسلمورگ نندیال، کلکورکنڈی کوٹ، اور پنیکنڈہ کی لڑائیوں میں برابر داد مردانگی دیتا رہا۔ آخر کار جب پنیکنڈہ کا محاصرہ اٹھا کر محمد قلی دارالسلطنت کی طرف واپس ہونے لگا اور واپسی سے قبل اپنے مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا شروع کیا تو قلعہ مسلمورگ پر آسیراؤ کو حاکم بنا کر اطراف و اکناف کا علاقہ اس کے تفویض کر گیا۔

آسیراؤ نے اس علاقہ میں ڈیڑھ دو سال تک قیام کر کے وہاں قطب شاہی حکومت کو اتنا مستحکم کر دیا کہ پھر موسلمورگ میں کوئی اندیشہ باقی نہ رہا۔ اس اثناء میں ۱۵۷۵ء میں جب مکند راج والی کشتم کوٹ نے بغاوت کی تو آسیراؤ کو بھی اپنی فوجوں کے ساتھ امین الملک سپہ سالار کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ کشتم کوٹ، سیکاکول، مدواڑہ، اور بنیاپور پر حملہ آور ہوا۔ اور جب بنیاپور کا راجہ رامچندر مطیع و منقاد ہو گیا اور اس کے بعض علاقے قطب شاہی سرحد میں شامل ہو گئے تو ان علاقوں کے انتظام کے لئے آسیراؤ اور ملک نائب کو وہیں چھوڑ کر ملک امین الملک کشتم کوٹ کی طرف واپس ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کے علاوہ وزیر اعظم کو بھی اس پر پورا بھروسہ تھا۔

۱۵۷۹ء میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ کے اکسانے سے مکند راج بنگالے کی طرف سے واپس ہو کر کشتم کوٹ پر حملہ آور ہوا تو آسیراؤ کو زین العابدین سپہ سالار کی مدد کے لئے روانہ کیا گیا۔

اوراس کی فوجیں مکندراج کو شکست دینے میں قطب شاہی لشکر کے پہلو بہ پہلو رہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آسیراؤ شاہی دربار میں منسلک اور زیادہ تر حیدرآباد ہی میں قیام پذیر رہا کیونکہ اس کے بعد تاریخوں میں آسیراؤ کا نام پھر اس وقت آتا ہے جب کہ محمد قلی کا عہد حکومت ختم ہو رہا تھا اس اثناء میں کئی میر جملہ اور سپہ سالار بدل چکے تھے۔ اور عرصے کے امن وامان کے بعد ١٠١٩ھ میں پرتاب شاہ والی دستر نے قطب شاہی حدود میں دست اندازی شروع کی تھی۔ اس وقت جب عمال شاہی نے پایہ تخت کو اطلاع بھیجی تو مرزا محمد امین جملۃ الملک نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے قدیم جانباز آسیراؤ ہی کا انتخاب کیا اور اس کو سپہ سالار بنا کر سید حیدر اور امجد الملک کو اس کے ماتحت روانہ کیا۔ اس وقت تک آسیراؤ بڑا مقتدر اور صاحب جاہ وجلال امیر بن گیا تھا۔ اور خود اس کی اپنی فوجیں نہایت کثیر التعداد تھیں۔ اس وقت اسکو تشریف شاہانہ سے سرفراز کر کے روانہ کیا گیا تھا یہ آخری خلعت تھی جو آسیراؤ کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار سے عطا ہوئی تھی کیونکہ اس کے میدان جنگ سے واپس آنے سے قبل ہی یہ فراخدل بادشاہ انتقال کر گیا۔

غرض آسیراؤ ١٠٠٣ھ سے ١٠٢٠ھ تک مسلسل ، اسال محمد قلی کی فوجوں کا سردار رہا اور آخر کار ١٠١٩ھ میں تو سپہ سالار بھی بنایا گیا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ مسلمان امراو عمائد مثلاً امجد الملک اور سید حیدر وغیرہ اس کے ماتحت میدان جنگ میں روانہ کئے گئے۔

دھرماراؤ | یہ ابتداء میں ایک معمولی شخص تھا چنانچہ ١٠٠٥ھ میں جب ردیو ارقوم نے قطب شاہی حکومت

کے خلاف بغاوت کی اور راجمندری کا علاقہ خالی پاکر ایلور، نردول اور بھارجلی میں ہنگامہ آرا ہو گئے تو محمد قلی قطب شاہ نے مرتضیٰ نگر کے سپہ سالار عادل خاں اور سرنوبت چنگیز خاں کو حکم دیا کہ فوراً راجمندری اور کاموزم کے علاقہ میں پہنچ کر مخالفین کو سزا دیں۔ اور بعد کو میر زین العابدین اور عبدالکریم حوالدار کو بھی انکی مدد کے لئے راجمندری سے روانہ کیا غالباً اسی فوج کے سرداروں میں دھرماراؤ بھی شامل تھا۔ اس وقت باغی دریا کے ایسے حصہ پر قابض تھے جہاں سے شاہی فوجوں کو عبور کرنا تھا لیکن مخالفوں کی شرارت کی وجہ سے اس جگہ عبور کرنا مشکل ہو گیا اور کئی روز اسی پریشانی میں گزر گئے تو سپہ سالار نے دھرماراؤ کو روانہ کیا تاکہ کوئی دوسرا عبور کرنے کے قابل مقام تلاش کر آئے۔ چنانچہ دھرماراؤ نے دس بارہ کوس تک ندی کے کنارے کنارے سفر کر کے ایک راستہ نکال ہی لیا جہاں سے چنگیز خاں اور دیگر سردار دریا کو عبور کر کے باغیوں کے سر پر جا پہنچے۔ غرض ردیوا قوم کو مطیع کرنے میں دھرماراؤ کی بہادری اور فراست کا بھی کچھ حصہ ضرور تھا۔

اس کے بعد سے زین العابدین کی نظر خاص دھرماراؤ پر پڑنے لگی جس کو اس نے اپنے ساتھ ہی میدان جنگ میں رکھا۔ اس اثنا میں سنہ ۱۰۰۱ھ میں جب راوت راؤ نے ملک امین الملک سے ناراض ہو کر حکومت کے خلاف بغاوت کی اور ہری چندر کو بھی اپنے ساتھ لے لیا گیا تو ہری چندر نے وسنا دیو کو اپنی مدد پر بلایا۔ وسنا دیو بڑا مدبر اور طاقتور دشمن تھا جس نے نہایت ہوشیاری اور فن حرب کی پوری مہارت کے ساتھ قطب شاہیوں کا مقابلہ کیا اور جگہ جگہ ان کو پریشان کیا۔ اس وقت زین العابدین نے دھرماراؤ سے کام لیا جس نے دوسرے سرداروں مثلاً عبدالکریم، چنگیز خاں اور بھالے راؤ کے ساتھ قلعہ جلبور کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ وسنا دیو کو قلعہ والوں کی مدد کیلئے

ایک زبردست فوج روانہ کرنی پڑی لیکن دہرباراؤ اور اس کے ساتھیوں نے ایسا مردانہ وار مقابلہ کیا کہ بہت سے دشمن یا تو قید ہوگئے یا فرار ہوگئے۔ ان مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر وسنادیو نے دہرباراؤ سے پناہ مانگی اور اس کے توسط سے پچاس ہزار ہون اور پچاس ہاتھی سپہ سالار کے یہاں روانہ کیے اور اتنا ہی خراج ہر سال ادا کرنے اور اطاعت گزار رہنے کا وعدہ کیا۔

اس صلح اور اطاعت گزاری میں معلوم ہوتا ہے کہ دہرباراؤ کا بڑا حصہ تھا۔ وہ بہادر ہونے کے علاوہ بڑا مدبر بھی تھا اور دشمن بھی اس کی رانبازی پر بھروسہ کرتے تھے۔ چنانچہ دہرباراؤ نے نہ صرف وسنادیو کو مطیع ومنقاد بنا لیا بلکہ ہری چندر کے بھتیجے بول بانر کو جو بانی فساد تھا وسنادیو ہی کے ذریعے سے گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بدلے میں وسنادیو کے اعزہ واقربا کو آزاد کرا دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی چال تھی جس کی وجہ سے سلطنت میں بڑا امن وامان قائم ہوگیا۔

اس خدمت کی بنا پر محمد قلی نے دہرباراؤ کی جو قدر افزائی کی افسوس ہے کہ اس کا ذکر تاریخوں میں درج نہیں لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ روز بروز دہرباراؤ کی شخصیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا چنانچہ اس کے بعد ہی ۹۸۰ھ میں جب کشتم راج ولد راوت راؤ نے بغاوت کی تو اس وقت بھی دہرباراؤ میدان جنگ میں اس کے مقابلے کے لئے موجود تھا۔ اور اب کے اس کی شخصیت اور اثر خود میر زین العابدین سپہ سالار سے زیادہ اہم ہوگئی تھی۔ چونکہ کشتم کوٹ کے علاقہ پر قبضہ کر لینے کے بعد سے مسلسل لڑائیاں جاری تھیں اور سمت مرتضیٰ نگر کی قطب شاہی فوج کا امن چین غائب ہوگیا تھا اس لئے اس موقعہ پر دہرباراؤ کی یہ رائے تھی کہ قلعہ مداوڑہ کے فتح کرنے کی زحمتیں اٹھانے کی جگہ بہتر یہ ہے کہ کشتم کوٹ کے بعض علاقے وہاں کے سابق والی بھالی بلندر

کو عطا کر دیئے جائیں اور اس سے مطیع و فرماں بردار رہنے اور سال بسال خراج روانہ کرنے کا وعدہ لیا جائے
میر زین العابدین ایک جنگجو سپہ سالار تھا۔ وہ اس قسم کی مصلحت اندیشیوں کا قائل نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ
جب عرصہ سے ہم اس مہم میں سرگرم ہیں تو پورے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کرنے کے بعد ہی دم لینا چاہئے۔
معلوم ہوتا ہے کہ دھرماراؤ نے اس کو بہت کچھ سمجھایا لیکن جب وہ اپنے خیال پر اڑا رہا تو سلطان محمد قلی
قطب شاہ کی بارگاہ میں عریضہ روانہ کیا کہ عرصے سے شاہی لشکر باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور اب صورت حال
اس امر کی متقاضی ہے کہ بھائی بلندر کو پہلے کی طرح ایک باجگذار راجہ بنا کر کچھ علاقے اس کے سپرد کر دیے جائیں۔
دھرماراؤ بادشاہ کی طبیعت سے واقف تھا اور اسی لیے سپہ سالار سے مایوس ہو کر اس کے خلاف
اس نے اپنی رائے راست بارگاہ عالی میں روانہ کی۔ محمد قلی نے اس خط سے اتنا اثر لیا کہ زین العابدین کو
سپہ سالاری سے ہٹا کر واپس بلا لیا اور سید حسن ابن مصطفیٰ خاں کو روانہ کیا۔ یہ مقابلتہً کم عمر تھا اور چونکہ اس کو
شاہی خاندان سے قرابت تھی اس لیے دھرماراؤ نے اس حیثیت اور سپہ سالار کی تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر بھائی بلندر
کے بھتیجے ہری چندر کو معافی مانگ لینے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ہری چندر اس علاقے کے بہت سے بہادروں
کے ساتھ دھرماراؤ سے آملا۔ اور بھائی بلندر کے بالکلیہ استیصال میں اس کا مددگار ثابت ہوا۔ غرض دھرماراؤ
کی ہوشیاری سے کشم کوٹ کا علاقہ پھر باغیوں سے خالی ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد آٹھ نو سال تک قطب شاہی سلطنت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور دھرماراؤ دربار شاہی
میں باریاب رہا۔ آخر کار ۱۰۱۸ھ میں جب وسنادیو نے کشم کوٹ کے علاقے میں داخل ہو کر تاخت و تاراج کرنا

شروع کیا تو محمد قلی قطب شاہ نے دہرماراؤ اور جنگیز خاں کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس زبردست فوج کے ڈر سے وسنادیو قلعوں میں محصور ہو گیا اور اس کے علاقوں کو شاہی فوجوں نے پامال کرنا شروع کیا۔ اس موقعہ پر بھی دہرماراؤ کی سیاسی جوڑ توڑ نے اپنا رنگ دکھایا۔ یعنی جس طرح پہلے بھائی بلندر کے بھتیجے ہری چندر کو اس نے مخالفین سے توڑ لیا اسی طرح وسنادیو کا بھتیجا کشناراج بھی اس جنگ میں شاہی لشکر سے آملا۔ اس دفعہ بھی یقیناً دہرماراؤ کا ہاتھ ہوگا۔ وہ خفیہ مراسلت اور نامہ و پیام کے ذریعے سے لوگوں کا دل موہ لینے میں استاد تھا۔ غرض جب کشناراج قطب شاہی لشکر کی طرف آیا تو دہرماراؤ اور سید حسن سپہ سالار دونوں نے بڑے اعزاز و اکرام سے اس کا استقبال کیا۔ اس قدر افزائی کا حال سن کر اور بہت سے ہندو بہادر بھی کشناراج اور دہرماراؤ سے آملے۔ اس واقعہ کا وسنادیو پر اتنا اثر پڑا کہ وہ بیمار ہو گیا اور آخر کار وفات پائی۔

اب دہرماراؤ کے تدبر و سیاست کے لئے ایک نئی جولانگاہ نکل آئی۔ اس نے ایک طرف تو وسنادیو کے اعیان سلطنت کو لکھ بھیجا کہ اب لڑنا بے سود ہے اس لیے اطاعت قبول کریں[1]۔ اور دوسری طرف کشناراج کو وہاں کا راجہ بنانے کے امکانات پر غور کرنے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود وسنادیو کے امرا

---

[1] دہرماراؤ کے خط کے الفاظ تاریخوں میں اس طرح مرقوم ہیں:—

"خسرو زماں خان اعظم جنگیز خاں را با لشکر عظیم بعزم تسخیر آں بلاد روانہ فرمودہ است۔ باید کہ بدستور جمیع راجہائے ایں بلاد مطیع و منقاد گردیدہ مالگزار شوید۔ والا خان اعظم مملکت موروثی را از دست تصرف شما انتزاع خواہد کرد" تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸) تاریخ حدیقۃ العالم صفحہ (۲۵۳)

نے کشناراج کو جانشین بنانے کی استدعا کی۔ اور دھرماراؤ نے کشناراج سے کہا کہ اگر تم کو وسنادیو کا جانشین بنائیں تو بادشاہ کی خدمت میں کیا نذر دو گے اور ہر سال کتنا باج روانہ کرو گے۔ کرشناراج کے لیے تو یہ ایک غیر متوقعہ خبر تھی اس نے جی کھول کر وعدے کر لئے اور ان کے ایفا کے لئے بڑی بڑی قسمیں کھائیں۔ غرض دھرماراؤ نے ہر طرح سے مطمئن ہو کر کرشناراج کو خود اپنے سامنے راجہ بنا کر وسنادیو کے پایہ تخت کیطرف روانہ کیا۔ "تاریخ کے حسب ذیل جملہ سے کہ :۔

"بتشریفات شاہانہ واسپ بازین زر وکلاہ وکمر از جامدار خانہ بادشاہی ہمراہ خود داشتہ سرفرازش گردانیدہ باشوکت تمام بجانب متفقروسنادیو روانہ کرد"[۱]

پتہ چلتا ہے کہ دھرماراؤ پہلے سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ کرشناراج کو وسنادیو سے توڑ لونگا اور اس کو راجہ بنا کر روانہ کرونگا۔ ورنہ ان تمام لوازمات کے جامدار خانہ شاہی سے لے کر نکلنے کا کیا موقع تھا۔ اور نہ کسی دوسری لڑائی کے وقت فوج کے ساتھ ایسے لوازم کے روانہ کرنے کا تاریخوں میں ذکر ملتا ہے۔

غرض دھرماراؤ اپنے منصوبے میں کامیاب رہا اور کرشناراج سے ایکسو پچاس ہزار ہون اور ایکسو پچاس ہاتھی وصول کر کے محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں روانہ کیے۔ اس کے بعد اگرچہ بقیہ نصف رقم اور ہاتھیوں کے دینے میں کرشناراج نے کچھ عرصے تک عذر کیا لیکن آخر کار وہ پوری طرح مطیع ومنقاد ہو گیا۔ اور پھر کبھی بغاوت نہ کی۔ اس طرح دھرماراؤ کے تدبر نے محمد قلی قطب شاہ کے ماتحت ایک نئے

---

[۱] تاریخ قطب شاہی ورق (۲۵۸)

یا جگزار راجہ کا اضافہ کیا۔

دوسرے ہندو امیر آسیراؤ اور دہرماراؤ کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے اور بھی حسب ذیل ہندو امرا و عمائد بھی قابل ذکر ہیں۔ ۱) جگپت راؤ ۲) سری راؤ ۳) ساباجی ۴) بھالے راؤ ۵) مکند راج ۶) تنکر راج ۷) ہری چندر ۸) رامچندر ۹) راوت راؤ ۱۰) کرشنا راج

جگپت راؤ وہ قطب شاہی امیر ہے جس کو محمد قلی نے ۱۰۰۳ء میں قلعۂ نندیال اور اس کے اطراف و اکناف کی حکومت سپرد کی۔ یہ قلعہ خود بادشاہ نے بڑے سخت مقابلے کے بعد فتح کیا تھا۔

سری راؤ ۱۰۰۹ء میں قلعہ کشتم کوٹ اور اس کے اطراف کے علاقوں کا حاکم بنایا گیا تھا۔ یہ قلعہ سالہا سال کی لڑائیوں اور تباہیوں کے بعد فتح ہوا تھا اور جب اس کی فتح کی اطلاع سید حسین سپہ سالار نے بادشاہ کے یہاں روانہ کی تو اس کی حکومت کے لئے اس نے فوراً اپنے اس امیر سری راؤ کو نامزد کیا۔

ساباجی قطب شاہی لشکر میں سرنوبت کے عہدہ پر فایز تھا اور جب محمد قلی ۱۰۰۳ء میں موسلمورگ، نندیال، کندی کوٹ اور بیلنکنڈہ وغیرہ قلعوں پر معرکہ آرا ہوا تو یہ اس کے ساتھ تھا۔ اور جب بادشاہ پایہ تخت واپس ہونے لگا تو اس کو دوسرے سرداروں کے ساتھ نئے مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اس کے بعد جب وینکٹ پتی نے قطب شاہی علاقے میں ریشہ دوانی شروع کی تو ساباجی کو بادشاہ نے حکم دیا کہ اعتبار خاں یزدی کے ساتھ بیجانگر کے علاقہ پر حملہ کرے۔ چنانچہ ساباجی کی فوج نے بیجانگر میں گھس کر قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ و برباد کیا۔ اس اثنا میں جب راجہ اودگیر مقابلے کے لئے نکلا تو ساباجی کو دوسرے سرداروں

کے ساتھ روانہ کیا گیا جنھوں نے ایسا دل توڑ کر مقابلہ کیا کہ دشمن کے تین چار ہزار سپاہی مارے گئے اس فتح کے بعد سا باجی قطب شاہی فوجوں کے ساتھ بیجانگر کی سرحد میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرکے شہر کالیر پر حملہ آور ہوا اور اس دولتمند شہر کو لوٹ لیا۔

ان کامیابیوں کے کچھ عرصہ بعد جب [illegible] میں سا باجی کے بعض ساتھی مثلاً بھالے راؤ خانخاناں اور علم خاں امین الملک کی سختی سے تنگ آ کر قطب شاہی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو غالباً یہ بھی ان میں شریک تھا اور بعد کو معافی مانگ لی چنانچہ [illegible] میں جب راجمندری میں ردیوار قوم کی بغاوت کے لئے مرتضیٰ نگر سے فوجیں روانہ کی گئیں تو سا باجی بھی ان کے ساتھ تھا اور اس نے سپہ سالار میر زین العابدین کی خواہش پر دہرا راؤ کے ساتھ دریائے کرشنا کو عبور کرنے کا ایک نیا راستہ ڈھونڈ نکالا اور قطب شاہی فوج کو تباہی سے بچا لیا۔

بھالے راؤ سا باجی کا دوست اور رفیق کار تھا اور اپنی جاگیر واقع مرتضیٰ نگر سے بادشاہ کے حکم پر بنکینڈہ پر حملہ کرنے کے لئے اعتبار خاں کے ساتھ روانہ ہوا تھا۔ اور جب یہ مہم فتح ہو گئی تو مرتضیٰ نگر ہی کے علاقے میں مقیم تھا کہ علم خاں وغیرہ کے ساتھ بغاوت میں شریک ہو کر بیجانگر کی طرف بھاگ گیا بعد کو شاید معذرت خواہ ہو کر پھر محمد قلی کی ملازمت اختیار کر لی تھی کیونکہ [illegible] میں جب راونت راؤ [illegible] بشار راؤ نے بغاوت کی تو بھالے راؤ کو دہرا راؤ عبدالکریم اور چنگیز خاں کے ساتھ قلعہ چلور [illegible] کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ جہاں اس نے دو مہینوں تک اہل قلعہ کا مقابلہ کیا۔

سا باجی اور بھالے راؤ کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی کے لطف و کرم کے بھروسے پر

ہندو امرا باغی ہو جانے پر بھی معافی مانگ لیتے اور دوبارہ شاہی نوازشات سے بہرہ ور ہوتے تھے۔

مکند راج بھائی بلندروا لی کشتم کوٹ کا بیٹا تھا اور اپنے باپ کے انتقال کے بعد جب بارہ سال کی عمر میں کشتم کوٹ کا راجہ ہوا تو نذر پیش کرنے کے لیے محمد قلی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بھائی بلندر تیس سال سے شاہی خراج پابندی سے ادا کرتا رہا تھا اس لیے جب اس کا لڑکا مکند راج محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو بادشاہ اس کے ساتھ بہت لطف و کرم سے پیش آیا اور اس کی جو قدر افزائی کی اس کا حال خود تاریخ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"فرمان ہمایوں بنام امرا، وراجہائے کشتم کوٹ شرف نفاذ یافت کہ حکومت آں بلاد بہ مکند راج مرحمت فرمودیم باید کہ از اطاعت او تخلف نورزید........ با تحف و ہدایای لائقہ او بدرگاہ والا آوردہ بشرف آستان بوسی مشرف گشت۔ و تشریفات شاہانہ و اسپان با زین زر و کلاہ و کمر آفتاب گیر سرفراز گردید۔ بشوکت تمام مراجعت نمود"

لیکن یہ صرف بارہ سال کا تھا اس لیے جب اپنی راجدھانی کو واپس ہوا تو بعض مفسدوں کے بہکانے سے اپنے ایک عزیز دیوراج کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے محمد قلی بہت ناراض ہوا اس کے بعد مکند راج ویدیاور کے بہکانے سے خراج ادا کرنے میں بھی عذر کرنے لگا اور براس خاں کو جو کشتم کوٹ میں قطب شاہی رزیڈنٹ تھا قید کر لیا۔ محمد قلی نے اس کی کم عمری کا لحاظ کر کے اس کو سمجھانے کے لیے کئی آدمی روانہ کئے اور بعد کو خود بھی جانا چاہتا تھا لیکن امین الملک نے منع کیا اور خود فوج لے کر چڑھ آیا۔

مکندراج نے امین الملک کی پند و نصیحت کی بھی کوئی پروانہ کی، اور آخر کار تمام عمر پریشان رہا۔
بادشاہ نے کشم کوٹ کے علاقہ کو پوری طرح سے فتح کر کے اپنے ایک امیر سری راؤ کے سپرد کردیا۔

شنکر راج بھائی بلندر کا بھتیجا اور مکندراج کا عم زاد بھائی تھا۔ یہ اپنے چچا کے
زمانے ہی سے محمد قلی قطب شاہ کے دربار کے عمائدین میں شامل تھا۔ جب کہ مکندراج بغاوت پر
تل گیا تو بادشاہ نے اسکے اس چچیرے بھائی کو علی خاں اور مجاہد خاں کے ساتھ ملک امین الملک کے
ماتحت روانہ کیا۔ شنکر راج کو محض اس لئے روانہ کیا گیا تھا کہ مکندراج کم از کم اس کے اثر سے بغاوت
سے باز آئے۔ لیکن جب شنکر راج نے دیکھا کہ وہ کسی طرح باز نہیں آتا تو اس کے خلاف صف آرا ہوا اور میدانِ
کارزار میں اس جانبازی کے ساتھ مکندراج کی فوجوں میں گھس پڑا کہ آخر کار وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں
لیکن افسوس ہے کہ خود شنکر راج اس لڑائی میں ۱۰۰۵ھ میں کام آیا۔

ہری چندر یہ بھی بھائی بلندر کا بھتیجا اور غالباً شنکر راج کا حقیقی بھائی تھا۔ اور اسی کے
ساتھ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں منسلک تھا۔ اس نے بھی شنکر راج کے ساتھ مکندراج کے مقابلے میں
کارنمایاں انجام دیئے تھے۔ اور اپنے بھائی کے مرنے کے بعد محمد قلی ہی کے دربار میں معزز و مفتخر تھا۔
لیکن ۱۰۰۸ھ میں جب راوت راؤ ملک امین الملک کے برتاؤ سے ناراض ہو کر قطب شاہی فوج سے
الگ ہوگیا اور حکومت کے خلاف بغاوت کی تو اس نے ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور خفیہ طور پر
لکھ بھیجا کہ اگر اس وقت تم میرا ساتھ دو تو میں تمھیں کشم کوٹ کا راجہ بننے میں مدد دوں گا۔

حکومت کا لالچ بڑا برا ہوتا ہے۔ ہری چند محمد قلی جیسے مہربان بادشاہ کے خلاف راؤت راؤ کا ساتھی
شریک ہو گیا۔ اور عرصہ تک شاہی فوج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں جب دھرما راؤ کی
شکایت پر سید حسن سپہ سالار مقرر ہو کر آیا اور زین العابدین واپس بلا لیا گیا تو اس تبدیلی سے فائدہ اٹھا کر
غالباً دھرما راؤ کے اشارے سے ہری چند بہت سے بہادروں کے ساتھ قطب شاہی لشکر میں آملا۔
اور گزشتہ بغاوت کی تلافی کرنے کے لئے یہ رائے دی کہ بھائی بلندر کا استیصال اس طرح ہو سکتا ہے کہ
سرحد پر اور بعض راستوں پر جہاں سے وہ بھاگ سکتا ہے یا جہاں سے اس کو رسد مل سکتی ہے
چند قلعوں کو مستحکم کیا جائے اور بڑی بڑی فوجیں متعین کی جائیں۔ ہری چند کی یہ رائے بڑی
معقول تھی اور اس پر عمل کر کے سید حسن نے تین قلعے مصطفےٰ آباد، شاہ آباد اور محمد آباد بنائے اور ان میں
زبردست فوجیں ملک نائب کی نگرانی میں متعین کیں۔ اس طرح سے باغیوں کی آمد و رفت اور رسد کی فراہمی
مشکل ہو گئی۔ آخر کار قلعہ کنشم کوٹ پر قطب شاہی فوج کا قبضہ ہو گیا اور ہری راؤ کو وہاں کی حکومت سپرد
کر دی گئی۔ اس طرح کنشم کوٹ کی بغاوت کے استیصال اور تین مشہور قطب شاہی قلعوں کی تعمیر میں
ہری چند نے بہت بڑا حصہ لیا۔

رام چندر

پناپور کا راجہ تھا جو کنشم کوٹ کی سرحد پر ایک چھوٹی سی ریاست تھی
اس نے مکند راج کی مدد کے لئے ۱۰۰۵ھ میں قطب شاہی سلطنت سے لڑائی مول لی۔ جس کی وجہ سے
امین الملک اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور راستے کے پورے جنگل کو آگ لگا دی۔ امین الملک کی فوج کا

اتنا رعب پڑا کہ آخر کار رام چندر نے اطاعت قبول کر لی اور سال بسال خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اس طرح سے اس کا ملک تباہی سے بچ گیا اور وہ قطب شاہی باجگزار راجاؤں میں شامل ہو کر امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگا۔

راوت راؤ بڑا زبردست ہندو سردار تھا جو اپنی کثیر التعداد پیادہ اور فوج بہادری و جاہ و جلال کی وجہ سے ممتاز تھا۔ اور عرصہ تک محمد قلی قطب شاہ کی فوج کے ساتھ اخلاص اور دولت خواہی کی خدمات انجام دیتا رہا۔ آخر کار ۱۰۰۹ھ میں میر جملہ امین الملک کے بعض احکام سے ناراض ہو کر راوت کے وقت فوج شاہی سے علیحدہ ہو گیا اور ہری چندر کو بھی بغاوت پر آمادہ کر لیا لیکن بہت جلد قطب شاہی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔

کرشنا راج وسنا دیو کا بھتیجا تھا اور ۱۰۰۱ھ میں اپنے چچا سے کسی بات پر ناراض ہو کر دہرما راؤ کے اشارے سے میدان جنگ میں قطب شاہی فوج سے آ ملا اور اس کے بعد جب وسنا دیو کا انتقال ہو گیا تو دہرما راؤ نے اس کو راجہ بنا کر روانہ کیا۔ اس کا حال دہرما راؤ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ یہ محمد قلی قطب شاہ کا ایک باجگزار راجہ تھا۔

مذکورۂ بالا خاص شخصیتوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں اور متعدد برہمن نائک دائرہ مقدم اور دیوار قوم کے ہندو سردار بھی موجود تھے جن پر اس کو کامل اعتماد تھا اور جو مسلمانوں کے دوش بدوش قطب شاہی سلطنت کے استحکام اور ترقی میں کوشاں رہتے تھے۔

(۴)

ایرانیوں اور اجنبیوں کی نگہداشت اور قدر افزائی

بعض مورخوں نے سلطان محمد قلی پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ مذہبی تعصب کی وجہ سے ملک کے سنی باشندوں کے مقابلے میں ہمیشہ ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کیا کرتا تھا۔[1] لیکن یہ بات بالکلیہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اس کے امراء و عمائدین میں امین الملک، فتح الملک، خدابندہ خاں، خیرات خاں، عبدالکریم، حسن علی، اور انور خاں وغیرہ جیسے بڑے بڑے دکنی اور سنی شامل تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ ایرانی نو واردوں کی سرپرستی اور قدر افزائی مذہبی سے زیادہ سیاسی اسباب کا نتیجہ تھی۔ سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ ہر شخصی حکومت میں بادشاہ اپنی حفاظت اور استحکام کے لئے بالعموم نئے نئے ملازموں کو مامور کرتا ہے اور بعض وقت قدیم ملازموں کو ہٹانا بھی ضروری سمجھتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع

[1] مثلاً تاریخ دکن سلسلۂ آصفیہ حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ پر لکھا ہے :۔

"محمد قلی بھی پکا شیعہ تھا اس لئے اس سلطنت میں تمام سرکار دربار میں شیعہ ہی شیعہ امرا تھے۔ اور اس لیے وہ کسی سنی کو ہرگز امور انتظام سلطنت میں دخیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ مگر چونکہ شیعہ آدمی اس کثرت سے نہیں مل سکتے تھے کہ جو تمام امور سلطنت کا بندوبست کر سکیں اس لیے تمام مالگزاری کے اور نیز متفرق کام ہندوؤں کے ہاتھ میں رہتے تھے۔"

اسی قسم کا خیال تقریباً انہی الفاظ میں تاریخ دربار آصف گلزار دوم صفحہ ۱۹۱ پر بھی درج ہے۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت

نئے ملازموں اور مددگاروں میں بھی باہر سے آئے ہوئے یا غیر ملکی اشخاص کا تقرر اور بھی زیادہ قرین مصلحت سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ملک اور اہل ملک کی دیرینہ خوبیوں یا خرابیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اور جو کوئی ان کی سرپرستی کرتا ہے وہ اس کے دست گرفتہ ہونے کی وجہ سے اسی کی خدمت گزاری کو اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آقا کے کام میں خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق اپنی جان تک دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

ملک کے موروثی امرا اور قدیم معاشدار اور جاگیردار لوگ جہاں اکثر سلطنت کی قوت ثابت ہوتے ہیں بعض وقت کسی ملک یا بادشاہ کے لئے خطرناک بھی بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی جڑیں ملک میں دور دور تک گڑی ہوتی ہیں اور ان کا اثر و اقتدار جس وقت چاہے بادشاہ کی ذات کے خلاف کام کر سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر بادشاہوں کی جانشینی کے مسائل ایسے ہی امرا کی مصلحتوں اور دیگر اغراض کی وجہ سے الجھنوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ جب کبھی اپنے بادشاہ سے کسی وجہ سے ناراض ہو جاتے ہیں تو اس کے بھائی یا قرابتدار کو تخت کا دعویدار بنا کر بادشاہ کے خلاف سازش کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ خود محمد قلی کی زندگی میں ایسا واقعہ دو دفعہ پیش آچکا ہے کہ ملک کے قدیم امرا شاہ عبدالقادر اور شہزادہ خدابندہ کو اس کے مقابلہ میں کھڑا کر کے اس کی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن گئے تھے۔

اسی وجہ سے ہر ملک کے خود مختار بادشاہ ہمیشہ اجنبیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کر کے
انہی سے اپنی حفاظت کا کام لیتے رہے ہیں۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اسی حکمت عملی پر کاربند تھا۔
بادشاہوں اور وزیروں کی یہی سیاسی چال تھی جس کی بنا پر دکن میں ہمیشہ ملکی اور غیر ملکی
جھگڑا پیدا ہوتا رہا۔ ہر بادشاہ یا مقتدر امیر نے نئے نئے اور زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کو اپنا مشیر
و مددگار بنانے کی کوشش کی اور اس طرح جو لوگ پہلے سے ملک میں موجود تھے وہ ہمیشہ ان نو واردوں
سے رشک و حسد اور ان کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ اور اگرچہ بعض وقت وہ اپنی کوششوں میں
کامیاب بھی رہے لیکن اکثر ناکام ہونا پڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور اُن کی اولاد ناقدری اور ذلت کی
زندگی گذارتے گذارتے اپنی اکثر اعلیٰ صلاحیتوں کو بھی کھو بیٹھی۔

غرض محمد قلی قطب شاہ بھی ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اور اگر اس نے اپنے پیشروؤں
کی دیرینہ سنت پر شدت سے عمل کیا تو کوئی تعجب کا مقام نہ تھا۔ رہا شیعوں کی سرپرستی کرنا تو
اس پر بھی وہ مجبور تھا کیونکہ اس زمانے میں جتنے لوگ دہلی، آگرہ، بیجاپور کا رخ نہ کر کے گولکنڈہ
آتے تھے وہ زیادہ تر شیعہ ہی ہوتے تھے۔ اس لیے کہ محمد قلی کے مذہبی عقائد اور خاص کر حب اہلبیت نبی
کا دور دور تک چرچا تھا۔ چنانچہ اس کی زندگی ہی میں، جب کہ وہ حیدرآباد کا شہر بنا اور بسا
رہا تھا، احمد نگر میں ایک تاریخ برہان مآثر لکھی جا رہی تھی۔ اس کا مصنف جب محمد قلی کا نام
لیتا ہے تو اس کی اسی خصوصیت پر زور دیتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:۔

" عالی حضرت اعظم ہمایوں سلیمان ظل سبحانی المؤید بتائید اللہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۵۹۸

" عالی حضرت سلطنت و حشمت پناہ نصفت و معدلت دستگاہ خادم اہل بیت رسول اللہ

محمد قلی قطب شاہ" صفحہ ۶۲۵

حالانکہ اس کتاب میں دوسرے ہمعصر بادشاہوں خاص کر ابراہیم عادل شاہ ثانی کا نام بھی کئی جگہ بڑے ادب و احترام سے لکھا گیا ہے لیکن ابراہیم کو یا کسی اور بادشاہ کو کسی جگہ خادم اہلبیت رسول اللہ نہیں لکھا گیا۔

اس کے علاوہ محمد قلی کے سنی امراء و عمایدین نے چونکہ دو تین وقت اس کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا اس لیے وہ حق بجانب تھا اگر اس کو سنیوں پر کوئی اعتماد باقی نہ رہا اور اس نے عملاً شیعوں اور ایرانیوں کی سرپرستی شروع کر دی تھی۔

ان حالات کے تحت حیدر آباد میں کثرت سے اہل ایران جمع ہو گئے۔ جو لوگ محمد قلی کے عہد سے پہلے ہی یہاں موجود تھے ان میں میر شاہ میر اصفہانی، امیر زنبیل استرابادی، حکیم قلی سلطان، اور اعتبار خاں یزدی بہت بڑے امیر اور عمائدین سلطنت میں شمار کیے جاتے تھے۔ اس کے عہد میں جو ایرانی حیدر آباد آئے ان میں میر مومن استرابادی، میر ضیاء الدین محمد نیشاپوری علی بن عزیز اللہ طباطبا، اور مرزا محمد امین بہت مشہور ہوئے۔ خاص کر میر مومن اور مرزا محمد امین

نے تو وہ رتبہ حاصل کیا کہ شاید ہی کسی بادشاہ کے زمانے میں کسی نووارد کو حاصل ہوا ہو۔ چونکہ ان دونوں کو محمد قلی سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے ان سے متعلق چند امور کا یہاں درج کرنا ضروری ہے

میر مومن استراباد کے مشاہیر سادات میں سید شرف الدین سماکی کے فرزند اور سید فخرالدین سماکی کے خواہر زادے اور شاگرد تھے۔ موخرالذکر میر غیاث الدین منصور کے اعظم تلامذہ میں شمار کیا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ میر مومن شاہ طہماسپ کے دربار میں آئے اور شاہزادہ سلطان حیدر مرزا کی تعلیم اور اتالیقی کی خدمت پر مامور ہوئے تھے[1]۔ کچھ عرصہ بعد جب شاہزادہ کا انتقال ہوگیا اور میر صاحب کے مخالفین اور حاسدین نے ان کے خلاف دہریت اور الحاد کا الزام لگاکر ان کو خارج البلد کرنے کی کوشش کی تو وہ خود قزوین سے ۹۸۶ھ میں عراق و عرب کے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد محرم ۹۸۹ھ میں گولکنڈہ پہنچے۔

چونکہ بڑے عالم و فاضل اور مدبر و دانشمند اور خلیق و منکسر مزاج تھے اس لئے یہاں رفتہ رفتہ ان کی شہرت پھیلنے لگی۔ ان کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ اکثر طلبہ اور علماء ان سے استفادہ کرتے تھے۔ آخر کار پانچ چھ سال کے عرصے میں اپنے علم و فضل اور زہد و تقویٰ

---

[1] حضرت میر مومن کے تفصیلی حالات زندگی پر راقم نے ایک علحدہ بسوط کتاب لکھ کر شائع کی ہے اس لیے یہاں صرف مختصر اور ضروری باتیں درج ہیں۔

کی وجہ سے محمد قلی قطب شاہ کو اپنا اتنا زیادہ معتقد بنا لیا کہ وہ ان کو اپنی سرکار و دربار میں دخیل کئے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ پیشوائے سلطنت جیسی اہم خدمت ان کے سپرد کی یہ عہدہ نائب بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے اور سلطنت میں سب سے بڑا عہدہ سمجھا جاتا تھا۔

میر مومن کے پیشوائے سلطنت بننے کے بعد ہی تاریخ دکن میں دو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی شہر حیدرآباد کی بنا اور شہدائے کربلا کے نام کے علم مبارک کی استادگی۔ اور ان دونوں امور میں میر صاحب کی دلچسپی کو بھی دخل تھا۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ محمد قلی نے اپنے عقائد میں جو پختگی پیدا کی اور خادم اہل بیت رسول اللہ کا لقب حاصل کیا اس کا سہرا میر مومن ہی کے سر ہے۔ حیدرآباد میں شیعہ عقائد کی عام طور پر ترویج اور عاشور خانوں اور علموں کا قیام اور دیگر مذہبی مراسم کا آغاز محمد قلی نے ۱۰۰۰ھ کے لگ بھگ کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امور میر صاحب کے عہدۂ پیشوائی کے اولین ثمرات ہیں۔

اس پیشوائی کے قیام کے بعد دوسرا اہم واقعہ جو پہلے کے ساتھ ساتھ یعنی تقریباً ایک ہی زمانے میں وقوع پذیر ہوا شہر حیدرآباد کی بنا تھا۔ اس وقت محمد قلی نے ایک متمدن اور ترقی یافتہ شہر کا جو نقشہ ڈالا اس کے بنانے میں میر مومن پیشوائے سلطنت کی رائے بھی ضرور شامل ہوگی۔ چار مینار کی وجہ تعمیر میں تعزیہ کو دخل ہو یا نہ ہو اس کا روضۂ حضرت امام رضا کی طرح شہر کے درمیان میں بنایا جانا اور اس کے چاروں طرف بڑی بڑی سڑکوں کی تعمیر حضرت میر مومن ہی کا

شور ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم واقعہ جس میں میر صاحب نے ذاتی دلچسپی لی یہ تھا کہ شہر کے بازاروں، محلوں، مسجدوں، عاشور خانوں اور حماموں کے ساتھ ساتھ اہل شہر کے لئے ایک پاک صاف قبرستان کی جگہ کا تعین بھی پہلے ہی سے کر لیا گیا۔

اس کام کے لئے میر صاحب نے جس مقام کا انتخاب کیا اس میں کونسی خوبیاں پیش نظر تھیں اس کا تفصیلی بیان ہم نے "سوانح میر مومن" میں درج کر دیا ہے اس لئے یہاں اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ انھوں نے اپنے صرفے سے اس قبرستان کو چمنستان کی طرح آراستہ کیا اور اس میں کربلائے معلیٰ سے خاک پاک منگوا کر بچھوائی۔

میر مومن صاحب اگرچہ بظاہر مولوی اور دیندار آدمی تھے لیکن محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد کے عہد میں جملہ امور سلطنت انھی کی رائے اور مشورے سے انجام پاتے تھے۔ چنانچہ ۱۰۱۶ھ میں شہزادی حیات بخشی بیگم کی شادی اور ۱۰۲۱ھ میں مرزا محمد امین میر جملہ کا تقرر انھی کی رائے سے انجام پایا۔ اس زمانے میں بیرون ہند سے جتنے عالم اور قابل لوگ آتے تھے وہ میر صاحب ہی کی سعی و سفارش سے دربار قطب شاہیہ میں باریابی پاتے تھے۔ چنانچہ علامہ محمد ابن خاتون انھی کا شاگرد اور فیض یافتہ تھا جو بعد کو سلطان محمد کے عہد میں ایران کی سفارت پر بھیجا گیا اور سلطان عبداللہ کے عہد میں پیشوائے سلطنت بنایا گیا۔

وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ چنانچہ جب ۱۰۲۳ھ میں سلطان محمد قطب شاہ پیدا ہوا تو

انھوں نے حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھ کر محمد قلی کے حضور پیش کیا تھا ؎

بازعالم ابتدائے کامرانی کردہ است | صد بشیر کامرانی می برد ہر سو خبر
دود مان ترکماں را خوش چراغی برفروخت | پرتو شہزادہ بر چرخ می تابد دگر
رونق عز و شرف سلطان محمد زاں کہ ہست | ہر دو عالم یک صدف از بہر آں عالی گہر
خواستم تاریخ آں فرخندہ گوہر عقل گفت | اول کام است فیروزی و اقبال ظفر
چوں دعا بہ تریں نمی دانم ازاں می گویمش | سرور عالم شوی در ظل اقبال پدر

معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادہ کی تعلیم و تربیت میں میر مومن نے خاص حصہ لیا تھا جب ہی تو وہ ایسا زاہد مرتاض اور پاک باز بادشاہ ثابت ہوا۔ میر مومن اس کو بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ شہزادی کے ساتھ اس کی شادی انہی کی ایما سے کی گئی اور محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد سلطان محمد کی تخت نشینی کے وقت بھی میر مومن نے ذاتی دلچسپی اور مستعدی سے کام لیا تھا۔ میر صاحب کی بقیہ زندگی سے متعلق تفصیلی معلومات ان کے سوانح حیات میں درج ہیں یہاں تاریخ فرشتہ کا یہ خیال ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ کے تذکرے کے آخر میں اس کی تین خوش قسمتیوں کا ذکر کرتا ہے جن میں سب سے پہلی اور سب سے اہم خوش قسمتی فرشتہ کی نظر میں یہی تھی کہ میر مومن جیسا معتمد علیہ اور مختار کل محمد قلی کو ملا تھا جس نے اپنی دانشمندی اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے محمد قلی کے دور کو عظیم الشان بنادیا۔

مرزا محمد امین اصفہانی شہرستانی الاصل تھا۔ اور بقول علی بن طیفور "در فن استیفا و لیاقت بمرتبہ مہارت داشت کہ ہیچ کس از ابنائے روزگار باوے خیال مساوات بر لوح ضمیر نمی توانست نگاشت"[1]، غرض وہ بڑا عالم و فاضل اور صاحب فہم و فراست تھا۔

جس وقت مرزا محمد امین حیدرآباد آیا ہے تو محمد قلی قطب شاہ کا عہد حکومت ہمہ جہتی ترقیوں کے لحاظ سے معراج کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اور اس کے میر جملہ ملک امین الملک الف خاں کو بھی انتقال کیے ہوئے دو تین سال گزر چکے تھے۔ یہ عہدہ خالی تھا اور سور یراؤ شائد عارضی طور پر یہ خدمت انجام دے رہا تھا لیکن بقول تاریخ قطب شاہی جیسا کہ چاہیئے مملکت کا انتظام نہیں ہو رہا تھا اور محمد قلی کسی قابل آدمی کی تلاش میں تھا۔

اس موقعہ پر جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے جملہ اعیان دربار اپنے اپنے دوستوں اور محسنوں کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ لیکن میر مومن پیشوائے سلطنت نے مرزا محمد امین کو اس خدمت کے لئے منتخب کیا اور محمد قلی نے یہ سفارش قبول کر کے ۱۰۱۱ھ میں مرزا کو اپنا جملۃ الملک اور وزیر مختار بنا لیا۔ اور اس کے لئے ایک ایسا بیش بہا قلمدان وزارت روانہ کیا جو اعلیٰ درجے کے جواہر سے مرصع تھا۔ ایسا قلمدان اس وقت تک کسی بادشاہ نے اپنے وزیر کو عطا نہیں کیا تھا چنانچہ مرزا محمد امین کے بعد بھی یہ قلمدان عہد آصفیہ تک کسی کو نہ ملا اور آخر کار رجب ۱۰۳۸ھ میں سلطان عبد اللہ قطب شاہ نے محمد قلی کو شریف الملک کا خطاب دیکر

---

[1] حدائق السلاطین ورق ۱۸۳ ا۔

سرخیل بنایا تو کمال مہربانی سے یہی قلمدان اس کو عطا کیا تھا۔

مرزا محمد امین کی سالانہ تنخواہ دو لاکھ ہون (یعنی زمانۂ حال کے نو لاکھ روپے) مقرر کی گئی تھی۔

اور اس مقررہ رقم کے علاوہ موقع بموقع بقول تاریخ قطب شاہی :۔

"بانواع تشریفات شاہانہ واسپان بازین زر و فیلان کوہ پیکر معزز و ممتاز گردید"

جن عنایتوں سے مرزا محمد امین کو سرفراز کیا جاتا تھا۔ یہ اتنی بڑی رقمیں اور اعزاز تھا کہ آج ہندوستان کے وائسرائے کو بھی شاید نصیب ہو۔ اس سے محمد قلی کے جاہ و جلال اور شاہانہ فیاضی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

محمد امین نے خدمت پر فائز ہوتے ہی زور دشور کے ساتھ مہمات مملکت کو سرانجام کرنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے سوری راؤ برہمن جو عرصہ سے بادشاہ کا منہ چڑھا تھا اس کی تحقیقات کی زد میں آیا اور کثیر رقم اس کے ذمے بقایا نکلی۔ اس طرح کئی ہندو عہدہ داروں کا زور کم ہو گیا اور بڑی بڑی رقمیں وصول ہوئیں۔ وہ بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخیل ہو گیا تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ۱۰۰۱ھ میں جب ایک رات چند غیر ملکی اوباشوں نے محل بنات گھاٹ میں جبراً داخل ہو کر جلسہ منایا اور دوسرے روز صبح بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے غصہ میں آ کر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی خبر جب اہل حیدرآباد کو ہوئی تو ان کی سالہاسال کی امید برآئی۔ کیونکہ وہ غیر ملکیوں کے اقتدار اور غرور سے تنگ آ چکے تھے۔ اب انھوں نے کوتوالی کے ملازموں کے ساتھ مل کر خود بھی غیر ملکیوں کو لوٹنا اور تباہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ سو آدمی قتل کر دیے گئے

اور تمام شہر میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا اس وقت مرزا محمد امین جامدار خانۂ عامرہ میں مصروف کار تھا۔ جب اس کو اس بدامنی کی اطلاع ملی تو فوراً محمد قلی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ بادشاہ آرام کر رہا تھا اور ملازمین درگاہ نے اس کو بیدار کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا محمد امین نے دیکھا کہ جتنی دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی زیادہ کشت و خون ہوگا اس لئے آداب شاہی کے خلاف دروازہ کو زور سے کھٹکھٹایا جس کی آواز سے محمد قلی قطب شاہ بیدار ہو گیا اور وجہ دریافت کی۔ مرزا محمد امین نے بڑی عاجزی کے ساتھ حقیقت حال سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ بادشاہ خود اپنی خوابگاہ کی کھڑکیوں سے بازار کی طرف نظر ڈالے۔ جب محمد قلی نے اس فتنہ و فساد کو دیکھا تو آگ بگولہ ہو گیا۔ چنانچہ علی آقا کو زوال پر عتاب نازل ہوا اور مرزا محمد امین نے اہل شہر کو سخت سزا دلوائی۔ جن جن لوگوں نے غیر ملکیوں کو لوٹنے اور قتل کرنے میں حصہ لیا تھا ان کو ہاتھیوں کے پاؤں سے بندھوا دیا گیا اور بہت سے اہل شہر قتل بھی کرا دیے گئے۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد ۱۰۰۱ھ میں مرزا محمد امین نے محمد قلی قطب شاہ کو اپنے محل میں مدعو کیا۔ اور اس دھوم دھام کے ساتھ دعوت کی کہ تاریخیں اس کے بیان میں خاص طور پر رطب اللسان ہیں اس دعوت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ مرزا محمد امین وہ تمام تزک و احتشام اور مال و دولت اپنے بادشاہ کو دکھانا چاہتا تھا جو شاہانہ عنایتوں کی وجہ سے اس کو سات سال کے عرصہ میں حاصل ہوئی تھی اس موقعہ پر اس نے اپنے تمام محل کو سات رنگ کے دیبا سے سجایا تھا۔ اور جملہ راستے

عنبر و گلاب و مشک سے خوشبودار بنائے گئے تھے۔

بادشاہ صبح کے وقت جب اس کے محل میں داخل ہوا تو مرزا محمد امین نے زربفت، اطلس مخمل اور مشجر کو پا انداز کر کے اپنی ڈیوڑھی کو رشک گلستانِ ارم بنا دیا۔ بادشاہ کی آمد سے قبل ہی حیدرآباد کے تمام امرا اعیان دولت سلاحدار، اور قدیم الخدمت ملازمین وزیر اعظم کے محل میں جمع ہو کر اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے انشا پرداز اور شاعروں نے اس محلس میں بادشاہ کی مدح میں قصیدے اور مضامین نثر پڑھ کر سنائے جن میں وزیر کو اس اعزاز و افتخار پر مبارکباد دی گئی تھی۔ اس کے بعد ماہرین رقص و سرود نے اپنے اپنے کمال فن کے اظہار سے مجلس کو مسرور کیا پھر مرزا محمد امین نے اس سرفرازی کی نذر کے طور پر قسم قسم کی نادر و بیش بہا اشیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کیں۔ مثلاً

(۱) تین ۳ عربی نسل کے گھوڑے جن میں سے ہر ایک کی زین اور لگام مرصع تھی۔
(۲) بیس ۲۰ ہاتھی۔ (۳) ایک سونے کا کمر بند جس میں ۱۴ جواہر جڑے ہوئے تھے۔ (۴) صاف بلور کا ایک گول آئینہ جس کے اطراف جواہر اور آبدار موتی جڑے ہوئے تھے اور جس کا چوکھٹا سونے کا تھا اور اس میں بھی جواہر لگے ہوئے تھے۔ (۵) قرآن شریف اور دوسری کتابوں کی چودہ خوشخط و مطلا و مذہب جلدیں (۶) دو سو عجیب و غریب سنکری غوری (۷) دو سو ۲۰۰ باریک اور نفیس کشمیری شال (۸) زربفت، مخمل، کمخاب، مشجر، اور اطلس کے چودہ چودہ تھان

(۹) خوشقانی قالینوں کی تیس۳۰ جوڑیاں (۱۰) تیس۳۰ عدد نمد کرمانی خوش رنگ و خوش قماش کافی طویل و عریض (۱۱) چند سونے کی کشتیاں جن میں قسم قسم کے جواہر اور شاہہائے عنبر تھے۔
(۱۲) ان کے علاوہ اور بہت سے بری اور بحری تحفے۔

اس عالیشان نذر کے بعد دسترخوان چنا گیا جس پر اتنی قسم کے کھانوں، شربتوں، اور میووں کے خوان جائے گئے کہ مورخوں نے لکھا ہے کہ "بتخیلہ نہ گنجد و بشمار نیاید" یعنی کسی کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد محمد امین نے جملہ ندیموں، فصہ خوانوں شاعروں، اور اہل نغمہ کو جو اس مجلس میں موجود تھے تشریفات فاخرہ سے سرفراز کرکے پچاس ہزار ہون انعام عطا کیا۔

اس دعوت کی تفصیل معلوم کرنے کے بعد عہد محمد قلی قطب شاہ کی فراغ بالی اور عیش و کامرانی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ بادشاہ نے اپنے میر جملہ کی پیش کی ہوئی نذر کو پسند کرکے قبول کیا۔ ان اشیا کی قیمت کا اندازہ ایک سو پچاس ہزار ہون بتایا جاتا ہے۔ نذر قبول کرکے جب بادشاہ واپس ہونے لگا تو از راہ مرحمت اپنے کندھوں سے زرین چادر نکال کر مرزا محمد امین کو عنایت کی یہ انتہا درجے کی سرفرازی سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زرنگار خلعت ہائے فاخرہ، پانچ ہاتھی اور پانچ عربی گھوڑے بھی جن کی زین اور لگام مرصع تھی، مرحمت کیے گئے اور آخر کار اظہار پسندیدگی کے طور پر مرزا محمد امین کے پیش کیے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک پر سوار ہوکر

محمد قلی قطب شاہ دولت خانۂ عالی کو واپس ہوا۔

مرزا محمد امین نے مہمات سلطنت میں کیا حصہ لیا اور کون کون سے کام انجام دیئے ان کے ذکر سے تاریخوں کے اوراق خالی ہیں۔ البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب ۱۰۱۹ھ میں پرتاب شاہ نے بغاوت کی اور بادشاہ نے اس کے فرو کرنے کے لئے مرزا کو متوجہ کیا تو اس نے آسیراؤ کو سپہ سالار بنا کر حیدرآباد سے ایک فوج روانہ کی۔ اور اس کے بعد جب معلوم ہوا کہ یہ بغاوت فرو نہیں ہو رہی ہے تو محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے خود مرزا محمد امین حیدرآباد سے باہر نکلا لیکن وہ بزم آرائی کا جتنا دلدادہ تھا میدان جنگ سے اتنا ہی گریزاں رہتا تھا۔ یہ پہلا اور آخری موقع تھا کہ وہ لڑائی کے لئے نکلا تھا۔ لیکن اس وقت بھی اس نے جس حزم واحتیاط سے کام لیا اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ اس میدان کا مرد ہی نہ تھا۔ چنانچہ جب وہ حیدرآباد سے نکلا تو پرتاب شاہ پر حملہ کرنے کی جگہ قطب شاہی حدود پر جا کر ٹھہر گیا۔ آخرکار جب ملت خاں، زبردست خاں، خیرات خاں، اعتبار خاں اور امجد الملک وغیرہ جیسے سپہ سالار اپنی فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کے لئے پہنچ گئے اس وقت دشمن کے علاقے میں داخل ہو کر چند مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن پرتاپ شاہ والیٔ دشمن نے اتنا سنا یا کہ مرزا محمد امین اپنی سرحد میں واپس چلا آیا اور بادشاہ کو اطلاع دی۔ محمد قلی ناامید ہونے والا شخص نہ تھا اس نے مالک برت خاں کو ایک فوج کے ساتھ مرزا کی مدد کے لئے روانہ کیا لیکن اس اثنا میں جب خود محمد قلی کی طبیعت بے حد ناساز ہوگئی تو مرزا محمد امین

لڑائی کا خیال ترک کر کے حیدرآباد چلا آیا۔ اس کے بعد تو محمد قلی کا انتقال ہی ہو گیا۔ اور سلطان محمد تخت نشین ہوا۔ میر جملہ کی ناکام واپسی اس نوجوان بادشاہ کی ناخوشی کا باعث ہوئی۔ اور اس کے علاوہ نہ معلوم اور کیا اسباب ہوئے[1] کہ مرزا محمد امین[2] خود کو محفوظ نہ پاکر سلطان محمد قطب شاہ کی خدمت میں رخصت کی درخواست پیش کی۔ وہ تو پہلے ہی سے ناراض تھا فوراً درخواست قبول کر لی لیکن اپنی نیک نفسی کی وجہ سے مرزا محمد امین کو اپنے پورے مال ومتاع کے ساتھ حیدرآباد سے چلے جانے کی اجازت دے دی بلکہ دس ہزار ہون اور بھی اپنی طرف سے خرچ راہ کے لئے عطا کئے[2]۔ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ :-

"فتورے در مرتبۂ استقلال خود مشاہدہ نمود از روئے حزم وعاقبت اندیشی استعفائے خدمت کردہ استدعائے رخصت مراجعت بوطن مالوف نمود۔ اما از فرط ہمت بلند نظر بمال ومنال او نگرد ند"[3]

[1] اس کا امکان ہے کہ مرزا محمد امین محمد قلی قطب شاہ کی جانشینی کے مسئلے میں میر مومن کا ہم خیال نہ ہو۔ کیونکہ بادشاہ کی نازک حالت کی خبر سنتے ہی اس کا میدان جنگ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آنا اور پھر سلطان محمد کی تخت نشینی میں میر مومن صاحب کا غیر معمولی دلچسپی اور مستعدی سے کام لینا ظاہر کرتا ہے کہ ان کو ضرور کوئی اندیشہ تھا۔ ورنہ ہر تاریخ میں اس واقعہ پر زور نہ دیا جاتا۔ اور ایک بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ اس تخت نشینی کے واقعات میں کہیں مرزا محمد امین کا نام نہیں آتا۔

[2] گلزار آصفی صفحہ ۳۰ ۔ [3] حدیقۃ السلاطین ورق ۱۸۴ الف

یہ عجیب بات ہے کہ بالکل اس طرح کا واقعہ سلطان محمد کے پیشرو محمد قلی قطب شاہ کی
تخت نشینی کے وقت بھی پیش آیا تھا جب کہ ابراہیم قطب شاہ کا وزیر مختار میر شاہ میر اپنے
وطن کو بھجوا دیا گیا تھا۔

محمد امین ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں[1] بہت بڑا خزانہ لے کر نکلا اور سیدھا بیجاپور کا رخ کیا لیکن وہاں
ابراہیم عادل شاہ حکمران تھا جس نے اپنی ایک حلیف سلطنت کے معزول میر جملہ کو
اپنے یہاں معزز و ممتاز کرنا سیاسی مصلحت کے خلاف سمجھا۔ جس کی وجہ سے مرزا محمد امین کو
مجبوراً ایران کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں شاہ عباس کی خدمت میں اس نے اپنے حیدرآبادی خزانے
میں سے ایک لاکھ روپے کے جواہرات بطور نذر پیش کئے لیکن وہاں بھی اس کی وہ قدر
و منزلت نہ ہو سکی جو محمد قلی جیسا لکھ لٹ بادشاہ ہی کر سکتا تھا۔ آخر کار دوبارہ ہندوستان
آیا اور ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہو کر حیدرآباد سے کمائی ہوئی
دولت میں سے پچاس ہزار روپے نذر دیے۔ جہانگیر اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔
اور شاہ جہاں کے عہد میں وہ پنجہزاری امیر اور میر بخشی بنا دیا گیا۔ آخر کار ۱۰۴۶ھ میں
فالج و لقوہ سے انتقال کیا۔

مرزا محمد امین کو شعر و سخن کا بھی بڑا اچھا ذوق تھا۔ اس کے متعدد شعر حدائق السلاطین میں
بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں[2]۔ اس کی طبیعت میں شان و شوکت اور ترک و احتشام کی بڑی

۱؎ گلزار آصفی صفحہ ۳۰ — ۲؎ دیکھو ورق ۱۸۴ ب تا ۱۸۷ الف

صلاحیت تھی۔ حیدرآباد کے قیام کے زمانے میں اس نے ندی کے کنارے ایک عالی شان باغ بنایا تھا جو عرصے تک باقی رہا اور اس کے چلے جانے کے بعد شاہی تفریح گاہ اور سلطنت کے بہترین مہمان خانے کے طور پر کام آتا تھا۔ یہ امین باغ اب تک حیدرآباد میں موجود ہے اور اس میں اب زنانہ ہسپتال یا زچہ خانہ بنا دیا گیا ہے۔ کتاب مآثر دکن میں اس کو سہواً الملک امین الف خاں کا بنایا ہوا قرار دیا گیا ہے[1]۔ تاریخ حدیقۃ السلاطین میں اس باغ کی بڑی تعریف کی گئی ہے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے:

"باغ میرزا محمد امین میر جملۂ ماضی کہ قطعۂ ایست از بہشت بریں"[2]

ایک اور جگہ نظام الدین احمد اس باغ کو شہر حیدرآباد کے بہترین مقامات میں سے قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے:-

"باغ مرزا محمد امین میر جملۂ ماضی را کہ بہترین مقامات ومنازل دار السلطنت است۔۔۔"[3]

یہ باغ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد تک ایسا آراستہ و پیراستہ تھا کہ اس سے بہتر تفریح کا مقام شہر میں کوئی نہ تھا۔ چنانچہ جب شاہ جہاں نے ۱۰۴۷ھ میں شیخ محی الدین پیرزادہ اجین کو ایلچی بنا کر حیدرآباد روانہ کیا تو عبداللہ نے اس کو اسی باغ میں فروکش ہونے کا حکم دیا۔ اور اسی طرح اسکے ایک عرصہ بعد جب ۱۰۴۲ھ میں شاہ ایران کا سفیر امام قلی بیگ

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۷

[2] دیکھو صفحہ ۶۲

[3] دیکھو صفحہ ۱۳۳

شاملو حیدرآباد آیا تو پھر عبداللہ قطب شاہ نے اسی باغ کو اپنے اس مہمان کی قیام گاہ بنانے کا حکم دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باغ اور اس کی عمارتیں ایسی اعلیٰ پایہ کی تھیں کہ جب کبھی کسی بڑی سلطنت کا ایلچی آتا تو اس کو وہیں ٹھہرایا جاتا۔ غرض محمد قلی قطب شاہ نے اپنے اس ایرانی وزیر اعظم کو جس کثیر مال و دولت سے سرفراز کیا تھا وہ بالکلیہ بیکار نہیں گئی۔ کیونکہ اس دولت میں سے کچھ نہ کچھ رقم تو اس میر جملہ نے حیدرآباد ہی میں امین باغ کی تزئین و آرائش میں صرف کی۔ اور اس طرح محمد قلی کے جانشین مدت دراز تک اس باغ سے مستفید ہوتے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس باغ کی بہار اب تک باقی ہے جب کہ خود محمد قلی قطب شاہ کی نسل بھی دنیا سے نیست و نابود ہو چکی۔

بعض غیر ملکیوں پر عتاب ایرانیوں اور غیر ملکیوں کی سرپرستی کی ایسی اعلیٰ مثالیں دیکھ کر یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ محمد قلی قطب شاہ ان کے ساتھ اندھا دھند رعایت کیا کرتا تھا۔ اس نے جہاں ملکیوں اور سنیوں کے ساتھ ان کی بے وفائیوں کی وجہ سے خراب برتاؤ کیا، ایرانیوں اور غیر ملکیوں کو بھی اپنی سیاست کے تحت برابر سزا دی۔ وہ صحیح معنوں میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدبر اور سیاست داں تھا اور جس کسی نے اس کی ذات کے خلاف سازش یا اس کی حکمت عملی اور اس کے قانون کی خلاف ورزی کی وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔ سنیوں کی ناقدری یا سنی امراد عمائد کو اس کے بھائیوں کے ساتھ مل کر بغاوت کرنے کی پاداش میں جو سزائیں دی گئیں ان کا

تذکرہ تو گزر چکا ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے چند واقعات کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوگا کہ اس نے ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے ساتھ ہر وقت مروت اور رعایت کا برتاؤ نہیں کیا۔

اس قسم کے ایک واقعہ کا ذکر ابھی مرزا محمد امین کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یعنی جب چند غیر ملکی لوگ اس کے محل نبات گھاٹ میں اجازت کے بغیر داخل ہو کر بے ادبی کے مرتکب ہوئے تو اس نے ان کو سزا دینے کے احکام جاری کئے جن کی بنا پر تقریباً سو ایرانی اور غیر ملکی مار ڈالے گئے اور بہت سے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا۔

دوسرا واقعہ رستم خاں کو بے عزتی کے ساتھ قطب شاہی لشکر سے نکلوا دینے سے متعلق ہے۔ یہ شخص نیا نیا حیدرآباد آیا تھا اور ۱۰۰۳ھ میں جب وینکٹ پتی کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کی جا رہی تھی تو اس نے محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں ایسی باتیں بنائیں کہ بادشاہ نے اس کو سپہ سالار بنا دیا لیکن جب لڑائی کے میدان میں وہ مخالفین سے ڈر کر بھاگ نکلا تو محمد قلی نے اس کے چہرے کو رنگ کر اور زنانہ لباس پہنا کر قطب شاہی سرحد سے باہر نکلوا دیا۔

علی بن عزیز اللہ طباطبا بھی ایک اور مشہور ادیب اور مورخ تھا اور نلدرگ کے محاصرے کے وقت ۹۸۸ھ میں ایران سے آکر محمد قلی قطب شاہ کا ملازم ہوا تھا۔ لیکن بعد کو

نہ معلوم کیا واقعہ پیش آیا کہ محمد قلی کی سرپرستی سے محروم ہوگیا اور نظام شاہیوں کی ملازمت اختیار کرلی ۔

اس قسم کا سب سے اہم واقعہ امیر شاہ میر کی برطرفی سے متعلق ہے ۔ یہ امیر سلطان محمد قطب شاہ کا وزیر مختار اور نہایت وفادار دوست تھا ۔ اور محمد قلی قطب شاہ بھی اس کی بہت تعظیم کرتا تھا ۔ چنانچہ اس کی تخت نشینی کے بعد جب امیر ملدرگ سے آیا ہے تو بادشاہ اس کے استقبال کے لیے نکلا اور احترام کے خیال سے گھوڑے پر سے اتر گیا ۔ بعد کو اس کی لڑکی سے بڑی دھوم دھام سے شادی بھی کی ۔ لیکن آخر میں امیر شاہ میر مورد عتاب ہوا اور اس کو سلطنت سے باہر بھجوا دیا گیا ۔ اس کے اسباب وغیرہ آئندہ محمد قلی قطب شاہ کی شادی کے بیان میں درج ہیں ۔ یہ شادی بھی محمد قلی کے اعلیٰ تدبر کا پہلا کارنامہ ہے کیونکہ امیر شاہ میر کی لڑکی [illegible] میں محمد قلی کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی اور جب بخت و اتفاق سے حسین قلی کی جگہ محمد قلی تخت نشین ہوگیا تو اس نے امیر شاہ میر کو اپنا طرفدار بنا لینے کے لیے خود ہی اس کی لڑکی سے شادی کرلی ۔

دکن کی محبت

ایرانیوں اور غیر ملکیوں کے تعلقات کے تذکرے میں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ سیاسی حالات اور مجبوریوں کو چھوڑ کر باقی تمام معاملات میں [illegible] قلی قطب شاہ ایک ٹھیٹ دکنی حکمران تھا ۔ وہ اور اس کا باپ ابراہیم دونوں دکن میں

پیدا ہوئے تھے اور محمد قلی نے تو پوری طرح دکنی لباس اور وضع قطع اختیار کر لی تھی۔ اگر اس کے والد، چچا اور دادا کی تصویروں سے اس کی تصویر کا مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس کا حلیہ اور لباس اس کے پیشروؤں سے کتنا مختلف تھا۔ وہ پہلا قطب شاہی حکمران تھا جس نے ڈاڑھی منڈوائی تھی۔ وہ اہل دکن کی طرح کاندھے پر چادر اوڑھتا تھا اور ایرانی وضع کے کوٹوں، نیمچوں اور شملوں کا استعمال چھوڑ کر اپنے ملک کی آب و ہوا کے مطابق ہلکے پھلکے اور مہین کپڑوں کے لباس کی ترویج کی طرف مائل تھا۔

وہ دکن کو اپنا ملک اور وطن سمجھ کر اپنے کلام میں جگہ جگہ اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر ماہ نامے کی روایت صحیح ہے تو اس کی ماں بھاگ رتی ایک تلنگن ہی تھی۔ اور ایسی صورت میں تو دکن اور تلنگانہ سے اس کو فطری بھی محبت ہوتی کم تھی۔ اگرچہ اس کا تلنگی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا لیکن اس کے اردو اشعار میں چند تلنگی لفظ مثلاً دُررا (آقا) ایم رے ایم (کیا ہے کیا) موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تلنگی بول چال سے واقف تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں دکن کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں :-

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں بھیاں سو لسیا ۔۔۔ کھو تلی سکی کوں دیکھت میں سُدبھولیا دکھن میں

بھو نیک میا سینے اپن دیتا قطب کوں سب دکن ۔۔۔ سیوں نبی کانت چرن جب لگ ہے تن لیتا جیا

سو بارہ اماماں مدد ہے قطب کوں ۔۔۔ اسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

نبی صدقے ترکماں کوں بیا نجھے   دیتے دکن کی شاہی پنجتن خاص

اسی طرح کلیاتِ محمد قلی کی تین نظمیں فتنہ دکھن (صفحہ ۳۲۱) ۔ ایک تلنگن سے (صفحہ ۳۲۲) اور دکن کی تیلی (صفحہ ۳۲۳) ظاہر کرتی ہیں کہ اس کو اپنے وطن سے کتنی محبت تھی ۔

اسی طرح حیدر آباد کی آبادی اور تہواروں کے ذکر میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ کس طرح وہ اپنے ملک کو آباد اور خوشحال دیکھنا چاہتا تھا ۔ اور اہل ملک کی ترقی اور فارغ البالی کے لیے وہ کیا کیا جتن کرتا تھا اس کا ایک شعر ہے ؎

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر   رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع

یعنی اے خدا تو میرے شہر کو لوگوں سے اسی طرح معمور کر دے جس طرح تو نے دریا میں مچھلیاں بھر دی ہیں ۔
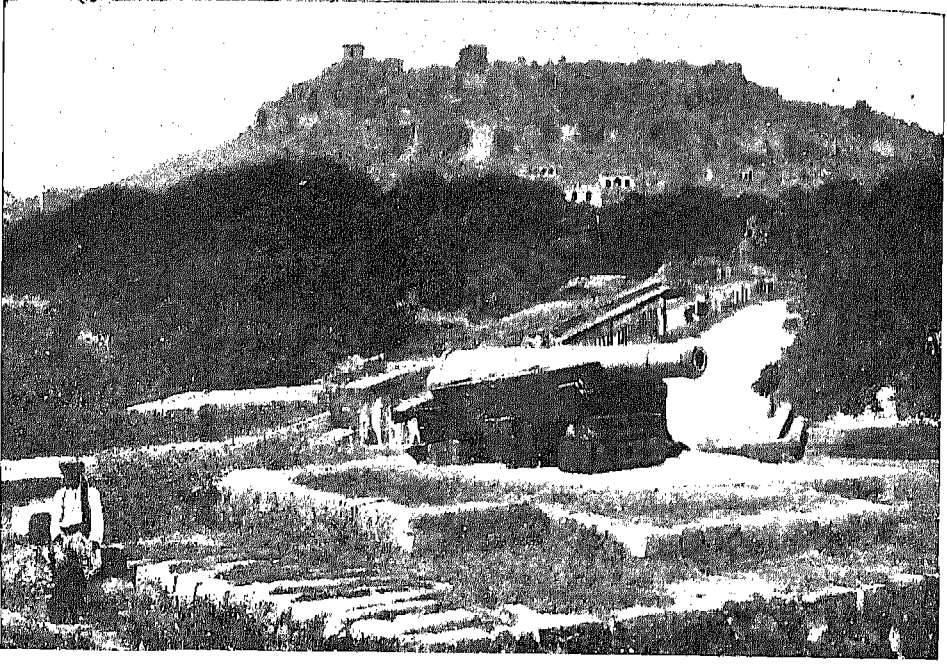
محمد قلی قطب شاہ کے وطن گولکنڈہ کا عام منظر
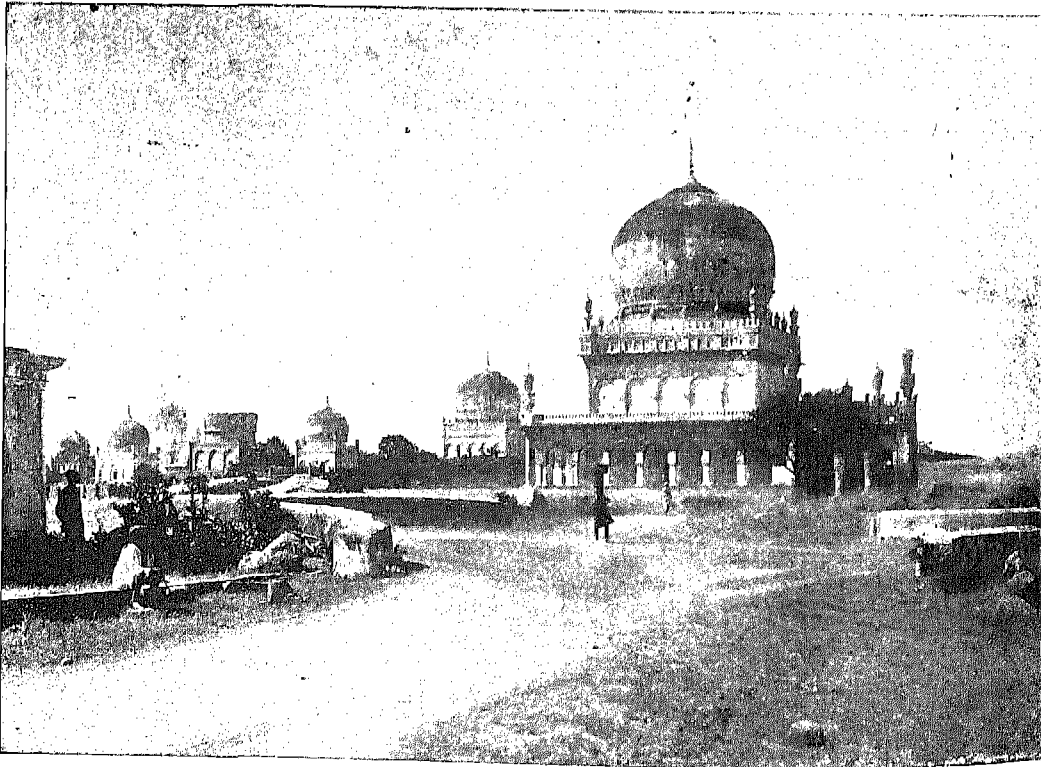
محمد قلی قطب شاہ کے اہل خاندان کے مقابر (گولکنڈہ)

تاہل، اولاد اور وفات

محمد قلی قطب شاہ کی سیاست اور تدبر کے بیان میں اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس نے میر شاہ میر کی دختر سے جو شادی کی وہ اصل میں سیاسی اسباب کی بنا پر تھی۔ اس کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ پہلے شاہ میر کی اہمیت کا اندازہ لگا لیا جائے۔ اور چونکہ وہ محمد قلی قطب شاہ کا پہلا وزیر مختار یا میر جملہ بھی تھا اس لئے اس کی نسبت محمد قلی کی تاریخ میں تفصیل سے کچھ لکھنا مناسب نہ ہوگا۔

میر شاہ میر طبا طبا محمد قلی کا خسر اور پہلا میر جملہ

اس کا اصل نام میر شاہ تقی تھا[1]۔ اور اس کی نسبت اس کے ایک ہمعصر علی ابن عزیز اللہ نے (جو احمد نگر کا مشہور مورخ تھا) لکھا ہے:۔

"از مشاہیر فضلائے زماں و معارف ظرفائے دوراں بود"[2]

ایک اور جگہ لکھا ہے:۔

"از جملۂ ندما و فضلاء دوراں بہ بلاغت بیان و طلاقت لسان امتیاز تمام داشت"[3]

---

[1] حدیقۃ السلاطین جلد اول صفحہ ۶۹ پر لکھا ہے:۔ "زبدۂ آل طٰہٰ و یٰسین میر شاہ تقی معروف بہ میر شاہ میر"

[2] برہان مآثر صفحہ ۱۵۴ [3] برہان مآثر صفحہ ۶۷۴۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عالم و فاضل ہونے کے علاوہ اچھا مقرر، ندیم اور ظریف بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سلطان ابراہیم نے اس کو اپنا میر جملہ بنا کر اکثر مہمات سلطنت میں اس سے کام لیا تھا۔ علم و فضل اور آداب مجلس کے علاوہ وہ بہادری اور سپہ سالاری میں بھی ممتاز تھا۔ اور ساتھ ہی وفادار ایسا تھا کہ نازک سے نازک موقعوں پر بھی ابراہیم قطب شاہ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ چنانچہ برہان مآثر میں اس کی وفاداری اور رفاقت کا ایک دلچسپ واقعہ درج ہے جس کو مورخ نے شاہ میر ہی کی زبان سے سنا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک وقت جب ابراہیم کی فوج نظام شاہیوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلی اور قطب شاہی خیمہ و خرگاہ پر احمد نگر والوں کا قبضہ ہو گیا تو ابراہیم قطب شاہ کو بھی مجبوراً راہ فرار اختیار کرنی پڑی۔ اس وقت شاہ میر کے سوا اور کوئی اس کے ساتھ نہ تھا[1] اور بادشاہ اپنے ملازموں اور دوستوں کی بیوفائی پر بہت تاسف کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاہ میر سے کہا :۔

"این گروہ کہ با ما عہد و میثاق را بنقض پیمان و نفاق بدل ساختند آیا شامت خلف ایمان بروزگار شاں عائد نخواہد شد؟"

شاہ میر نے دلیری سے جواب دیا :۔

حالانکہ آں بما عائد شدہ۔ زود تر خود را ازیں ورطہ بکنار باید کشید۔ مبادا کہ بوخامت آں گرفتار شویم۔" (برہان مآثر صفحہ ۴۵۲)

---

[1] چنانچہ شاہ میر کہتا ہے کہ "در روز فرار قطب شاہ از سپاہ ظفر پناہ از جملہ مقربان درگاہ جز من دیگرے با قطب شاہ ہم عنان و ہمراہ نبود" برہان مآثر صفحہ ۴۵۲۔

شاہ میر کی سفارتیں اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب نظام شاہ اودگیر میں قیام پذیر ہوا تو ابراہیم قطب شاہ نے میر شاہ میر ہی کو سفیر بنا کر اس کے یہاں روانہ کیا تاکہ آیندہ دونوں سلطنتوں میں صلح و اتفاق قایم ہو جائے۔ جب نظام شاہ کو شاہ میر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ اپنے سرداروں مثلاً چنگیز خاں، خان زماں، جمشید خاں، خداوند خاں اور بحری خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر اپنے لشکر سے باہر آیا اور اس قطب شاہی سفیر سے ملاقات کی۔ آخر کار میر شاہ میر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر گولکنڈہ واپس ہوا۔[1]

ایک اور دفعہ بھی شاہ میر کو نظام شاہ کی بارگاہ میں سفارت کی خدمت انجام دینی پڑی۔ چنانچہ برہان مآثر میں لکھا ہے کہ جب نظام شاہ بالاپور پہنچا تو ابراہیم قطب شاہ نے شاہ میر کو شاہانہ تحفوں کے ساتھ اس کے یہاں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر قطب شاہ کی تائید میں نظام شاہ قلعہ بیجاپور پر حملہ کرے گا تو ہر منزل میں پانچ ہزار ہون بطور سفر خرچ کے ادا کئے جائیں گے اور اسی طرح بیجاگر کی طرف سے ساتھ لاکھ ہون نعل بہا کے طور پر دلوائے جائیں گے۔[2]

شاہ میر کی فتوحات یہ تو سفارت کی خدمات کا ذکر تھا۔ شاہ میر کی بہادری اور سپہ سالاری کے سلسلے میں صرف اس واقعہ کا ذکر کافی ہے کہ جب ابراہیم قطب شاہ قلعہ کونڈبیر فتح کرنے کے لئے شاہ میر کو روانہ کیا تو اس نے حیدری اور حسینی توپوں سے اس قلعہ پر اتنا سخت حملہ کیا کہ فصیل ٹوٹ گئی

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۴۷۶۔ [2] برہان مآثر صفحہ ۴۸۲۔

اور اسکے بعد ماہ صفر ۹۸۰ھ میں یہ قلعہ قطب شاہیوں کے قبضہ میں آگیا۔ شاہ میر بلتم راج داماد رام راج کو قید کر کے اپنے ساتھ سلطان ابراہیم قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں لے آیا اور عواطف خسروی سے سرفراز ہوا۔ اس کامیابی کے بعد سلطان ابراہیم نے شاہ میر کو نلدرگ کے محاصرہ کے لئے بھیجا۔ اس وقت اس کے ساتھ دس ہزار سواروں کی فوج روانہ کی گئی تھی[1]۔ اور اس فوج نے شاہ میر کی سرداری میں بڑی دلیری سے دشمن کا مقابلہ کیا چنانچہ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

"دلیران لشکر قطب شاہی درآں روز داد مردی و دلاوری دادہ داستان رستم داستاں را منسوخ ساختند۔ وچند مرتبہ بحملہ ہائے مردانہ تیر تفرقہ در صفوف سپاہ کینہ خواہ عادل شاہ انداختند[2]"

اسی طرح بیجاپوری فوجیں شکست پر شکست کھانے لگیں تو اب انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ نظام شاہیوں اور قطب شاہیوں میں پھوٹ ڈالدی جائے۔ چنانچہ سید مرتضیٰ امیر الامرائے نظام شاہی کو انھوں نے ہموار کر کے قطب شاہی فوج کو دھوکے سے تباہ کرنے کا معاہدہ کرلیا۔ لیکن شاہ میر بھی غافل نہیں تھا۔ اس کو اس خفیہ معاہدے کی اطلاع مل گئی۔ اس نے بھی جوابی کارروائی کی اور فوراً امرائے بیجاپور سے مراسلت شروع کردی اور بہت جلد سید مرتضیٰ کی طرف سے ان کے دل میں شبہات پیدا کردیئے۔ اس کے بعد وہ سیدھا سید مرتضیٰ کے خیمہ میں پہنچا اور خلوت میں لیجا کر اس معاندانہ معاہدہ کا حال دریافت کیا۔ سید مرتضیٰ کو مجبوراً سب باتیں کہنی پڑیں۔

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۱۴ [2] برہان مآثر صفحہ ۵۱۹

اس وقت شاہ میر ہی کی فراست و تدبر تھا جس نے سید مرتضیٰ کو بیجا پوریوں سے دوبارہ لڑوا لیا۔ چنانچہ مورخ لکھتا ہے کہ :۔

"چوں سید شاہ میر بحسن تقریر و لطف کلام مشہور و معروف خاص و عام بود سوئے تدبیر دشمناں را بعبارات دلپذیر بخاطر نشان میر مرتضیٰ نمودہ وخامت وندامت عاقبت آں را بدلائل وبراہین مبین ومبرہن ساخت تا سید مرتضیٰ از معاہدۂ اعدا پشیمان گشتہ بہ تجدید عہد وپیمان شاہ میر قطب شاہ پرداخت"[1]

غرض اُدھر میدان جنگ میں شاہ میر ابراہیم قطب شاہ کی حکمت عملی پر کاربند ہو کر نظام شاہیوں کو اپنے موافق رکھنے کی ترکیبیں کر رہا تھا کہ اِدھر گولکنڈہ میں خود ابراہیم قطب شاہ نے میدان ہستی کو خیر باد کہا۔ اور اس کا دوسرا لڑکا محمد قلی تخت نشین کر دیا گیا۔ اگر ابراہیم کے انتقال کے وقت شاہ میر گولکنڈہ میں موجود رہتا تو کیا تعجب کہ ابراہیم کا بڑا فرزند حسین قلی قطب شاہی تخت و تاج کا مالک ہوتا کیونکہ شاہ میر نے اس کو ولی عہد سلطنت سمجھ کر اپنی لڑکی اس سے منسوب کر دی تھی۔

شاہ میر کی گولکنڈہ کو واپسی اور محمد قلی سے ملاقات

بہر حال وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کے پرانے رفیق کار، وزیر مطلق اور سپہ سالار میر شاہ میر کے یہاں ابراہیم قلی کے انتقال اور اپنی تخت نشینی کی اطلاع

---

[1] برہان مآثر صفحہ ۵۲۵۔

روانہ کی۔ یہ دونوں خبریں اس بوڑھے مدبر اور میر جملہ کے لئے غیر متوقع تھیں۔ وہ بہت پریشان ہوا۔ چنانچہ علی بن عزیز اللہ طباطبا (جو اس کا دوست تھا اور اس واقعہ کے چند روز بعد ہی اسی میدان جنگ میں شاہ میر سے اس کی دوستی ہوئی تھی) لکھتا ہے کہ:۔

"ایں خبر در مقام ناندگام نزدیک قلعہ تلدرگ بہ شاہ میر رسیدہ موجب ازدیاد سواد خوف وہراسش گردید" (ج۔م صفحہ ۵۲۸)

لیکن شاہ میر بڑا عقلمند اور فہیم تھا اس لئے سید مرتضیٰ اور دیگر امرائے نظام شاہی سے موافقت و وفاق کا عہد و پیمان لے کر سیدھا گولکنڈہ کا رخ کیا۔ اور اپنی روانگی سے قبل نظام شاہیوں کی طرف سے میرک معین سبزواری اور خواجہ محمد سمنانی کو مراسم تعزیت اور مبارکباد جلوس ادا کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس سفارت سے شاہ میر کا ایک مقصد یہ بھی ہوگا کہ یہ لوگ نئے بادشاہ کو میدان جنگ میں شاہ میر کی اعلیٰ خدمات سے آگاہ کریں۔ بہرحال ان کے پہنچ جانے کے بعد خود شاہ میر بھی گولکنڈہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ حوالی گولکنڈہ میں پہنچا تو محمد قلی قطب شاہ نے تمام خیل و سپاہ کے ساتھ باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور قریب پہنچنے کے بعد گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلتا ہوا شاہ میر سے بغل گیر ہوا۔ اس کے بعد جب قلعہ گولکنڈہ میں داخل ہوئے تو خلعت خاص عنایت کرکے جملہ امور سلطنت کا اس کو مختار یعنی میر جملہ بنا دیا[1] اور ہر معاملے میں اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنے لگا۔

[1] برہان مآثر صفحات ۲۲۸ و ۲۲۹ ۔ تاریخ قطب شاہی ورق ۲۲۷ ب۔

یہ سب اصل میں محمد قلی کی شاہانہ تدبیر و فراست تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاہ میر فطرتاً حسین قلی کا طرفدار ہے۔ اور اگر اس وقت وہ ناراض ہو جائے تو اس کی بادشاہت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ میر نے رائے دی کہ محمد قلی کو بہ نفس نفیس میدان جنگ میں نکلنا چاہئے تو وہ بخوشی گولکنڈہ سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو گی کہ میدان جنگ میں گولکنڈہ کی بہت بڑی فوج مصروف پیکار تھی اور محمد قلی اپنی اس اہم فوج کی باگ خود اپنے ہی ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ کی بھیجی ہوئی یہی فوج اس کی مخالفت اور حسین قلی کی موافقت کے لیے بھی آمادہ کر لی جا سکتی تھی۔

محمد قلی کے محاصرۂ نلدرگ اور پھر گولکنڈہ کو واپسی کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اس سفر میں شاہ میر نے محمد قلی کو اپنا دوست بنانے میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ اس کے مخالفین اور خاص کر امرائے بیجاپور نے بہت کوشش کی کہ محمد قلی قطب شاہ اس سے بدظن ہو جائے اور نلدرگ کے محاصرے میں جو ناکامی اور ندامت ہوئی تھی اس کا باعث شاہ میر ہی کو قرار دیا جائے۔

شاہ میر کی دختر سے شادی

گولکنڈہ واپس ہونے کے بعد محمد قلی قطب شاہ نے شاہ میر کے ساتھ اپنے تعلقات اور زیادہ استوار کرنے کے لئے اس کی لڑکی سے جو اصل میں اس کے بڑے بھائی حسین قلی سے منسوب تھی ۹۹۱ھ میں بڑی دھوم دھام سے

شادی رچائی ۔ نظام شاہی مورخ لکھتا ہے :۔

"قطب شاہ چوں مستقر سریر سلطنت خود رسیدہ بر مسند کامرانی تکیہ فرمودہ مخدرۂ حجلۂ عصمت
سید شاہ میر را کہ نامزد برادر بزرگش بود خطبہ نمودہ طوے بادشاہانہ ترتیب داد۔ والوائے
مسرت وحضور بر روے آشنا و بیگانہ کشاد" ب۔ م۔ صفحہ ۵۳۵

تاریخ قطب شاہی اور بعد کی تاریخوں میں اس شادی کے تفصیلی واقعات درج ہیں۔
جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مہینے تک اس کے جشن منائے گئے۔ اور دعوتیں ہوتی رہیں منجموں
نے نیک ساعت دیکھ کر عقد نکاح کی تاریخ اور وقت مقرر کیا۔ جس کی بنا پر اصحاب علم و فضل
جمع ہوئے اور مجلس نکاح منعقد ہوئی۔ جشن کے اختتام پر بادشاہ نے شادی کی مسرت میں بڑی
دریا دلی کے ساتھ اعیان و ارکان اور جملہ خدم و حشم کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا اور مقربان
خاص کو شاہانہ خلعتیں اور مناصب ارجمند دیکران کے اعزاز میں اضافہ کیا۔

شاہ میر پر عتاب

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس شادی کے بعد بھی محمد قلی کو شاہ میر کے حرکات
وسکنات پر اطمینان نہ ہوا۔ وہ اتنا ہوشیار اور زیرک اور با اقتدار تھا کہ محمد قلی اس سے ہمیشہ چوکنا
رہتا۔ یوں بھی امیر شاہ میر کے بہت سے مخالف اور حاسد تھے جو برابر اس کی ٹوہ میں لگے ہوئے
تھے۔ اور بادشاہ کو اس سے بدظن کراتے رہتے تھے۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں اتنے کامیاب
ہوگئے کہ بقول صاحب برہان مآثر شاہ میر کی طرف سے ایک جعلی خط امرائے عادل شاہی کے نام

لکھ کر محمد قلی قطب شاہ کی بارگاہ میں پیش کیا مورخ لکھتا ہے۔

"دریں اثنا جمعے از حساد کہ با میر شاہ میر در مقام عناد بودند فرصت یافتہ در تہیج مادۂ فتنہ و فساد سعی نمودند و مکتوب مزور از زبان شاہ میر با امراء سپاہ عادل شاہ محتوی بر ترغیب و تحریص بمحاربہ و اظہار اتفاق غریباں با ایشاں دریں منازعہ ساختہ بنظر قطب شاہ در آوردند تیر تدبیر ارباب فساد و عناد بہدف مراد رسیدہ دیدن آں کتابت موجب تغیر مزاج قطب شاہ بر شاہ میر کہ رکن اعظم آں دولت بود گردید۔ و بر سبیل استعجال بگرفتن آں سید عدیم المثال مثال داد و شیوۂ تنافی ذنا ل دراں قضیہ عملی در نیاورد" (ح۔م صفحہ ۵۲۶)

افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخ میں اس جعلی خط کے واقعہ کی طرف کوئی اشارہ بھی نہیں کیا گیا۔ چونکہ برہان مآثر کا مصنف میر شاہ میر کا بہت دوست تھا اس لیے اس کے بیان پر پوری طرح بھروسہ کرنا مشکل ہے جب کہ اس امر کا امکان موجود ہے کہ شاہ میر نے محمد قلی کی کسی بات سے ناراض ہو کر اس کے خلاف امرائے عادل شاہی سے ساز باز کرنی چاہی ہو۔ چونکہ وہ اس سے قبل دوسرے حالات میں اسی قسم کی سیاسی چالیں چل چکا تھا اس لیے ممکن ہے کہ اب بھی کوئی ایسی ہی ترکیب کی ہو۔ ورنہ محمد قلی قطب شاہ اپنے خسر او تنفندر میر جملہ کو محض شک و شبہ پر گرفتار کر کے قید نہ کر دیتا۔ اور اگر شاہ میر واقعی بے قصور تھا تو

اس کی گرفتاری کا سبب خود محمد قلی قطب شاہ کی سیاست و تدبر ہوگا۔ یعنی شاید وہ اپنے حریف سلطنت حسین قلی کے قدیم طرفدار کے کھٹکے سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ بہر حال اس اہم واقعہ کا ذمہ دار بادشاہ اور وزیر دونوں میں سے کوئی ایک ضرور تھا محض حاسدوں کی سازش کی وجہ سے محمد قلی ایسا قدم نہ اٹھاتا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ برہان مآثر کے بیان کے مطابق شاہ میر کی گرفتاری کی خبر سن کر قطب شاہی فوج بد دل ہوگئی اور عادل شاہیوں کے مقابلے میں امیر زبیل کو تنہا چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ علی بن عزیز اللہ کے بیان سے تو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ میر کے زوال میں دکن کے دیرینہ ملکی اور غیر ملکی جھگڑے کو بھی دخل تھا۔ چونکہ شاہ میر زیادہ تر اجنبیوں اور غریبوں (غیر ملکیوں) کی قدر و منزلت کرتا تھا اس لئے اہل ملک کا اس کے خلاف ہو جانا ضروری تھا۔ اور جب ان کی سیاست کی وجہ سے شاہ میر شکست کھا گیا تو قطب شاہی فوج میں جتنے غیر ملکی لوگ تھے وہ سب برخواستہ خاطر ہوگئے کیونکہ شاہ میر کی حکمت عملی کی وجہ سے قطب شاہی فوجیں ایسے ہی لوگوں سے معمور تھیں چنانچہ مورخ کہتا ہے:۔

"چوں خبر گرفتن شاہ میر صافی ضمیر در لشکر منتشر شد تزلزل در اساس صبر و تحمل غریباں کہ روے زرمۂ سپاہ قطب شاہ بودند راہ یافتہ پائے ثبات و قرار شاں از جائے برفت .... چوں اکثر دلیران سپاہ قطب شاہ غریب بودند و از گرفتن میر شاہ میر

پریشان خاطر...... در دفع اعداسعی نہ نمودند" (ج ۱ ۔ ص ۵۳۶)

عجیب بات یہ ہے کہ قطب شاہی تاریخیں میر شاہ میر کے انجام سے متعلق خاموش ہیں البتہ تاریخ فرشتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد قلی نے چند ماہ بعد شاہ میر کو معاف کر دیا لیکن ایسے شخص کا گولکنڈہ میں رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اس لئے نوجوان بادشاہ نے حکم دیا کہ ضروری مال واسباب کے ساتھ کشتی میں سوار کر کے شاہ میر کو اصفہان روانہ کر دیا جائے جو اس کا وطن تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ شاہ میر سفر کی صعوبت برداشت نہ کر سکا اور کشتی ہی میں بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ فرشتہ کے الفاظ ہیں:۔

"بعد از چند ماہ از سر گناہ او گذشتہ حکم فرمود کہ او را در کشتی سوار کردہ با اموال واسباب ضروری باصفہان کہ وطن مالوفش بود روانہ سازند و شاہ میرزا در کشتی بیمار شدہ پیش از آنکہ بمنزل مراد رسد فوت شد۔" فرشتہ طبع نول کشور ۱۸۶۵ء جلد دوم صفحہ ۱۷۲۔

میر شاہ میر کی دختر کا جس سے محمد قلی قطب شاہ نے اس تزک واحتشام کے ساتھ شادی کی تھی اور جو اصل میں اس کی ملکہ تھی کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تاریخیں اس بارے میں اتنی ساکت ہیں کہ محمد قلی کی حیات میں اس ملکہ کا عدم وجود برابر معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ لڑکی بھی شاہ میر کے ساتھ ایران روانہ کر دی گئی ہو۔ کیونکہ محمد قلی تو عام روایت کے مطابق ایام شہزادگی ہی سے بھاگ متی پر فریفتہ تھا۔ اور اس کے والد ابراہیم قلی قطب شاہ نے

بڑی کوشش کی تھی کہ اس کا دل اس باکمال رقاصہ کی طرف سے پلٹ جائے اور ان حسین دوشیزاؤں میں سے کسی پر مائل ہو جائے جو نوجوان شہزادہ کا دل بہلانے کی خاطر اس کے محل میں مختلف ممالک سے بلوا کر جمع کر دی گئیں تھیں۔ لیکن محمد قلی تو بقول وجہی اس خیال پر اڑا ہوا تھا کہ ؎

پیاک ٹھائیں سہیلی مرنا دل دو جے پر نا دہرنا
اُس پیو کوں اپنا کرنا اِس پاپی جیو کوں کھو کر

(یعنی اے سہیلی ایک ہی پر مرنا چاہیئے اور دوسرے کو دل نہ دینا۔ کسی طرح اسی محبوب کو اپنا بنا لینا چاہیئے خواہ اس میں اپنے پاپی جی کو کھو دینا ہی کیوں نہ پڑے)

یہ شعر اس غزل کا ہے جو شاعر نے اپنی مشہور مثنوی قطب مشتری میں محمد قلی کی زبان سے بھاگ متی کے فراق میں کہلوائی تھی۔

بھاگ متی یا حیدر محل

غرض بھاگ متی کی موجودگی میں شاہ میر کی دختر کا عروج ناممکن تھا اس لئے یا تو وہ باپ کے ساتھ ایران بھجوا دی گئی تھی یا اگر گولکنڈہ ہی میں رہی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت گمنام زندگی بسر کی۔ کیونکہ اس کی شادی کے پانچ سات سال بعد جب محمد قلی قطب شاہ نے شہر حیدر آباد بسایا تو اس کا نام اپنی اسی قدیم محبوبہ کے نام پر بھاگ نگر رکھا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس رقاصہ کے ساتھ اس کی محبت چند روزہ نہ تھی۔ بلکہ جب تک وہ زندہ رہی محمد قلی قطب شاہ اس کا

دیوانہ رہا۔ چنانچہ شہر بھاگ نگر کی تعمیر کے چند سال بعد جب اس کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا۔ تو اس کی مناسبت سے بھاگ نگر کا نام پہلے حیدر نگر اور پھر شہر حیدر، یا حیدر آباد سے بدل دیا گیا۔ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے دیوان میں یہ سب نام استعمال کئے ہیں مثلاً

زتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس ۔۔۔ لے کر آؤں جو بکھرا ہوئے اس کا شہر حیدر میں

بریاں نظراں تجھے اس اسپند آتار و ۔۔۔ کہ حیدر نگر اُن انداں بھرایا

دوسرے شعر میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ حیدر نگر اس کی خاطر امن و اطمینان سے معمور کر دیا گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس محبوب کو نظر لگے اس لئے نظر بد سے بچانے اس پر سے سپند آتار و اسی طرح ایک اور شعر میں کہتا ہے کہ قطب شاہ نے تیری محبت میں جو شہر آباد کیا ہے اسی میں وہ قیام پذیر بھی ہے کیونکہ اس کی نظر میں اس شہر سے بہتر اور پر لطف شہر کوئی اور نہیں ہے

نبی صدقے تجھ نیہہ شہر میں ہے قطب ۔۔۔ نہیں کوئی شہر اس شہر تھے الذ

محمد قلی قطب شاہ کی تخت نشینی کے بعد بھی بھاگ متی عرصے تک اپنے قدیم مکان ہی میں قیام پذیر رہی جو ایک چھوٹے سے گاؤں چچلم میں واقع تھا۔ یہ گاؤں اس جگہ آباد تھا جہاں اب چار مینار، مکہ مسجد، مغلپورہ اور مہاراجہ کشن پرشاد کی ڈیوڑھی واقع ہے اسی گاؤں سے ایک ہزار سواروں کے جلوس کے ساتھ وہ محمد قلی کے دربار میں شریک ہونے کے لئے گولکنڈہ جایا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کے تزک و احتشام کا ذکر بعض تاریخوں میں نظر سے گزرتا ہے اور بہت سی روایتیں زبانی

سننے میں آتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ قطب شاہی تاریخیں اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ البتہ جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے، محمد قلی قطب شاہ نے اپنے کلام میں اس محبوبہ کی طرف بعض جگہ اشارہ کیا ہے۔

بھاگ متی سے ملنے کے لئے خود محمد قلی بھی اس کے مکان کو جایا کرتا تھا اور اس آمد و رفت کے سلسلے میں بھی موضع چچلم کے اطراف و اکناف کا پُرفضا میدان اس کو اتنا بھایا کہ یہاں ایک عالیشان شہر کی تعمیر کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا، اور جب شہر اور محلاتِ شاہی بن گئے تو اس وقت غالباً بھاگ متی بھی "دولت خانۂ عالی" میں منتقل ہو گئی جس کے ایک آدھ سال بعد ہی اس کے بطن سے شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی۔ اس وقت یا اس سے قبل ہی شاید جلوہ کے وقت بھاگ متی کو حیدر محل کا خطاب دیا گیا ہوگا۔

ان دو شادیوں کے علاوہ محمد قلی قطب شاہ نے کئی اور حسینوں کے ساتھ شادیاں کیں اور ہر وقت دھوم دھام سے جلوہ، مہندی اور دیگر رسوم منا کر لطف اندوز ہوا۔ ان سب کا تذکرہ محمد قلی کی معشوقاؤں اور اس کے رسم و رواج کے بیانات میں کر دیا گیا ہے۔

اولاد

محمد قلی قطب شاہ کو عرصے تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کسی تاریخ میں اس کی اولاد کی پیدائش یا موت کا تذکرہ نہیں ہے۔ حالانکہ دوسرے بادشاہوں مثلاً ابراہیم قلی قطب شاہ محمد قطب شاہ اور عبداللہ قطب شاہ کے ذکر میں مورخوں نے شہزادوں اور شہزادیوں کی ولادت کا تذکرہ

اور قطعات تاریخی وغیرہ درج کیے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کو پہلے تو اولاد ہوئی ہی نہیں اور اگر ہوئی بھی تو جلد انتقال کر گئی جس کی وجہ سے خوشی کے جشن منانے اور شاعروں کو مبارکباد پیش کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے خود محمد قلی قطب شاہ نے ایک موقعہ پر دعا کی تھی کہ ؎

بار دے میرے جھاڑ کوں یارب　　　پھول پھل ہوئے تا ہیں گلزار

یہ شعر اس کے دیوان میں موجود ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا میرے درخت زندگی کو باثمر بنا تاکہ اس کی وجہ سے ملک بارونق ہو جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حیدر آباد کی تعمیر کے بعد اس کی اکلوتی شہزادی حیات بخشی بیگم پیدا ہوئی تھی لیکن مورخوں نے اس واقعہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ وہ لڑکی تھی اور دوسرے یہ کہ وہ بھاگ متی کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو اس وقت شاہی رقاصہ تھی اور ابھی حیدر محل کے خطاب سے سرفراز نہ ہوئی ہوگی۔

لیکن مورخوں کے اس سکوت کے باوجود خود محمد قلی قطب شاہ اپنے کلام میں اس امر کا ثبوت چھوڑ گیا ہے کہ اس کے یہاں کسی وقت ایک سے زیادہ بچے موجود تھے چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

راکھو تمھارے چھاتول دایم خوشیاں سوں قطب کوں

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمھارے ہیں علی[۴]

(یعنی اے علی! قطب شاہ اور اس کے فرزند تمھارے بندے ہیں اس لئے ان کو اپنے سایہ میں خوش وخرم رکھئے۔)

ممکن ہے کہ محمد قلی نے اس شعر میں اپنی دختر حیات بخشی بیگم کے علاوہ اپنے برادرزادہ شہزادہ مرزا محمد سلطان فرزند مرزا محمد امین کو بھی اپنا ہی لڑکا سمجھ کر صیغۂ جمع (یعنی قطب کے فرزند) استعمال کیا ہو۔ یا اس کا بھی امکان ہے کہ جس وقت محمد قلی نے یہ شعر لکھا حیات بخشی بیگم کے علاوہ اور بھی اس کے بچے زندہ ہوں۔

شہزادہ مرزا محمد امین حیدرآباد کی تعمیر کے بعد بروز چہارشنبہ ۲۳ رجب ۱۰۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا اور حیات بخشی بیگم اس سے تخمیناً ایک آدھ سال ہی کی چھوٹی ہو گی۔ کیونکہ جب ۱۰۱۲ھ میں ایران کا سفیر حیدرآباد آیا تو اس وقت اس کی عمر دس سال سے کم نہ تھی جب ہی تو شاہ ایران نے اپنے فرزند کے ساتھ شادی کے لئے پیام بھیجا تھا۔ لیکن اس لڑکی کی قسمت میں تو حیدرآباد کی ملکہ بننا اور تین بادشاہوں (یعنی باپ محمد قلی، شوہر سلطان محمد اور فرزند سلطان عبداللہ) کے زمانے میں حیدرآباد کی سیاست میں دخیل ہونا لکھا تھا۔

حیات بخشی بیگم کی شادی

غرض حیات بخشی بیگم کی شادی ہوئی تو اس کی عمر پندرہ سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ کیونکہ وہ ۱۰۰۱ھ کے بعد پیدا ہوئی تھی اور ۱۰۱۶ھ میں شاہزادہ مرزا محمد سلطان کے ساتھ بیاہ دی گئی۔ اس بیاہ کے کچھ سیاسی اسباب بھی تھے جن کا تذکرہ محمد قلی قطب شاہ کے تدبر و سیاست اور سفیر ایران کی آمد کے سلسلے میں کر دیا گیا ہے۔

محمد قلی کی زندگی میں خود اس کی شادی کے علاوہ اتنی بڑی تقریب اور کوئی نہیں منائی گئی۔ اس لئے اس وقت اس نے دل کھول کر اپنی شاہانہ فیاضیوں اور شان و شکوہ کا مظاہرہ کیا۔ اس موقع پر وہ جو بھی اہتمام کرتا کم تھا۔ کیونکہ پہلے تو یہ اس کی اکلوتی اولاد کی شادی تھی اور دوسرے اس کے چہیتے بھتیجے کے ساتھ ہو رہی تھی۔ تیسرے یہ کہ اس زمانے میں شاہ ایران کا ایلچی بھی حیدرآباد میں موجود اور اس تقریب میں مدعو تھا جس کو قطب شاہی شان دکھانا ضروری تھا[1]۔ اور چوتھے یہ کہ شادی کے ساتھ ہی مرزا محمد سلطان کو ولیعہد سلطنت بنانا مقصود تھا۔

یہ تقریب ماہ ربیع الاول میں منائی گئی جس کے لئے پہلے ہی سے حکم دے دیا گیا تھا[2] کہ تمام شہر حیدرآباد کی آئین بندی کی جائے اور محلات شاہی کو آراستہ و پیراستہ کر کے محفل نشاط و شادی کے قابل بنا یا جائے۔ غرض پوری تیاریاں ہو جانے کے بعد ایک مہینے تک شاہانہ جشن منائے گئے اور محمد قلی قطب شاہ نے اپنے بے انتہا انعام و اکرام سے خاص و عام دونوں کو شاد کام کیا۔ بخششوں اور نوازشوں کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ اس جشن میں امراء و اکابر اور شرفاء و سلحداران کو تیس ہزار[3] خلعت تقسیم کئے گئے تھے۔

---

[1] بعض تاریخوں میں تو لکھا ہے کہ نظام شاہ، عادل شاہ اور عماد شاہ بھی اس تقریب میں شریک تھے۔ محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۸۴۷۔ [2] تاریخ قطب شاہی ورق ۲۶۴ ب۔

[3] بعض تاریخوں میں چالیس ہزار خلعتوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ دربار آصف۔ گلزار دوم صفحہ ۱۹۵۔

جب شادی کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو نجومیوں نے دن تاریخ اور نیک ساعت کا تعین کیا۔ اور علمائے عقد نکاح پڑھایا۔ دلہا اور دلہن پر سے زر و جواہر نثار کئے گئے۔ اس موقع پر شعرا نے مبارک باد کے قصیدے اور تاریخی قطعے بھی پیش کئے تھے جن میں میرک معین سبزواری کا قطعہ بہت مشہور ہوا جو گزشتہ صفحات میں محمد قلی کے تدبر و سیاست اور میرک معین کی سفارت کے بیان میں درج کیا جا چکا ہے۔ مبارکبادیوں کے علاوہ امراء نے شہزادے کی خدمت میں ولیعہدی کی نذریں بھی پیش کیں۔

شادی کے بعد بیٹی اور داماد کے رہنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ نے ایک عظیم الشان محل[1] کو پہلے ہی سے آراستہ و پیراستہ کرا لیا تھا۔ چنانچہ جلوہ کے بعد اس شاہی برات کو اسی محل میں بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اتارا گیا۔ افسوس ہے کہ مورخ نے اس محل کا نام نہیں لکھا۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ محل دولت خانۂ عالی کی جانب جنوب اسی جگہ بنایا گیا تھا جہاں اب "محلہ مٹی کا شیر" اور قدیم قطب شاہی مسجد واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مسجد حیات بخشی بیگم کے محل میں واقع تھی اور جہاں اب ایام عاشورہ میں مٹی کا شیر اور تعزیہ بٹھایا جاتا ہے اسی جگہ اس محل کا عاشور خانہ تھا۔

حیات بخشی بیگم اپنے شوہر کی وفات ۱۰۳۵ھ تک اسی محل میں قیام پذیر رہی۔ اس اثناء میں جب سلطان محمد نے موجودہ سرور نگر کی جانب مشرق ایک عظیم الشان قلعہ سلطان نگر بنانا شروع کیا تو اس ملکہ نے بھی اپنے لئے اس قلعہ سے آگے ایک محل، مسجد، اور شہر حیات نگر یا حیات آباد

[1] حدیقۃ العالم صفحہ ۲۴۰

بنایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ اسکے فرزند سلطان عبداللہ کے عہد میں حیات بخشی بیگم کا زیادہ تر قیام اسی حیات آباد میں رہتا تھا۔ چنانچہ وہیں اس نے عبداللہ قطب شاہ کی مونڈ تراشی کی تقریب بڑی شان و شوکت سے انجام دی تھی۔

عبداللہ قطب شاہ کے آخر عہد میں جب اورنگ زیب نے حیدرآباد پر حملہ کیا تو حیات بخشی بیگم قلعہ گولکنڈہ کے شاہی محلات میں سے اس خاص محل میں قیام پذیر رہی جو اس احاطہ "محلتان" کے بالکل اندرونی حصہ میں واقع ہے اور جس کی چھتیں فتح گولکنڈہ کے بعد خزانوں کی تلاش میں اڑادی گئی تھیں۔ لیکن اس کی دیواروں کے اعلیٰ نقش و نگار اور خوبصورت طاقچے اب بھی باقی ہیں۔

اورنگ زیب سے صلح کرانے میں حیات بخشی بیگم کا بہت بڑا حصہ ہے چنانچہ وہ خود اس سے ملنے کے لئے مغلیہ لشکر میں گئی اور شرائط صلح کے طے کرنے میں مردانہ وار گفتگو کی۔ آخرکار ۱۰۷۷ھ میں ۲۸ شعبان شنبہ کے روز محمد قلی قطب شاہ کی اس واحد یادگار نے تقریباً پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کے ساتھ اس کے والد سلطان محمد قلی کی عظیم الشان سلطنت کا وقار اور شان و شوکت بھی دفن ہوگئی۔ محمد قلی کا اکلوتا نواسہ سلطان عبداللہ بھی اپنی ماں حیات بخشی بیگم کے انتقال کے صرف پانچ سال بعد ہی ۱۰۸۳ھ میں اس دنیا سے بغیر اولاد نرینہ چھوڑے کوچ کر گیا۔

حیات بخشی بیگم کے بطن سے غالباً دو ہی بچے پیدا ہوئے ایک عبداللہ قطب شاہ جو محمد قلی قطب شاہ
کی وفات کے تین برس بعد دوشنبہ ۲۰ شوال ۱۰۲۳ھ میں عالم وجود میں آیا اور دوسری
خدیجہ سلطان شہر بانو بیگم جو اپنے بھائی کے دو تین سال بعد پیدا ہوئی اور جس کی شادی ۱۰۴۲ھ
میں سلطان محمد عادل شاہ والی بیجاپور سے ہوئی۔ خدیجہ سلطان نے بھی اپنی ماں کی طرح
طویل عمر پائی۔ یہ بیجاپور میں اپنے فرزند علی عادل شاہ ثانی کے دور میں حاجی بڑے صاحب کے
نام سے مشہور و معروف تھی۔

محمد قلی قطب شاہ کی علالت

محمد قلی قطب شاہ کی اولاد کے مختصر سے تذکرے کے ساتھ خود
محمد قلی قطب شاہ کا بیان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس عظیم الشان فرمانروا
کو اپنے آبا و اجداد کے مقابلے میں بہت کم عمر ملی تھی۔ اگرچہ دوسری تمام باتوں میں قدرت نے
اس کے ساتھ بڑی فیاضی سے کام لیا۔ قلب و دماغ کی جتنی اعلیٰ قوتیں اس کو عطا کی گئی تھیں
اس کے کسی پیشرو کو نصیب نہ ہوئیں، مال و دولت، عیش و عشرت، عروج و اقبال، فتح و
کامرانی اور امن و اطمینان جتنا اس کو حاصل ہوا کسی قطب شاہی حکمران کو نہ ملا۔ لیکن ایک ہی
شخص کو دنیا کے تمام کمالات اور قدرت کے جملہ عطیئے نہیں بخش دیے جا سکتے۔ یہ قانون فطرت
کے خلاف ہے۔ اور محمد قلی کی ذات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کی عیش و عشرت کی زندگی
نے اس کی صحت پر بُرا اثر ڈالا اور اس کی رندی و بے باکی نے اس کو اپنی صحت کی طرف سے

ہمیشہ لاپرواہ رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کثرت عشرت و شراب نوشی کی وجہ سے کمزور ہوگیا۔
اور کمزوری بیماریوں کی میزبان ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے آباواجداد کے مقابلے میں
لاغر اور ضعیف نظر آتا ہے۔ اگرچہ تاریخیں اس کی بیماریوں کے تذکرے سے خالی ہیں لیکن اس نے
اپنے کلام میں کئی جگہ اپنی علالت کا ذکر کیا ہے اور شفائے کلی نصیب ہونے کیلئے دعائیں کی ہیں۔
کبھی وہ کہتا ہے کہ "اے خدا اپنے نبی کے صدقے میں قطب شاہ پر لطف و کرم کرکے اس کے
دکھ درد کو دور کر اور آرام اور شفا بخش"
ایک وقت وہ یہ کہہ کر اپنے دل کو تسلی دے لیتا ہے کہ اے قطب شاہ تجھے کسی اور ذریعہ
سے تو شفا ہوتی نظر نہیں آتی اس لئے تو نبی کے لنگر میں لنگردار بن جا کیونکہ شاید اسی کے طفیل
میں تجھ کو ایسی شفا حاصل ہوجائے جو دوسرے علاجوں کے ذریعے سے حاصل کی ہوئی ہزاروں
اور لاکھوں شفاؤں کے برابر ہو۔
ایک اور موقع پر وہ حضرت علی کی مدح میں لکھتا ہے کہ اے امیرالمومنین تمہارے اوصاف
بیچارے شاعروں کی شاعری کے ذریعے سے کیا ظاہر ہوسکتے ہیں۔ اور میں تو شاعر سے زیادہ تمہارا
بندا ہوں تم اپنے کرم سے میرا علاج کرو۔
محمد قلی کے دیوان میں جو غزل سب سے پہلے درج ہے اس میں بھی اس نے اپنی اسی صحت سے محرومی
کا بڑی حسرت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یہ غزل حمد باری تعالی میں لکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعر سے

معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اپنی صحت سے ایک گونہ مایوسی ہو چکی تھی اور ہر طرح کی کامگاریوں اور خوشیوں کے باوجود علالت کی وجہ سے وہ اپنی قسمت کو حقیر سمجھنے لگا تھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے ؎

اپن بخت حقیرے نکہے کد ہیں دل میں نہ کر غم — تجھے دارو ئے صحت سوں شفا جام دیوے گا

یعنی اے محمد قلی تو اپنی اس بد قسمتی کی وجہ سے اپنے دل کو غمزدہ نہ ہونے دے کیونکہ خدا میں بڑی قدرت ہے وہ ضرور دارو ے صحت بھر کر تجھ کو شفا کا پیالہ پلائے گا۔

اس کے دوسرے شعر یہ ہیں ؎

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف دیا تجھے — دکھ درد بھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

نبی لشکر میں لشکر دار ہو کر رہ معانی — کہ لشکر داری ہیں تج کوں ہزاراں الک شفائے

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں — میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سینی

بیماری کے اسی احساس کی بنا پر وہ بار بار اپنی درازی عمر کی دعا کیا کرتا تھا اس کا کلیات اس قسم کی دعاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ اس نے اپنی متعدد نظموں کے آخری شعر صحت و عمر ہی کی دعا کے لئے وقف کر دیے ہیں۔ یہاں نمونے کے طور پر صرف چند شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

سدا نوں راج کر قطبا انند کا ساج کر قطبا — نبی کا کاج کر قطبا کہ تج بخشا تہارے ہیں

نبیؐ کی دعا تے قیامت تلک تم — گنا دو نبی کے سو مولود لاکھاں

صدقے نبیؐ کے قطبا جم جم خوشی انند سوں — لک سال اچھ کہ اس تھے ہے عیش شمع روشن

صدقے نبی کے سورچند رتنا اچھے گگن — پت پیت سوں قطب کرو سولاکھ سال عید

نبی صدقے قطب لک برس جی توں — کہ تج تھے پاوے نت جیو دان بکرید

سدا جگ میں جیو شہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ — ملک آمین کہہ کہہ رب دعا سوں ہت اچاہیں

قطب شہ کوں میا کر کر دیا سوں پنجتن دایم — حیات ہور بخت و دولت سوں خضر نت نے جلاتے ہیں

ابادان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میراں یا سمیع

محمد قطب شہ ہور اس پری کوں — خدایا رکھ جداں لک ہیں ستارے

صدقے نبی اعلیٰ علی میں قطب شہ جم جم اچھو — جب لک اچھے اسمان پر، چند سور زہرہ مشتری

ان متفرق اشعار کے علاوہ ایک مکمل نظم درازی عمر کے لئے دعا کے طور پر لکھی گئی ہے

جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سجان کے پیو مان سوں جیو تمیں راجے سدا — جم جم جیو وپت مت سوں آنند خوشیاں کا سدا

وفات

آخر وہ روز آہی گیا جس کو دور سے دور تر رکھنے کے لئے محمد قلی قطب شاہ دعائیں مانگا کرتا تھا۔ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے جسم کو گھن سا لگ گیا تھا۔ آخر کار ماہ رمضان ۱۰۲۰ھ میں وہ بیمار پڑا۔ اور ڈھائی مہینے[1] تک بخار کا سلسلہ جاری رہا۔ روز بروز اس میں شدت ہوتی گئی[2]۔ بادشاہ کی علالت اور نزاکت مزاج کا حال سن کر اس کے میر جملہ

---

[1] محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹ -

[2] "از سموم حرارت تن بر بستر ناتوانی نہاد" تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱

مرزا محمد امین نے میدان جنگ کا خیال ترک کر کے حیدرآباد کا رخ کیا۔ لیکن محمد قلی تو دنیا ہی کو ترک کر رہا تھا۔ آخری دو روز میں اس کے مرض نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ حد درجہ ضعف ہو گیا[1] اور پھر وہ سنبھل نہ سکا۔ غرض ہفتہ کی صبح میں بتاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں اور وہ صرف ۴۹ سال کی عمر میں دنیا اور اس کی عشرتوں اور کامرانیوں کو اپنا سوگوار چھوڑ گیا۔ تمام ملک اس جواں مرگ پادشاہ کا ماتم کرنے لگا کہ ؎

دریغ آں شہنشاہ ہندوستاں　　جم تاج بخش و ممالک ستاں

دریغ آں کہ دیگر نہ بیند سپہر　　نظیرش در آئینۂ ماہ و مہر (حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰)

قطعات تاریخی ماثر دکن میں اس کی وفات کی حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

محمد رفت چوں از دار فانی　　وصال آں شہ دیں سال فیاض

ز قطب نقل و فضل عام جستم　　دگر بارہ ز عالی جاہ فیاض[2]

نیز تاریخوں میں یہ قطعہ تاریخ درج ہے اور اس میں محمد قلی کے تخلص معانی کی بھی رعایت رکھی گئی ہے ؎

ماہ تمام ملک بزیر نقاب شد　　آب حیات خلق دریغا سراب شد

سروے ز بوستان معانی فرو شکست　　برجے ز آسمان مکارم خراب شد[3]

۱؎ "دو عرصہ دو روز مرض آنچناں قوی گشت کہ مزاج مبارک بضعف کلی گرائید" حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰

۲؎ ماثر دکن صفحہ ۹۱　　۳؎ تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱ و محبوب الزمن جلد دوم صفحہ ۷۴۹ —

علی ابن طیفور نے محمد قلی کی تاریخ وفات اس طرح نکالی تھی ؎

سال تاریخ فوت او جستیم گفت رضواں کہ پادشاہ بہشت [۱]

عمر انتقال کے وقت محمد قلی قطب شاہ کی عمر صرف ہینتالیس سال دو مہینے کی تھی۔ لیکن تعجب کا مقام ہے کہ اکثر تاریخوں میں اس کی عمر انچاس سال بتائی گئی ہے۔ [۲] وہ ۱۴ ر رمضان ۹۷۳ھ [۳] کو پیدا ہوا اور ستر ہ ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ [۲] کو وفات پائی اس طرح ۱۴ ر رمضان ۹۷۳ھ [۳] کو قمری مہینوں کے حساب سے اس نے سینتالیس [۴۷] سال ختم کئے تھے اور اڑتالیسویں میں قدم رکھا تھا کہ بیمار پڑگیا شمسی مہینوں یعنی عیسوی یا فصلی سال کے لحاظ سے تو محمد قلی کی عمر وفات کے وقت اور بھی کم قرار پاتی ہے۔ اسی طرح زمانہ حکومت بھی اکثر تاریخوں [ب] میں غلط ہے یعنی تینتیس [۳۳] سال آٹھ ماہ اور اس کی قبر کے کتبے پر اکتیس [۳۱] سال لکھا گیا ہے۔ حالانکہ محمد قلی نے صرف بتیس [۳۲] سال چھ [۶] مہینے اور ۲۶ دن حکومت کی [۳]

---

[۱] حدائق السلاطین ورق ۱۱۴ ب

[۲] تاریخ قطب شاہی (۲) حدیقۃ العالم صفحہ ۲۶۰۔ (۳) تاریخ ظفرہ صفحہ ۲۱۔ (۴) گلزار آصفی ۲۹ (۵) تاریخ دکن حصہ دوم سلسلۂ آصفیہ صفحہ ۳۲۲۔ (۶) مآثر دکن صفحہ ۹۱۔

[۳] کہا جاتا ہے کہ محمد قلی کو شاہی سراپا اور تاج پہنا کر دفن کیا گیا تھا جس کی بنا پر دفینوں اور خزانوں کے بعض شائقین نے تہہ خانے میں اس کی قبر کھولنے کی کوششیں کی تھیں لیکن تعویذ کے نیچے ایسے بڑے بڑے پتھر بٹھائے گئے ہیں جن کا اپنی جگہ سے حرکت کرنا مشکل ہے۔

محمد قلی کا گنبد

محمد قلی نے شہر حیدر آباد کی سر بفلک عمارتوں کے علاوہ اپنے لئے ایک عالیشان گنبد بھی اپنے آبا و اجداد کے گنبدوں کے قریب بنوا لیا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ جس طرح وہ اپنے خاندان میں سب سے بڑھ کر عظیم المرتبت حکمران تھا اسی طرح اس کا گنبد بھی مقابر سلاطین قطب شاہیہ میں سب سے زیادہ عظیم الشان ہے۔ یہ گنبد جس چبوترے پر واقع ہے وہ زمین سے ۱۳ فٹ ۶ انچ بلند ہے۔ اور اس کا ہر ضلع ۲۰۰ فٹ طویل ہے۔ اس چبوترے کے اوپر اور ایک چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ۱۲۶ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس اوپر کے چبوترے کے درمیان مقبرہ بنایا گیا ہے جس کے بیرونی حصے کا ہر ضلع ۱۰ فٹ ۳ انچ طویل ہے۔ اس کے ستونوں کی بلندی ۲۲ فٹ ہے۔ مآثر دکن میں صفحہ ۱۹ پر اس کی پوری تفصیل درج ہے۔ گنبد میں داخل ہونے کے لئے جنوب و مشرق دونوں طرف دو دروازے ہیں۔ بادشاہ کی اصلی قبر نیچے تہہ خانے میں ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے اوپر اور نیچے دونوں طرف سے راستے ہیں۔ دوسرے قطب شاہی بادشاہوں کے تہہ خانے بند ہیں۔ گنبد میں اوپر جو تعویز سنگ سیاہ کا مصفٰی بنا ہوا ہے اس پر کلمہ، آیت الکرسی اور درود شریف کے علاوہ حسب ذیل عبارت کندہ ہے:۔

"اعلیحضرت جنت مکانی عرش آشیانی محمد قلی قطب شاہ بن ابراہیم قطب شاہ انار اللہ برہانہما۔
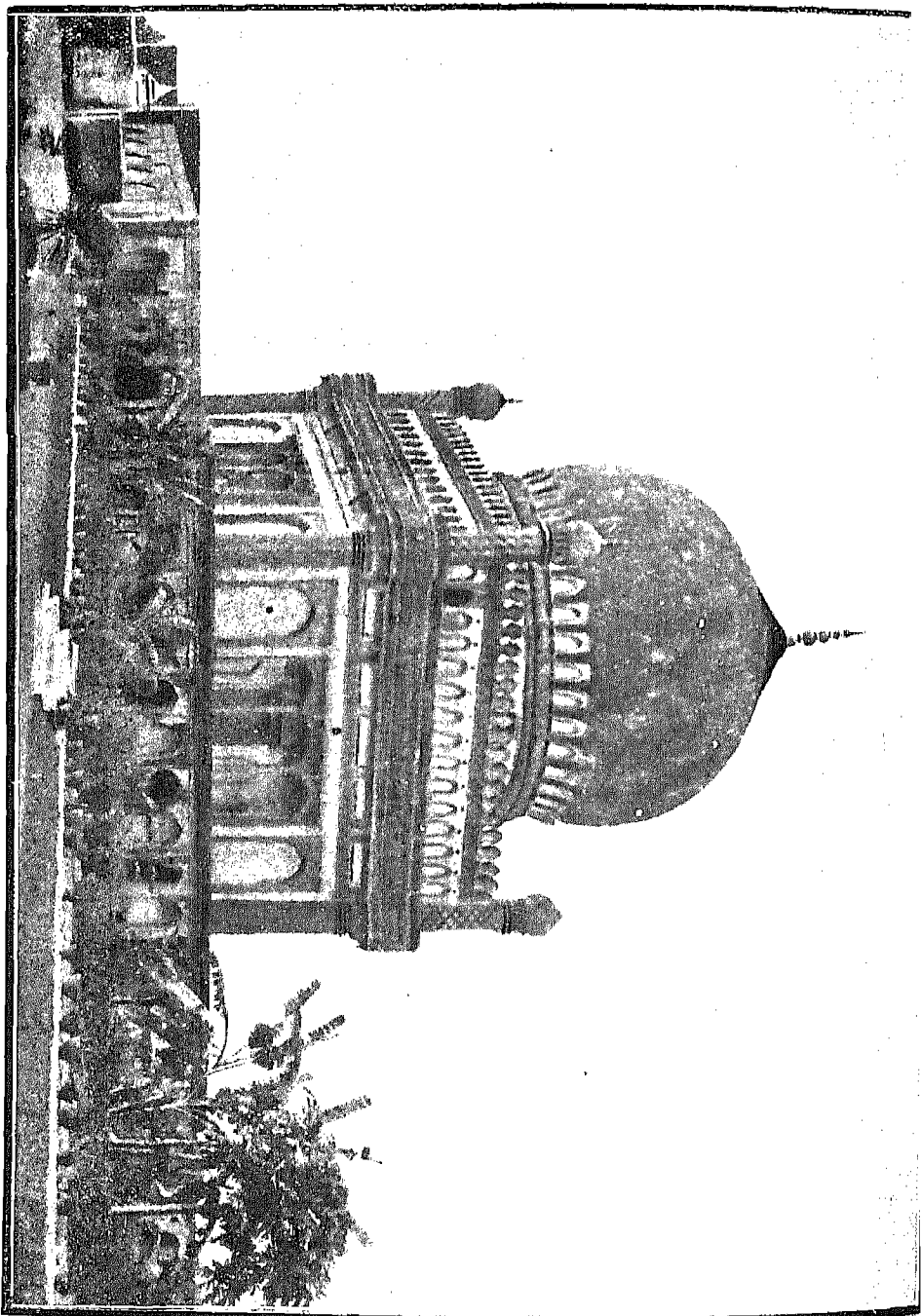
گنبد سلطان محمد قلی قطب شاہ

بتاریخ روز شنبہ ہفدہم ماہ ذالقعدۃ الحرام ۱۰۲۰؁ عشرین والف ہجری برحمت حق داصل شد۔

سن شریفش چہل ونہ سال ومدت سلطنتش سی ویک سال رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ"

یہ کتبہ محمد قلی کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے لکوایا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ اس میں محمد قلی قطب شاہ کی عمر اور مدتِ سلطنت دونوں تاریخی نقطۂ نظر سے غلط ہیں کیونکہ ابراہیم قطب شاہ نے ۱۲ ربیع الثانی ۹۸۸ھ میں انتقال کیا اور محمد قلی تخت نشین ہوا۔ اس طرح، ذیقعدہ ۱۰۲۰ھ تک بتیس ۳۲ سال چھ ۶ مہینے چھبیس ۲۶ دن ہوتے ہیں۔

محمد قلی کا گنبد اس قدر بلند ہے کہ دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس کا چبوترہ نہایت وسیع اور پرفضا ہے۔ اور دوسرے گنبدوں کی طرح چاروں طرف سے مقبروں اور درختوں سے گھرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ مشرق کی طرف تو اس سے ملحق کئی فرلانگ تک مسطح میدان واقع ہے جس کی وجہ سے یہ چبوترہ ایک عام تفریح گاہ بن گیا ہے۔ اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ سیر و تفریح کرنے والوں کی ٹولیاں وہاں نہ جمع ہوتی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ محمد قلی کے گنبد پر مقبروں جیسی اُداسی یا بھیانک پن نظر ہی نہیں آتا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے قلعہ گولکنڈہ پر حملہ کیا تو اس گنبد پر بھی توپیں

چڑھادی تھیں کیونکہ کافی بلند اور وسیع ہونے کی وجہ سے یہ ایک اچھے مورچہ کا کام دے سکتا تھا
اس گنبد کی توپوں کے گولے جب قلعہ میں پہنچنے لگے تو اہل قلعہ نے بھی ان کا جواب دیا مگر جب
محمد قلی کے آخری نام لیوا ابوالحسن تاناشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے گنبد کو نشانہ بنانے
سے منع کر دیا اور کہا کہ ہم جن کی سلطنت کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے گنبد کو کیونکر
مسمار کر سکتے ہیں۔ یہ روایت صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہے کہ گنبد محمد قلی کے اس پہلو پر جو قلعہ
گولکنڈہ کے مقابل ہے شکست و ریخت کے چند نشانات اب تک پائے جاتے ہیں۔

جب تک قطب شاہی سلطنت باقی رہی محمد قلی کا عرس دھوم دھام سے ہوتا رہا اسکی
قبر کے اطراف روزانہ متعدد حفاظ تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے تھے۔ قبر پر اطلسی چادر
اور پھول چڑھائے جاتے تھے۔ زربفت کا شاہی شامیانہ طلائی ڈنڈوں پر تانا جاتا تھا۔
روشنی کا ایک عالیشان جھاڑ درمیان میں اور اس کے اطراف کئی چراغ دن رات روشن
رہتے۔ بادشاہ کی کتابیں رحلوں پر رکھی رہتیں جن میں سے اکثر قرآن اور تفسیر اور دیگر مذہبی
موضوعوں سے متعلق تھیں۔ گنبد میں چاروں طرف قیمتی قالینوں کا فرش ہوتا۔ اور اوپر کلس
زرین ہلال لگا ہوا تھا جو بادشاہ کے گنبد کی علامت تھی[1]۔

---

[1] گولکنڈہ کے شاہی مقبروں کے تفصیلی حالات مشہور فرانسیسی سیاح موسیو تھیونو نے اپنے سفرنامے میں
لکھے ہیں۔ یہ سیاح محمد قلی کی وفات کے پچاس سال بعد حیدرآباد آیا تھا۔ اس سفرنامہ کا ترجمہ سلسلہ آصفیہ
کی جلد دوم کے طور پر شمس العلما سید علی بلگرامی کی نگرانی میں کیا گیا اور ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا۔

اگرچہ یہ رونق اور اہتمام اب باقی نہیں رہا لیکن گولکنڈہ کے اطراف واکناف کے گاؤں کے اکثر لوگ زیادہ تر عورتیں ہر سال خاص خاص دنوں میں محمد قلی قطب شاہ کے مقبرے کی زیارت کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور ملیدہ اور جلیبیاں اپنے ساتھ لاکر یہاں فاتحہ دلواتے اور تقسیم کرتے ہیں۔ اس طرح تلنگانہ کے اس مشہور ہیرو، بھاگ متی کے سچے عاشق، اور دکن کے بین قومی تمدن کے بانی کی یاد اب تک تلنگانہ کے غریبوں کے دل میں باقی ہے۔

محمد قلی کی نیکیاں

دنیا کا یہ عجیب دستور ہے کہ کسی کی وفات کے تذکرے کے ساتھ ہی اس کی خوبیاں یاد آجاتی ہیں۔ محمد قلی قطب شاہ کے بیان کے خاتمے پر بھی تمام مورخوں نے اس کی نیکیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کا ذکر ہمارے گزشتہ عنوانات کے تحت نہ آسکا تھا اس لیے ہم بھی یہاں قدیم مورخوں کی تقلید پر مجبور ہیں۔

محمد قلی کی سب سے اہم نیکی اس کی فیاضی اور داد و دہش تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رقم عمارتوں کی تعمیر میں صرف کی۔ چنانچہ ناظر الملک میر ابوطالب جو اس کے دربار کا خاص انجنیر تھا محمد قلی قطب شاہ کی عمارتوں کے اخراجات ستر لاکھ ہون بتاتا ہے جو عہد حاضر کے تقریباً پانچ کروڑ روپیوں کے برابر ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کی ان تعمیری دلچسپیوں کی وجہ سے رعایا کا وہ طبقہ کتنا خوش حال نہ ہوگیا ہوگا جو مزدور پیشہ تھا۔

ہر سال محرم میں محمد قلی قطب شاہ لنگر ائمہ اثنا عشر کے سلسلے میں ساٹھ[6] ہزار ہون خرچ کرتا تھا۔

یہ کثیر رقم مجاوروں اور خادموں کے وظائف اور ایام عاشورہ کے پکوان میں صرف ہوتی تھی۔ ہزارہا غریب اور مفلس لوگ محرم میں خوشحال ہو جاتے اور سال بھر کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو بھول جاتے تھے۔ اس طرح اس نے اپنے دور حکومت میں صرف محرم کے لنگر میں ایک کروڑ چونتیس لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کئے۔ مذکورہ رقم کے علاوہ ایام عاشورہ کے ختم پر مستحقوں اور مسکینوں میں زر عاشوری کے نام سے ہر سال بارہ ہزار ہون تقسیم کر دیے جاتے تھے۔ گویا محمد قلی نے زر عاشوری کے طور پر چھبیس لاکھ اٹھائیس ہزار روپے غریبوں اور مستحقوں کو عنایت کیے۔

تعمیر و محرم کے اخراجات کے علاوہ ہر سال ایک لاکھ ہون عید میلاد النبی کے جشن میں بارہ روز کے اندر صرف ہوتے تھے۔ اس عید کے اہتمام اور شان و شوکت کا بیان گزر چکا ہے۔ محمد قلی نے اپنے عہد حکومت میں عید میلاد النبی کے انعامات، طعام اور خوشبو وغیرہ کے سلسلے میں مبلغ دو کروڑ چوبیس لاکھ روپے خرچ کئے۔ اور اس کے علاوہ اتنی ہی رقم خیرات اور صدقے کے طور پر مسکینوں اور مستحقوں کو عنایت کی جاتی تھی۔

اس طرح گیارہ کروڑ روپے کا حساب تو تاریخوں میں صاف طور پر درج ہے۔ اس رقم کے علاوہ محمد قلی نے موقع بموقع جو انعامات عطا کئے یا خیرات دی اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ معلوم ہے کہ دہ مقامات مقدسہ (مثلاً مکہ، مدینہ، نجف، کربلا، مشہد اور دیگر شہروں) کے غربا اور مجاوروں کے لئے التزام کے ساتھ ہر سال کپڑے اور نقد روپیہ روانہ کیا کرتا تھا۔

خود شہر حیدرآباد میں کوئی حاجتمند ایسا نہ تھا جو محمد قلی کی بارگاہ میں پہنچتا اور بے نیل و مرام واپس ہوتا۔ رعایا میں جس کسی کے یہاں شادی اور ختنہ کی تقریب منائی جاتی اگر وہ بادشاہ کو اس کی اطلاع کراتا تو فوراً انعام و اکرام سے سرفراز ہوتا۔ بیرون مملکت سے جو لوگ حیدرآباد آتے ان کو وطن واپس جانے کے لئے کافی رقمیں دیجاتیں اور حسب حیثیت خلعت سے سرفراز کیا جاتا۔

محمد قلی کے عہد میں محصول اجناس کے طور پر دو لاکھ ہون یعنی چودہ لاکھ روپے سالانہ وصول ہوا کرتا تھا اور برہمن اس رقم کی وصولی میں رعایا کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتے تھے اس لئے تخت نشینی کے بعد چند ہی سال کے اندر محمد قلی نے یہ محصول معاف کر دیا اور رعایا برہمنوں کے ظلم و ستم سے محفوظ ہو گئی۔ اس طرح محمد قلی کی دریا دلی اور رعایا پروری نے حکومت کو تقریباً چار کروڑ روپے کی آمدنی سے محروم کر دیا۔

ایک اور خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ محمد قلی نے اپنی تمام زندگی میں کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر کبھی کوئی ایسا مقدمہ پیش بھی ہوا تو اس کو دارالقضا کے سپرد کر دیا تاکہ احکام شرع کے موافق وہاں سے تصفیہ کر دیا جائے۔

محمد قلی کے دسترخوان کی بھی بڑی شہرت تھی اور کہا جاتا ہے کہ ہر وقت ایک ہزار آدمی اس کے دسترخوان پر موجود ہوتے اور کسی کو روک ٹوک نہ تھی چنانچہ اکثر مسافر اور سیاح اس شاہی دسترخوان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ محمد قلی قطب شاہ نے اپنے قلب و دماغ کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تاریخ عالم میں اپنے لئے ایک خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔

کلّیاتِ اُردو

محمد قلی قطب شاہ اپنے بعد جو عظیم الشان یادگاریں چھوڑ گیا ان میں سب سے زیادہ اہم اور پائیدار اس کا اردو کلام ہے۔ اس کی بنائی ہوئی پتھر چونے اور اینٹ کی اکثر عمارتیں صفحۂ ہستی سے نابود ہو گئیں۔ صرف حیدر آباد کا چار مینار، جلوخانۂ عالی کی چار کمانیں، بادشاہی عاشور خانہ، دار الشفا، اور محمد قلی کا گنبد دستبردِ ایام سے بچ گئے۔ لیکن نہ معلوم ان کی عمر بھی اب کتنی رہ گئی ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کارنامہ ایسا ہے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ہر جگہ کے اہلِ علم اس سے مستفید ہو سکیں گے اور وہ اس کا کلیات ہے۔

یہ گنجینۂ ادب بھی عرصہ تک علم و فضل کے خاص خاص خزانوں ہی میں محفوظ رہا لیکن یہ ایسی چیز نہ تھی کہ ہمیشہ چھپی رہتی۔ اردو ادب کی متوالی آنکھیں ہر وقت اس کی تلاش میں رہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس کو یہ متاعِ بیش بہا ہاتھ لگی اس نے اس کو ایسا عزیز رکھا کہ دوسروں کی پرچھائیاں بھی پڑنے نہ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ کلیات عوام کی نظروں سے اتنا اوجھل ہو گیا کہ ہر شخص اس کے متعلق عجیب عجیب قیاس آرائی کرنے لگا۔ کسی نے اس کو

برج بھاشا زبان کا کلام قرار دیا اور کوئی اس کو محمد قلی کے سوا کسی اور شاعر معانی کا کلام سمجھتا رہا حالانکہ وہ ٹھیٹ اردو کلام ہے اور خود محمد قلی قطب شاہ کا نتیجہ قلم۔ کیونکہ قطب کے علاوہ محمد قلی کے کئی اور تخلص بھی تھے جن میں معانی سب سے زیادہ اس نے استعمال کیا ہے۔

محمد قلی کا اردو کلام اس کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی ہمیشہ مقبول رہا۔ لوگوں کو اس کی نظمیں زبانی یاد تھیں اور اب بھی دیہاتی عورتیں مختلف تقریبوں میں اس کے اشعار گاتی ہیں اس کے علاوہ اس کے کلیات کی کئی نقلیں بھی کی گئی تھیں جو بعد کو ہندوستان کے

کلیات کے نسخے

مختلف حصوں میں منتشر ہوگئیں چنانچہ اس وقت تک کلیات محمد قلی کے آٹھ نسخوں کا پتہ چل سکا ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہان اودھ لکھنو

۲۔ " " ٹیپو سلطان میسور

۳۔ " " ایشیاٹک سوسائٹی بنگال

۴۔ " " آصفیہ حیدر آباد

۵۔ " " نواب سالار جنگ بہادر حیدر آباد

۶۔ " " " " " "

۷۔ ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق " "

۸۔ نسخۂ کتب خانہ آقا حیدر حسن صاحب

ان میں سے موخرالذکر چار نسخے مصنف کے زیر استعمال رہے ہیں۔ ان آٹھوں نسخوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ نسخہ کتب خانہ شاہانِ اودھ

اس کتب خانہ کی فہرست اسپرنگر نے مرتب کی تھی جو ۱۸۵۴ء میں شایع ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان اودھ کو جو نسخہ دستیاب ہوا تھا وہ جملہ نیر اسو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ جس میں فی صفحہ ۱۴ سطریں تھیں۔ اور جس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

۱۔ مثنویاں ۳۳۶ صفحات۔ فی صفحہ ۱۴ بیتیں۔ جملہ چار ہزار چھ سو چوالیس بیتیں۔

آغاز صفت کوں (کہوں) اس یکتا ئے سبحان کا — کہ ناطق اپے جن ہے قرآن کا
خود جو

۲۔ قصیدے، ترجیع بند اور مرثیے ۔۔ ۱۰۰ صفحات

آغاز ع — جو بسم اللہ کر مطلع کہیا ہے ذات اس یکتا

۳۔ غزلیں ۸۶۰ صفحات

۴۔ رباعیاں ۱۲ صفحات

آغاز ع — دلا ننگ خدا کن کہ خدا کام دوے گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات نامکمل تھا۔ کیونکہ

ا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ۱۸۳۱۲ اشعر ہوں گے بشرطیکہ فی سطر ایک شعر درج ہو۔
حالانکہ سلطان محمد قلی قطب شاہ مرتب کلیاتِ محمد قلی نے پچاس ہزار شعر جمع کئے تھے۔
ب۔ کتب خانۂ آصفیہ میں جو دیوان موجود تھا وہ اٹھارہ سو صفحات پر مشتمل تھا۔

۲۔ نسخہ کتب خانہ ٹیپو سلطان

اس کتب خانہ کی فہرست اسٹوارٹ نے مرتب کی تھی۔ یہ نسخہ زوال ٹیپو سلطان کے بعد ایسٹ انڈیا آفس کو منتقل کر دیا گیا۔ اس کے متعلق گارساں دتاسی نے اپنی "تاریخ زبان و ادب ہندوستانی و ہندوی" جلد اول صفحہ ۳۹۸ مطبوعہ ۱۸۷۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ایک ضخیم خوبصورت جلد ہے جو سلطان محمد قطب شاہ کے لیے ۱۰۲۴ھ میں لکھی گئی ہے اس کی ترتیب حسب ذیل ہے

۳۳۶ صفحات مثنویوں کے (۱۴ ابیات فی صفحہ)

۱۰۰ صفحات قصیدوں، ترجیع بندوں، اور مرثیوں کے

۸۶۰ صفحات غزلوں کے

۱۲ صفحات رباعیوں کے

معلوم ہوتا ہے کہ ٹیپو سلطان کا نسخہ اور شاہان اودھ کا نسخہ دونوں بالکل ایک دوسرے کی نقل تھے۔ اور یہ ممکن ہے کہ خود سلطان محمد نے ۱۰۲۲ھ تک جو کچھ کلام جمع کیا تھا اس کے کئی نسخے نقل کرائے تھے تاکہ اپنے چچا کا کلام تلف نہ ہونے پائے۔ لیکن ان نسخوں کی ترتیب کے بعد
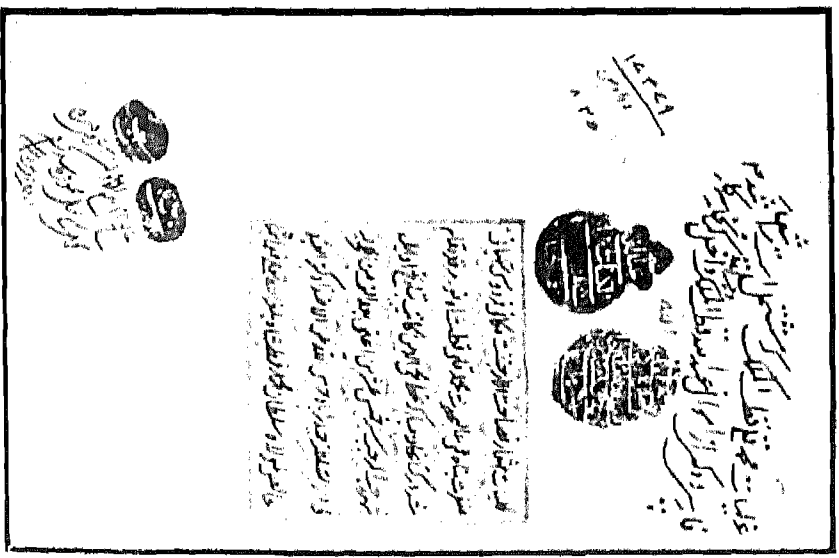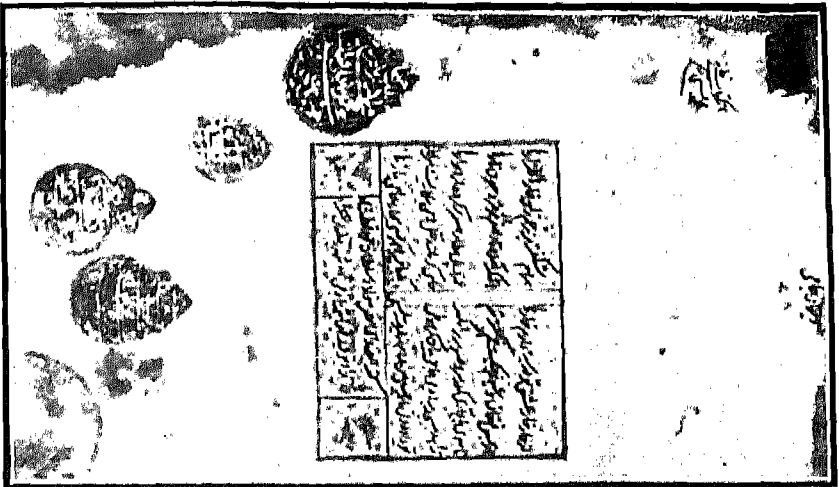
عکس تحریر سلطان محمد قطب شاہ بدیوان محمد قلی وغیرہ

وہ خاموش نہ رہا بلکہ اور کلام جمع کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۰۲۵ھ میں ایک مکمل کلیات جمع کر کے اپنے خطبہ کے ساتھ مرتب کر لیا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا نسخہ

اس نسخے کا ذکر اسپرنگر کے کٹلاگ مذکورۂ بالا میں ملتا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ایشیاٹک سوسائٹی میں اس کلیات کا نمبر ۲۱ ہے اور یہ نہایت عالیشان نسخہ ہے جو مصنف کے جانشین کے لئے ۱۰۲۲ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی تفصیل نہیں لکھی۔

ممکن ہے کہ یہ نسخہ بھی متذکرۂ بالا نسخوں کے مطابق ہو افسوس ہے کہ اس کے متعلق اور کوئی علم نہ ہو سکا۔

۴۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد

اس نسخہ پر مولوی عبدالحق صاحب نے ایک تفصیلی مضمون رسالہ اردو بابت ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اٹھارہ سو صفحوں پر مشتمل تھا اور اس پر خود سلطان محمد قطب شاہ کے دستخط تھے۔ یہی نسخہ اس وقت مکمل ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ اب کتب خانہ آصفیہ میں موجود نہیں ہے۔ اس کے متعلق مولوی عبدالحق صاحب کی تحریر سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

"یہ کلیات ایک نہایت قابل قدر اور نادر نسخہ ہے۔ بڑی تقطیع اور اعلیٰ درجہ کے قدیم کاغذ پر

بخط نسخ بہت خوشخط لکھا ہوا ہے۔ کتاب بہت ضخیم ہے۔ تقریباً اٹھارہ سو صفحے ہوں گے۔
اسے محمد قلی قطب شاہ کے جانشین اور بھتیجے محمد قطب شاہ نے بڑے اہتمام اور خلوص سے
ترتیب دیا ہے۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کا ہے اور سر ورق پر خود محمد قطب شاہ کے قلم
کی لکھی ہوئی تحریر ہے........ ورق کے سرے پر جو عبارت لکھی ہے اس سے واضح
ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص کتب خانۂ شاہی کا ہے ان دو عبارتوں کے درمیان محمد
قطب شاہ کی مہر ہے۔ مہر کی تحریر پڑھنا ذرا مشکل ہے.........کتابت کا سنہ خود
قطب شاہ نے اپنی تحریر میں ۱۰۲۵ھ بتایا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اورنگ زیب نے
حیدرآباد فتح کیا تو شاہی کتب خانے سے بعض کتابیں دوسرے مال غنیمت کے
ساتھ دلی چلی گئیں اور وہاں کے شاہی کتب خانہ میں داخل ہو گئیں۔ اور جب دلی
پر آفت آئی اور وہاں کا کتب خانہ برباد و غارت ہوا تو یہ کتاب پھرتے پھراتے کلکتہ پہنچی
اور کلکتہ سے آخر پھر اپنے اصل مقام یعنی حیدرآباد پہنچ گئی.............
کلیات کے شروع میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے ایک منظوم دیباچہ
لکھا ہے۔ اس دیباچے میں اول اس نے یہ بتایا ہے کہ ان نظموں کو کس ترتیب سے درج کیا گیا ہے یعنی اول مثنویاں پھر قصیدے
اسکے بعد ترجیع بند، ترجیع بند کے بعد فارسی مرثیے، اس کے بعد دکنی مرثیے، دکنی مرثیوں کے بعد فارسی غزلیں
فارسی غزلوں کے بعد دکنی غزلیں، اور سب سے آخر میں رباعیات"

رسالہ اردو بابتہ ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

لوح کلیات محمد قلی قطب شاہ

۵۔ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

اس کتب خانے میں جو نسخے ہیں ان میں پہلا نہایت قدیم اور شاہی مصور و مطلا نسخہ ہے اور خود سلطان محمد قلی قطب شاہ کی زندگی میں غالباً اسی کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کے سرلوح پر لکھا ہے :۔

دیوان اعلحضرت سلیمانی خلد اللہ ملکہٗ

اس کے علاوہ جگہ جگہ لکھا ہے :۔

ولہٗ ایضاً مد ظلہ العالی

اس لحاظ سے یہ نسخہ دوسرے تمام نسخوں سے زیادہ قدیم معتبر اور اہم ہے۔ لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہے۔ چند ورقیں اس میں شامل نہیں ہیں اور جلد بندی کے وقت اس کے صفحوں کو آگے پیچھے کرکے بغیر کسی ترتیب کے جلد بنا دی گئی ہے۔ چونکہ صفحوں پر نمبروں کا اندراج نہ تھا اس لئے بے ترتیبی پیدا ہو گئی زیادہ افسوس اس امر کا ہے کہ سلسلہ کے بعض صفحات کا پتہ نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ درمیان سے تقریباً ہر ردیف کے چند ورق جلد بندی کے وقت چھوٹ گئے۔

اس دیوان میں سلطان محمد قلی نے اکثر جگہ معانی اور صرف چند جگہ قطب یا قطب شہ وغیرہ تخلص استعمال کیا ہے۔ چونکہ معانی تخلص سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ شائد دوسرا شاعر ہو اس لئے یہاں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ معانی اور قطب ایک ہی شاعر کا تخلص تھا۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ابتدائی تخلص معانی تھا۔ بعد کو اس نے قطب یا قطب شہ تخلص کو ترجیح دی۔ اس لئے اس زیر نظر دیوان کی ترتیب کے بعد جو دیوان مرتب ہوئے ان میں ہر جگہ معانی کو نکال کر قطب شہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس تبدیلی اور اس کی نوعیت کی بحث اس کتب خانہ کے دوسرے دیوان کے سلسلے میں پیش نظر ہوگی۔

معانی ایک بادشاہی کا تخلص تھا اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اکثر جگہ اس تخلص کے ساتھ بادشاہت اور لوازم شاہی کا ذکر کرتا ہے مثلاً ذیل کے شعر ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی — کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ

۲۔ پیوستہ باد با تو معانی عروس عیش — قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

۳۔ اے معانی تیرے رازاں تھے ہوے آگاہ سب — تاج تو رکھ سر اپر او ہے اماماں کا نشاں

۴۔ ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم — دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۵۔ کہیا تمھاری پیوا معانی کی دولت ہے — کہیے کہ تم بھی پیوا برابر شہا کرو

۶۔ فلک فلاب سوں باندھیا ہے سیڑی — معانی تو دسے شاہ یگانہ

معانی نے بعض جگہ اپنے نام محمد قلی کی طرف بھی اپنے مقطعوں میں اشارہ کر دیا ہے مثلاً ذیل کے مقطعے ملاحظہ ہوں۔ (واضح ہو کہ محمد قلی کے لفظی معنی غلام محمد کے ہوتے ہیں)

۱۔ تم معانی کے گناہاں کا فکر کرتے ہیں کی — ہیں محمد ناوں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

کیوں

٢۔ معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی — توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح
٣۔ معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز — نبی کے ناؤ تھے آتا تجھے خوشی کا سراغ
٤۔ یہ سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی — تج سیس پر لکھا ہے اسم محمد اللہ
٥۔ تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا — تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سر پر

معانی نے اپنے قصیدوں میں جہاں کافی وضاحت کی گنجایش ہوتی ہے، اپنی بادشاہت اپنے نام اور اپنے تخلص کو مختلف شعروں میں واضح کر دیا ہے۔ مثلاً عید قرباں کے قصیدے کے حسب ذیل تین شعر قابل ذکر ہیں:۔

تج محمد ناؤں تجھے سہتا ہے تاج احمدی — دو بزرگی دیکھ پگ پڑتا ہے خاقاں عید کا
بخت و دولت تخت چو پھیر چوک جوڑ ہے سدا — اس خوشی سے رات دن گرچے سوالواں عید کا
اس قصیدے پر معانی عید جم قربان ہے — نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا

اسی طرح ایک اور قصیدے کے حسب ذیل شعر بھی قابل مطالعہ ہیں جن میں پہلے قطب شہ کا تخلص استعمال کرتا ہے اور آخر یعنی مقطع میں معانی کا:۔

نظر ہے مصطفیٰ ہور مرتضیٰ کا قطب شہ اوپر — کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرف پشیمانی
انوں کے دشمناں اوپر ازل سے لعن واجب ہے — اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی
نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشیا ہے توں تج کوں — معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

اب چند ایسے شعر پیش کئے جاتے ہیں جن میں محمد قلی نے اپنے نام یا لفظ قطب کے ساتھ لفظ معانی کی قریب ترین شکلیں استعمال کی ہیں مثلاً :۔

اب پچھے گا قطبِ معنی حال کیوں ۔۔۔ قبلہ کوں اس کام میں میخانہ کیتا

ہر یکس میں مست ہر یک دھات ہے ۔۔۔ قطبِ معنا مست از روزِ الست

مج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی ۔۔۔ آؤ خوش یا نانو خوش ہے نام میرا آفتاب

آخر میں ہم ایسے مقطعے پیش کر دیتے ہیں جن میں معانی اور قطب دونوں تخلص ساتھ ساتھ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً :۔

اے قطبِ معانی کہ تمرا قطب خطاب ہے ۔۔۔ کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

فلک سارے کل تارے اپن رغبت سوں داس اپن سب ۔۔۔ سدا قطبِ سعادت کا معانی نج دیا ہے لب

سب دہر کہہ تو قطبِ معانی کہ عاشق ہوں ۔۔۔ اپے حال نیر الطور سوں فریاد کرنا ہے

اماماں کی دعا ورد ہے دعا کا کوٹ جو گرد ہے ۔۔۔ معانی قطب تجہ برد ہے علی کا حب حصاری ہے

قطب زماں معانی بس کر بڈی کی کہانی ۔۔۔ شیطان کی ہے نانی اپس کوں آپ جالی

معانی قطب شہ کس دہر نہ کہہ رمز نہاں ہو کا ۔۔۔ کہ ہے جو سر مجلس کا سو پچلا حور دستاب

اس تمام بحث کے بعد اب کسی شبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی کہ معانی محمد قلی قطب شاہ ہی کا تخلص تھا اور یہ دیوان محمد قلی کا ابتدائی دیوان ہے ۔

اس دیوان میں زیادہ تر غزلیں اور مختصر قصیدے درج ہیں جو غزلوں کی شکل میں ردیف وار درج ہیں۔ مثنویاں، ترجیع بند مرثیے اس میں شامل نہیں۔ یہ اصل میں دیوان ہے۔ کلیات نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ کلیات بادشاہ کی زندگی میں مرتب ہی نہ ہوا ہو۔ چونکہ یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا قدیم ترین دیوان ہے اور خود مصنف کی زندگی میں لکھا گیا ہے اس لئے ہم نے اس کو کلیات کے مقدمے میں یا خود کلیات میں نسخۂ قدیم یا حرف ق سے ظاہر کیا ہے اس میں ۲۴۹ غزلیں، قصیدے اور قطعے درج ہیں اور جملہ تعداد اشعار ۱۹۱۸ ہے۔ یہ دیوان مطلا و مذہب اور مصور ہونے کی وجہ سے بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔

اس دیوان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کی ردیف وار تفصیل اصل ترتیب کے ساتھ مع قافیہ و ردیف یہاں درج کرتے ہیں۔ (نوٹ صرف پہلے شعر یا مطلع کے قافیے اور ردیفیں درج ہیں)

(۳۶ غزلیں وغیرہ - ۳۳۶ اشعار)	پایا - بجایا	آسے نا - پاسے نا
شاب تاب تھا - آفتاب تھا	آیا - پایا	پائیا - چھائیا
کام دیوے گا - جام دیوے گا	کنعاں غم نہ کھا - گلستاں غم نہ کھا	پیارا - ادھارا
پیسارا - ہمسارا	جاہی کرن سکتا - شاہی کرن سکتا	ٹھارا - ستارا

لگیا - گیا
دیایا - پایا
موتین پیا - روتین پیا
دوا - شفا
وفا - جفا
کنارا - ہمارا
خدادیتا - نوادیتا
پیالا - دالا
سیوا - نیوا
سلطاں عید کا - ساماں عید کا
عید کا - امید کا
آیا - سنایا
جاں عید کا - گلستاں عید کا
بن عید کا - وطن عید کا
خوشی عید کا - عسلی کا

چال کیوں؟ - میخانہ کیتا
(ناقص الاول)
جام لییا - مدام لییا
صبا - بلا
کرتوں؟ - سہایا (ناقص الاول)
پابجائی کا - راز نہائی کا
ستاب تھا - آفتاب تھا
جگت سارا - شمر فدارا
یکبارا - تمھارا
عالم کا - آدم کا
افسانہ کیتا - دیوانہ کیتا

ب

(۱۰ غزلیں وغیرہ - ۱۷۸ اشعار)
کیا ہے اب - سا قیا ہے اب
آئے طالب - ولائے طالب
زدر وشتاب - مور وشتاب

جواب - حجاب
بن میں عجب - گلشن میں عجب
آب - شراب
مستجاب - ثواب
نقاب - باب
شراب - کباب
شراب آلوواب - شاب آلوواب

ت

(۱۶ غزلیں وغیرہ ۱۳۵ اشعار)
دولت - بولت
کام دیت - جام دیت
چمن مست پری مست - گلگن مست پری مست
مست - پرست
لیا پابست - آیا لبست
بہشت - گنشت

پرست ۔ دست
مست ۔ بدست
بات ۔ بھلات
صحبت ۔ قدرت
شکایت ۔ حکایت
رات ۔ بات
کھلیا لینت ۔ چھڑکیا لینت
بات ۔ کھلات

ث

(۸ غزلیں وغیرہ ۔ ۵۶ اشعار)
تنخانہ ہے باعث ۔ میخانہ ہے باعث
کیا حوادث ۔ ہیا حوادث
اچھو وارث ۔ سنو وارث
حارث ۔ وارث
مے غیاث ۔ لے غیاث

مدام بحث ۔ کلام بحث
کھولو حدیث ۔ بولو حدیث
کام عبث ۔ دام عبث

ج

(۹ غزلیں وغیرہ ۔ ۱۶۷ اشعار)
نابوج ۔ نابوج
آج ۔ حاج
آج ۔ تاج
جاناں کا احتیاج ۔ رضواں کا احتیاج
آج ۔ کاج
خیال کج ۔ خال کج
بالاں کج ۔ ہلالاں کج
دکھو رنج ۔ نکو رنج
رنج ۔ گنج

چ

(۲ غزلیں ۔ ۱۵ اشعار)
کچ ۔ رچ
ناچ ۔ پاچ

ح

(۸ غزلیں وغیرہ ۵۵ اشعار)
مباح ۔ نجاح
سواصبح ۔ دعا صبح
صبیح ۔ قبیح
بات صریح ۔ مات صریح
صبوح ۔ نصوح
دعائے قدح ۔ برائے قدح
سمن مجروح ۔ تن مجروح
بیمار وح ۔ دوا روح

خ

(۵ غزلیں وغیرہ ۳۶ اشعار)

روے فرخ ۔ موے فرخ
شاخ ۔ سنگلاخ
ڈلناگستاخ ۔ ہمناگستاخ
دہن تلخ ۔ سخن تلخ
نوا تلخ ۔ حیا تلخ

د

(۱۱غزلیں ۔ ۹۱ اشعار)

اسند ۔ بلند
گل قند ۔ بند بند
ہلال عید ۔ وصال عید
آیا جیوں نواچند ۔ لگایا جیوں نواچند
سنایا عید کرید ۔ آیا عید کرید
فریاد ۔ آزاد
بنیاد ۔ فریاد
فریاد ۔ داد
فریاد ۔ افتاد
پدید ۔ عید
درد بیورد

ر

(۲۳غزلیں وغیرہ ۔ ۲۴۰ اشعار)

منورکر ۔ درکر
غدیر ۔ کبیر
یار ۔ دار
یار ۔ دلدار
پرور ۔ سرور
پرکار ۔ یکبار
منور ۔ بھر
امیر ۔ کبیر
نظر ۔ خبر
اپ کمر ۔ زرکمر
سنگاراں کر ۔ دھاراں کر
پیکر ۔ گھر
بار ۔ زار
باہر ۔ ذاکر
غدیر صغیر
نوبہار ۔ اختیار
نظر ۔ قمر
خانہ کر ۔ بہانہ کر
پیک آیا بہار ۔ جیک آیا بہار
ڈر ۔ گھر
نور ۔ سپور
آرام پر ۔ جام پر
پورکر ۔ دورکر

ز

(۴غزلیں وغیرہ ۔ ۲۷ اشعار)

جانی ہنوز - پہچانی ہنوز

نیز - گلریز

درباز - نماز

جاوداں ہم عید و ہم نوروز - عیاں ہم

عید و ہم نوروز

س

(۲ غزلیں - ۱۶ اشعار)

پاس - الیاس

کہنا ہوس - سننا ہوس

ش

(۱ غزل - ۱۹ اشعار)

سرکش - ترکش

ص

(۱ غزل - ۷ شعر)

خاص - اخلاص

غ

(۱ غزل - ۹ شعر)

داغ - باغ

م

(۶ غزلیں وغیرہ - ۵۱ شعر)

بھگادو تم - ہگادو تم

نام - کام

کام - جام

کرم - علم

نام - صیام

دام - نام

ن

(۲۷ غزلیں وغیرہ - ۲۱۴ شعر)

دورتوں - فغفورتوں

آب سوں - شباب سوں

بستاں - دستاں

غمخور کوں - انور کوں

جاں سو کرتے ہیں - قرباں سو کرتے ہیں

ہندوستاں کوں - ناداں کوں

شکرستاں سوں - راساں سوں

روں روں - گردوں

بے دیں - آہیں

ارغواں - جواں

چمن - پون

رتن - جتن

کماں - دستاں

نہالاں سوں - جاناں سوں

نین - سمن

خار اچھیں - سرشار اچھیں

نوراں ستیں - حوراں ستیں

لبا یا بسنت بکریدسوں - بھایا بسنت بکریدسوں
خوشیاں ستیں - نوراں ستیں
بھوہاں سوں - پرماں سوں
خوشیاں سبھی اس عید میں
نھاٹیاں سبھی اس عید میں
پلاتی شیخ کوں - سہاتی شیخ کوں
ناداں سوں - ناشاں سوں
گاویں - بجاویں
عشرت کیتے ہیں - صحبت کیتے ہیں
ادھار سوں - نادار سوں
اپنے میں - چھپنے میں

و

(۹ غزلیں وغیرہ - ۶۰ اشعار)
بیبری عجائب سوں - تیری عجائب سوں
نوجواں کرو - جواں کرو

محبوب دکھو - خوب دکھو
لو - ہو
کو - تو
سناؤ - پلاؤ
خوشیاں کرو - مہماں کرو
کھاؤ - بجاؤ
گاؤ - بجاؤ

ہ

(۱۰ غزلیں وغیرہ - ۷۰ اشعار)
چہرہ - ہردہ
ناہ - گاہ
الہ - پناہ
آگاہ - گمراہ
دلخواہ - سحرگاہ
آشیانہ - خانہ

نگاہ - درگاہ
آیا برس گانٹھ - لیا یا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ - پایا برس گانٹھ
آیا برس گانٹھ - سہایا برس گانٹھ

ی

(۶۰ غزلیں وغیرہ - ۳۴۴ اشعار)
ہلکے - سکلے
بہاری ہے - ساری ہے
کنعاں تھے - بستاں تھے
رانی - مہانی
مہربانی - شہانی
ہلکتی کھڑی - ہلکتی کھڑی
بھرانی - پھرانی
آئی - پلائی
کھلائی - جھلائی

ملے ۔ کھلے	بھایا دسے ۔ سہایا دسے	جام لی ئے ۔ مدام لی ئے
لے ۔ رے	کنکھری ۔ گگری	ناشاد کرتہ ہے ۔ بیداد کرتہ ہے
گاتی ہے ۔ سہاتی ہے	ساری ۔ سنگاری	سنگاون جوناچھے ۔ انگاون جوناچھے
کھڑی ۔ زرزری	باندے ۔ باندے	یار خوش ندیسے ۔ جھار خوش ندیسے
آئیا سر نجھے ۔ جھکائیا سر نجھے	موتیاں کا عنبدہے ۔ دوتاں کا عنبدہے	نیکادسے ۔ نیکادسے
نین پتلی ۔ یون پتلی	آوے ۔ دکھاوے	گلالی ۔ لالی
گری تھے ۔ کری تھے	لیایا ہے ۔ آیا ہے	جھلتے ۔ کھلتے
پری ۔ اسری	ہمارے ۔ تمارے	دوری ہے ۔ صبوری ہے
بھیری ۔ گوری	تماری ۔ واری	علم پکڑے ۔ حشم پکڑے
قطب شہ سوں مل رہی ہے اے کنی	آتی اہے رہے ۔ بھاتی آہے رہے	تیری ۔ دیری
بھید ہے ۔ خورشید ہے	دکھاتی جگاتی	بدستے ۔ پدستے
پلاتی ہے ۔ دکھالاہے	بناتی اہے ۔ لکھاتی اہے	رنگاری لگی دسے ۔ سنگاری لگی دسے
ساجے ۔ باجے	بھاوے ۔ جاوے	خاقانی مجھے ۔ سلطانی مجھے
کھول ساجے ۔ مدن کے باج	نواتی ۔ نہاتی	مدعا ہے ۔ روا ہے
دپائے ۔ پلائے	پہانے جائے ۔ جالنے جائے	قمر ہے ۔ ثمر ہے

کھلاتے - پلاتے	دور کر ساقی - پرنور کر ساقی	سات ہے - دھات ہے
تورنجھے - پورنجھے	دھن کے - من کے	بہانے جائے - جانے جائے

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدیم ترین دیوان میں حروف ذ - ض - ط
ظ - ع - ف - ق - ک - گ اور ل کی ردیفوں میں غزلیں موجود نہیں ہیں - یہ نہیں معلوم
ہوسکتا کہ ان ردیفوں میں بادشاہ نے اس وقت تک غزلیں لکھی ہی نہ تھیں یا یہ غزلیں
درج تھیں اور بعد کو جلد سازی کے وقت تلف ہوگئیں -

کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر کا دوسرا نسخہ

نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا دوسرا نسخہ بھی شاہی ہے اور بادشاہ کی
وفات کے بعد مرتب ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ سلطان محمد قطب شاہ نے ۱۰۲۲ھ
میں جو نسخے مرتب کرائے (اور جو ٹیپو سلطان کے اور دیگر کتب خانوں میں موجود تھے)
ان کے ساتھ کا ہو - یہ ناقص الاول ہے اس لئے مثنویاں طویل قصیدے اور ترجیع بند
اس میں شامل نہیں ہیں البتہ رباعیات مکمل حالت میں موجود ہیں - ہمارے مرتب کردہ
کلیات میں جن جن نظموں کے آخر میں ج لکھا ہے وہ اسی دیوان سے ماخوذ ہیں اور جو غزلیں
قدیم دیوان میں نہ مل سکیں وہ اسی سے حاصل ہوئی ہیں - چونکہ اس میں قدیم دیوان کے مرتب
ہونے کے بعد کا کلام بھی درج ہے اور مصنف کے جانشین نے اس کو مرتب کیا ہے اس لئے

ہم نے اس کو مقدمہ میں یا کلیات میں نسخۂ جدید یا حرف ج سے یاد کیا ہے۔

نسخۂ قدیم اور نسخۂ جدید کا نمایاں فرق یہ ہے کہ پہلے میں شاعر کا تخلص اکثر معانی درج ہے اور دوسرے میں اکثر قطب شاہ۔ اس وجہ سے ابتدا میں یہ خیال ہوا کہ شاید پہلا سلطان محمد قلی کا کلام ہے اور دوسرا سلطان محمد قطب شاہ کا لیکن بعد میں تحقیق سے پتہ چلا کہ دونوں کلام ایک ہی مصنف کے ہیں۔ کیونکہ نہ صرف متعدد نظمیں اور غزلیں دونوں میں مشترک ملیں بلکہ جن مقطعوں میں پہلے دیوان میں معانی درج ہے انہی میں دوسرے دیوان میں قطب شاہ لکھا گیا ہے مثلاً صرف چند مقطعوں کے مصرعے نمونے کے طور پر لکھے جاتے ہیں۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
معانی سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا	قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست	قطب شہ شعر ترا تو لکھے ہیں دست بدست
پیا کا حسن معانی ہے جگ میں جیوں اوتار	پیا کا حسن قطب شہ ہے جگ میں جیوں اوتار
اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب	اے قطب شہ توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب
معانی ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں	قطب شہ ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں
شکر ایزد کر معانی رات دن آنند سوں	شکر ایزد کر قطب شہ رات دن آنند سوں
معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ	قطب شہ ریا ترک کر خوشی اچھیں جم

معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان محمد قلی نے آخر کو معانی کی جگہ قطب شہ تخلص کو ترجیح دی تھی اس لئے پہلا دیوان مرتب ہونے کے بعد جو کچھ لکھا وہ اسی تخلص سے لکھا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد سلطان محمد نے اس کا کلام مرتب کرتے وقت ہر جگہ سے معانی نکال کر قطب شہ ڈال دیا ہو۔

یہاں یہ امر بھی واضح ہو جانا چاہیئے کہ سلطان محمد قلی بعض وقت دونوں تخلص استعمال کرتا تھا جس کی مثالیں گزشتہ نسخے کے تذکرے میں لکھی جا چکی ہیں ایسے اشعار جن میں دونوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں اس نسخہ میں بعینہ موجود ہیں۔

معانی تخلص کے علاوہ سلطان محمد قلی ایک اور تخلص ترکمان بھی لکھا کرتا تھا اور سلطان محمد قطب شاہ نے ترتیب کلیات کے وقت جہاں لفظ معانی کو قطب شاہ سے بدل دیا ترکمان کے تخلص کو بھی متروک کرنے کی کوشش کی ہے چنانچہ قدیم دیوان میں ایک شعر ہے۔

جانتے دارو سکیاں درد کا نیہہ دوا ہوسے ترکماں انکے دست

یہ شعر اس دیوان میں بھی موجود ہے لیکن اس میں لفظ ترکماں موجود نہیں ہے بلکہ مصرعۂ ثانی کو یوں بدل دیا گیا ہے ع نیہہ دوا ہوسے نہ ہرگزان کے دست

دیوان کے ان دونوں نسخوں کے مشترک کلام میں اگرچہ زیادہ اختلاف نہیں ہے تاہم بعض جگہ کافی فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ذیل میں ایک غزل درج کی جاتی ہے جس کے اختلاف بطور نمونہ کام دیکتے ہیں۔

ہم نے کلیات کی ترتیب کے وقت ان اختلافات کو احتیاط کے ساتھ حاشیوں پر یا الفاظ کے نیچے ہی ظاہر کر دیا ہے۔ اس لیئے یہاں صرف یہ ایک غزل کافی ہے :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
تج شہہ کا سو کیا ہے پری بول منج کوں نام	بعینہ
احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام	
جن نام و نشتہ نابو مجھے وو گن د گیان کا	جن نام و نشتہ نابو مجھے وو کاں و گیان کا
کن نابو تجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام	جے نابو مجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھے جائے دھوئے	بعینہ
وو نقش کار قوم کریں میرے دل مدام	وہ نقش کا نگار کریں میرے دل مدام
انگارہ خاک یاد کیا تج تو جیو دیا	بعینہ
جب تجھے دیکھیا ہوں تو تجھے کیا ہوں تجھے سلام	جیو دیکھ اس پہ بھیجیا ہوں توں آپنا سلام

(اس کے بعد دو شعر بعینہ دونوں نسخوں میں درج ہیں)

قدیم دیوان	جدید دیوان
دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا	دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا
دوڑائے نا تو بھی دیوے دشنام میرا کام	بعینہ
اے پند گو معانی کو کیا پند کہتے ہیں	اے پند گو قطب شہ کوں کیا پند کہتے ہیں
اس کام یا تج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام	بعینہ

اس سلسلے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ تبدیلی خود سلطان محمد قلی نے بعد کو اپنے کلام میں پیدا کی یا اس کے بعد اس کے جانشین اور مرتب دیوان سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے چچا کے کلام پر نظر ثانی کی۔ چند مثالیں ایسی ہیں جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شائد سلطان محمد نے بعض لفظ بدل دئے ہوں۔ چونکہ وہ چچا کے مقابلے میں زیادہ پابند مذہب اور متقی تھا اور عیش و عشرت

کی طرف مائل نہ تھا اس لئے ممکن ہے ذیل کے مصرعہ میں عیش کو خوشی سے بدل دیا ہے۔

ع معانی ریا ترک کر عیش سوں اچھ کا نسخہ جدید ع قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم

بعض اشعار میں تبدیلی کی وجہ سے شعر میں کسی نہ کسی طرح کی خوبی پیدا ہو گئی ہے اس قسم کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :۔

قدیم دیوان	جدید دیوان
(۱) عاشقاں کے شعر تھے جگ لگا اٹھے	عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے
میری آہ کا اگ جیوں ہے آفتاب	ان اساساں روشنی ہے آفتاب
(یعنی عاشقوں کے شعر سے چمک اٹھے کیونکہ میری آہ کی آگ آفتاب کی طرح ہے)	(یعنی عاشقوں کے شعر دنیا میں ہمیشہ رہتے ہیں اور ان کی آہوں سے آفتاب کو روشنی ملتی ہے)
(۲) نظر تج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت	نظر تج پہ ہے کیا تماشہ کا حاجت
نہیں سبز خط آگے چنپا کا حاجت	نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت
(۳) طبیباں کریں منج کوں بالی سوں دارو	طبیباں کریں تس کوں بالی سوں دارو
کہ بالی ہیں موہن ہے بالا کا حاجت	کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت
(۴) ہمن مدعا مدعی نہ بو سے کچ	ہمن مدعا مدعی نہ بو جے کچ
نکو بحث کر نیں ہے اعدا کا حاجت	نکو بحث کر نیں ہے غوغا کا حاجت

یہ کہا جا چکا ہے کہ ابتدا میں خیال تھا کہ یہ دیوان محمد قطب شاہ کا ہو گا نہ کہ محمد قلی کا اور اسی خیال سے نمائش یوم دلی میں اس کو سلطان محمد کے دیوان کے نام سے پیش کیا گیا اور مطبوعہ فہرست مخطوطات نمائش دلی میں بھی وہ اسی نام سے درج ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔

مندرجہ بالا دلائل کے علاوہ ایک اور دلیل بھی ہے جس کی وجہ سے یہ دیوان محمد قلی ہی کا ثابت ہوتا ہے۔ قلی کے معنی غلام کے ہیں۔ اور محمد قلی سے مراد غلام محمد۔ چنانچہ سلطان محمد قلی نے اپنی اس غلامی پر ہر جگہ فخر کیا ہے۔ اور اپنے اشعار میں صاف صاف محمد قلی لکھنے کی جگہ "غلام محمد" یا محمد کا غلام لکھا ہے۔ اگر یہ دیوان سلطان محمد قطب شاہ کا ہوتا تو وہ اس لفظ غلام پر اتنا زور نہ دیتا کیونکہ اس کا نام محمد سلطان مرزا تھا اور لقب سلطان محمد قطب شاہ۔ اس طرح سے اس کے نام یا لقب کو قلی یا غلام کے لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ خاندان قطب شاہیہ کا پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے نام کے آگے قلی کا استعمال نہیں کیا حالانکہ اس کے جملہ پیش روؤں نے اس کا التزام کیا تھا مثلاً محمد قلی، ابراہیم قلی، سبحان قلی، جمشید قلی اور سلطان قلی، سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے لقب کے ساتھ لفظ قلی اس لئے استعمال نہیں کیا ہوگا کہ

۱۔ اس کے باپ کا نام محمد امین (ابن ابراہیم قلی قطب شاہ) تھا نہ کہ امین قلی

۲۔ وہ تخت نشینی کے بعد بھی اپنے پیش روؤں کی طرح اپنے نام محمد یا سلطان کے آگے قلی کا لفظ نہیں بڑھا سکتا تھا کیونکہ خود اس کے پیش رو کا نام محمد قلی تھا اور سلطان قلی بانی سلطنت کا نام تھا۔ اور ممکن ہے کہ التباس سے بچنے اور اپنی انفرادیت قایم رکھنے کے لئے اس نے ان دونوں سے علحدہ لقب اختیار کیا ہو۔ یا چونکہ اس کی والدہ بیدہ تھیں اس لئے خود کو اپنے پیش روؤں سے ممیز کرنے اور اپنے سے ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کی خاطر اس نے خود کو بغیر لفظ قلی کے

التزام کے مشہور کیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد کے دونوں بادشاہوں (عبداللہ قطب شاہ اور ابوالحسن قطب شاہ) نے بھی قلی کا لفظ استعمال نہیں کیا۔

غرض یہ دیوان محمد قلی ہی کا ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ لفظ قلی کی مناسبت سے محمدؐ کی غلامی پر زور دیا گیا ہے نیز ایک شعر میں شاعر نے اپنا پورا نام بھی لکھ دیا ہے یعنی ؎

سدا ہے داس محمد قلی محمدؐ کا　　　علی کی مہر ستی سکھ انند پائے آج

۷۔ سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں ایک قدیم نسخے کے مختلف اوراق

کلیات محمد قلی پر کام کرنے کے اثنا میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں کلیات محمد قلی کے چند اوراق داخل ہوئے جو پہلے دو دیوانوں سے بالکل مختلف تقطیع کے کسی قدیم مطلا و مذہب نسخے کے منتشر اوراق معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے چند نئی غزلیں اور مرثیے دستیاب ہوئے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ محمد قلی کے دیوان کی کئی نقلیں کی گئیں تھیں جو اب تک موجود ہیں۔

۸۔ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب۔

یہ نسخہ حال کا نقل کیا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر ہی کے پہلے دیوان کی نقل ہے۔ میں آغا صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنا نسخہ عرصے تک میرے استعمال کے لئے وقف کر دیا تھا۔

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

پہلا حصّہ

نظمیں

نظموں کی تفصیلی فہرست

(۲۲۰ نظمیں اور ۱۶۳۹ اشعار)

(۱) حمد (۵ نظمیں ۔ ۱۳۵ اشعار)

(۲) نعت (۵ نظمیں ۔ ۴۳ اشعار)

نوٹ ۔ ج سے مراد دیوان جدید اور ق سے مراد دیوان قدیم ہے ۔

(۳) منقبت (۶ نظمیں ۔ ۴۰ اشعار)

(۴) مدح حضرت بی بی فاطمہؓ (۲ نظمیں ۔ ۱۴ اشعار)

(۵) شاعر کا مذہب (۲ نظمیں ۔ ۱۰ اشعار)

(٦) عید میلادِ نبی (٦ نظمیں ۴۵ اشعار)

(٧) عید بعثت نبی (۵ نظمیں - ٣٧ اشعار)

(٨) شبِ معراج (ایک نظم - ۵ شعر)

(۹) عیدسوری (۵ نظمیں ۔ ۳۵ اشعار)

(۱۰) عیدمولودعلی (۹ نظمیں ۔ ۶۶ اشعار)

(۱۳) ہلال عید و عید رمضاں (۱۱ نظمیں ۔ ۸۹ اشعار)

(۱۴) بقرعید (۹ نظمیں - ۶۸ اشعار)

(۱۵) نوروز (۳ نظمیں - ۲۱ شعر)

(۱۸) سالگرہ (۱۰ نظمیں ۔ ۸۶ اشعار)

(۱۹) جلوہ اور دیگر رسوم (۸ نظمیں ۔ ۵۲ اشعار)

(۲۰) لوازمات شاہی (۶ نظمیں ۔ ۵۲ اشعار)

(۲۲) کھیل (۳ نظمیں ۔ ۱۸ اشعار)

(۲۲) برسات اور سرما (۱۳ نظمیں۔ ۱۱۴ اشعار)

(۲۳) محلات شاہی (۶ نظمیں ۵۸ اشعار)

(۲۴) بارہ پیاریاں (۳۸ نظمیں۔ ۲۶۱ اشعار)

(۲۵) دوسری پیاریاں (۱۰ نظمیں - ۷۴ اشعار)

(۲۶) ناز (۹ نظمیں ۶۶ اشعار)

(۲۷) نیاز (۶ نظمیں ۴۸ اشعار)

(۲۸) افسانہ محبت (۷ نظمیں ۵۱ اشعار)

(۲۹) متفرق - (۴ نظمیں - ۲۳ اشعار)

ص

چندر سور تیرے نور تھے، رین دن کوں نورانی کیا
چاند سورج سے رات

تیری صفت کن کر سکے، توں آپی میرا ہے جیا
کون تو آپ ہی روح

تج نام منج آرام ہے، منج جیو سو تج نام ہے
تیرا (تجھ) میرا (مجھ) میرا روح تیرا

سب جگ کوں تجھ سوں کام ہے، تج نام جپ مالا ہوا
دنیا سے تیرا

تج یاد میں جگ موہیا، ہے جگ اُپر تیرا میا
تیری دنیا فریفتہ ہے محبت

جو جگ منگے سو توں دیا، توں ہی جگت کا ہے دیا
دنیا مانگے تو

جیتا ہوں تیری آس تھے، آیا ہے رحم آکاس تھے
سے سے

جے کچ منگوں تج پاس تھے، سو ہے سو منج کوں توں دیا
جو کچھ مانگوں تجھ سے مجھے تو

بہوتک میا سیتے اپن، دیتا قطب کوں سب دکھن
بہت ہی محبت سے خود ہی

سیسوں نبی کا نت چرن، جب لگ ہے تن ہانے جیا
سر پر ہمیشہ قدم تک جسم میں روح

(ج)

(۲)

بندا ہوں گنہ گار حسدا میرا گنہ بخش
تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش

تج لطف تھے موجود ہوا جیو سبتی ہب
اپ رحم کے نوراں سوں مرے دل کوں جلا بخش

دھریا ہے دو جگ پرتوں میا عالم ولیکن
اپ مہر کے آدھار سوں منج فیض خدا بخش

منج جیو کے پھل بن کوں کر اپ شوق سوں تازہ
منج نین کے درپن کوں اپس مکھ تھے صفا بخش

یک جیب سوں کرتا ہوں تجے شکر ہزاراں
بھی شکر کرن منج کوں تو توفیق نوا بخش ۱۰

منج بخت کے تارے کوں سدا رکھ توں جھلکتا
منج عیش کے سورج کوں سو دن دن توں ضیا بخش

صدقے نبی کے قطب کوں اپ لطف میا تھے
دکھ درد سبھی دور کر ہور سکھ شفا بخش

اور آرام (ج)

(۳)

ابیا ہو تو دے اپنے جود تھے منج جان غمخور کوں
دیا ہے جوت اپنے نور تھے مطلع الانور کوں

دکھا دل آرسی جوہر فرشتاں کوں اسرار جوہر
دیا حق روشنی سب جوہراں میں تیرے جوہر کوں

خضر ہور چشمۂ حیواں ہمیں ہور نینہہ سائیں کا — سو مکھ تجھ روشنی پایا خبر کر شاہ خاور کوں
اور ہم اور عشق — رخ سے

اچھوں.... اچھوں ایں پاٹ تیرا لطف منج بس ہے — لکھیا تج ناؤں منج تر پر ہزاراں شکر داور کوں
رہوں مجھے — لکھا تیرا نام میرے

کیا تج نینہہ کا بارا منجے چوندھر سو سب جیراں — ہمیں سجدہ کریں دایم ہمارے من کے منبر کوں
تیرے عشق کی ہوا مجھے چاروں طرف — ہم دل

کھلیا ہے سب پھلاں میں آج منجہ تھے ایک پھل تازا — طرہ اس پھول کا گند کر رکھیں اپ زیب افسر کوں
کھلا پھولوں پھر سے پھول — گوندھ

گیا سب پھول کا نوبت سو اب اس پھول نوبت ہے — سدا رکھ آپ.... یا رب تو اس سرو صنوبر کوں

صرافاں بیٹھے ہیں صرافی سو لے نینہہ کی دوکاں ۲۰ ہوئے ہیں حال کے پیکے سو دھن تج حسن کے زر کوں
عشق — پیسے حسین تیرے سونے

معانی کے سو میلے کپڑے نا دیکھو کہ عاشق ہے — سو کپڑے کاڑ کر دیکھو کہ پکڑیا ہے تمن در کوں
نہ — نکال پکڑا تمہارے (ق)

(۴)

تمہیں جگ کا سامیا یا حفیظ — تمہیں جگ کوں سرجایا یا حفیظ
توہی دنیا — توہی نے دنیا کو پیدا کیا

جو کوئی ہیں درماندے اُن کوں سدا — تمہیں کرنے ہارا دیا یا حفیظ
کو — توہی والا کرم

ترے دوست کے باٹ کی گرد تھے — دے منج نین کوں توتیا یا حفیظ
راہ سے — میری آنکھ کو سرمہ

جدہاں لگ اہے جیو منج تن منے — چلا منج کوں یا حییا یا حفیظ
جب تک ہے روح میرے جسم میں — مجھے

بہوتیک درد مند ہوں منج کھلا — ترے لطف کا مومیا یا حفیظ
بہت ہی مجھے

جکچ حال تھا سو کھیا ہوں تجے — کھیا مان میرا کھیا یا حفیظ
جو کچھ تجھے — کہا کہا

بنجی علی قطب بندے پہ جم — لیا دھر میا ہر میا یا حفیظ
ہمیشہ — لا محبت (ج)

(۵)

مناجات میرا تو سن یا سمیع — منجے خوش توں رکھ رات دن یا سمیع
مجھے تو

بھلا کر بھلا منج سوں جو ہوے گا ۳۰ — برا کر برا منج سوں جن یا سمیع
مجھ سے — مجھ سے

مرے دوستاں کوں توں نت دے جنت — مرے دشمناں کوں اگن یا سمیع
تو ہمیشہ — کو آگ

آبادان کر ملک میرا سو توں — بسا سو توں دے میرا سن یا سمیع

سکل تخت پر میرا یوں تخت کر — انگوٹی پہ جوں ہے نگین یا سمیع
سب کے اسطرح — انگوٹھی جسطرح

مرا شہر لوگاں سوں معمور کر — رکھیا جوں توں دریا میں من یا سمیع
لوگوں سے — رکھا جسطرح تو نے

مرادات کا جم ترنگ سار قطب — او سے سار ہت دے عنین یا سمیع
مرادوں ہمیشہ گھوڑا کی طرح — ہاتھ باگ (ج)

نَعتْ

تج مکھ اَجنت کے جوت تھے عالم دنیچارا ہوا
تیرے تج جوت ہے روشنی سے روشن
تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا
تیرے سے عالم

یک لک اسی پیغمبراں اُپجے جگت میانے ولے
ایک لاکھ پیدا ہوئے دنیا میں لیکن
تج پر نبوت ہے ختم سب تھی توں ہی پیارا ہوا
تجھ سے

انبر تیر تنگ زیں چند نوا چابک سر نگ تس بجلی
آسمان گھوڑا چاند نیا اسکی بجلی
سورج کرن پرچم دسے غاشا بدل کا را ہوا
نظر آئے بادل

توں ڈر کھلا ہے نرملا پاکھر ستارے چھمکنے
محور سہی فتراک جوں تو سوں پچراں ہارا ہوا

دھرتی سر نگیں فرش کی چوندھر سمندر جوں حوض ہے ۴۰
زمین چاروں طرف سمندر مثل
چھپّر پلنگ سات آسماں پنکھا سو تج بارا ہوا
تیرا ہوا

جنت کتے تر جگ جس سو یک چمن تج باغ کا
کہتے ہیں عالم تیرے
کرسی عرش تج گھر انگن ہور لامکاں ٹھارا ہوا
تیرا صحن اور مقام

بہوتیک نبی کے چاو سوں کیتی کندوری بھاو سوں
بہت ہی سے کرتی سے
سو تس کندوری لون میں سمدر سب کھارا ہوا
اس نمک میں سمندر

باتاں گھریاں ملیاں واریا جو تیرے ناؤں پر
سی پاک وصاف نچھاور کیا نام
سو جائے کر آسمان پر ہر یک پچن تارا ہوا
جاکر

صدقے نبی جم راج کر قطب زماں آنند سوں
امن چین سے
قدرت تھے کہکشاں آئے کر دندیاں کے سو آرا ہوا
کیفر سے کہکشاں آکر دشمنوں کیلئے

(ج)

(۲)

اسم محمدؐ سے تجے اہے، جگ میں سو تھا فانی مجھے

سے ہے دنیا

بندہ نبی کا جسم رہے، سُہتی ہے سُلطانی مجھے

ہمیشہ ہے زیب دیتی

شاہاں غروری ٹھاؤں تھے، کرتے ہیں اپنی دھاؤں تھے

سے جگہ سے

مستی مری تج ناؤں تھے، کینتی ہیں دیوانی مجھے

تیرے نام سے کرتی

سب جگ بھلے ہن گیان میں، میں نا بھلوں لاہان میں

عالم بھول گئے عقل

لکھیے ازل بھومان میں، ہے رازِ پنہانی مجھے

اس ناؤں کی بڑپن جھلک، مجھ سر بلندی تا فلک

نام مجھے

آکہیں سدا سارے ملک، تو یوسفِ ثانی مجھے

اسلئے تب

کیا ڈر مجھے فرعون کا، ہور سامری افسون کا

اور

موسیٰ عصا زیتون کا، ہے تیغِ ربّانی مجھے

بارا جو ہے شیطان میں، سنجر نے قطبا کان میں

۵۰

امید کے گلدان میں، بارا ہے رحمانی مجھے

شاہاں منے بھوان تھے، کرتا بڑائی حیان تھے

ہیں بہت سے

سے

اپڑیا علی کے دان تھے، تشریف شاہانی مجھے

حاصل ہوا عنایت سے خلعت (ق)

(۳)

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
تمہارے سے

آبِ کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آبِ ذقن سے

دل پرم جینے تھے دیتا گل صبا کو وصال
محبت کی یاد سے

کیا رضا ہے منج کوں آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

نج نین کی تتاب تھے کیہ طور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ

کیوں کمر باندھے بچارا دل تمارے گھور تھے
گھورنا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سونے میں

نیر نیہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آبِ عشق مجھے ہونٹ کے سمندر سے

کن طرے کا باس اب باد صبا ہنت بھیج منج
کان کے خوشبو کے ہاتھ سے میرے پاس

اس دماغ باورے کوں باس دے مسرور تھے
دیوانے

جم مراداں جام ساقی بھر اچھو نت بزم میں
ہمیشہ ہمیشہ

نامراداں کوں مراد جام دے اُس جور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آونتی ہیں فوج فوج
عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہے طوفاں ور تھے

کب نکلے گا مدعا کا پھول دل گلزار میں
نازنیں جیتے سوں میرے دل کوں ٹوکاتی دور تھے

عاشقاں تج باٹ میں بسمل ہو ہیں بیشمار
عاشق بیچارہ کوں رکھو پیار کے دستور تھے ۶۰

اے صبا توں قول لیا تب ہو ویگا دلکوں قرار
حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے

دور ہوں فرسنگ دس فرسنگ تیرے وصل تھے
میرے دل کا خیال تیرے نیہوں بن نا دور تھے

توں سلیماں نانی منج برج فیروزی و سنج
مشتری پایا شرف تیری نظر منظور تھے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر
تج دعا با مدعا ہے رتبہ منصور تھے

(ق)

(۴)

دیا بندہ کوں حق نبی کا خطاب
حکم دے، دیا نور جوں ماہتاب

نبی نانولے کر کسی تھے نڈر
توں رسٹری نمن دندیاں کوں تاب

حقیقی پیا سوں مجازی سنیں
جو نسبت کرے گا تو پاوے عطاب

نہ بھاوے منجے پیون ہور کچ — میں تیری ہوں چیری منجے آپ اب
پسند آئے مجھے پینا کے بغیر اور کچھ — غلام مجھ سے خود کام لے

نہیں پیم میں کوئی شہنشہ مثال — سبھی مانے یہ بات کوں شیخ و شاب
محبت — صحیح اس

پھرے پیم میداں میں وو شہسوار — سہیلیاں سبھی چومیں اُس کا رکاب
محبت کے وہ

نبی صدقے ہے ترکماں و اس امام — ہوا دو جگت تب سوال و جواب
غلام — عالم

(ج)

(۵)

خدا منج مہر سوں آپی نبیؐ صدقے کیا رافع
مجھے سے خود ہی کے

منجے تخت سلیماں جوں وہی آپی دیا رافع
مجھے کی طرح خود ہی

یقیں کر دل میں مانیا ہوں خدا جکوں اپے بہیا
مانا خود

وو ہرگز زیر ہوسے نا کیا جس کوں خدا رافع
سکے نہ
وہ

ہو کوئی دل میں محبت دھر کر رہیا ہے ایماں کا

سو اُس کا ہت پکڑ کر آپ کرتے مصطفےٰ رافع
ہاتھ خود

جو کوئی اُن کی محبت سوں غلام اُن کے کوایاہ
کھلایا

مدد اُس مصطفےٰ ہے ہور رہے گا وو صدا رافع
مددگار (سب؟) وہ

نبیؐ کا یک محبت تھا سو بس کر باٹ پڑتا تھا

بزاں کر آپی لیتے ہیں (سب؟) اس کوں ہنما رافع
بعد ازاں خود ہی کرتے

کتنک لوگاں سو ہنستے تھے انوکی یک محبت پر
کتنے ایک ان

کتنک دل کوں حضوراں کے سو تھے دولت ہوا رافع
کتنے ایک

محب اُن کے جو کوئی ہیں اُن کوں کچ ڈر نہیں ہے اے قطبا
کچھ نہیں

اوسے ہم دین و دنیا میں کیا ہے مرتضیٰ رافع

(ج)

مَنْقَبَتْ

کہنتے ولیاں میں شاہ جس سو شہ ہمارے ہیں علیؑ

ولیوں جنکو

پیارے نبیؐ کے جیو کے سوا او پیارے ہیں علیؑ

دل وہ

سورج ولایت گگن کے ہور صاحب سو دنیا دین کے

آسمان اور

جگ کے سنگار ہور عرش کے اپ گو شوارے ہیں علیؑ

آرائش اور

خود

شیر خدا تم ہیں کگر برحقّ تمنا مان کر

کہکر سمجھ کر تمکو

سارے ملک تمنا اُپر جیواں سوں وارے ہیں علیؑ

تم پر دل سے

کرلے تمن مولود کی مہمانی سب رضوانیاں

تمہارے

سب لامکاں کیرے مکاں سر تھے سنوارے ہیں علیؑ

کے رے

پھر سے

جب تھے ہوا جگ میں تمارا نور پرگٹ چو رُخت

سے دنیا تمہارا ظاہر چاروں طرف

تب تھے سپت گگن جوت پاکر جھلکن ہارے ہیں علیؑ

سے سات آسمان روشنی جھلکنے والے

دیپے من اُن کا جوں گگن دیپے سورج جگتاب سوں

چمکے دل جس طرح آسمان چمکے سے

جے کوئی تمارا روپ جو من میں چتارے ہیں علیؑ

جو تمہارا دل منقش کرلے

راکھو تماری چھانوں تل دایم خوشیاں سوں قطب کوں

رکھو تمہاری کے تلے سے

قطب ہور فرزند قطب کے بندے تمارے ہیں علیؑ

اور تمہارے

(ج)

(۳)

آدھار دے آدھار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

سہارا تجھ

منجکوں سنبھالنہار اب، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

مجھ کوں سنبھالنے والا تیرے بغیر

سب جگ کا سلطان توں، تو انبراں کا بھان توں

عالم آسمانوں سورج تو

میرا سو پشتیوان توں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

پشتیبان تو تیرے بغیر

سورج ہے دیوت ترا، انبر نمن انگن ترا

سورج آنگن آسمان

گھر لامکاں مسکن ترا، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

تیرے بغیر

رین دن جیوں تج دھیا کر، شاہاں ہیں منج سلطان کر
مشکل مرا آسان کر، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

کھا نشتراں دل رگ منے، جلتے خوارج اگ منے
منج کوں سودو تو جگ منے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

اپ پیار تھے اب جم مجے، غم نے سو کر بے غم مجے
توں ہیں مدد ہر دم مجے، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

بندا قطب شہ داس ہیں، بخشش منگوں تج پاس ہیں
پکڑیا ہوں تیری آس ہیں، تج بن نہیں کوئی یا علیؑ

(۳)

دو جگ کوں جیو دینے سکے حضرت علیؑ سلطان توں
یک ہات برسے ذوالفقار، یک ہات برسے دان توں

کہکش ڈنڈے سورج علم، اسمان اُس کی چھانو سم

کہکشاں ڈنڈا کے برابر

چودہ بہون نج حکم تل جم کر رکا پر دھان توں

تیرے

جو بات سمجن ہار توں، اوتار نور توں ....

دل کی سمجھنے والا

یک ٹھار نہ ہر ٹھار توں، ترلوک کا ایمان توں

جگہ جگہ تینوں عالم

توں سائیں گنونتا مرا، بر لیا سبھی چنتا مرا

خواہش

سُن سیو کا کنتا مرا، سُبحان تجھے سُبحان توں

لا

کہانی

حضرت نبی دسٹی کرے، دل قطب نت نج سوں دھرے

نظر ہمیشہ تجھ پر رکھا کر

نس دن ترا سیوا کرے، حق گیان کا سو کھان توں

رات کی عقل کان (ج)

(۴)

جیو پیا نے سرو قد کھینچا تمارا یا امیر

دل پیا تمہارا

ہات میرے سیس پر رکھ کر کرو سب میں گنبھیر

ہاتھ سر گہرا

تم ہمن ہیں قول کیاں باتاں ہویاں تھیاں رات سب
رات کیاں باتاں صبا نہیں ہیں تمیں روشن ضمیر

بیکس و ناکس ہوں ہیں کس سے کروں پیرت کی بات
میرے روں روں خط کوں پڑتا ہے تمارا دل وہیر

ہیں چرا کانیں بندا بندہ ہوں تیرے نہہ کا
طالباں میں تم کر دمنجکوں حکومت کا وزیر

چوکہ کیا دیکھے کہ بائے لعل ادھر پر دانت دنگ
نکلے ہیں یک کھان تھے یاقوت و نیلم بے نظیر

تج دیا کرتا رچگ ہیں گوہراں کا کھان سب
تو ہوئے ہیں سب شہاں روئے زمیں کے تو اسیر

تج تخلص ہے معانی معنی کے گنج سوں بھریا
تو محمد میم تھے پایا دو عالم کا سریر

۱۰۰

(ق)

(۵)

دنیا و دین کا حق سنگار یا علیؑ توں

آرائش تو

سب اولیا کے من کا اسرار یا علیؑ توں

تو

سورج توں نو انبر کا دیوا سو دین گھر کا

تو آسمانوں چراغ (کے)

پیارا سو پیغمبر کا سچا یار یا علیؑ توں

چھپا

سب جگ میں نانو تیرا ہے سب پہ چھپا تو تیرا

عالم نام

ہر ٹھا تو ٹھا تو تیرا اوتار یا علیؑ توں

غلماں بشر جمارے قربان تج پہ سارے

تجھ

سب مدعا ہمارے بر آر یا علیؑ توں

لا

آدھار سا تو کھن کا جیون توں تربھون کا

سہارا احسان زندگی تو تینوں عالم

جم پیار ذو المنن کا لینہار یا علیؑ توں

لینے والا

برحق ولی نوں رب کا صاحب سچا ہے سب کا

تو

معراج کی سو شب کا جھلکا یا علیؑ نوں ۱۱۰

قطبا گنایا ہے مولود آج تیرا

گوایا

عشرت انند دے ہن نت آیا یا علیؑ نوں

ہمیشہ اور

(ج)

(۶)

ہے امیراں کا شہنشہ دو جہاں ہیں یا الٰہ

ہور قبلہ میں نہ جانوں منج کوں ہے تیرا پناہ

دوسرا

مجھے

میرے دل میں بات نیں کچ بات تج بن اے پیا

نہیں کچھ تیرے بغیر

منج اوپر ست مہر سوں اپ روشنی کا ٹک نگاہ

مجھ پر ڈال سے اپنی ذرا

ہیں غلام حیدرؑ کرار کر سب جانتے

بادشاہاں کر غروری سو دیکھیں گے ہوں گے کاہ

غرور سے

دشمن ار ہیچ پر کرے گا دشمنی کی جب نظر

(اگر؟) تجھ

مرتضیٰ کے کھرگ تھے گھربار اس ہوگا تباہ

تلوار سے (کا)

دھو گناہاں اپنے مصحف کے تلاوت سیتی تو

سے

تج خلاصی تیں کرے حضرت دعائے صبحگاہ

تیری کے لئے (کی)

چڑ ترنگ مغروری کا جولان وے میدان میں

چڑھ کر گھوڑا

دیکھو ٹک چو پھر کے بیٹھے ہیں تمہالے دے او خرا؟

ذرا چاروں طرف

گر کریں لگے عدل یک ساعت تمیں بر حکم شرع

تم

بے حساب ارزانی ہو دے گا تمیں کوں بخت و جاہ

تم

سب معانی کے گناہاں بخش اپنے لطف سوں

سے

تیرے در بن مدعا کا در نہیں اے بادشاہ

کے بغیر

(قا)

مدح حضرت بی بی فاطمہؑ

(۱)

ازل تھے بی بی فاطمہ بھاگ ساجے ۱۲۰ کہ جلوے وا مے عرش میانے باجے
سے (سجے) میں بجے

سُہاگاں کا گل سر ازل تھے بندے ہیں کہ داوُنی کا پُھندنا او باہاں پہ ساجے
گلسر سے باندھے ان بازوؤں پر

بی بی فاطمہؓ تائیں اسمان منجے کہ ناداں گگن کے تو لکھ سال گاجے
کے لئے آواز لاکھ

اُچائے عرش چو کی بی بی کے تائیں کہ حضرت بی بیؓ ہیں بیبیاں سیس تاجے
اُٹھائے لئے بیبیوں کے سرتاج

بی بیؓ ناوُں پر سب ہی قربان ہیں جگت کے شہاں ہیں توں کر راج راجے
کے نام عالم بادشاہوں اے راجہ

بی بیؓ فاطمہؓ عرش کے تاج ہیں اُتن نور تھے حور جنت کی لاجے
ان کے سے شرمائے

قطب شہ نبیؐ داس نن پن تھے ہے
کا غلام بچپن سے

نوا و ناوں کے دھاک تھے ویرے بھاجے
اس نام رعب سے دشمن بھاگے

(۲)

گرد گھر بند سب گھرے گھر کرتے آنند مہربانی
فاطمہ بی بی دیئے تشریف سج جم جم تھہانی
خلعت سجے

بخت اتوں کے ہیں بڑے الحمد للہ شکر کر
ان
چاک نا ہوئے تیوں اسپند کرے ہند ثنانی
نہ اس لئے

قدرتی پھولاں کا سہرا باندے ہیں سج سیس پر
اوپر
باندھے تیرے سر پر
دیکھ والیاں ہاتاں جوڑے ہیں ہیں ہے اپھل بونانی
دیکھکر ہاتھ کہتیں یہ پھول

چاند سورج کے حمائل قرص پہنے ہیں نورانی ۱۲۰
مادے منڈپ چھت تاریاں سوں سے سجلا آسمانی
تاروں سے سجا

عاشقاں مل عاشقی سوں سب تو غمزے دکھاویں
سے تیرے
ساقیاں پھراؤ تم مجلس منے ہے ارغوانی
میں

پاتراں نو ناؤں کے غمزے دکھاویں گنگرو میں
طوائف
تال دھماری گاو نا مند دھکاری ثنا لمانی

بادشاہاں کرتے ہیں اپ مال اپر جگ میں بڑائی
اپنے پر

تج محمدؐ ناؤں تھے ہے تاج و دولت خسروانی
تجھے کے نام سے

شاعر کا مذہب

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاذ
یں مجھے ہے خالق

بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاذ
جگہ

امت ہوں محمد کا کروں شکر خدا

تو ہے منجے جسم احمد مختار معاذ
اسلئے مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھے میں
قلعہ ان کے سے

منج کوں ہے سدا حیدر کرار معاذ
میرے لیے

پنجتن کا منجے داس کیا پیار تھے حق
مجھے غلام سے

پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاذ
سے میرے لئے

اللہ محمد علی ہور بارہ امام
اور

لوسب اہیں قطبا کے سو آپار معاذ
یہ ہیں اوپر

(۲)

محمد دین قایم ہے ہندو بھاراں بھگاوو تم

سیاہی کفر کی بھاتو اُجالا جگ مگاوو تم

اجالے دین میں فوجاں جو آویں داٹ کر غم کی

حملہ کرکے

تو حیدر کی کٹاریاں سوں ہیا ان کا چراوو تم

۱۴۰

سے دل چیر دو

پیئے جے ساقیٔ کوثر کے ہت تھے جام کوثر کا

جو ہاتھ سے

سدا حضرت کیسر اپر مال شاہاں میں گواوو تم

کھلے ہیں بجنت دروازے نبی کے داس پن تھے منج

غلامی سے میرے لئے

محباں دوستاں سارے طبل نصرت بجاوو تم

محمد کی غلامی منج اہے سب دیس ارزانی

دن مجھے ہے

گھرے گھر پاتراں نٹوے انند اں سوں نچاوو تم

خوشی سے طوائف

فرشتے سرگ ساتو کوں ستاریاں سوں سنوارے ہیں

جنت ساتوں ستاروں سے سنوارے

شہ دنیا و دیں کے تئیں عرش کرسی سنگارے ہیں

لئے

مگر مولود ہے شہ کا عرش اوپر طبل کاجے

شاید

مراداں پاؤلے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں

پانے کے لئے ہاتھ پھیلائے

خوشیاں تھے جگ سمانے نیں سو اپنے پیرہن میانے

سے نہیں میں

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر نسارے ہیں

تین نثار کئے

محمد قطب شہ غازی کرے مولود بھو چھند سوں

سے بہت

تو اس کی عمر و دولت تیں دعا صف صف ہو ٹھارے ہیں

کے لئے

ملک ہور جن نسب کرتے دعا شہ کا صدق سیتے

اور سے

دنیا ہور دین میں ایسا سو شہ نیں کر پکارے ہیں

نہیں ہے اور

صدق .... کاری آپ اُجایا نا نو دو جگ میں
بلند کیا نام
طبق نوراں کے لے حوراں سو شہ پر تھے نثارے ہیں

نبیؐ صدقے گنایا ہے ترکماں آج میزوانی
کرایا میزبانی
علیؑ صدقے سے دو جگ میں بلند اس کے نثارے ہیں ۱۵۰

(ج)

(۲)

دُرود لک اُس نبیؐ پر جو نزہگن رب کے پیارے ہیں
درود لاکھ
جو فیروزی جہاڑیاں نو جنّن کے تئیں سنگارے ہیں
(نو آسمان) جن کی خاطر
اُنن دن مولود آئے خوش خبر قدسی یو پائے خوش
اُن کے
پھرا مولود گنائے خوش جنت آ ٹو سنوارے ہیں
گائے آٹھوں
فلک سرمائی مخمل کے ملک درزیاں سو تاواں لیے

شفق کی گوٹ لالہ سے منڈپ لزی .... ہیں

چندر غواص ہو آیا، گگن سمندر بھتر دھایا

چاند آسمان سمندر میں

نبیؐ پروا رنے لیایا، ڈھلک موتیاں سو تارے ہیں

لایا

سُرج افشاں گر ہو کر، نبیؐ مندہر دواراں پر

سورج کے مکان کے دروازوں

زرافشانی کیا یکبر، سو جگ میں جھلکارے ہیں

جنت حوراں ہویاں یک مل، نبیؐ مندہر کو ندھرمل

ہوئیں کے یہاں چاروں طرف سے جمع ہو کر

سگند بالاں سوں اپنے کھل کہ جھاڑ انگن نگارے ہیں

خوشبودار بالوں سے کھول کر جھاڑ کر صحن کو سنوارے ہیں

ہرے جھاڑاں جو ہارے ہو پتاں پاچے طبق لے بھر

سو بھر شبنم جواہر سو نبیؐ کے دار ٹھارے ہیں

دروازہ پر رکھے

جگت سب جگمگایا بھی، خوشیاں کا غل اُچایا بھی

عالم پھر اٹھایا پھر

اُجالا دین پایا بھی، تو بھاگے کفر اندھارے ہیں

پھر

سدا توں راج کر قطبا، انند کا ساج کر قطبا

نبیؐ کا کاج کر قطبا، کہ تج بخشا نہارے ہیں

تقریب تجھے بخشانے والے (ج)

(۳)

خلائق اس دنا خاطر کیا پیدا جگت سارا یقیں مانو سکل دن میں یہی دن ہے شرف دارا ۱۶۰

دن کی عالم سب شرف رکھنے والا

اسی مولود کی خاطر سکل کا فرفتا کیتا ازل دن تھے نبیؐ کا نور کیتا عرش پر تھارا

کرتا سب سے کرتا مقام

تولد کی خبر سن کر طبل باجے عرش اوپر حلے نوری ہشتیاں تیں بنائے تو چو سارا

لباس کو پہنائے چاروں طرف

صفت و نکی امت ہم تم زباں آ کہن سکے تا جگ فلک تجھ بیں کیے دو پار ہوئیں تو بھی ہے جو کہ دشوارا

ان کی کہہ سکے زندہ عالم زمین ہوں

دیا میزاں دو عالم کا اپن ہت میں جگت سارا کیا راز نہاں ظاہر ہوا احسل معمارا

اپنے ہاتھ

گنہگاراں چھڑاون ہار کا مولود اس دن ہے فقیر و شاہ سب ملکر کرو دکھ عرض یکبارا

محمد قطب تج متک لکھے ہیں داس پیغمبر تو شاہاں کے تاریاں ہیں تمن نور ہے سرج بارا

تیری پیشانی پر غلام تمہارا سورج کے تئیں

(ق)

(۴)

حضرت نبیؐ مولود بھی سر تھے نوی لیایا انند تو اس مبارک دیس تھے ترلوک سب پایا انند

پھر از سر نو نئی لایا دلن سے عالم عیش

گھر گھر بدھاوا کاج ہی بھو ساج سوں دن آج کے سب جگ اُپر بادل ہو کر چوندسیر تھے چھایا انند

بہت سجاوٹ سے عالم پر چاروں طرف سے عیش

خوش ہو خوشی ہنسنی اہے ہور عیش متوالا ہوا — عشرت لگیاں ناچنے آلاب جب گایا انند

اور — سے — لگا

جیسے انند منگنے انتھے اس تھے آلے لاک لاک — ۱۷۰ کرتار اپنے پیار تھے ہمناں کوں دکھلایا انند

لاکھ لاکھ — مانگنے تھے — سے — خالق سے ہم کو خوشی

جھاڑاں چمن کے آج مست جھولیاں سو جھیلتے ہور مست — لالے کے پیالے بھر مگر بدیا و پیلایا انند

شراب ہوا پلایا

مقصود کے غنچے مرے مولود تھے پھل پھل ہوئے — امید کی بربانت کا جھڑ پر سو جھولایا انند

سے پھول پھول

قسمت کرنہارا ابن جس دیس تھے قسمت کیا — اُس دیس تھے اے قطبؔ تجھ نقیم نج آیا انند

بنانے والا خود ہی — دن سے — دن سے — حصہ میں تیرے (ج)

(۵)

نبیؐ مولود خوشیاں تھے ہوی دل کی بہاراں خوش

سے

عشق خوشیاں و شادی تھے ہوے ہیں روزگاراں خوش

کی — سے

مبارک منج اچھو اے عید ہور مولود پیغمبرؐ

مجھے — ہو — یہ — اعلیٰ

ملے ہیں قطبؔ سوں بارہ اماماں ہور نگاراں خوش

سے — اور

کریں عیداں خوشیاں عشرت ولے اس عید سم ناآویں

کے مقابل نہ آویں

علیؑ مستی کے جولاں تھے ہوئے ہیں شہسواراں خوش

سے

عشق کی سرفرازی اُس کے گیسویں تھے پنچا ہے
سے
تو اُس کے ہاتھ تھے اُپجے محبت کے نگاراں خوش
سے نکلے
تجے .... چاند کہوں یا کیا کہوں تج کوں
تجھے
ہمن دل تخت پر بیٹھا ہے نت نت روزگاراں خوش
ہمارے کے
جو کوئی تج یاد عشقاں سوں رکھے سرجدہ یک جیت سوں
تیری دل سے
اُسے دو دو جگت میا لنے سرا ہے افتخاراں خوش
میں
عشق کی آرسی اوپر غباراں کد نکو یا رب
کبھی نہوں
اوسی کی آرزو تھے دام میں ہیں گلعذاراں خوش
سے
عشق مولود ہیں پیالے پو شرطاں سوں بھر بھر کر
سے
پلا منج یاد کی مستی نہیں ہے منج خماراں خوش
مجھے
سے ایسے ہیں خوب عید، ہور خوب بار، ہور خوب پیرت منج
اور محبت
ہمن میانے انن میا لنے پرت کی ہے لہاراں خوش
ہم میا ان میا محبت لہراں

۱۸۰

خدا کا چھانوں ہے منج پر تو منج ہے فر یزدانی

(سایہ — مجھ — مجھ)

نبیؐ صدقے قطبؔ انگے رکھیں سرکا مگاراں خوش

(کے آگے)

(ج)

(۶)

گناۓ نبیؐ کے جو مولود انندّاں
ہمسایوں محمد قطب شہ نرکماں

(گوائے — خوشی سے)

سنوارے جگت سب جنت جوں چترت سوں
نگارے سو بازار قصراں محلّاں

(جنت کی طرح — سے)

سنگار آویں حوراں نمن ہر طرف تھے
مرصع میں ڈب سر تھے پگ نوری ناراں

(سج کے — حوروں کی طرح — سے — ڈوب — سر سے پاؤں تک)

منڈپ تل ہوا کے سو ہاٹے تھے آویں
پرم مدلی لک چھند سوں شاہ پیاریاں

(شامیانہ کے نیچے — سے — محبت کی شراب — لاکھ — سے)

سو دھن جو بناں رت کنچن کراں جوں
سو چک ویسی کچ دیکھ ہوویں جگ کے جیرال

(نازنین کے — (گڑھ) کی طرح — ذرا — پستان دیکھ کر)

سو ہنس کویلاں جیو کریں تحفہ اپنے
سو ہنس مکھ ہتھلیاں کے دیکھ چھند بنداں

(دل — عشوہ و ناز)

تخت پر جو شہ بیس راۓ جگت سب ۱۹۰
دکھت چتر سرمائی شہ کا جوں آسماں

(بیٹھ کر — دیکھ کر — مثل)

دھریں سب ذکی وقت پیش کوں نذر ہیں
ہرے لال برداں کے ہر یک ملوکاں

(زمین پر)

جب آئے ملوکاں سوں مجلس بھرا دیں — کھڑے ہوئیں دو دست جوڑ ہت ہندو راجاں

بادشاہوں سے — دونوں طرف ہاتھ

بدخشی لعل حوض خانے میں بھر — اچنت جوت جوں جام و شیشے بھی رخشاں

عجب نہیں جو سے نانوسن کر دھلے کھم — لے پیالے او پی پیالے سے پینتے مستاں

کا نام — بہت وہ

دیکھن شہ بزم کی تماشا رواں ہو — ملک لک لک افلاک تھے آویں شاداں

دیکھنے کیلئے — لاکھ لاکھ

دیکھنت شہ کی عشرت دعا کر کویں تب — گو رات دن قطب شہ نت انند آں

دیکھکر کہہ دیا — بسر کرو ہمیشہ چین سے

نبیؐ کے دیا تھے قیامت تلگ تم — گناؤ نبیؐ کے سو مولود لاکھاں

کرم سے — گواؤ لاکھوں

(ج)

(۱)

خوشیاں کرو موالیاں مبعث رسول آیا　　بہو دھات آنند سوراں عیناں سنگات لیایا
(بہت طرح سے خوشی کا آفتاب ساتھ لایا)

اول برات روزی روز ید (ہے) فیروز　　اس بعد عید قرباں جس تھی دو جگ اکھایا
(عید، ی — سے، عالم)

شاہاں ہیں رتبہ عالی قطب تھے موالی　　۲۰۰　　مبعث رسول اعالی چھند بند سوں گنایا
(گوایا)

اُس شاہ کی سو دوراں دنیا و دیں کوں رجھا　　خوان خلیلی احساں اپ عہد میں کھایا
(اپنے)

اللہ رضا سوں جگ میں تے سو ہیں کو آنندال　　غم کا نشاں کہیں کوئی جینا ڈھونڈیا نہ پایا
(جیتا، ڈھونڈا)

مبعوث کی خوشیاں تھے حوراں کیے جو خوشیاں　　جنت کی خوشبویاں تھے دو جگ مگ مگایا
(ی، عیش — سے، مگمگایا دہک اٹھا)

صدقے نبی تر کماں جم راج کر توں عیشاں　　شاہ علی نبی تھے منگ تج شہی دلایا
(سے، ہمیشہ عیش کیا کر — سے مانگ کر تجھے شاہی)

(۲)

آیا ہے وقت سر تھے مبعوث مصطفےٰ کا　　پایا ہے نور ادک بھی عالم سکل خدا کا
(پھر سے — زیادہ، سب)

چھایا ہے حق کی رحمت کے چھاؤں دو جہاں میں　　بھایا ہے دو جہاں کوں سو چھانو حق عطا کا
(چھائی، کی)

لیائے ہیں وحی جبرئیل حق کے حبیب کوں تب — اقرا کہ توں ہے خاتم سالم سو انبیا کا
کے پاس — جملہ

پیغمبری تخت پر بیسے ہیں جب پیمبرؐ — تب پگ لگے نوا انبراں شمس و الضحیٰ کا
بیٹھے — قدم آسمان

عالم ہوا ہے خرّم فردوس باغ کی سم — من جیو سدا ہے بے غم اب شاہ ہور گدا کا
برابر — دل روح اور

انبر ہوا منور درپن نمن ہوا دھر ۲۱۰ — ہوے سور چند کے سر بڑ تارا ہر اک سما کا
آسمان آئینہ کے مانند زمانہ — سورج چاند

قطبا بندا ہے تیرا دو جگ میں یا محمدؐ — دایم نظر رکھو اُس پر اپنا ادک دیا کا
بندہ — زیادہ کرم

(ج)

(۳)

مصطفےؐ ابعث خوشیاں کے عید کا ہے دیس آج
دن

صدقے حضرتؐ شبعہ کرتے ہیں گھرے گھر عیش کاج
کے

حق رضا سیتی خبر لے آئیا ہے جبرئیل
کی سے آیا

سب نبیاں کے میانے دیئے ہیں تمن تئیں آج راج
درمیان تمہیں

عرش پایا ہے تمن پنچ گو ھراں تھے روشنی
تمہارے سے

نیں فرشتیاں کوں رضا صلوات بھیجیں تمنے باج
کو اجازت کہ تمہارے علاوہ

پیارسوں حضرتؐ کہے "بیٹھو اچھی" کر جبرئیل

سے کہہ کر

تب کہے "خدمت تمن کرنے تھے پاؤں گا رواج"

تمہاری سے

مسجداں کوں باند کر بت خانہ کے سب بت تڑا

کو بناکر توڑکر

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کے بانگ تھے پایا دیں رواج

اور اذاں سے

جبرئیل لے آئے سواپ دوستاں کو کیے خبر

اپنے کہے

جے قبولے نور پائے، ناقبولاں مکھ سوواج

جو

دن ازل تھے مرتضےٰ کو کیتے ہیں نائب تمن

روزِ ازل سے کرتے تمہارے

ذوالفقار اب کافراں کو مار کر لیو خراج

سے

ناسکے جبریل کچ کہنے تمارے وصف کوں

نہ تمہارے کو

بندہ خدمت میں چوکیا کر سب بنداں میں پکڑیا لاج

کچھ چوک گیا (بھول گیا) بندوں میں شرمندہ ہوا

دو جہاں میں حق حبیب اپنا منیں تیں مانیا

۲۲۰ تم کو انا

قطب شہ مسکین کو دیو ہست پکڑ شاہاں میں تاج

(ج) ہاتھ پکڑ کر

(۴)

نبی مبعوث بھی آ کر کیا ہے سب جہاں روشن

پھر

ہوا اس دن کے نوراں تھے مکاں ہور لامکاں روشن

سے اور

عجب دن ہور گھڑی ہے اے نہیں ہے کوئی دن اس سم

اور یہ کے برابر

کہ اس دن تھے گگن پر سور مکھ ہے ہر زماں روشن

کی وجہ سے آسمان سورج کا چہرہ

ہوا ہے آشکارا دین و ایماں آج کے دن تھے

سے

کیا ہے فیض اس دن کا سکل امت کا جاں روشن

سب

نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش ہور کرسی

سے اور

اُنن نوراں تھے ہیں چند، سور، تارے آسماں روشن

ان کے سے چاند سورج

ہمارے ہیں نبی سرتاج سارے انبیا کے تو

تب

نین اس نور تھے کینتے ہیں سب پیغمبراں روشن

آنکھیں سے کرتے

نبیؐ مبعث جو کوئی کیتا ہے یک چیت ہور یک دل سوں
کرتا (مناتا) یکسوئی اور سے

سو اُس کے دل اوپر ہوتا ہے طٰہٰ کا بیاں روشن

نبیؐ صدقے کہیا ہے قطب مبعث کا غزل رنگیں
کہا

کہ اُس کی تازگی ہور روشنی تھے ہے جہاں روشن
اور سے

(ج)

(۵)

کہے خوش خبر خوشی سوں اچی کھول اَدھر خوشی کے
سے ہونٹ

کہ ہے مبعث آج دن کرنے کے درا چھر خوشی کے
حرف

سبھیں انبیاں میں تم سرا ہے تاج سروری کر
سب ہی تمہاری تعریف کئے پہنا کر

خوشی سات آملایک تانے سر چھتر خوشی کے
کے ساتھ پر

جو خبر خوشی کی پرگٹ ہوئی جب تھے دو جگت تو
سے ظاہر

ملک اچھریاں بشر دل بسیے دل نگر خوشی کے
پریاں

۲۳۰

کریں شوق انند دو جگ خوشی عیش عشرتاں سوں

عیش عالم

نبیؐ کے محبت نگر یں بتد کر سو گھر خوشی کے

بناکر

بلی جائے کر دیکھائیں عنبریں بلا دھو ویں کے

چھند بند سوں بھید لچھنے کر سائت انبر خوشی کے

آسمان

جب یہ خوشی کنایا حضرت رسولؐ کی میں

کرایا

پھر تیاں سو وال سکیاں جو لہے لک قمر خوشی کے

پھرتی ہیں

بھو شوق سیتی آکر رٹ دِشٹ تن یک اوپر

بہت سے ڈال نظر

روشن کئے خوشی سوں قطبا نصر خوشی کے

سے

(ج)

شب معراج

شاہ مرداں و محمد ہیں ہمارے سرتاج

خدا یا تاں حبیب اپنے سوں کیا شب معراج

چاند ہور سور اُنن نور تھے پیدا ہوئے
اور سورج اُنکے سے

دین ہور دنیا انن اسلام تھے پایا رواج
اور انکے سے

قدرت حق دیکھو اُن ہیں و سبھی نیچھو نکت
(۹)

خدا اُن دونوں کوں دیتا ہے دو عالم کا راج

یک کرامت انو کا نیں کسی پیغمبر میں
ان نہیں

سب نبیاں میانے ہمارے ہی نبی سہتے سراج
نبیوں میں زیب دیتے

سدا بارہ اماماں میرے نگہ دار اہیں
ہیں

ہوا ہوں اُن کی غلامی تھے قطب راج دھراج
سے شاہنشاہ (ح)

عہدِ سوری

سب ہی عیداں میں اُتم عید سوائے عید پوری ہے

بڑھکر یہ

نبیؐ صحت جو پائے عید میں او عید پوری ہے

۲۴۰

وہ

ملایک دور فرماتے، حوراں غلماں منگل گاتے

خوشی کیتے ہیں سانو آسماں جب تے جو نوری ہے

کرتے سانوں سے

اے دن کا بھید اُن بوجھے گا جس کا دل اہے روشن

اس وہ سمجھے ہے

کہ اس دن کی خوشی ہور عیش میں لذت حضوری ہے

اور

نبیؐ ہور مرتضیٰؑ کے نور تھے پایا چندا جھمکن

اور سے روشنی

تو اُس کوں سب ستاریاں میں کلا چودہ سنپوری ہے

بہوت آنند ہور عشرت خوشیاں تر لوک دو جگ کیاں

بہت چین اور مخلوق عالم کی

اہیں اس عید کے جوتی منے جھلکار طوری ہے

جھلک میں

سہیلیاں سب ایس سنگار کر ہو رہاں نہتیاں یو
خود یا آپس میں اور زیب دینی اطلاع

بہوت سدرجاں ملے یک ٹھار اُن کا رنگ نوری ہے

محمد مصطفےٰ صدقے محمد قطب شہ ساجن
بہت

کہ گھر میں نت محمد کی سوجنتیاں کا سدوری ہے

(ج)

(۴)

عید سوری سرس سوروں سنگار آیاں سکیاں بھی

سنتو بس ادک اس عید تھے پھر پایاں سکیاں بھی
بھر سے

جوبن پوریاں سینے کے طبق سُنّے میں بھر
بھر

موتیاں جالیاں سر پونتاں سوں ڈھانپ لیایاں سکیاں بھی
سونے کی
موتیوں کی جالی کے سرپوش ڈھانپ کر لائی ہیں پھر

رُت جوانی میں آپی کہ مدن پیالے مستاں ہو

چاک پھند سوں جگ جیو کوں الجھایاں سکیاں بھی
موسم
عالم کے دل کو پھر

موتیاں نورتن ہار سوں پھل ساک کلی کھسال
سے
۳۵۰
اپ روپ چند رسور تھے جھلکایاں سکیاں بھی
اپنے چاند سورج سے پھر

صدقے نبیؐ کے قطب کے چھنداں کے بچن سن
لک دھات سوں ہر تل میں سو پھل آیاں سکیاں بھی
لاکھ طرح سے لمحہ پھر

(۳)

نبیؐ کی عید سوری آمندر مج سور سوراں کے
مکان میرے آفتاب آفتاباں
دیکھائے عیش کے گگن پر سماں سورج تھے نوراں کے
آسمان سے
بھریں چھندوں سوں نس دن نیلویں ہیرے کنکالاں میں
عشووں سے رات
سمو کر سور نہیں چند نہ حمالے من سروراں کے
عشق چاند
سو طاسک سور کا لیکر چلیاں چند رکھیاں لٹکت
سورج چلی سر آفاق ناز سے
زمیں پر دیکھ حیراں ہو گگن جیو ملکے حوراں کے

محمد مصطفٰے بیٹھے شفا پا پنجتن سو خوش

صفا کے تخت پر لیا یا ابیں خلعت حضوراں کے

لایا

سلاماں سات لکھ لیا یا خضر پینے محمد نیں

لایا
کیلئے

دنیا ہیں رو سلامت کر ذکر لایا شکوراں کے

رہو

محمد کی جیتا نکی کئے خوشیاں محمد جب

قلی قطب شاہ

فلک سن دھرت پڑ تارے آتارے کا تے سوراں کے

زمین

طنبور کے مشتری جوزا کے ونڈے سنبلاں کوں لا

تو زہرہ چنگ لے ناچیں سو چھن چھن پر طنبوراں کے

تلک ہور مطبخی پوریاں تلیا چند سور کے چھند سوں

تلا

انند وں آشفق شعلے تلے دسے کھن تنوراں کے

آسمان

محمد صدقے قطبا کی غزل سوری کی پوری سن

سکیاں متاں ہویاں یوں جوں شراباں پی غیوراں کے ۲۶۰

(۴)

عید سوری انند لیایا ہے جگت اب نور سوں نہایا ہے

لایا پہنایا

نیہہ پون سیتی عیش کی کلیاں دل کے چمناں منے کھلایا ہے

ہوائے عشق سے میں

مد برت کا سکیاں رنگیلیاں کوں عید ساقی ہو کر پلایا ہے

شراب عشق

شہ کی مجلس میں مطبخی ہو فلک رنگ رنگ سیتی خوان رچایا ہے

سے

نیر ہو لے پیالے بھر بھر کر تشنیاں کوں خضر پلایا ہے

پانی پینے کے لئے

زہرہ اس عید کی امنگاں سوں شہ کے گن آسماں پہ گایا ہے

حق نبی صدقے قطب شہ کوں سدا عید تھے عیش ادک دلایا ہے

سے زیادہ

(۵)

خوشیاں سوں آج جاں تاں سب جہاں معمور دستا ہے

سے جہاں تہاں نظر آتا

نبی کی عید سوری کی کلا میں نور دستا ہے

گھڑے گھڑ آج دن کا جاں پہ کا جاں ہووتے ہیں خوش

کہ یو دن سب دناں میانے اد کہ منصور دستا ہے

ہیں زیادہ نظر آتا ہے

ہزاراں شکر ہے جو آج دن پنجتن کے صدقے تھے

سے

ہر یک مومن کے من کے میانے اپنا سور دستا ہے

۲۷۰

دل میں سورج

انبر سنفرے ہیں قدسی جوڑ چندر سور کیاں پوریاں

آسمان

رچے نعمت تھے قدرت کے سو چو ندھر تور دستا ہے

سے چاروں طرف

شرق تھے غرب تا حوراں ملک رضوان نوری سب

سے

صفاں کر مل کے بیٹھے سو اُجیالا دُور دستا ہے

جدھر دیکھے تدھر ساتو انبر ہور ساتو دھرتی

ساتوں آسمان اور ساتوں اقلیمیں

سبھی کا آج دل بھرپور جوں سمدر دستا ہے

سمند

نبیؐ صدقے قطب جم کا ج کرتا ہے کہ پنجتن کے

سکل شاہاں کا سو سرتاج ہو مشہور دستا ہے

سب

عید مولود علی
علیہ الصلوٰۃ والسلام

مومناں خوشیاں کرو ہے آج دن مولود کا — مرتضیٰ بارہ اماماں عید ہے معبود کا

مصطفےٰ ہور مرتضیٰ اس دن میں کیتے ہیں ظہور — جن کرے یہ عید ہے وو طالعِ مسعود کا

(کرتے — اور — جو — وہ — وہ)

جب وو ابرِ رحمت اس جگ پر ہوا ہے فیض یاب — شیعیاں کے تیں انھا وہ دن مگر بہبود کا

(عالم — لیے تھا)

جب نبوت کا علم پیدا ہوا تب بت جھڑے — طاقِ کسریٰ تب نشاں لیتا عدم مفقود کا

(وہ — ابید ہوا)

فارس کے آگن بجھا جب میگ رحمت برسیا — سرگ بن کیتا جگت کے تیں اگن نمرود کا

(آگ — میگھ — برسا — جنت کا بن کرتا — عالم کو — آگ)

چاردہ معصوم کے ہیں اس جنتے تھے نبی ۲۸۰ — پیشوا حضرت نبی کا تھا سو تن داؤد کا

(غلام)

جب نبی صدقے ہوا ہے وو اس قنبر کا قطب — دو جگت میں ہیں ترکماں عاقبت محمود کا

(غلام — تو عالم) (ج)

(۳)

حضرت علیؑ مولود تھے سب مومناں کا عید ہے

(سے)

یاراں خوشیاں گھر گھر کرو آئے دوناں کا عید ہے

(یہ)

حضرت علیؑ مولود کن علماں منگیں بھیکاں سبھی
عالماں مانگے
سب علم ہیں فضل اس تو فاضلاں کا عید ہے

سارے نبیاں مولود پر ہے عزت اس مولود کوں
شیعہ منگیں اس فیض کوں تو شیعیاں کا عید ہے

حضرت تولد تھے شرف پایا ہے کعبہ جگ منے
سے میں
سجدا کرو دل سیس سوں اے طاہراں کا عید ہے
اور سر سے یہ

منکر جو کوئی ہوتا اہے اس عید کے مولود تھے
سے
جنت میں نیں ہے ٹھاوں اس آطالباں کا عید ہے
نہیں جگہ یہ

نوروز ہور سورج شرف پاویں حمل کے برج میں
اور
گا ین ہیں زہرہ مشتری کی صالحاں کا عید ہے

صدقے مولود کے نین میں جب دیا ہے منج خدا
حضرت محباں ہیں سدا قطب زماں کا عید ہے
کے مجھے

(۲)

موالیاں شیعیاں خوش ہو یہ دن سرجن ہے حیدر کا

پیدائش

کہ وہ حید کیا جس کوں خدا وارث پیمبر کا

علی مولود دن جھلکار جگ میں جب ہوا پرگٹ

کے کا ظاہر

تو اس جھلکار تھے چھپیا جھلک خورشید خاور کا ۲۹۰

سے چھپ گیا

علی جس دن تھے سرجے ہیں سو اس دن تھے طراوت پا

سے پیدا ہوئے سے

ہوا گلشن ادک تازہ سراسر چرخ اخضر کا

زیادہ

چھڑاونہار دو جگ کے اہیں سچ مرتضیٰ میرے

چھڑانے والے ہیں

ان کا ورد جس دل میں سو کیا ڈر اس کوں محشر کا

ان

علی جس رات گئے معراج ملکر مصطفیٰ سیتے

کے ساتھ

تو ان پگ تل کیا روح الامیں فرش آپ شہپر کا

ان کے زیر قدم اپنے

نبیؐ ہور آل کے صدقے علیؑ کا داس ہے قطبا
تو جگ میں پا ئیا ترتیا سو جم خاقاں سکندر کا
(ج)

(۴)

سینی اماماں مولود آیا — ڈو جگ کے من کوں لے مولود بھایا
بدھاوے پر بدھاوے لائے خوشیاں — سرج چند شمع سوں مجلس سہایا
سنوارے پھل نہالاں رنگ رنگاں — گمر و بیکنٹھ بن پھل بار آیا
صدر مسند سنگارے جڑت سیتے — سو نرمل گوہراں سوں جگمگایا
سہیلیاں سب سنگاریاں سات ہور نو — سجن کے من کو و و سنگار بھایا
سبھا آئین بندی سوں سنوارا ۳۰ — (کرم خوردہ)

نبیؐ کا داس ہے یک چت سوں قطبا

(ج)

(۵)

دمیا صبح صادق تمن روئے فرخ
خوشی کے درودان بھیجو سوئے فرخ
چمکا تمہارا

تولد ہوئے آج کے دن امام
دیے جیوں نوا چند ابروئے فرخ
چمکے مثل نئے چاند کے

ہیں اپ دین چھوڑ پکڑیا اس دین کا مارگ
پیاتے اچھوں موکوں ہندوئے فرخ
اپنا چھوڑ کر پکڑا راستہ
اب تک مجھ

کھولے عنبریں بال جب کرنے کنگھی
کہ صلوات بھیجو او گیسوئے فرخ
اس

ہوا سحر باطل سبھی ساحراں کا
فسوں پڑتے ہیں نین جادوئے فرخ
پڑھتے آنکھیں

نہ آوے اثر ہم کوں تج مے نہی ساقی
چڑی مست ہم سریں او بوئے فرخ
تیری سے
چڑھی ہمارے وہ

ہمن میل باندھے تمن میل سیتی
اسی تھے ہمن میل ہے سوئے فرخ
تمہارے
اسی لیے ہمارا میلان
ہم

نہیں لیتے ہیں مشک تاتار کوئی
کہ آتا اہے باس اس موئے فرخ

رقیباں بڑائی تمن تم اچھو نت
تمہاری تمھیں تک ہے ہمیشہ ۳۱۰
دیا حق معانی کے تئیں خوئے فرخ

(ق)

(۶)

مولود علیؑ آوے فلک پر تجھے ملک سوں — تو آکہ نورانی کرے جگ پنے جھلک سوں
سے — آکے، عالم کو

بیا لا ہے چند رپھولاں ستارے ہیں ازل کے — پھرتے ہیں ملک ہات لے طبقاں کے فلک سوں
چاند — ہاتھ میں

لے ناؤں علیؑ کا کرے مولود قطب شہ — خشیاں و انداں کرے یک لک و دو لک سوں
نام — خوشی، عیش، لاکھ دو لاکھ

جم جے توں قطب شہ کی تجے شاہ مدد ہے — لک ملک سکے لینے اشارت کے ملک سوں
نت، تجھے — لاکھ

تج دھاک کا پرواہے یو درحق کے انکھیاں — جو بھیری کوں جم راکھنے سرکاری فلک سوں
تیرے، رعب، دشمن — رکھے

مشرق تھے جو مغرب لکوں سلطانی ہے شہ کی — کہتا ہے سگن ساچ جو سُن جو سے سپلک سوں
سے، تک — سچے

قطبا کی جو بخشش کا کریں سم کننے سن کر — کاں ہو سکے سم دھنگری سو خار او ملک سوں
سے، برابر گنتے — کہاں، مقابل (ج)

(۷)

مرتضیٰ مولود آیا ہے بہت نوراں سنتی — جبرئیل لنے وارنے طبقاں لیائے حوراں سنتی
کے ساتھ — نثار کرنے، لائے، کے ساتھ

کعبہ میں ہوئے تولد مرتضیٰ شیر خدا — کوئی نبی ناپایا اے حرمت انے چاواں سنتی
یہ، اتنے

مصطفےٰ آئے علیؑ کوں دیکھنے کہے فاطمہ ۔۔۔ ۲۲۰ ۔ ینجہ گستاخی سوں ٹنتے ہیں بہت نادل سیتی
ڈالتے سے

تب کہے حضرت نکریں منج سوں ایسے کام کد ۔۔۔ گر کریں گے تو کریں گے کفر کے شاہاں سیتی
نہ کر سکیں مجھ سے کبھی

دین قوت پائیاں ان کے تولد تھے نگٹ ۔۔۔ منج کوں کیا ڈر ہے کہو کفار کے کاماں سیتی
سے ۔۔۔ مجھے سے

ان کے نوراں تھے ہی میرے نین میانے روشنی ۔۔۔ شہ کے بندیاں میں رہیا ہو بندہ ہو قرباں سیتی
سے آنکھ میں ۔۔۔ بندوں رہا

کافراں کا سب غروری بھاگتا اس عہد میں ۔۔۔ مہربانی مل کنا ؤ دوستاں خوشیاں سیتی
کرو

شاعراں بیچارے تیرا وصف کہنے کاں سکیں ۔۔۔ میں بندا عاجز ہوں تم دارو کرو درماں سیتی
کہاں

قطب شہ ہے تج غلاماں میں غلام کمترین ۔۔۔ دیو میرا ہت پکڑ جلوا سکل شاہاں سیتی
تیرے ۔۔۔ ہاتھ سب (ق)

(۸)

عرش حق کا لگیا جھلکن ادک مولود حبیبؐ تھے
لگا جھلکنے زیادہ

گگن ہور دھرت پائے ہیں جھلک انت سور چندر تھے
آسماں اور زمین ۔۔۔ زیادہ سورج چاند سے

جگت جنت تھے خوش آیا ہے نعمت آج قدرت سوں
دنیا سے

لگیا ہے نور کا برسن برسنے ساتوں انبر تھے
لگا بارش آسماں سے

ملک (۲) سا تو فلک تھے آج آئے طواف کرنے نیں
سے / کے لئے

جو حق کا نور اتر آیا ہے کعبے میں عرش پر تھے
سے

تجلی مومناں کے سو دلاں اس دن تھے یوں پائے
سے

کہ پاوے صبح صادق روشنی جوں سور انور تھے
جس طرح سورج / سے

سکل نبیاں سوں باطن تھے علیؑ بن مصطفےٰ سوں حق
سب / سے

کیا ظاہر جو دو جگ تائیں نیٹ ان دو نور رہبر تھے
کے لیے

علیؑ بن کن نبیؐ کا جانشیں ہے جو علیؑ کوں حق

نبیؐ کا جانشیں کر پیار سوں بھیجا اپس گھر تھے
اپنے / سے

ہزاراں رحمت ہے تج پر جو حیدر کا دھرایا دامن
تجھ

قطب شہ دو نو جگ میں سرور ہے تج وسرور تھے
تجھے / اس

(ج)

۳۲۰

(۹)

مولود خوشیاں آئیاں، مولود کی خوشیاں کرو
آئی ہیں

خوشیاں کے ناداں باجتے اس کوں منجے ہماں کرو
آواز بجتے میرے پاس

چوندیر گرچہ سب خوشیاں ہور باس ہے ٹھار کا
چاروں طرف اور

رنگاں میں رنگ با کر کنیے رنگاں ستی ناداں کرو

جھمکے گلالی گال میں او مسے نو بلا چھند کا
وہ

منج دل کے تیں اس دل اپر سب مل کے قرباں کرو
میرے

اس نور کے اوتار کو میں رات دن سیوا کروں

نبیؐ و علیؓ دولت ستی دم دم سچا ایماں کرو
سے

نانگی نمازاں ناداب سب نار کو بسرائیا

او ناد بھریا کن منے دشمن اپر چھاراں کرو
وہ آواز کان میں

اب نال منڈل عیش سوں مولود کا گرجا و تم

سے

سا تو سُراں کے ناد سوں داؤد کا الحاں کرو

ساتوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ جم جم کرو مولود تم

۳۴۰

حیدرؑ کی برکت تھے سدا سب جگ اپر فرماں کرو

سے

(ق)

———— (٭) ————

موالیاں سب کرو خوشیاں کہ آیا دن خلافت کا

خلافت دے رسولؐ آپی بیاں کیتے شرافت کا

آپ ہی　　کرتے

سنوارے سب ملایک اونٹ زیناں سوں منبر انبر

کی سیڑھی سے　　آسمان

دیئے ہیں داد پیغمبرؐ منبر پر چیڑ فصاحت کا

چڑھ کر

کہے من کنت مولا مرتضیٰؑ کوں شاہ دو جگ کے

بیاں کیتے فصاحت سات رتبا سب بلاغت کا

کرتے　　کے ساتھ　　رتبہ

کنائے ہیں ملک منگل عرش پر کا چتے منڈل

کرائے یا گوائے

غدیر خم ہے یہ دن گر شاہ ولایت کا

جہاں لگ ہے جگت سب عید کرتے اس دیں کا

تک

کیا فضل سو تب سب ہیں دے فیض عنایت کا

نبیؐ کوں حق کہیا یادِ علیؑ نادِ علیؑ سوں کر
کہا ہے
علیؑ مظہر امولک ہے رتن میری سو قدرت کا
بہا
نبیؐ صدقے علیؑ کا منقبت قطبِ زماں کہیا
کہا
کہ ہے دنیا و دیں میں اے نشاں منجکوں سعادت کا
یہ میرے لئے (ج)

(۳)

نبیاں کا عید پھر کر آییا ختمؐ غدیر
آیا
دو جہاں سب روشنی پایا ہو اس عید کبیر

اید قرآن نازل جیوں ہوا حضرت کے تئیں
جس طرح (ج)
مرتضیٰ ہیں پن دو جگ میں جیوں عثماںؓ بینظیر
مثل

انبیا ہور اولیا میں حق کیا تمنا بڑا
اور تم کو
۳۵۰
سچ تمیں وا ما و پیغمبر ہیں غلام الخبیر
تم ہی

مصطفیٰ کے امر پر سر تُس دھرن آیا چندا
زمین پر دھرنے چاند
مرتضیٰ فرماں سو پھر کر آییا مہر منیر
آیا

دین و دنیا دونی ہیں حضرت تے قایم تا ابد
سے
دو جہاں کی حکمتاں ہیں تے ہی روشن ضمیر
تم ہی

کلِ عالم سب تمن خدمت کو باندھے ہیں کمر
تمہارے
منج بندے بیچارہ کوں باندھو کمر ہو دستگیر
مجھ

ازازل تھے ہے غلام مصطفےٰ قطب زماں
منج غلام کتریں کوں دست پکڑ دیا امیر
(آقا)

(۳)

عید آئیا انند سوں یاراں مبارکی کا
خوشیاں سوں دوستاں کوں، غم سب خوارجی کا

پھل بھاگ سب پھلے ہیں دندے سو دکھ جلیے
کلیاں انند کھلے ہیں ہے رت یوں سکی کا

تنادیاں سکل کلاؤ خوشبوی کردم کلاؤ
چو دھیر عود جلاؤ دھدکار ربر مکی کا

پیالا ادھر چکانا ساجن وقت پلانا
لالن کوں سیج لیانا ہے وقت خوشی کا

ٹیلا سو تج پیشانی ات بھاگ کی نشانی
کن موتی ہے نورانی زہرا و مشتری کا

بالی تو چھند بھری ہے یا حور یا پری ہے ۲۶۰
بھوروپ سندری ہے دھرتی ہے حسن نیکا

صدقے نبی ملاوے تل تل قطب رجھاوے
ات چھند بندی سہاوے سارا یا مراس پی کا
(ج)

(۴)

سب کروملکر مبارکبادی عید غدیر
اس خوشی انگے سبھی خوشیاں دسیں دایم صغیر

مُومناں کوں شادی ہور خوشیاں کا آتا ہے خبر
تو خوشی کے بحر کوں پھر آ ئیا...... کبیر

میزبانی عید کا جگ ہیں گنا و عیش سوں
ہے
مطرباں لا کر گوا اُو راگ ہور لاؤ عبیرؔ
اور

بھائی پن کے صیغے پڑتے مومناں اس عید یں
تو لکھے سُنّے کے پانی سوں عطار د خوش دبیر

ساری عیداں کا خوشی سپنور ہے اس عید تھے
سے
تو اسی عیداں ہیں دستا ہے بڑائی بے نظیر
نظر آتا

مومناں اس عید تھے پائے ہیں جنت کا پون
ہوا
سے
جن شرف اس عید کا پایا سو او ہے جگ میں پیر

باجتے اس عید کے طبلاں سرگ سا تو منے
جنت
میں
چاند سورج تو ہوئے ہیں دو جگت میانے منیر
میں

تس دنا بن کوئی دن ناہیں دعا منگنے کنتیں
ان دونوں کے بغیر   کے لئے

مرتضیٰ تیں مصطفےٰ ہیں عید میں دیتے سریر
کو

مدح کینتے مرتضیٰ کے تائیں پیغمبر ابیں
کرتے   لئے   خود

تو ہوا حضرت کی برکت دین و ایماں جگ منے ہیر

۳۷

رکھ منجے حضرت کے صدقے یا الٰہی امن ہیں
مجھے

ہور رکھو ایماں درست دو جگ میں ہو منج نصیر
اور

مدح کیتا کون کہ آپ کی مدح کوں پا یاں نہیں
کتنا   رکھوں

گرد انو کی نعل کا سرما کریں شاہ و وزیر
اُن

کر دعا توں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
تو

اس صلوات تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
سے

ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام

میں جو عاجز واس تیرا یا علی منج دستگیر (ق)

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدرؑ ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج معراں سوں علیؑ کے تئیں

سے　لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ توکھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا

سے　اسلئے　تھا

علیؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھتّر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں سیتے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر　جب　سے　اور

سکل اچھت میں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

عطارد مدح لکھیا ہے سو کہکش کلک سوں تیری
لکھا　　سے

سو آسماں کے ورق اوپر بدل ریکھاں سو مسطر ہے　　۳۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑا و نہار ہور سب ٹھار رہبر ہے　　(ج)
وہ مجھے　　اور　　جگہ

(۶)

خُم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی　　عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی
سے　　اب

سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب　　پنچا ہے آج کے دن تھے عیش کا مرانی
دن　سے　یہ　دن　　نکلا　سے

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کئے آج　　تب مومناں خوشیاں سوں کسوت کئے شہانی
سے　　اپنا　　سے

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے　　پائے ہیں شیعیاں سب اس دن تھی زندگانی
کے　اسے　　سے

اِیتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق　　راکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی
اتنا　　　قدم کے نیچے　اپنی

جو کوئی کریگا اس دن دل جاں سو عیش عشرت　　دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی

(۵)

خلافت دے نبیؐ کہے یوں کہ منج بعد از سو حیدر ہے

میرے

سکل مومن مسلماناں کوں دو جگ میں سو رہبر ہے

سب

خلافت حق تھے آیا آج مہراں سوں علیؑ کے تئیں

سے لئے

سو سات اسمان عرش کرسی کہ نوکھن کا جو منبر ہے

آسمان

علیؑ سے کفر بھنجن تھے تو تھا بنیاد دین کا پایا

سے اسلئے تھا

علےؑ سو دین رکھنہارا محمدؐ دین کا گھر ہے

ولیاں سب ایک چت ہو کر رہے ہیں سب معتقد ہو کر

دل

کہے سب سیس کے اوپر ولایت کا سو چھتّر ہے

سر

ہوا پرگٹ جدہاں سیتے دنیا ہور دین قدرت سوں

ظاہر جب سے اور سے

سکل پچھتا ہیں توں فاضل نہ کوئی تیرے برابر ہے

سب

عطارد وچ لکھیا ہے سو کہکشں کلک سوں تیری
لکھا سے

سو آسماں کے ورق او پر بدل ریکھاں سو مسطر ہے ۳۸۰
بادل کی لکیروں سے

نبی صدقے قطب شہ نے علی کا پکڑیا ہے دامن

کہ او منج کوں چھڑا و نہار ہور سب ٹھار رہبر ہے (ج)
وہ مجھے اور جگہ

(۶)

خُم غدیر دن تھے دو جگ ہوا نورانی
عالم سکل ہوا ہے جوں بہشت جاودانی

سب دیس تھے بڑا ہے یو دیس کا مراتب
سے دن
پہنچا ہے آج کے دن تھے عیش کامرانی
سب

حق تھے نبی علی کوں اپ جانشیں کئے آج
دن سے یہ دن
تب موماناں خوشیاں سوں کسوت کئے شہانی
نکلا سے

بیٹھے علی تخت پر دن آج حق حکم تھے
سے اپنا
پائے ہیں شیعیاں سب اس دن تھے زندگانی
سے

اِیتا بڑا مراتب تب عرش کوں دیا حق
کے سے
رکھیا علی کے پگ تل جب عرش اپ پیشانی
سے

جو کوئی کریگا اس دن دل جان سوں عیش عشرت
اتنا
دو جگ میں عیش انند ہے کرنے کا اس نشانی
قدم کے نیچے اپنی

حق کی نظر تھے قطبا تیرا بڑا ہے ربا
سے

صدقے نبی علی ہے تج باعث ہو ربانی (ج)
تیرا

(۷)

سب جگ کرے آنند کہ عید غدیر ہے
عیداں منے یو عید بڑا ات گھنبر ہے
میں یہ گہرا

روشن ہوا ہے دین دنیا آج کی دینا ۳۹۰
دو جگ اپرا میر سو حضرت امیر ہے
دن

تج سیو..... سماں سدا دھیان یوں پھرے
تج دھاک تھے زمین سو یک ٹھار تھیر ہے
تیری سے جگہ

سلطان دین ہور دنیا کا علی سچا
تر لوک لوگ اُس کے سو گھر کا فقیر ہے
اور تینوں عالم

تلوا ہوا ہے سور بدل کا پکڑ سپر
کہکش نیز لے ہات چند سو بابیر ہے
سورج بادل کہکشاں چاند

سب شیعیاں کوں آج خوشیاں پر خوشیاں اہیں
سب خارجیاں کوں آج دلاں میانے تیر ہے

صدقے نبی کے دونو جہاں میانے یا علی

قطبا بندے کمینے کا توں دستگیر ہے (ج)
تو

(۸)

خوشیاں سوں آج کے دن ہل ملک چوندھیر تھے سارے بھی

سے چاروں طرف سے پھر

کرن عیدِ غدیر رات چپا و محلاں ہل سنگارے بھی

کرنے پھر

مقرب فرشتے چار و رہی کن تھے علیؑ کے تئیں

کے پاس سے

لے آئے دبدبے سیتی ولایت کے پھارے بھی

سے

کرن رشتت علیؑ شاہِ ولایت کا سو ہر ٹھارا

جگہ

کھڑے قطّار کر رضواں اتنت کر نہارے بھی

جنت کے حور ہور غلمان کر سب کسوتاں نوری

اور

علیؑ کے چرن دیکھے کر علیؑ کے دار ٹھارے بھی

دروازہ پر ٹھہرے قدم

ہپت گگن پھر نہارے سو دھرے چوندھیر تھے نہ ہیں

سات آسمان پھر نوائے چاروں طرف سے زمین پر

ہوئے ہل سب علیؑ پر تھے فدا چند سورتارے بھی

سے چاند سورج پھر

۴۰۰

علیؑ شیرِ خدا کا چھانو اچھو کرم اُپر سر پر

رہے ہمیشہ

ملک پیغمبراں پیراں دعا کر ہت پیارے بھی

ہاتھ پھر

نبیؐ صدقے قطب عید غدیر آنند سوں کرتا دیکھ

سکل ہاتف سو رحمت تجھ کو قطبا کر پکارے بھی

سب پھر

(ج)

شبِ برات

(۱)
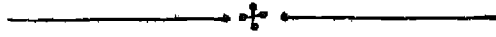
خدا کے کرم سیتے شبرات آیا　　　　خوشیاں کا اُجالا جگت میں دکھایا
سے شب برات　　　　دنیا
براتاں لیکر آیا ساریاں بیں خوش ہو　　　　خوشیاں عشرتاں سوں کہ جگ جگ جگایا
لے کر سب　　　　کے ساتھ دنیا جگ جگ کرنا
اماماں میا ہے محمد قطب پر　　　　نبی ہور علی کے دیا سوں سُہایا
محبت　　　　اور کرم سے بھلا ہوا
خوشیاں عشرتاں ذوق دایم سو نت نت　　　　شہا کے مندر ٹمٹمایاں بجایا
　　　　بارگاہ میں
خدا قطب شہ کوں شہنشاہ کر کر　　　　سو سارے جگت میں دُراہی پھرایا
　　　　دُہائی ڈھنڈوری
محمد قطب شہ کے سارے دندیاں کوں　　　　سو نابود کر کر جگت تھے گنوایا
کو دشمنوں کو　　　　سے گم کیا
نبی صدقے امرت سر اقطب شہ کوں　　　　سو ساقی کوثر پیالے پلایا
آب حیات کی شراب　　　　(ج)

(۲)

جو شبرات جھلک سوں جگ میں آیا　　۱۰،۴　　تو سب جگ اس جھلک تھے جگ جگایا
شب برات سے　　　　سے
شرف شبرات تھے سب رات پائے　　　　شرف سب رات تے شبرات پایا
سے　　　　سے

گگن درپن نمن جھکن لگیا ات
آسمان آئینہ کی مانند روشن ہو گیا
رین روشن سُرج بن دِن گنوایا
رات سورج بغیر

اَجھت اس رین کے ات لاج سیتے
رات سے
کدھیں آپ مکھ رین ہیں نیں وکھایا
کبھی اپنا رخ رات نہیں

رین ظلمات ہیں جوں خضر کا نیر
رات کی مثل پانی
ہے مہتاباں کی تاباں کا سمایا

سُرج چند تارچل بازیاں تھے رہی دھرت
سورج چاند پھولبازی سے زمین
انبر گلشن تھے روشن جھلک پایا
آسمان سے

تجلی یوں دیا حق قطب شہ کوں

کہ نِس کوں دن تھے روشن کر دپایا
رات سے زیادہ کرکے چمکایا

(ج)

(۳)

شگفتہ رات شب رات آبراتیاں لیائی ساریاں کی
مبارک لائی سب

لکھیا خوش عیش انند عشرت سو روزے کھاہاریاں کی
کھانے والوں

محمد فتح کیتے ہیں اُحد جھگڑا علی سوں مِل
کرتے کا کو ساتھ لے کر

تو تن کے کھرگ اُچا لیا تھے گئی بھگ فوج اندھاریاں کی
آن تلوار کے سے بھاگ

دہن پستے، نین شکر ادھر بند گھر بکے نازک
آنکھ ہونٹ (گھڑی کے؟)
کہ جوں خشخش نمن باریک ہے خوے مکھ پہ ناریاں کی
مثل کے مانند پسینہ کے بوند چہرہ پر عورتوں

کجل نیناں سہیلیاں کے سو پر مل سیام باداماں
کاجل
تھوڈی ہے سیب دسناں جوں کچپار لباں ہیں چاریاں کی
۴۲۰
دانت جس طرح

برن اسمانی پانیاں تس منے دالاں ہوا باں کے
جسم اس میں
ٹھسی کندن کی یوں دستی کہ جوں جھلی ہے ناباں کی
نظر آتی خوشہ

سورج مشعل چندر جوتاں، ستارے جوں کہ گلریزاں
مثل
دیپایی ہنکوں مکھ پیشانی خوباں آکنواریاں کی
چمکائی چہرہ کا عرق

یو حاجب ہور کھڑی بازی تلی پھل جگ میں پرگٹ سو
یہ اور ظاہر
جو ابرو ہور جوبن مکٹ تھے بیچ گلعذاریاں کی
سے

نچھل بیالے جو ہیریاں کے کمل ہاتاں ہیں لے سکیاں
اور
کنول ہاتھوں ہیروں
کرن بھنجن اُدھر ے سوں خماراں سب خماریاں کی
توڑنے ہونٹ کی سے

جو سر تھے پگ لگوں موتیاں ہیں چپ ہور جوہریاں ناریاں

سے پاؤں تک جھمکتی اور

سجیں تو ہے نبی صدقے قطب صاحب جہاریاں کی

(ج)

(۴)

سہاگن رات شبرات آسجن گھر آئے بھی سر تھے

پھر از سر نو

جھلک جوتاں کے ابرن تن چڑا جھلکائے بھی سر تھے

پھر از سر نو

چند رسورج اتن دونوں بچاریاں کا وہاون لج

چاند وہ

اوک جھلکار کے چند سور لاکھاں لیائے بھی سر تھے

زیادہ روشنی چاند سورج لائے پھر از سر نو

عجب کیا ہے جو دھرتی آج مارے لاف آسماں پر

زمین

کہ دھرتی کوں تجھل آسمان کر جھلکائے بھی سر تھے

پھر از سر نو

سکیاں جی سکھ بدھاوا جو اپس ہوناں کے منگتیاں تھیاں

تھیں مانگتی خود کو

اُن کے من کے چنتے تیو پنج سکھ و کھ لائے بھی سر تھے

اُن دل آرام

جگت سارا برس دن تھے جو تھا مشتاق درسن کا

دید سے

سو درسن دکھلا میرے جگت ریجھائے بھی سر تھے ۴۳۰

دکھلا

سجن کے پھول سے تن کوں لٹا پٹ ہوا انند دل سوں

عروسانی سو باساں ہیں ادک مہکائے بھی سر تھے

نبی صدقے قطب ہو کے سوں کر سنبھوگ بھاگوں رل

قطب کی داس ہوں سج کر اپس کہوائے بھی سر تھے

غلام خود کو پھر از سر لو (ج)

(۵)

مبارک کا خبر شبرات لیکر آئیا سر تھے

پھر سے

کہ میرے بخت کا طالع سورج جھمکا ئیا سر تھے

پھر سے

اُجالا عید کا لاجے سکی مکھ روشنی آنگے

شرمائے (کھ) (کی) کے آگے

انند کا نور منج پر چند نمنے چھائیا سر تھے

مجھ کی طرح پھر سے

دنیا آروس انند بالیاں سوں عشرت مے پلاتی ہے
عروس
سُہیلا شاہ کا الحاں سوں زہرہ گائیا سر تھے
نغمہ پھر سے

دکھائی عیش شبرات آکے اپنے حسن جھلکاراں
جیون کا جوت جگ کے جیو میں اُپجائیا سر تھے
زندگی نور دنیا پیدا کیا

پیاریاں شاہ کیاں مل عید کا سنگار کیتاں ہیں
کی کرتی
اکیس تھے ایک کا سنگار تہ کوں بھائیا سر تھے
ایک سے زیادہ ایک کا پسند آیا پھر سے

پیاری من منے کھلئی انند کے بھید چاواں سوں
دل میں کھل گئی
کہ اپ جوبن چمن میں باس خوش مہکائیا سر تھے
اپنے خوشبو مہکائی پھر سے

نبیؐ صدقے قطب کوں جم اچھو لک عید ارزانی
کو ہمیشہ رہے لاکھ
کہ عیسیٰ کا دعا سکھ پھول باساں لائیا سر تھے (ق ا)
کے کی خوشبو لایا پھر سے

———(٠)———

(۶)

کہہ طور نور اُجالا شبرات اب دپاے ۔۔۔ آب حیات مُنج کوں اپ ہت خضر پلائے ۴۴۔

کے کا چمکائے ۔۔۔ مجھے اپنے ہاتھ سے

شبرات اب برابر لیایا خوشی براتاں ۔۔۔ قطبا برات لیکر نس دن انند گنوائے

لایا ۔۔۔ رات کرائے

ہے سرو قد ہوائی پھلبازی ناگ پھلڑی ۔۔۔ مہتاب ٹیلہ لائے رنگ سورا و جھڑ جڑائے

سورج ہونٹ پر

نس کیس میانے کیوڑے دستے ہن ہیرن کیاں جیو ۔۔۔ تالاں پھٹاک ناواں آنند گگن گجائے

رات جیسے بالوں میں نظر آتے بھنورے کی طرح

چوٹی کا پھندنا ہے طاوس کا ملا جیوں ۔۔۔ حاجب ہوائی سیتیں اپنا دورائی پھرائے

کے ذریعہ سے اپنی مالکی کا اعلان کرے

کھوپی کے پھل لڑیاں ہیں جس لوں کریا کے جھلے ۔۔۔ مُنج شمع مجلس او پراو شمع کوں ہوالے

میری اس

صدقے نبی قطب شہ پایا بڑی بہاری ۔۔۔ پیالہ پلا پیاریاں پیاروں سیتیں پلائے

کے (ق)

(۷)

شب برات خوشی شادی سوں کیا روشن ۔۔۔ موالیاں کا ہوا جیو کا دیا روشن

سے ۔۔۔ دل چراغ

شب برات روزی کا برات پھر لیایا ۔۔۔ پیا کا مکھ کا عرق دیکھ مے پیا روشن

لایا

شبِ برات دکھاوے برس کوں یک نس جوت — بھنواں ہلال تھے نس دن ہے مو جیا روشن

(سے، رات، میرا دل)

چندر جوتاں کا اجالا پڑیا ہے گگناں میں — ۴۵۰ — نین ہوائی تھے ہوتا ہے سب ہوا روشن

(چاند کی روشنی، آسمانوں، سے)

نکی کے جھاڑ تے جھڑتے اہیں دھوئیں کے پھول — پیا بچن کے پھلاں آگے نہیں سدا روشن

(سے، پھولوں کے مقابل)

وندیاں کے سیتے پچھوئیں ہو زر جیوں پھانکا — خدا معانی کوں فتح و ظفر دیا روشن

(دشمنوں، اور، مثل)

(ق)

(۸)

شب رات آگیا ہے سب جگ کے تائیں روشن

(شب برات، کو)

جوں نورِ موسوی تھے روشن ہوا ہے ایمن

(جس طرح، سے)

جھلکاؤ آپ مکھ کا دکھلا کے عاشقاں کے

نیناں کے تئیں کیا ہے اس نور سیتے گلشن

(آنکھوں کو، سے)

خوباں کے زلف سیتے نسبت ہے اس رین کوں

(کے ساتھ، رات کو)

تو اس کوں سوہتا ہے سب تن پہ نور ابھرن

(اسلئے، زیب دیتا)

اُس کے سو تاب تھے ہے مہتاب کا اُجالا
سے
اُس جوت سے ہے روشن چندر جو نانِ درپن
سے
جھڑتے ہیں پھول گل بر اُس کی ہنسی ہنسی سے
سے
تو چند، سُرج، تارے اُس تائیں کھولے داہن
اسلئے چاند سورج کے لئے
اس عید کے ہوس تھے دھرتی اہے ہوائی
سے زمین
نیہہ کا ہوا اپس میں تو دے ہوا کوں تن من
محبت
صدقے نبی کے قطبا جم جم خوشی انند سوں
سے
لک سال اچھے کہ اُس تھے ہے عیش شمع روشن (ج)
لاکھ اہے سے (کی) (کی)

(۹)

مکھ جوت سوں چندر مکھیاں شبرات کوں جھمکائے ہیں
رخ کی جھلک سے مہرو یالاں
چندر، سورج، تارے دیکھت نس جھلک کوں جھلکائے ہیں ۴۶۰
چاند رات کی

ہر یک دھن ہر یک کُدھن پہن نورتن کے ابرہن

ایک عورت پہن لباس

پی مد مدن جھلکا بدن شہ پگ چمن کوں آئے ہیں

شراب قدم

مکھ شاب کے رنگ آب کوں افتاب جوں ات تاب سوں

رخ

دکھلائے کر مہتاب کوں بے تاب کر پگلائے ہیں

سو دھن لٹاں کے جب جھلک دونو الک کے سو مہک

حسین زلفوں

مہکیا فلک پر تھے ملک بے سُد ہو لک لک آئے ہیں

سے لاکھ لاکھ کی تعداد میں

چھاتی اُپر چھانی سندر لٹ سیام بھر کچ رس بھتر

زلف

جانے مگر کالے ابر ڈونگر پہ چڑتے آئے ہیں

قلعہ

مہتاب دھن رخسار ہے گل پر نزگل کا ہار ہے

عورت کا

ڈو بھوں سو حاجب یار ہے بیکس پہ یک چل آئے ہیں

قطب زماں حکم رواں تیں جاو داں رہے یو جہاں

ایک پر

امن و اماں سوں کر علیؑ جو تھے حکم یوں لائے ہیں

اسطرح جیو (صفا)

(ج)

(۱۰)

عشق شبرات سر تھے دھن کری رے　　نین مہتاب سیتے دن کری رے

(میں بھر سے عورت　　آنکھ کے　　سے)

عجب اُس دھن کے مکھ پر ہے تجلی　　ہلالاں تن رتن روشن کری رے

ہوایاں سوکے بنگڑیاں چکراں جوں　　گھڑیاں بازیاں سوں اپ چمن کری رے

(خط سرمہ　جسطرح　　اپنا)

نین مستی کے گلریزاں سو بھر کر　　۷۰/۴　　نلی طاوس اُچاپ چومن کری رے

پُھلی ناسک جھکنے تھے ہے شبرات　　دھرت کوں آج نس جوں گگن کری رے

(ناک کی　　سے　　زمین　کو جو آج کی رات مثل آسمان)

لڑاں موتیاں کیاں تج ہنسنے کیاں جھیلاں　　تو جھیلاں تھے جگت درپن کری رے

(کی　　سے　دنیا کو آئینہ)

ترے پگ دیکھ دھرتی کھلبلی دھن　　گگن کوں پگ منے پینجن کری رے

(قدم　زمین　اے حسین　　آسمان　کو　قدم　میں)

نشانی گال تج مشرق و مغرب　　بُنداں خوے تارکی سُر پر کری رے

(تیرے　　بوند　پسینے کے)

ترا صورت عطارد کیا لکھے گا　　تو قدرت سیتے تن ابرن کری رے

(سے　جسم پر لباس)

عشق کے نو بہار کی توں کلی ہے　　پھلاں امرت کے جوبن کری رے

(میوۂ آب حیات)

خدا بن کس نہیں ڈرتی ہے کھنوٹی
(کے بغیر کسی سے) (کھوٹی)
تو ساریاں میں نڈر کی من کری رے

جکچ کہنے کا تھا سو میں تو کہیا
(جو کچھ)
دو تن کی بات کی جتن کری رے

نبیؐ صدقے قطب شہ کوں بھولا کر
(نیز) (دیوانہ بنا کر)
تو سب ناریاں میں اپ جتن کری رے
(حسینوں) (اپنے لئے محفوظ کرلی) (ج)

ہلالِ عید
و
عیدِ رمضان

جگ کہتے آج گگن پر دیکھے ہلال ساقی ۴۸۰ سونئیں ہلال میرے مہ کی مثال ساقی
عالم (مخلوق) آسمان

چگ جا ٹیں دیکھ شفق رنگ ریشم سو بیج رقعہ پڑیا ہے گگن پہ پر کر منج نہال ساقی
پڑا آسمان مجھے

نوری ورق پہ لکیا خمار حسن مُج تُجہ انگور کی کنواری سوں وے وصال ساقی
میرا تیرا

یک ماہ تجھے مرادل لالونیاں گگن کوں ڈھنڈ لو چند پیالا پایا اپنال ساقی
سے آسمان ڈھونڈھ نئے چاند کا اب

تم تھال انبر شفق رنگ کے اوڑ آپ بغل تھے دیتا صُرے ثریا دیکھ ج انال ساقی
سے آسمان اپنے مجھے اب

بھر بھر پیالے بھر بھر دوراں پہ دور کر کر مے سوں ملا کہ دیتا لب کا زلال ساقی
سے

گالاں جو گلرخاں کے لالاں کرن کوں جگ ندھر پھرتا لیکر کمل میں پیا لا گلال ساقی
کرنے کو چاروں طرف

نابات شیر خرما پیتے شکر ادھر دھر کیوں رے دزرے رکھنے سکیاں کر لول ساقی
ہونٹ میں رکھکر

سن ہنس کہیا کہ سوراں چاندا ید روزے ہی کہیں جو پوچھتا ہے مے دے سٹ لو خیال ساقی
کہیں سورج چاند ڈال

مے شرع میں منا ہے کر محتسب کہے تو دے بوسہ لب نمک سوں کرے حلال ساقی
منع کہے اسلئے

صدقے نبی علی کے ہے مست الست تھے قطبا ۔ ۲۹ رتن پرو یا تو حے لب ہاں اب سنبھال ساقی
اسکے علاوہ شراب لب (ج)

(۲)

چندا عین عیدی بشارت دکھایا بھنواں سیتی ساقی اشارت دکھایا
ادھر کی مدکی گھر کوں کلف تھا سو مکڑا سو کئی کیلی کھل دل عمارت دکھایا
چھپی تھی سو یک ماہ مدکی چھبیلی مشاطا ہو عید انگارت دکھایا
صراحی سرو سرو سانی چھنداں سوں پیالے رتن موج آرت دکھایا
کروں سیو یک چت سوں مد پیر کا میں کہ میخانہ کا منج اجارت دکھایا
محمد نبی فیض تھے عید آکر محمد قطب کوں صدارت دکھایا
(ج)

(۳)

آیا ہے عید کا چند پھر چرخ بام ساقی لیایا ہے آج کی نس خوشیاں پیام ساقی
مدعیش تھے پیا ہے اتے روشنی دیا ہے بالا سو خم کیا ہے لے توں سلام ساقی

بھر عیش کی پیالی دے منجکوں تو آلی　　دن تیس کے ہلالی لیا سر بجام ساقی
مجھے

عشرت منجے دلا اب جوں خضر جم جلا اب　　پیالے مدن پلا اب آیا ہنگام ساقی　　۵۰۰
مجھے　مثل ہمیشہ　　شراب کے

متوال سب ملے ہیں جوں پھل چمن کھلے ہیں　　اپ من منے ہلے ہیں بھر بھر دے جام ساقی
متوالے　　اپنے دل ہیں

دل لید زاہداں کے صوفی و عابداں کے　　لے خرقے طاعتاں کے دے مدتوں مدام ساقی
مائل　　شراب

پیالے پیتے پلاتے بھر بھر صراحیاں لیاتے　　مدپی ہوے ہیں ماتے متاں تمام ساقی
لاتے　　مدہوش

کھلئے ہیں پھل چمن سب رنگیں ہوے ہیں تن سب　　مد جام دے ہمن سب بھر بھر مدام ساقی
کھلے　پھول　　ہم

قطبا کوں اب خدا تھے صدقے سو مصطفےٰ تھے　　اپ پیار مرتضیٰ تھے انپڑیا انام ساقی
سے　　سے　　سے حاصل ہوا انعام (ج)

(۴)

نھنا بالا نوا ناز کر آیا جیوں نوا چند　　چندا مکھ پچھواں ریکھ لگایا جیوں نوا چند
چھوٹا　نیا　جس طرح نیا　　مہ رخ　مثل ماہ نو

نکھار یکھ اپر سیام بدل یوں گھن چھپائے　　سبھی لوک نچھا دیکھے نسپایا جیوں نوا چند
آسمان پر　　مثل

خدایا توں نکھار یکھ چندا وشٹ دکھا موج　　یہی روز دکھلاوں لگا دیپایا جیوں نوا چند
نظر　　چمکایا

اچھل چیر چھنالال نلیں مکھ پہ چندر دیکھو بدل کون لے مین چھل مل ہو سہایا جیوں نوا چند

ہوارات اندھاری میں پچھل جوت جگت مانے ۵۱۰ کہیں لوگ دیکھو دیکھو او آیا جیوں نوا چند

انم لوگ چرن سیں لگاویں سو کہت چند سویں پاؤں پڑیا ریکھ دکھایا جیوں نوا چند

سر کہتا ہے چاند

معانی سو نکھار یکھ ہوا قبلہ منا تو کو اماماں کی دعائیں میں پایا جیوں نوا چند

(ق)

۵

رِنس عید جلوہ گر ہو گئے دن صیام ساقی نو چند سے ساغراں میں بھر بے مدام ساقی

شب نئے چاند

زہدِ ریا تھے بھو دن بدنام ہو رہیا ہوں پیالے پلا پرم کے کر نیک نام ساقی

رہا سے بہت محبت

مستی تھے اپ صراحی کرتی تھی سرکشی نت کرتی ہے جام کوں اب ہر دم سلام ساقی

سے اپنی

تیس ۳۰ دیس کی خماری توڑن کے تائیں مجکو کم کم نہ کر توں دم دم بھر بھر دے جام ساقی

دن لئے کیلئے مجھکو تو

صدقے نبی قطب کوں انپڑیا ہے مے طہورا

کو حاصل ہوا

کوثر تھے ساغر انپڑا صدقے امام ساقی

سے حاصل ہوا

(ج)

(۶)

ابرو کا تم[1] دیکھ سو عیدی کا قمر ہے　　او[2] چند دکھت منج[3] میں غلامی کا اثر ہے

عیدی کا سُدہا کر اُدیا کر نہ کہو کوئی　　او[4] صوم تجلی کی کھڑے گھر بیں خبر ہے

سورج کا پیالا سجن ہت میں اہے بھر　۵۲۰　کدھی تو تہی ناہیں کوں سر اثر ہے

یا خضر قدح ہے سجن ہت کا پیالا　　یا دست کی تاثیر یا عیسیٰ سا بشر ہے

شربت کے طبق دور نہ مجلس میں پھراؤ　　مج[5] جام منے پھو کی نظر تھے سرا بھر ہے

عیدی کے دمامے طبلاں بجتے جگت میں　　پیجن گھنگرو ناو کے گرجن سوا تر ہے

تج[6] خیال ہمن دل میں بنے جب تھی جیا[7] سو　　او نقش ہمن دل کے نین جیو میں بصر ہے

بازاں ہیں تمارے سو تہما باز ہوا ہوں　　اب باز ہمن[8] ناؤں تیو چھیں[9] کی نشر ہے

لے دیں کوں ثناؤں کو کوئی رہبر ہت کا　　عالم منے وو خوک لقا مردک خر ہے

۱ن وتم - ۲ن وو - ۳ن مجھ - ۴ن وو - ۵ن مجھ - ۶ن تجھ - ۷ن جیا - ۸ن ہمں - ۹ن تیو چھو -

شوال کا چند آیا مبارک سوں قطب شہ[1] آنند کا سرا ہو کہ خوشیاں کی خبر ہے

چاند شراب (ق۔ج)

(۷)

انبر سمدور میں ہنسی نوا چند کا سٹایا عید

آسمان کے سمندر ٹوٹے چاند

سو عشرت ہور انندمنیاں پکڑ لیے حد لیایا عید

اور ہیں نہ ؟ لایا

گگن کا ہے محل بن تھام ہور بن طاق بندے کر

اسمان بے ستون اور بے باندھے

نوا چندر و حر کا طاق بندے سو بندھایا عید

نیا چاند

سکل منتاں دیکھت تس کوں شکر کا سجدہ کرنا کر

سب دیکھکر اس

نوا چند کا نوا محراب اسمال پر دکھایا عید ۵۳۰

نئے چاند نیا

گگن گج کا نوا چند دانت ہے تس کج اپر چڑکر

آسمان ہاتھی نیا چاند اوپر چڑھکر

خوشیاں کے فوج سوں شہ گھر منے جھانی آیا عید

کے ساتھ ہیں

---

[1] معانی

جو خمخانہ کوں موند یا نھار وزیاں کے قفل کر ساقی
بند کیا روزہ
تو اچند کیلی سوں خمخانے کوں پھر تھے کھلایا عید
نئے چاند کی کونجی سے پھر سے
رجھانے شاہ کے من کوں انند ہور عیش کے راگا
دل اور
تو اچند رکا چنگ لے چنگ میں چھندسوں بجایا عید
نئے چاند
جنت بن میں کھلین جوں پھل کلیاں رحمت کے شبنم تھے
کے باغ جسطرح پھول کی کلیاں سے
سکیاں گل لاگ ادھر کلیاں کوں مدسوں تیوں کھلایا عید
گلے لگ کر ہونٹ کی کلیوں کو شراب سے
نبی صدقے قطب کے دشمناں کوں کاٹنے گھنس جوں
گھانس کیطرح
تو اچند کا بلی خنجر پکڑ کر ہت میں آیا عید
نئے چاند کا ہاتھ (ج)

(۸)

خورشید مکھ اُپر دسے ابرو ہلال عید
رخ پر نظر آئے
اُس ابراں کوں سجدہ کیا ہے وصال عید
ان کو
خرم خوشیاں سوں شیشوے کی سبو یاں بھری پری
ساقی پلا پیالہ کہ آیا ہلال عید

تج خندہ کا شکر دے منجے شیر خرمے میں
شربت پلا ادھر سینے کھلیا گالال عید

لیایا شراب گھر تھے پون عید کا خبر
جنتری کی کستاں کرو آیا ہے لال عید

۵۴ طرے کے لال تار یا تھے چوتا شراب لال
جوبن بھٹی چڑاو کہ پایا ز لال عید

وریاں کے منج پیرتا ہوں آس عون تٹ باغ
پھولاں پھلاں سوں پنچا ہے اتم نہال عید

رستم نہ کھینچ سکے ترے بھنو کمان کوں
پلکاں کے تیراں ستی بھنکایا ابحال عید

مکھ پر مکٹ چڑا لے پکٹ کا مگت منے
تو حسن بھار میں سہے سو کے کا ڈھال عید

ما چین و چین چتا ہے چھنداں چین تھے ہاز
تج ہار کے کندن تھے سو لیایا ہے مال عید

تانے ازل تھے منج یہ گگن رنگ کا چھتر
پیاریاں پریاں سوں ماوے اپرا و رمال عید

صدقے نبی کے سورچند رتارا اچھے گگن
پیت میت سوں قطب کرو لا لاکھ سال عید

(۹)

ساقی ہو عید آیا دیکھ خیال موہنیاں کے
مے لیایا کرنے نیناں متوال موہنیاں کے

لایا آنکھیں متوالی

شیر خرما، قند، بداماں، پستے، جیواں ملا کر
صنعت سوں کیتا صانع لب لال موہنیاں کے

کے ساتھ کرنا

ڈھل کانوں تھے گلائی گالاں پہ لال لالی
لٹکے چھنداں سوں موتیاں لٹہ دھال موہنیاں کے

سے سے

کیوں رشک میں نہ آوے دیکھ عاشقاں رقیباں
ہو جھلتے جوبناں پر کنٹھ مال موہنیاں کے

ہار

لکھ لکھ الک سر کٹ دیکھلائے فن سوں تل تل
تو بنڈے خیال پنکھی دیکھ خال موہنیاں کے

لاکھ زلف بل پیچ شکن ڈالکر گرفتار ہوں کے پرندہ

سولہ ۱۶ سنگار کر سب جب لٹکتیاں سوہنیاں
ناز سے چلتی ہیں
سن نادر پیچ آئے خلخال موہنیاں کے
آواز
جگ میں چلیں لٹکتے ات چاتورائی سوں سو
چاتری شوخی
کبکاں ہنساں گیسنداں سکہ چال موہنیاں کے
سیکھ کر
صدقے نبی کے قطبا ہے لال لال پیالے
بھر پیولے پیالے کر لال موہنیاں کے (ج)
پی

(۱۰)

عید سوی لیایا خوشیاں انند
لایا
اس انداں سوں کریں خوباں انند
رنگ بھریاں کسوت کیاں بہو رنگ رنگ
بہت
کرتے ہیں تس رنگ تھے مناں انند
سے
دیتے ہیں ساقی عروساں چھند کے
عاشقاں کوں نقل و ادھراں انند
سے
سرو نمنے باغ و بستاں میں سکیاں
کی طرح
جیسے ڈلیں چھب سوں کریں چمناں انند
وہ ہونٹ
سے

شاہ کے مکھ سور تھے پایاں ہیں سب   چند تھے جون تارے تیوں تاریاں انند

رخ آفتاب جیسے سے   چاند سے جس طرح اس طرح

تج سُہانا ہے سدا اے خوان عید   ۵۷۰   تیری عیدی تھے کریں شاہاں انند

تجھے زیب دیتا   سے

قطب شہ دایم علیؑ کا داس ہے

جم کریں شہ عید تھے عیداں انند

ہمیشہ   سے   (ج)

(۱۱)

روزیاں کا عید آیا ہے بہو چاؤ ہور بہومان سوں

روزوں   بہت   اور بہت

ساقی پلا مد عیش کا اپ حسن کے پرمان سوں

شراب   اپنے

مُنج تائیں مد کا شیر بس ہور اس میں خرما ہونٹ کا

میرے لئے   شراب   اور

نایات اپ بوسے کا دے اے شہ پری ات گیان سوں

اپنے

مد خانہ عشرت کا کھلیا بہت ہوا آنند کا

شراب   ہوا

خوش بھید ہے مل پیوناں مدجو کے جانان سوں

پینا   شراب ڈل

سکیاں سنگاریاں ہیں اپس پیو عشق کے رنگاں سینتیں
اُس کے بڑے ہیں بھاگ جس کوں نہ منگے دل بھاں سوں

عید آ کے مکھ جھمکائیا اب چونپ دل میں لائیا
سنگار میں اُبجائیا ناریاں ملیاں سو جان سوں

گن عید کا گاتیاں سکیاں پیو روپ کیا راتیاں سکیاں
سائیں کے من بھاتیاں سکیاں ماتیاں ہیں پیو کے دھیاں سوں

صدقے نبیؐ کے قطب شہ کوں عید سکھ دن دن اچھے
جب لگ چندا ہور سورج رہے ہے عیش جگ فرمان سوں

چاند اور سورج میرے سے (ق)

(۱)

خبر بکر ید خوشیاں سینتیں میرے تائیں لیایا ہے
خوشیوں کے ساتھ　لئے　لایا

خوشیاں اوپر تھے قربانی ہوئے بکرید آیا ہے
سے

اے مجلس عید دیکھت عیش ہور خوشیاں سینتیں دایم
یہ　کی دیکھکر　اور　سے

اتداں راگ کوں آلاپ کر بہوگن سنایا ہے
بہت

گلالی پھول منج مجلس تھے رنگ پاکر سہاتے ہیں
میری　سے

کہ ساقی اپ نین پیالے سو مد دے منج رجھایا ہے
اپنی آنکھ کے　سے شراب دیکر مجھے

سہیلیاں اپ سنواریاں ہیں پرم کسوت کے رنگاں سو
خود کو　جامہ محبت　سے

کہ بکرید آ کے سب جگ میں طبل عشرت بجایا ہے

سکیاں منج متی کیاں ماتیاں عشق کا کھیل منج سہتا
میری　کی　ماتی　مجھے زیب دیتا

جگت اے عشق کوں دیکھت اچنبا ہو لبھایا ہے
اس

منجے چوندھر انداں ہور خوشیاں کا گرجنا سُہے

مجھے چاروں طرف اور

تو مستی عید کا سر پگ پہ رکھ موَمن منایا ہے

قدم میرے دل کو

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں سُہے جم عید مستانہ

زیب دے ہمیشہ

کہ میرے سیس اُپر دایم چھتر شاہی سہایا ہے

سر

(ق)

(۲)

خوشی خبراں سنایا عید بکرید — کہ قرباں ہولنے آیا عید بکرید

کی

کھٹکتا مرغ دل کے بوستاں میں — طرب مطرب کوں لیایا عید بکرید

لایا

نگہ غمز یاں سوں کھینچا منج کوں ساقی — اپن سد بد گنوایا عید بکرید

کے غمزوں سے مجھے اپنا

خدایا کعبہ مقصود دکھلا — دلیل رہ دکھایا عید بکرید

نہ کر غصہ شکایت عشق تجھ میں — ۵۸۰ خُرم دُکھ میں نبایا عید بکرید

کی راہ

جکوئی ہے عشق میں ثابت قدم او — پرت میں اُس رُجھایا عید بکرید

جو کوئی وہ عشق اُسے

معانی کے چمن لُنبا تھے لے گل
سخن کے
ہر اک گل تھے سُہایا عید بکرید
سے
(ق)

(۳)

ہویدا ابھی ہوا جوں جان بکرید
کیا سب جگ کوں آبادان بکرید
دنیا کو
بچھس مثل
جنے شہ کے دندیا تھے جگ میں سکوں
کیا ہے شاہ پر قرباں بکرید
دشمن جتنے
جنت میکی سوالوان نعمتاں سوں
کیا تازہ جگت کا جان بکرید
میں کے؟
ہوا بھرپور جگ کا مین ہور من
بچھایا ہر طرف لوخوان بکرید
اسطرح
آنکھ اور دل
خبر لیایا کہ حق شہ کوں دلایا
حیات و بخت جاویدان بکرید
لایا
بھرائے بزم ساقیاں مدمد سوں
کہ ہے مستان کا مہمان بکرید
شراب
نبی صدقے قطب لک برس جی تو
لاکھ
کہ تج تھے پاوے نت جیوان بکرید
تجھ سے ہمیشہ
(ج)

(۴)

انتم بکر ید آیا جگ ہوا خوش اپنے من میانے
دل میں

گھرے گھر عید ہووے آج سارے ترہوں میانے ۵۹۰
ہر گھر میں تینوں عالم میں

سکل غلماں ہور حوراں ملک اس عید سوں خوش ہو
سب اور سے

بھرائے آج دن مجلس خوشیاں کی سرگ بن میانے
جنت کے چمن میں

چندر بھر پھول تاریاں کی رنگیلی اوڑلے چادر
چاند

لگا سینے کنک عنبر لگا ڈلنے کوں کھن میانے
آسمان میں

کرن زرتار کی پیرن سورج پن دھر دھلکا کر
شعاعوں کی پیرہن پہن کر

ادک جھلکار سوں نکلیا جھلک نوری برن میانے
خوب منور ہو کر نکلا جسم میں

سہیلیاں آج یوں شہ کیاں رنگی کسوت میں سہیلیاں ہیں
کی

کہ بارنگ رنگ کھلے ہیں پھول چمناں کے چمن میانے
کے میں

اُلالیاں سوں جوانی کے توں شہ سوں رلیاں آنے
نئے بادشاہ کیساتھ عیش کرنے کیلئے

کریں لک چھند بندتِل تِل تِن کے یک سین میانے
ہر لحہ کے لئے

مدن کا مے پلا شہ کوں حُسن کی چپا کنی دے دے
بوسہ لذت دے دے کر

او ک متوال کر شہ کوں کیاں خوش مے مدن میانے

یوں عشرت سُہا وا یو لطافت شاہ کا دیکھت
ہوائے دیکھکر

ملک حوراں چندر سورج رہے کم ہو اپن میانے
یہ

نبیؐ صدقے قطبؔ شہ کوں دعا پنجتنؑ کی ہے دایم
چاند

تو نت آنند سوں کرتا ہے شاہی سب دکھن میانے
ہمیشہ اطمینان سے میں (ج)

(۵)

شہا بکر بدہے سالم دیہ تجن تج پہ قرباں ہے
تجھ پر سے

دھرت خوشدل گگن خوشحال جگ سب شاد خنداں ہے
زمین آسمان عالم

توں ابراہیم کا فرزند تجے تج دوستاں سوں مل

تو ابراہیم قلی قطب شاہ تجھے اور تیرے کے ساتھ

جو اسمٰعیل کوں حق پیار سوں دایم نگہ واں ہے

۶۰۰ سے

علیؑ کا باگ توں تج جھل جھلا ہور دھاک ہور ڈر نظے

شیر تو تیری جلال یا رعب اور سے

گگن کے باگ کوں تج پر کیا مریخ قرباں ہے

آسمان شیر (اسد) کو تجھ پر سے

خدا تج کوں دیا عیدی یو ہندستان سالم کوں

تجھ یہ

تو دن پر دن قیامت لگ ملک تیرا ابادان ہے

روز بروز تک

جکوئی تج سات یک جیت نہیں سو دشمن ہے محمدؐ کا

جو کوئی تیرے ساتھ دل

جو دشمن ہے محمدؐ کا سدا خوار ہور پریشان ہے

اور

توں موسیٰؑ تج کھرگ موسیٰؑ عصا تج مکھ ید بیضا

تو تیرا تلوار کا تیرا چہرہ

توں عیسیٰؑ تج ترنگ ہے سور ہور اسمان میدان ہے

تو تیرا گھوڑا سورج اور

ہے جم داودی الحان تج بزم میں تج بزم میں جم جم (۹)

تیرا (داود سے ۹)

انداں پر انداں پر انداں پر انداں ہے

دیا حق تج حکم تل سب پری ہور دیو وحش وطیر
تیرے کے نیچے اور

سو جن ہور انس عنصر چار و سا چا توں سلیماںؔ ہے
اور سچا تو

ستیا تیرا کھرگ دشمن پہ پر تو تو رگت میانے
ڈالے تلوار خون میں

ہوا دشمن کا تن سب جوں عقیق ہور لعل مرجاں ہے
مثل اور

دعا کرتے اسے سب جگ جکوئی تیرا دعا گو ہے
جو کوئی

ثنا کرتے اسے عالم جکوئی تیرا ثنا خواں ہے
جو کوئی

نبی صدقے خوشی گھر گھر انند ہے ٹھار ٹھار اے قطب
اطمینان جگہ جگہ

ترے گھر ہیں ہزاراں سال لگ بکرید مہماں ہے
تک (ج)

۶

دن آج کی بکر ید کا سب جگت ہیں رجحان ہے
۶۱۰

گھر گھر خوشیاں عیشاں انند جہان پر مہمان ہے

ریگاں بدل سیجاں سُہیں تارے لگے لذت بھرے

بادل

کر ڈل چند اسورج اگن گا نور سو اسمان ہے

چاند آگ

بادل سے سُفرے کے اُپر جوڑے جنت کیاں نعمتاں

کی

سو اس کندوری کوں دیکھت ترلوک سب حیران ہے

دیکھنے یا دیکھکر

یو عید قربانی اپے قرباں ہوی سہیلیاں اُپر

یہ خود

تو اس سبب اس عید کوں سب جگ میں اپتا مان ہے

اتنا

یا موہنیاں سنگار کر پھیرتیاں لٹکنتاں دھرت پر

پھیرتی ہیں لٹک کیساتھ زمین

یا کھن اُپر تارے سُہیں یا کھیلیاں بستان ہے

آسمان زیب دیں

کوئی گاتی کوئی آلاپتی کوئی ہنستی کوئی ناچتی

کوئی پیتی کوئی پیلاتی کوئی سرخوش کوئی مستان ہے

صدقے نبی کے قطب کوں قایم اچھو شاہی انند

جب لگ دریا میں نیر ہور انبر اُپر چند بھان ہے (ج)

تک پانی اور اسمان چاند سورج

(۷)

سنگار کر اضحیٰ اچھا سو نور انواراں بھرے

پھل سور طو اکن لگا ترجگ میں جھلکاراں بھرے

سورج

خوش عید عشرت شہ کے گھر لیائے دیکھ اس شہ ہت لیکر

ہاتھ میں لائے

لا گل گلے لا مشک عنبر جو بھبیر تہکاراں بھرے

مے لب توں لبدا بزمیں لئے لوسے تجھل بھاتے میں لے

تیرا

مد پیالے میخانے میں لئے چو طرف میخواراں بھرے

شراب

چندر مکھیاں پی جام اول تارے لیاں نقلاں بدل

مہ رخاں

مست ہو پھریں یوں نشہ اگل سوراں کے جو بہاراں بھرے

۶۲۰

کے سامنے سورج جس طرح

تو قطب گگن زرکش ہو کر طبلے سورج رکھ چرخ پر

آسمان

کرناں سنے تاراں کھینچ کر ساریاں میں زرتاراں بھرے

شعاعوں ساڑیوں

پیو سات یکیاں ہوا پے جیو سات قرباں ہوا پے
پیا کے ساتھ　خود　جی کے ساتھ　خود

تسلیم کر اسمٰعیل اپے تو رحم گلے باراں بھرے
خود

حضرت نبیؐ صدقے تھے بل پا قطب کیتا یو غزل
سے　لکھتا یہ

آنند سوں سن لاعید گل کے پر گھر یاراں بھرے
(ج)　(؟)

(۸)

بکرید عید آیا صلوات بر محمدؐ
آنند علم اچایا صلوات بر محمدؐ
خوشی کا　بلند کیا

جیکچ مراد میرا دل میں جو تھی خدا تھے
جو کچھ　سے
وو ہی مراد پایا صلوات بر محمدؐ
وہ

بارہ امام پنج تن کا مہر جسم ہما ہو
منج سیس چھانو چھایا صلوات بر محمدؐ
میرے سر

میری خوشیاں کی بیلاں گگن منڈوے چڑ کر
آسمان　چڑھیں کرکے
جبرئیل ورد لایا صلوات بر محمدؐ

یک دھیان ایک چت سوں دل ہور جیو میرا
دل　سے　اور روح
حیل ہر لیو صدق لایا صلوات بر محمدؐ

دنداں کی ذات کوں سب دھیر یو ہی بکرید
دشمنوں　ایک طرح
دکھ آگ میں بھونا یا صلوات بر محمدؐ
دکھ کی　بھنایا

صدقے نبی کے قطبا حسّان محل بیانے

عشرت پکڑ بسایا صلوات بر محمدؐ

(۹)

عشرت کے پھولاں کا یوں لیایا بسنت بکر بدسوں

سب رنگ بھریاں کے من کے تیں بھایا بسنت بکر بدسوں

اس باس کی جھلکار سوں آیا بہار اس جگ منے

آنند پھل جگ باغ اوپر چھایا بسنت بکر بدسوں

سب بن ہرے انبر منے پھولاں تارے کھل رہے

زہرہ سوں منگل ساز کر گایا بسنت بکر بدسوں

کھلتی کلیاں کے ہونٹ ہلتے رہیں جو نازک بھید سوں

کرنے صفت شرکھل کا آیا بسنت بکر بدسوں

سُندریکیاں پر رنگ شہ میلے تو آنکھ تل یوں دسے
آنکھ کی تل اسطرح نظر آتی ہے
سورج ستاریاں پر کرن پایا بسنت بکرید سوں

عشرت بدل امرت پھوئی چھڑ کیا ہماری بزم میں
کہ بادل آبحیات کی پھوار چھڑکا
منج دل چمن میں سکھ برگ لایا بسنت بکرید سوں

میرے
یک ٹھار مل آئے بسنت بکرید حضرت دشٹ تھے
جگہ		کی نظر سے
قطبِ زماں آنند سکھ پایا بسنت بکرید سوں

(ق)

(❊)

(۱)

نورانی نوروز نوراں سوں آیا — حمل حسب جلالاں حضرت تھے دھایا

ج جگاتا جو جگ میں وجھل کا زجھم جھم — چمن جوگ چند زمن جاگ جگایا

م مد ہر مد مستنی میا سوں متو ہر ۱۴۰ — مدن من کی مجلس میں تھنر متاڑ ایا

ک کدم کر سو کستور کُستکم کلا کر — کنٹی کویلاں کا مناگن گوایا

ہ ہوا ہے ہوا ہر طرف ہر جنس کا — ہوس سوں ہری بن ہزاراں ہلایا

س سہیلیاں سو ہاتاں میں ہاتا سہایا — سہیلیاں صف تارے ثریا سہایا

ق قرب سوں قطب شاہ قدرت قدر سوں — قضا قوس تھے قاف تا قاف پایا

(ج)

(۲)

نوا نوروز نورنگ جوں کلیاں کلیاں کھلایا ہے

بندا ناریاں کوں پھل چیٹریاں کمل کنچو کیا ملایا ہے

سُرنگ پھل پیالے شبنم سوں دھولا ہے بھر گلالی تس

خوشرنگ کے پھول — دھولا

سبز رنگی نہالاں نورنگیاں ہت دے پلایا ہے

ہاتھ ہیں / دیکر

دسیں جوں بلبلاں تلتل تلاں ناریاں کی نرگس پہ

نظر آتیں مثل

پریم مے پریلاں دے تن کوں جیواں دے جلایا ہے

روح دیکر

تروتازے طراوت سوں کمل گلاّل ناریاں کوں

سے

بنداون تافتی ہر بیے اُپر پھولاں بچھایا ہے

بھونر پھولاں کے پچھڑی میں کالا جوں سکے کوپل ہو

مثل

ہری ڈالاں اُپر پھر پھر سندر پھل کر جلایا ہے

چلانے تھے بھونر کے بھرتے ہیں سروں ہمن کر کہ

کلیاں مکھ موڑیاں سوں پھر خدا الکچھا ہلایا ہے

کچیاں کونلیاں کنواریاں ناریاں کلیاں کوں نوروز آیا

کچی — کونلی — کنواری — ناری (عورتیں) — کلی

نبی صدقے قطبا کوں انتداں سوں ملایا ہے

(ج)

(۳)

سر تھے نوروز بشارت لے خوشیاں سعی یوں گھر آوے
پھر سے کی اس طرح
تو حمل برج میں اپنا سو شرف عزم دکھاوے

مو اُمیداں کے انند پھول چمن من میں کھلے ہیں
میری دل
گھنگرواں بال پیالے منے مدھر کے پلاوے
میں

سبز صورت سو سبز باغ میں سُہنتی گگن انچل سوں
آسمان کے
کو کلاں ناد سوں چوندھر کھنچنی پیاری نچاوے
کوئلوں کی طرح کنچنی کسبن

چنگ کرتا ہے پیالے و صراحی کوں سلاماں

روم تاراں سیتیں مطرب اپے چنگ چنگ بجاوے
سے خود

سرو قد ساقی جو بنیاد کرے ناچن کی
ناچنے
پریاں حوراں سیتیں ملکر سری راگاں سیتیں گاوے
سے سے

آئی مشاطہ نگارن موں نگاری پری تائیں
کے لئے

ہیری
قدرت اس ہونٹ مٹھائی تو نبات اُس کیاں کھلاوے

نبیؐ صدقے قطب ایسی کرے نوروز رنگیلی

آبِ کوثر خدا حضرتؐ کے ہتوں منج کوں پلاوے
ہاتھوں سے مجھ

بسنت

(۱)

بسنت کھیلیں عشق کی آ پیارا — تمیں ہیں چاند میں ہوں جیوں تارا

(تم، جیوں)

نچھل کندن کتے تاراں انگ جھونا — بندی ہوں چھند بندھوں کر سنگارا ۶۶۰

بسنت کھیلیں ہمن ہور ساجنا یوں — کہ اسماں رنگ شفق پایا ہے سارا

(ہم اور ساجن)

شفق رنگ چھپنے میں تارے مگٹ جوں — سرج کرنا من زرتار تارا

(سورج کی کرنوں کی طرح)

پیا پگ پر ملا کر لیائی پیاری — بسنت کھیلی ہوا رنگ رنگ سنگارا

(کے قدم، لائی)

جوبن کے حوضاں لے رنگ من بھر — سو ورو مار وم چر کیاں لائے دھارا

(میں، رواں رواں)

بھسکی چولی میں بھیٹن نس نشانی — عجب سورج میں ہے کیوں نس کوں ٹھارا

(بھیگی ہوی، رات، رات)

بسنت ونت چھند سو کندن گال اوپر — پھولا یا آگ کیسر کی بہارا

(بہار)

نبی صدقے بسنت کھیلیا قطب شہ

رنگیلا ہو رہیا ترلوک سارا

(رہا، عالم)

(ج)

(۲)

پیارے بسنت کا ہو آئیا | سکیاں تن مشک زعفراں لائیا
آئی | لائی
(کرم خوردہ) ______ | کہ چوندھر ہریا رنگ ہوا چھائیا
| چاروں طرف ہرا کی
______ | کہ جیو اُس تھے جیون کا رس پائیا (ج)
| سے

(۳)

(کرم خوردہ) ______ | کہ کویل پریم ناد اپنا سنایا
| محبت کا نغمہ
______ | سُرس مور آواز جگ کوں جھایا

گلالی رنگاں کے رنگ بہو جنس سوں | چھبیلیاں رنگیلیاں کے قد پر سُہایا
بہت طریقہ سے |
نبیؐ صدقے اے قطب شہ اس بسنت میں | رتن میگھ برسن عجائب دکھایا
| موتی کی بارش برسکر (ج)

(۴)

بسنت آیا سکی جوں لال گالا | کسُم چولا ______

پپیہا گاوتا ہے میٹھے بیناں | مدھر رس دے ادھر پھل کا پیالا
| ہونٹ پھول جیسے

پیاری ہور پیا ہت میں سے ہت لے — سروبن میں نہڈیں گل پھول مالا

اور ہاتھ ہاتھ

کنٹھی کوئل سرس ناداں سناوے — تنن تن تن تنن تن تن تن تلا لا

نغمے

گرج بادل تھے داؤر گیت گاوے — کوئل کو کے سو پھل بن کے خیالا

سے — پھولیں

سدا بیوا کر بن ایسی گسائیں — ۶۸۰ دلدر دور کر کرتا نہالا

نحوست نہال

نبی صدقے ہوا قطبا تراجینت — دندیاں سینے میں سلتا دکھ بھالا

دشمنوں (ج)

(۵)

پیاری کے مکھ میانے کھیلیا بسنت — پھولاں حوض تھی چر کے چھڑکیا بسنت

میں — سے

بسنت باس چن چن کے چنری بندیے — جو ابہر کے لہراں سوں آیا بسنت

جوبن حوض میں نو رتن رنگ بھرے — بسنت راگ گاؤ سہایا بسنت

رنگا نیند میانک بندے گلسری — گلے گل لڑاں سوں دکھایا بسنت

بھیجے

تو ہی بالی کو تلی کدم میں بیجے — پرت پیالے بھر بھر پلایا بسنت

محبت کے

بسنت کی خماری نین میں بھری — ہندولے نین ول ڈلایا بسنت

نبیؐ صدقے میں ہوں محمد غلام — نوی رت سیتی رت ملایا بسنت

(ق)

(۶)

اومنگاں سوں بسنت آیا نورانی — کریاں کسوت سکیاں سب آروسانی

امنگوں کے ساتھ — کرتی ہیں — عروسی

بسنت کے پھل کھلے ہیں اپ رنگیلے ۶۹۰ — ہوا حیران دیکھ اس تائیں مانی

پھول — کو

کنول کے جھولے سہتے ہیں او مکھ پر — کہ جو پھل پر پڑے بھونرا سو گیانی

اس — پھولا

جڑت جڑ کیاں سجن شہ پہلے بسنت جب — پلاوے نینہ مد تب شہ کی میانی

کوہک کوئل بسنت کے راگ گائی — کہ پائی ہے اپے رت میں سک نشانی

اس — سکھ کی

ہوا آ کر صفا پھل بن کوں توں دے — کہ دیکھ او نقش ہوے حیران مانی

دیکھ کر وہ

نبیؐ صدقے قطب شہ تائیں جم جم

کے لئے

سہاویں رنگ بھرے حسناں سہانی

(ج)

(۷)

شاہ کے مندر سعادت کا خبر لیایا بسنت

لایا

نین پتلیاں کے چمن میں پھول پھل لیایا بسنت

سبز سارے نور تن کسوت کئے ہیں رنگ رنگ

سرو مینا میں سو شبنم کا بھرا پایا بسنت

شراب

سارے پھولاں تئیں بسنت کا پھول مہمانی کیا

کو

گل پیالہ ہو کے خدمت تائیں چت لایا بسنت

کے لئے

جوت مانک سوں بسنت کے گل کھلے عالم منے

میں

پھُل بسنت تھے سب فلک پر لال رنگ چھایا بسنت

پھول

سے

سور کا رنج میں بسنت کا رنگ جھلکتا نور سوں

ہور چندر کے حوض میں چندن سوں مہکایا بسنت

اور چاند

نرنیاں چتر کہ نرنگ کلیاں بسنت کے ڈھنگ سوں

پھول ہر اک کھل کے اب باساں سینتیں گا یا بسنت

جھین چُنڑی پرنگٹ تاریاں کا کر آئے انگن

چپیر کنارے کے تئیں انبر کماں لیایا بسنت

سر تھے انچل ڈھال کر بھیج پر پلو کر یوں سٹے
سے

بجلی چتر کے ہاتھ لے نھاڈی تو رنگ پایا بسنت

چترکیاں کے نیر بُند تھے سب فلک پکڑیا ہے رنگ
بوند سے

اُس گہر ابراں[ن۱] کے رنگ تھے موتی برسایا بسنت
سے

موتیاں یاقوت گھر گھر یوں دھک انباراں بھرے

ہر گدا مسکیں کوں خاقاں سم[ن۲] کا دکھلایا بسنت
برابر

شکر ایزد کر معانی[ن۳] رات دن آنند سوں

تیرے مندر میں خوشیاں آنند سوں آیا بسنت

(ج۔ ق)

ن۱ اُس گہر ابراں ستارے موتی برسایا بسنت

ن۲ سکھ

ن۳ قطب شہ

دوسری عید

پوریوں کی عید

درشنی ہو آئی ہے پوریاں کی عید
درشن دلانے والی
شہ درس دیکھت ہوی حوریاں کی عید
کا درشن

شاہ درس سینتی گمت میاں کا میناں
کے درشن سے عیش کرتی ہیں
دید پر ہے دید منظوریاں کی عید

شاہ کے مکھ سور سوں ہر دم حضور
رخ آفتاب سے
زینت تو بلیاں ناریاں نوریاں کی عید

وصل کعبہ کر پھریں سب آس پاس
شہ کی بھیٹن سوں ہے متوریاں کی عید ۱۰ ے

ناریاں جگ پر چمن دے شہ کرو
لعل او دھر پیالیاں سوں خموریاں کی عید

بوسہ
لعل خوباں بنب جب اُبجاں جو پائے
ہونٹ
تب تھے ہوی جگ میں کندریاں کی عید
سے

مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کی دشٹ تھے
نظر سے اور
قطب شہ تھے ناریاں گوریاں کی عید
سے

(ج)

اِتبارُ (اتوار) عیدُ

قربان ہونے نتہ اُپر آئی اہے اتبار عید
(کے اوپر — ہے)
عشرت کیے پردے لیا رچے جھنتر سو نشے کے وار عید
(منالی رچالے — گھر)

گھر گھر خوشی ہور عیش کا سنچر ہوا بھو وت ناسوں
(اور — کئی طرح سے)
ہے آج جگ خوشحال ہمن لی ہی بھار ٹھار عید
(دنیا — ہر جگہ)

امید کے سب ملک کا سلطان ہے توں تو تجے
(تو تب تجھے)
مطرب انند عشرت ندیم خط داس ہے ہور یار عید
(غلام — اور)

مد شوق کے پیالے پیتے متقیاں کو مستان کر
(شراب — سے)
دے نقل تلتل ذوق کا یک دل سوں یو خمار عید
(سے — یہ)

قدسیاں سبھیں اسما کے مہمان ہو نشہ گھر آئے ہیں
(سب ہی)
جگ میں اچنبا ہور رہیا دستے ہی یو اونار عید
(حیرت — رہا — نظر آتے ہی)

بندے ہو کر بندگی سیتی پائی بڑائی جگ منے
(بندہ — سے — میں)
پکڑے رہے ہیں دن نشاہ کا یک چت سیتی دربار عید
(سے)

صدقے نبیؐ کے قطب کوں لیدا لے کر اپنا کرے
(رات — مائل کرکے)
عشرت انند کے چھند سوں بو چھند بھری چونسار عید
(آرام — سے یہ)

۷۲۰ (ج)

سکھ بلاس کی عید

سدا ہووے تتہ بزم میں نہہ انند — کہ دولت ہے اس شاہ کا بھو بلند

سنوارے گگن سے رنگیلے محل — رتن جوت جھلکے کہ یا سور چند

سجن کے جشن میں سورج سے جھگت — دکھا دیں عجب دیپے سوں چھند بند

سبھی ساز بجتے ہیں گن بھید سوں — پتنگے ہیں اس ساز تے جیو کے چھند

گرجتے ہیں اس دھن تھی ساتوں گگن — جگت رقص کرتا نین پیچ گرند

نہیں بزم اس ساز کا ہور کہیں — نظر نا لگے تیوں سٹو اگ سپند

نبیؐ صدقے قطبا کرے سکھ بلاس

کہ دایم اچھو عید کی تیوں انند

(ج)

عید

عیداں کیاں ہیں خوشیاں سب ہی اس عید میں
سالاں کے غم بھانیاں سب ہی اس عید میں

فتح و ظفر ہور عیش ہے اس دن منے
توراں کی ہیں کلیاں سب ہی اس عید میں

ایسی خوشیاں پر لکھ گھر نیو انداں
روشن ہوا ایماں سب ہی اس عید میں

چندا سورج لیتے جھلک اس دور میں
پائے شرف پرجاں سب ہی اس عید میں

جھاڑ سوکیاں کوں لگے پھل عید تھے
گو ہر بھرے سپیاں سب ہی اس عید میں

اس دیس میں کوئی غم نشاں پاتا نہیں
رقصاں کرد ذوقاں سب ہی اس عید میں

قطب زماں کے سب گناہاں بخش الٰہ
پکڑیا علیؑ داماں سب ہی اس عید میں

(ق)

سالگرہ

(۱)

خدا کی نظر تھے برس گانٹھ آیا
کریم کے کرم تھے برس گانٹھ آیا

محمد کے میم تھے مدد مانگ کریں
علی عین عادل علم کوں اچایا

الف آسماں آسماں گیر بند کر
حسن ہور حسین حسن جاجت لایا

قمر قاف قبے اوپر جگ جگایا
پرم پی کا پیالا پیا مج پلایا

گلاں گاف گل گوند سہرا سنوارے
حمائل سو ہے حمد کا خوش نپایا

تو ہی ہنسی کا ہانس مج گل نپا کر
نبی ہاتھ نابات نیکا چکایا

صدق صاد کا صبح صادق صفا سوں
قرب قطب کوں قاف قاسم دکھایا

(۲)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ آیا
خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا

پیا ہوں ہیں حضرت کے بہت آپ کوں تر
تو شاہاں اپر مجہ کلس کر بنایا

مرا قطب تارے ہی تاریاں میں نپجل
تو مجہ سر فلک رنگ کا چتر چھایا

۱۔ سلطنت گولکنڈہ کا شاہی رنگ نیلگوں تھا۔

فلک دور نمنے سو منڈپ اچاکر — حیرت سب تارے اس پر چڑا یا

مانند

کلس دستے تھانیاں اپر چند سورج — و و جھلکار نوراں سیتی جھک جھکا یا

دکھائی دیتے ستونوں پر چاند — سے چمک جھلک کرنا چمکنا

سورج چند اپے تال ہو کر بجین نت — منڈل ہو فلک ٹھم ٹھایان بجایا

چاند

کرے مشتری رقص مجہ بزم میں نت — برس گانٹھ میں زہرہ کلبیان گایا

گرہ

کلیاں عشق کی مجہ ہیئے میں کھلاکر — پھولاں غم کے دل لو متا تھے گنوایا

دل

ہوا گلستاں تازہ اس تھے ہوا ہے — ۵۰. مجہ اس باغ تھے میوہ دم دم کھلایا

سے — سے

وتیرے دشمناں کوں سگ یک جا ملاکر — سو اسپند کے پاتراں کر نچا یا

کو

خدایا معانی کی امید بر لیا

لا

کہ جیوں سانت کے میہہ تھے جگ سب اکھایا

مینہہ سے دنیا (ق)

(۳)

خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا — سہس شکر کرتوں برس گانٹھ پایا

سے گرہ ہزار تو گرہ

دعائے المالاں تھے مجہ راج قائم
سے میرا
خدا زندگانی کا پانی پلایا
آب حیات

نبی کا دعا ہے منڈپ سیس اوپر
اماماں دعاسوں طنابیاں بندھایا
کی سے

گل مصطفےٰ بستی سہرا گندھا کر
سے سہرا
مجہ اس گل کا سہرا حمایل پنایا
سہرا پہنایا

دعائے علی تھے سرلچی چڑھا کر
سے
اپن سایہ سوں سایہ باں مجہ پہ چھایا
اپنے مجھ پر

ہر یک روم کی جیب سوں شکر کرتوں
رواں زباں سے
کہ تجہ بھاگ تارا شرف سوں تپایا
تیری قسمت

معانی محمد پہ صلوٰۃ کرتوں
کہ توں داس پن تھے جگت ہیں سہایا
غلام سے (ق)

(۴)

نبی تا توں تھے پھر برس گانٹھ آیا
نام سے
۷۶۰ توں فتح خبراں شہاں کوں سونایا
نبی کی کو سنایا

نبی کی غلامی تھے ہے تاج تج سر
سے تیرے
شہاں تاج پر تاج تیرا سوہایا
سہایا

پھولاں کے منڈپ ہور گانڈے کے تھانباں
پھولوں گنا
کہ سا توں سہیلیاں سوں منڈپ اچایا
اٹھایا

گلالی پھولاں کلا بندے سر کوں سہرا
باندھے
او پھولاں جڑت قرص حمایل پنایا
وہ پہنایا

قطب تارہ دکھلائے قبلہ کی باٹ
اِسے ہے بس شرف قبلہ جگ کوں دکھایا

قطب تارہ قطبا فلک کا کلس ہے
سبھی تاریاں میں نِکٹ ہو دپایا

چھپر کا کلس سور کیلی تو ا چند
سو اُس کا جھلم نور جگ کوں جگایا

کلس کا ہے جھلکار دو جگ کا سورا
فلک آپ منڈپ پو حوراں نچایا

سورج چاند تارے پھر کھول کھولا
فلک تال مندل گرج کر بجایا

خرچ زہرہ کے پھول ہور پان کا
عطارد کے لکھنے میں ہرگز نہ آیا

گلالی کلیاں کھلیاں دل باغ میں
کہ باقی پھولاں کی رتاں کوں گنوایا

تمن آرزو تھے ہے دل باغ ہریا
اناراں و گل نار منج ہت لایا

کیا دشمناں کی نظر چاک چاک
کہ جیوں چاک گاڑی کے نمنے پھرایا

خدایا قطب شہ کوں رکھ اپ پناہ
برس گانٹھ تج یاد سیتیں گنایا

(ق - ج)

(۵)

حبیب حق تھے برس گانٹھ دیس آئے آج
علی کے مہر تھے مجلس سو کچ کچائے آج

رحیم انبر کوں تناریاں سینے سنواریا سو
منڈپ پھولاں کا محمد کے پر لچھائے آج

سو لکھناں سو سلکھن گھڑیاں ہیں امرت بھر
سہیلیاں جھاڑ خضر نیر سو پلائے آج

جو سہرا میم محمل کا سر جیترا میرے
علی کی لے کی حمائل منجے پنائے آج

سنے کے صدا و پر پھول گیند جوبن کے
ہزار چھند بنداں سوں سکیاں لیچلائے آج

صراحی سنبلہ ہور مشتری کا لے پیالا
سہیل ساقی ہو منج مدپلا نے دھائے آج

فلک طبق میں ملک نقل بھر سناریاں کا ۷۸۰
چکھاوتے منجے آنند سات لیائے آج

سولال گال طبق میں سکیاں عل نہہ بھر
سو نشہ سجان کوں بہو چھند سوں لیا کھلائے آج

گگن طبق میں سورج چاند کے سوکا لسے دھر
کہ زعفران و مشک رنگ رنگ بھرائے آج

تجیل ہو ل کا جھلک نت جو جگ میں لیو دیسے نظر آئے
کہ تارے چاند سورج بھر کے جوت پائے آج

فلک بدل کے مندل کر ملک لے سورچند تال — نچانتار سکھیاں منج کون جم پہ بچھائے آج

(بادل، سورج، مجھے)

ندی روماولی موتیاں کی آرتی بھر کر — سو زہرہ مشتری کے ہت پلا ولائے آج

(کی، ہاتھ سے)

سدا ہے داس محمد قلی محمد کا — علی کے مہر سینتی سکھ انند پائے آج

(سے)

نبی کے صدقے قطب منگ مددعلی کن تھے — سو میرا بانی برس گانٹھ لکھ گنائے آج

(کے پاس سے، لاکھ) (ج)

(۶)

گھڑی امرت منے ساعت سلکھن دیکھ اختر سوں

(میں، مبارک)

گنائے ہیں ملک شہ کا برس گانٹھ آج مہتر سوں

محلاں میں ہر یکیس جا دیا خوش زیب و زینت لیا

(ہر ایک، لا)

چتارا ہو عطارد آ چتر ہر یک بچتر سمند رسوں

(مصور، تصور آثار)

کریں مل رقص آ حوراں ہر یک نرمل چندر سوراں

(چاند، سورج)

جھلکتے ہر طرف نوراں سو تن ابھرن کے جوہر سوں

سو مل آ مشتری زہرا جو لیکر چنگ نو چند کا

نئے چاند

اُتر کھن تھے امنگ سوں آ جاویں راگ گنتھ سر سوں

اسمان سے سے

سو دیکھ حیران ہو سارے گگن کے سب رین ہارے

رہنے والے آسمان

اپس سُد کھو کہ بیچارے نچھارے نین عنبر سوں

آنکھ لئے اپنا

مہکتی ڈور پر مل بھر زمیں اسمان سب یک سر

دماغ ہو تر جگت کے تر عنبر ہور مشک عبہر سوں

اور تینوں عالم

علیؑ اثنا عشر سوں مل دعا کر قطب شہ تج میں

تیرے لئے

گرہ بائے بسا سو کا نبیؐ کے اسم اچھر سوں

کے حرف ڈالے

(ج)

(۷)

ملایک عرش پر شہ کیاں برس گانٹھاں گناتے ہیں

کی

سماں ساتو محل میا متے بدل فرشاں بچھاتے ہیں

ساتوں میں بادل کے

کرم کر پنجتن بارہ اماماں چہاردہ معصوم

برس لک کی برس گانٹھ آج اپ چاواں سوں باندے ہیں
اپنے

سدا جگ میں جیو وشہ کر سکل حوراں کیاں سجدہ
زندہ رہو سب

ملک آمین کہہ کہہ سب دعا سوں ہت اُچاتے ہیں
کے لئے ہاتھ اُٹھاتے

مکت مصحف کے تارے ہور ہے خوباں کے مکھ پر کی

برس گانٹھاں کی گانٹھاں ہو دو جگ میانے سہاتے ہیں
میں

سورج چند آئے مہماں ہو کہ مہمانی ہوتی شہ گھر
چاند

خوشیاں سوں ناچتیاں بجلیاں بدل عشرت کے چھاتے ہیں
بادل

ابھالاں میل کر آنے لگے چھنداں سوں چوندھر تھے
بادل ں ساتھ چاروں طرف سے

کہ یا انبر کے سینے کوں ملا یک مشک لائے ہیں
آسمان

قطب شہ کوں مبارک کر دیا سوں پنجتن دائم
کے ساتھ بخت سے کرم

حیات ہور بخت دولت سوں خضر نمنے جلاتے ہیں (ج)
اور سے کی طرح

(۸)

خدا ہور مصطفےٰ کی دشٹ سوں آیا برس گانٹھ ۔۔۔ پیا سو برس گانٹھاں کا خبر لیایا برس گانٹھ
اور نظر سے لایا

بڑائی چودہ اماماں ناوں سوں منج بندو سیرا ۔۔۔ نبی دولت تھے عالم کوں مرا بھایا برس گانٹھ
باندھو سہرا نام سے مجھے سے

سہیلیاں مل گلالی گل حمائل منج پناوو ۔۔۔ حمائل قرص چندر ۔۔۔۔ دکھلایا برس گانٹھ
گلے میں پہناؤ

اوچائی پھول منڈپ پیار سوں پیاریاں نو ملیاں ۔۔۔ دعا پھولاں کی خوشی جو رسولا یا برس گانٹھ
اٹھائی

بجاتے دن و ناں تم تم پلاتے گاوتے چھند سوں ۔۔۔ خوشیوں پاتراں انجل کوں نچایا برس گانٹھ
گاتے

محبت آرتی یوں وارتے جیوں ڈھال ۔۔۔ سو ہوتی ڈھال دریا کاں جھمکایا برس گانٹھ

جداں لگ سورج ہے کرتوں برس گانٹھاں انند سوں ۔۔۔ شہاں میانے محمد قطب لیکھایا برس گانٹھ
جب تک سورج

(ق)

(۹)

خدا کی رضا سیتی آیا برس گانٹھ ۔۔۔ سعادت ستارہ دکھایا برس گانٹھ
سے

جو امرت گھڑی دکھ دمامے بجائے ۔۸۱۰ تو مہتر سیتیں پاں دلایا برس گانٹھ
دیکھ کر

مگٹ موتی منجا بندی مانگھ سینتی — جگے جگ نباتاں بنٹایا برس گانٹھ
باندے
سورج میگھ انبر کت کریاں کے جھیلے — چندر کے تہالاں سو چھایا برس گانٹھ
امولے زمین میں رہل مول راکھے — او شیریں کی شیریں دلایا برس گانٹھ
نبیؐ کا غلام ہے محمدؐ قطب شہ — خبر لا کہ سالاں لیایا برس گانٹھ
لایا
(ق)

(۱۰)

نبیؐ کی غلامی تھے آیا برس گانٹھ — سُہاگن بکیاں میں سُہایا برس گانٹھ
سے
جوبن کے طبل مل بجاوو تو بلیاں — سَبَد نال برُ ذنگ بجایا برس گانٹھ
رنبھا پاتراں ناچتے بر و بارہ — ...... ماراں نبایا برس گانٹھ
نین چھند درپن میں دیکھنے نتاں — نواب چھند پیالا پلایا برس گانٹھ
ہٹوں سوں نھنی لی ہے ہت میں صراحی — گگن کے گھنے گھن گتایا برس گانٹھ
صد سے
نبیؐ داس نن پن تھے ہے قطب شہ — شہاں میانے شہ کر لکھایا برس گانٹھ
سے میں
(ق)

جلوہ
اور
دیگر رسوم

پرم پیاری کا جلوہ گا وسارے　　اُسے چند سورسوں پریاں سنگارے

چاند سورج سے

سُہاگاں بھاگ پھُل منگ کھلے ہیں　　سہیلیاں آرتی تارے نوارے

سہاگ کے　کے پھول پیشانی پر

رچا وو تخت جلوے کا خوشی سوں　　کہ چوندھر چوک موتیاں سوں سنوارے

کیساتھ　　چاروں طرف　موتیوں سے

چڑا وو تیل اپ سا تو سہاگاں　　مشاطہ ہو کے زہرہ ہت نگارے

ساتوں　　ہاتھوں کو

پلا شربت دیو وہا تاں میں پیٹھے　　بندا وو ساریاں موتیاں کنارے

ہاتھوں　　بندھاؤ

محمد قطب شہ ہو اُس پری کوں　　خدا یار کھہ جداں لگن ہیں تارے

اور　　جب تک　　(ق)

(۲)

جنے ہور بنی کوں پلا وو سدا　　سو عاشق و معشوق ملا وو سدا

اور

(پکاروو؟)

نین میں دھر سائیں کے دھیان کوں　　پرم کے ہنڈولے جھُلا وو سدا

آنکھ　　محبت

مری نین پتلی سدا نیر میں　　مہا جل موں میں کھلا وو سدا

آنکھ

سو بالی کی چوٹی گندی چاؤ سوں　۸۳.　مشاطہ عشق ہت کھلا و سدا

حسین کمسن　گوندھی گئی　کیساتھ　　کے ہاتھ سے

ملی کونلی پیاری پیارے سیتی　　اپس میں اپے سب ہلا و سدا

کمسن　کیساتھ　　اپنے　آپ

مجازی پیالا سو کیا کام آئے　　پرم مد حقیقی پلا و سدا

محبت کی مے

نبی صدقے قطبا نو بلیاں سوں نت　　وقت اپنا انس دن بلا و سدا

نبی　　رات دن　(ج)

(۳)

میں تیرے کاج جلوے راگ پایا　　تو کارن چونپ سوں سہرا گندایا

انند کے موتی مانک تخت سنگار　　گلے میں ہانس عشرت کا پینایا

ہنسلی　پہنایا

رنگیلی مہبندی ہت ہور پانو لا کر　　کندن کلیاں کے ہاراں خوش گندایا

ہاتھ اور　لگا کر

سہیلیاں نے سو گل کنٹھال پایا　　پیالے عیش کے سب کوں پلایا

گلے میں　ڈالیں

نبی صدقے قطب نت سندریاں سوں

ہمیشہ

بدھاوا رات دن منگل گوا یا

(ج)

(۴)

پیاری کا جلوہ ہمن من میں گلے عشق سینتی جیو پاتراں کوں نچائے

ہم — کے ساتھ کے

جوبن جوکی او پرم جیو میوہ دل کا ۴۰. اوپد من کوں ٹیلا کرا چیند لگائے

وہ

طنبورا و کنگری ہیں اپے ازگا کر دو تن ہت سوں پیالے ہیں مد کوں پلائے

اپنا — رقیب ہاتھ سے شراب

سنے کے طبق میں جوبن پھول گیندال اُس او پردو کجلے بھونر خوش سہاوے

سونے

سرو قد صراحی جوبن اس کا پیالا انچل ابر میں جھمک بجلیاں دکھاوے

بھواں خم سوں مج پانوں پڑکر سکے سو نین مستی سینتی پیالا پلائے

میرے — آنکھ کی سے

قطب پنجتن کا غلامی قبولیا تو اس عشق انگوٹی میں چند سور ہائے

قبولا — انگوٹھی چاند اور سورج ڈالے (ج)

(۵)

.... ناقص الاول ....

رچے جب عشق نوری میں سار دل کا نین پھانسی سب کر موہن من رجھاوے

آنکھ کی — دل

رکھے جب کھیل آپنے نین میانے | تو سوکیاں کے پاوے چھنداں سوں بجاوے
(کاجل — آنکھ میں) | (خط سرمہ)
جو آوے سورج نمنے سنگار سوں | تو ہر بال تھے راگ نہہ کا او چاوے
(کی طرح) | (سے — عشق — اٹھائے)
جو اوڑے ہے جلوے کا چادر صفا سوں ۸۵ | سو دھن کے گلے ہانس سہرا (؟) سہاوے
(حسین — ہنسلی)
کنگی کوں بہت ناز سینتی پکڑ کر | عشق شیریں خسرو کوں چھند بند دکھاوے

(سے)
نبی صدقے او ناری قطبا سوں میلی
(ملی — وہ)
کہ جس کے سو بھاوا جگت من کوں بھاوے
(عالم کے دل) (ج)

(۶)

بھاگنی بھاگاں کا جلوا گاؤ تم | اس سہاگاں کے سید بجاؤ تم
(کے)
منجے پھولاں میرے دل میانے ہنسے | عشق چوکی پر چڑا یلاؤ تم
(کے پھول — میں)
نور تن منج عشق کے چوکاں بھرے | موتیاں لہراں کے تم بجاؤ تم
(میرے)
دل پھل ہنسی ہاراں کلی آنند ہے | جلوے کا شربت پلا سمجاؤ تم
(پھول)

دن دنا گرجے جوبن بادل نمن — کنگناں جھلکار منج سناؤ تم

کی طرح — کنگن کی — مجھے

رات کی بے خوابی میں پا یا رتن — خوشیاں پاناں کے طبق بھر لیاؤ تم

بے — پان — بھر کر لاؤ

قطب شہ بھاگی نوے مندر چیلو

خوش قسمت — نئے

نصفی بالی تال سوں نچاؤ تم

کو — کے ساتھ نچاؤ (۹) — (ج)

مہندی

(۷)

امرت گھڑی گھڑی میں خوشیاں طبل بجائے

قطب زماں کے تائیں بھوگن سیتی پلائے ۸۶۰

آبحیات — کو — بہت — کے ساتھ

دیتے ہیں یار گہ او جس رنگ ہے سُہاتا

او ہاں ناتوں لے نبیؐ کا سورج شمع لگائے

وہ — نام — کی شمع

صدراں میں زرنگارے تارے جڑے کندن اس

سُنّے کے سرو جھاڑاں زیبائی سوں سہاوے

سونے — کے ساتھ

زہرہ منن محافے روشن ہیں اس انگن میں

یا سور کی ہیں کرناں جو ناں سوں سر او چائے

کی طرح — سورج — اٹھائے

سو رنگ رنگیلی مہندی بہو رنگ سوں کلا کر

خوش رنگ بہت سے ملا کر

کینتیک چاواں سیتی تشہ پانوں کوں لگائے

کتنے ایک کے ساتھ

سب پیارے ملکے پیاروں سوں جائیں تشہ پہ بل بل

سب سندریاں سوں لکھیاں رنگ رتن سوں نچائے

صدقے نبی قطب شہ نائیں سُہے اے خوشیاں

کو زیب دیں یہ

جو اس خوشی انند تھے سب جگ کے تئیں رچھائے

سے کو

(ج)

کنٹھ مال

(مالا)

(۸)

نِبَر دِصیٹ شوخی سوں آکر کھڑی جب — سو او چیٹ نظر میری اُس پر پڑی تب

تو بَلی پیرت لاکے ہے ہٹھیر نَیَن منج — سکی ملنے نیں پیو کوں جاتی قرن اب

قرار نہیں مجھے — کے لئے پیا

پیاری ہے نازک کلی جوں چنپے کی — تو ریشم تھے آلے ہیں پالاں کے اُس کھب

جسطرح — سے اعلیٰ

دو رخسار اُس کے ہیں رنگیں گلالاں — او چلنے کوں دیکھ ہنس دریائی ہوے سب ۸۷۰

اسکے

او مکھ پاک نرمل ہے سورج کے نمنے — چنپے کی کلی جوں سُہے ناسکا چھب

وہ — مانند — زیب ناک کے

نَیَن سائیں کے دیکھ کُملاوے نرگس — اَدَھر ہیں رسیلے کہ نابات کے جھب

آنکھ — کمھلائے — ہونٹ — نبات

نبیؐ صدقے کنٹھ مال جب پین آئی

پہن کر

قطب کنٹھ لا کر چومیا اُس کے دو لب

چوما

(ج)

لوازمات شاہی

کسوتِ زرّیں

کسوت مکلل زرزری شہ آج سنگارے اہیں

لباس پُرتکلف زریں پہنکر بادشاہ نے آج آرائش کی ہے

گوہر سوتن مکھ نور کے چوندھیر جھلکارے اہیں

چاروں طرف ہیں

خوباں جتے دنیا منے، خدمت کریں شہ کے کنے،

جتنے میں پاس

یوسف صورت نازک نہنے، چوبھر کھڑے سارے اہیں

کم عمر

کہکشں وندے جوڑے زتن، سورج کلس کنچن برن،

لباس

زرتارکیاں ڈوریاں کرن، ٹوٹے سو جوں تارے اہیں

کی شعاع مثل ہیں

تارے وو واصل سور تھے، جھمکے اُن کے نور تھے،

سے وہ سورج سے

دیکھ سب ملا یک دور تھے، حیران بیچارے اہیں

سے

بجلیاں کے ٹکڑے کر من دھر لے دھنا کے جھند بند کر

(کن۔ کان ؟)

کو لاتٹ کھیلے سر بسر کیا شوخ مہ پارے اہیں

سو کے دیسیں یوں نین سنگ جوں کاڑ جیبا ں تھونک (؟)

خط سرمہ نظر آئیں اسطرح آنکھ کے قریب (ہوں بھوجنگ)

چنگیاں میں ڈورے لال رنگ شعلے سوں نکھارے اہیں

چنگاریاں

بُند مہندی کے ہاتاں منے، گل لال جوں پاتاں منے

بوند ہاتھوں میں پتوں میں

موتی جھڑیں ہاتاں منے، جھل تھے سمند کھارے اہیں

۸۸۰

ہاتوں میں رشک سے سمندر

توڑے کُلاٹی لاگ کے، ات روپ نت بھو بھاگ کے

قلابازی کر کے بہت

پتلی کمر کچ پاگ کے، جگ من بھولا نہارے اہیں

دل بُھلانے واری

سب مست گج گنبھیر جوں، قد راست دھرتے تیر جوں

(گج۔ہاتھی) گہرے کی طرح

آہستگی میں نیر جوں، بیگی منے بارے اہیں

پانی کی طرح تیزی میں ہوا

ہوتا انند خوشحال سب، نٹ گاتے ناٹک سال سب

بجتے طنبورے تال سب، منڈل کے دھمکارے اہیں

چینچل چتر مُدونت فنی لک لک ملک حس درستی

چنچل درشن کرنیوالے

سو قطب شہ پیو بھوگنی جگ جیو کے پیارے اہیں

(ج)

شاہی ہاتھی

(۲)

خدا کا ہست بہت ا ہور جھرتا
ہاتھی اور
دندے دشمن کے سر پر پاؤں دھرتا
دشمن پاؤں

انکس اس سیس پر قدرت نواجند
سر نیا چاند
کہ سُنڈ پھانسے میں دشمن نت سنپڑتا
سونڈ ہمیشہ گرفتار ہوتا

فلک کے دور میں ڈوکھا نتہ نیتیرے
سبنیا دنت سوں دُرجن سینچ کرتا
دشمن

اندو جھلکار سورج تا و بجلی
کبوں اس کا گگن تمتے بچھڑتا
(کبوں ؟) آسمان مانند

ترے حملے کوں ڈونگر تاب کیوں لیائے
قلعہ لائے
کہ اس گرجن تھے بادل گرج دھرتا
سینہ

ہتی سنکھ جو کوئی دُرجن جو آوے ۸۹۰
ہاتھی مقابل دشمن
سو ہیبت تھے وندے تن من ہدرتا
سے دشمن کا لرزتا

نبی صدقے چڑے قطبا سکھ آساں
سواری کر
سو کنجر قطب شہ ہت جگ سنورتا

(ج)

تقسیمِ اَوقات

(۳)

پہلی گھڑی سانتی کے مہ موتیاں سینتی نھانے پری

نہانے

دُسری گھڑی عشق چادر اوڑے ہے او استری

وہ عورت

(دوسری) (میں)

تیسری گھڑی باندھے پرم کی گلسری اپ کنٹھ میں

تیسری اپنے گلے

چوتھی گھڑی چوکاں رچے پیلاتی مُنج مدحیدری

پلاتی مجھے

پانچویں گھڑی پانچوں رنگاں اگنا دبکڑی نان سوں

چھٹی گھڑی چھاتی اُپر باساں سُرنگانی عنبری

ساتویں گھڑی ساتو سکیاں ملکر بندا و چیر منج

مجھے

اٹھویں گھڑی چھنداں سینتیں اوڑے پون کا چادری

سے

گھڑیاں گھڑیاں ناگن کے ہیں گنتا ہوا اب پہلا پہر
نہ شمار کر کے
کنولی کے کیساں ہیں جھکے باس سوں پھل کیوڑی
بالوں پھول

دُسری پہر دو پہری پھل اپ کن منے بائی سکی
دوسری پھول اپنے کان میں لگائی
اے مد منجے کیا کام آوے مدپلا وو کوثری
مجھے

تیسرا پہرا اللہ محمد ہور علی کا ہے پہر
تیسرا اور
خوشیاں کا پیالہ ناد بجتا ہے غلام قنبری

چوتھے پہر آکر ملے قطب زماں سوں پدمنی
سے
صدقے نبی قطب زماں ہے اس زماں کا انوری

عشقاں کی آتش تھے کدھیں یک تل نہ بیچوں معنیاں
سے کبھی لمحہ
کافر کے مکھ اوپر بندیا ہوں چھند سبتیں عنصری
باندھا

۹۰۰

(ق۔ ج)

راگ

(۴)

مکٹ راگاں پیاری آپ راگے راگ گاتی ہے

مُکھارے راگ گاتی مکھ لہراں سوں سُہاتی ہے

صباحی راگ گا کر منج صبا کے تخت بسلاوو

بٹھاؤ مجھے

دھناسیری گا کے وصن منج کوں سرنگ پیا لا لیا لاتی ہے

عورت خوش رنگ

مرے سنگ مل نچاتی سنکے گاتی سُکھر ابھرن

سرے راگاں جو گاتی استری توں منج کوں بھاتی ہے

اسلئے مجھ کو

الاپے گا نرا گنرا کماں بھوں کا جو ڈرائی ہے

عشق کی آگ ہیں ابرو کماں کوشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جینتا

سو سارنگ تیتی سب رنگ میں رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھل ہار پایا ہے سو ملہسارا
گلے میں پھول کا ہار ڈالا

جو گاوے رام کیرے رام کر راواں رجھاتی ہے

سبھی راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہائے تھے

نبی دولت شعر میں سرا شکر نمنے جگاتی ہے (ج)
کے مانند

راج ترانہ

(۵)

سبحان کے بھوماں سوں جیو و تمیں راجے سدا

زندہ رہو اے راجہ

جم جم جیو و پُت میت سوں آنند خوشیاں کاجے سدا

حضرت نبیؐ کا نانوں لے سب مجلس آرائی کرو

نام

حضرت کے نانوں سوں (۹) مہمانی شہ ساجے سدا

منجالہے اسمان ہور تارے جڑے اسکوں جڑت

ہے اور

اسکے کلس سورج چندر دو جگ میں بیراجے سدا

۹۱۰

بارہ اماماں نانوں سوں اسکے طناباں بانکے خُش

خوش کے نام سے

اُسکی شیریں میٹھائی تھے خسرو شکر لاجے سدا

سے شرمائے

مل فاطمہ کیے داس کوں سکیاں چپڑا او تیل تم

یاقوت موتیاں کے طبق اس آرتی چھاجے سدا

ساقی پیالا پیم کا بھر بھر پلا عیشاں کے تئیں

نٹوا ہو ناچے مشتری ہت زہر چنگ باجے سدا

ہاتھ　زُہرہ

حق کے کرم سوں جم جیو قطبا تمیں پت بیت سوں

تم

صدقے نبیؐ دولت بخت جم راج کر راجے سدا　(ج)

ترانۂ عیش

(۶)

دُکھ درد گیا عیش کے دن آئے کرو کام
رنگ لعل گلابی جو ڈِسے اس مکھ نھتے پیو جام
(ٹپکے) (سے)

جلتا سو شمے بزم طرب میں نکو لیا وو
(شمع)
ہے سُور کے اَنگے ہوے سب دیوے سو گمنام
(سورج) (مقابل) (چراغ)

عشاق کوں پیو یاد سوں ہے پینا روا ہے
اُس مکھ کے عرق باج روا نہیں منجے آشام

عطار توں مجمر میں کِتا بار گا عنبر
(تو) (کتنا) (ڈالیگا)
منج جیو کے مجمر میں سدا باس ہے فرجام
(میرے دل)

شکر فروشاں کرتے کِتا نرخ شکر کا

کتنا

نِرمول شکر کا لذتاں پایا یہ ہمن کام

پا پایا

مکھ آیت تفسیر میں الجھے علماں سب

پھنس گئے عالماں

۹۲۰

عشاق سوں الجھے ہیں ترے لٹ کے سرکِ دام

پھنسے زلف جیسے

تج حسن خزینا سو مرے دل میں کیا ٹھاول

تیرے

گنجور رکھن ہار کہیا تیں تجھے منج الّٰہ ام

کہا سے مجھے

تج بندگی تھے سب ہی بندیاں میں سو بڑا ہوں

سے

کیا بوجھے منجے جگ میں کہ مشہور مرا نام

نا بوجھیں عشق پنتھ سو کاں پاوینگے اس انت

کہاں انتہا

ہے طوق گلے قاف کہ قلّاب سو جیوں لام

---

[1] ن جوں۔

موبات سو جا داروغہ[1] سوں کیا کہینگے کوئی

ہیری

او بات کوں سب جانتے ہیں خاص میں یو عام

وہ   اور

دو دیس میں جانے کہ کریں عیش معانی[2]

دن

دکھ بھان پیوے کہ نہیں جگ کوں سرانجام

(ج۔ق)

ن[1] داروقہ۔ ن[2] قطب شہ۔

کھیل

چوگان

سائیں کھیلے نیہہ سوں چوگان خوش — پیو تھے ین کر دیے میدان خوش
سے
تجھے
ہات چوگاں سینتی جوبن گیند کر — کھیلو اپ پکیاں سوں تم سلطان خوش
اپنی

حسن سوں نیہہ کا تُرنگ چڑ کر پھراؤ — تج تھے پایا او ترنگ پرمان خوش
تجھ سے (۱)

سینہ ناریاں کا ہے میداں اُسکے حال — دو[۲] جوبن ہیں کھیلو تم چوگان خوش

ہر طرف رنگاں سینتی کھیلے ہیں پھول ۹۳۰ — کھیلو چوگاں اک ہے بُستان خوش
سے

چھند زوروں سینے جیتنو تل ہے — سو تنہا ہے تم .... خوش
جیتو لمحہ سمجتا

اب نبیؐ صدقے قطبؔ شہ شوق سوں

پیار سوں لیایا ہے اپ جہان خوش
لایا اپنا

(ج)

پھوکڑی پھو

(۲)

سکی تال دے منج ٹھٹکنی کھڑی
کہ ڈھان ڈھکنی کھل کر ہٹکنی کھڑی
کھیل

جو ڈھان ڈھکنی کیے کھل کھیلن آئی دھن
نہ سیک پھوکڑی پھو کھیل مسکنی کھڑی
کھیل کھیلنے سیکھ کر

خوی کے بنداں تھے جھے زرزی چیڑ
جیوں ابراں میں بجلی جھمکتی کھڑی
پسینہ بوندوں سے جسطرح بادلوں

سہیلیاں کے گندنے تھے چن گاس باندھے
او شہ چرکیاں سیتیں بچکنی کھڑی
گوندھنے سے سے وہ

سکی کن گنواری بوجھی اس کا تال
او چھند بند و ھکارن لٹکتی کھڑی

وہ

سینتی حقہ بھر بھر نہ بوجھیں سو عشق
جو بوجھیں ایس اپ لچکنی کھڑی
خود ہی

محمد شہ ہے اس زمانہ کا شاعر
نبی صدقے اس نیہہ ٹھمکتی کھڑی
اسکی محبت میں

(ق)

کھڑی

(۳)

ناقص الاول

عجب کھڑی ہے دو جگ میں کہ اس کھڑی کی دولت تھے
سے

اپن دل کے انداں کے کریں جگ سروراں کھڑی

اپنے
منڈپ وے عیش کی مجلس بھر اعیشاں کی کرتے ہیں

گُہر کھافاں میں ہور جوتی دُراں بیچ سمدراں کھڑی

اور بیچ
جتنے جیواں ہیں عالم کے وتے جیو واں پا سر تھے
سے جتنے اُتنے

اُمنگاں سوں کریں اپنے دلاں کے بیچ گھراں کھڑی

ملایک سب دعا کرتے صدق سوں ہات اُچا تل تل
سے ہاتھ اُٹھا کر ہمیشہ

محمد کی قطب شہ ہر براں کرتے براں کھڑی

۹۴۰

برسات اور سرما

اس عنوان کے تحت وہ نظمیں جمع کر دی گئی ہیں جنمیں برسات کی
بہاروں اس کے آغاز اور برسات کے موسم میں دربار اور محلات کی
مصروفیتوں کے مرقعے پیش کرنیکے علاوہ دوسرے موسموں کی
طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ آخری نظم موسم سرما پر ہے

روت آیا کلیاں کا ہوا راج　　ہری ڈال سر پھولاں کے تاج
رت موسم

مینھوں بُند کا لیو ہت پیالا　　روت ناریاں سا جیں اکس تھے یک ساج
مینھ کے بوند ہاتھ میں　　آپ سے

تن ٹھنڈ ت لرزت جوبن گرجت　　پیا مکھ دیکھت کنچکی کس سکے آج
ٹھنڈ سے لرزتا ہے گرجتا ہے

ناری مکھ جھمکے جیسے بجلی　　انچل باو ک میں سہے اُس لاج

کیس پھول دیسے تارے اسماں　　اِس زمانے کی پری پدمنی آئے آج
بال　نظر آتے جیسے

چوندِ ہر گرجت ہور مینھوں برست　　عشق کے چمنے چمن موراں کا ہے راج
چاروں طرف گرجتا ہے اور مینھ برستا ہے　　ہر چمن میں

حضرت مصطفےٰ کے صدقے آیا برش کالا　　۹۵۰　　قطب شہ عشق کرو دن رین راج
برشگال

(ج)

(۲)

مرگ سلطانی ستارہ جگ میں آیا پھر کر آج　　رُکھ سکل سر سبز ہو کر سر تھے کھلیے لعل تاج
سے　　درخت سب　پھر سے کھلے

لال رنگ کھیلیا ہی مکھ پر لال کے لعل بدخش　　تو سُرج اس رنگ تھی سرات جاوے لاج لاج
کھیلا چہرہ　　سُورج　سے　شرم

میرے اُتم سرو کوں مکھ توں سدا پر آب سوں | بارِ رحمان! آب کوثر سیتے دے اُس کوں رواج
کو تو سے | سے کو

تیرے مکھ پر خُسروی فرِ منوّر دِستا | توہی ترکستاں کے شاہاں دیوتے تج کوں خراج
چمکتا | تب ہی دیتے تجھے

تج کھڑگ تھے تیغ رستم پست ہی عالم منے | رستماں میں تجکوں گنتے ہیں شجاعت کا سراج
تیری تلوار سے میں | تجھے

وو کھڑگ جھلکا ر بجلی ہو کے جھمکے[1] کھن منے | کڑکڑا ابر کڑکیا ہے سب ہی دشمن کوں براج
وہ تلوار آسمان میں

بھنوں کماناں نا چڑا اپ لوچناں کے گونتہ سوں | کیونکہ تج شاہی کے دِستی تل دیس دوجے دو راج
کمان ابرو نہ چڑھا اپنی آنکھوں سے | تیری نظر بیچے نظر آئیں

آسمانی دور کا چوگاں لے چڑبے تنہ ترنگ | دور چوگاں میں جو ہلچے گیند تیوں ہلچے ہیں راج
پھنسے جوں

اے معانی[2] توں دعا تھے ہور رہیا تھا نا امید | تج دعا با مدعا ہے کر محمد سے نمنے راج
تو سے ہو چکا | (ق۔ج) تیری | کی طرح

(۳)

پلا ساقی مے ہور خوشی سیتی ناچ | ۹۶۰ ہوا سبز و خرم ہوا جیسا پاچ
اور سے

نمن شوق کا نین تھے میہہ چوے | اے باتاں نہیں جھوٹ تم دیکھو ساچ
تمہارے آنکھ سے مینھ برسے | یہ | سچی

ن[1] جھلکے ۔ ن[2] قطب شہ .

کہو دا کھ جھاڑاں کوں میرا سلام　　تمن آرزو دل ہوا شیشہ کا چ
انگور کے　　کو

خوشی شادی سیتیں ہمن بزم میں　　صراحیاں اُپر ساقی پیالاں کوں راج
سے　ہماری　　تمہاری

کھلیا مدعا پھول مو باغ میں　　نکو آدو تن سامنے مو نچاچ
کھلا　کا　میرے　　کے اوپر

جلاؤ سپند تانہ لاگے نظر　　دو تن آگ میں تم پکا و کماچ
لگے　　نہ　غیر　میرے

معانیؔ علیؔ دم تھے خوش ہی ہوا　　کہو مطرباں کوں بجا و کماچ
کے　سے　　غیر کو
سے　(ق)

(۴)

سہیلی بنے نیلی رت میں نہوا نی　　گھٹا چھائے انبر زنگار رنگ نہانی

سہے سیس انچل دھو نو جیوں گگن پر　　مرگ میں مرگنیاں کی کسوت سہانی
سر پر　جیسے آسماں　　آسمان پر

پیاری کے خوی بند مشاطا نکا ڑے　　بھواں کج سہیں یوں جیوں اسماں سمانی
　　جسطرح

عشق کے بنے بن سو پک نادگاوے　　پپیہا کے بولاں کوں پیو پیو فغانی

چمن نادسوں نال وا ارو بجاوے　　جو بن کی پکھاوج بجاوے سمانی
سے

گلالی ہیں گلاں پیالے ملھاری — نویلی نوی کونپلیاں تھے جوانی

نبی صدقے ایسے مرگ سال نت نت — علی کی دعا تھے چھتر آسمانی

(ق)

(۵)

انداں سینتے بھی آیا مرگ سال — دندیاں پامال عزیزاں ہوئے خوشحال

کنارے آسماں کے نیں شفق رنگ — دندیاں مارے گئے اچھلیا رگت لال

فلک نیں گڑگڑاتا مست ہے ہست — کہ شہ کے دوجناں کوں کرنے پامال

ان کے دفع میں کچھ نہیں مجے کام — کہ آپی سب چھپے اس سیت پاتال

کماناں قوس قزح دینے ملک کوں — دندیاں مارن کوں لا محور کے تس بھال

ظفر شہ پائے کر سب دوجناں پر — خوشی سوں گاوے زہرہ فتح بلال

نبی صدقے نکو کر غم توں قطبا

علی ہور آل دایم تیرے رکھوال

(ر ۶) اور

(۶)

مِرگ سال آئیا پھر تھے مرگ نینی سنگاراں کر

آیا پھر سے اے آہو چشم

جڑت مانک بہوٹیاں لعل موتیاں لیک ڈھالاں کر

بدل جورے ہیں کیوں رے پھنکڑ باں جھمکاو بجلیاں جیو

بادل

چھپیا کھو نیے ہیں پھل تارے بدل کے اندھکاراں کر

پھول بادل اندھیرا

رسیلے کنٹھ سوں آلاپ اب کویل کے کہکارے

گلے سے کوکو

پپیہے ناد سوں مد پیو نت کد نا خماراں کر

کی آواز سے شراب پی ہمیشہ کبھی نہ

ہریا شیشا، ہریا پیالہ، ہریا کسوت، ہریا جوبن

ہرا ہرا ہرا ہرا

ہریا جوانی ہریالی ہیں ندیاں مونیاں کے ہاراں کر

ہرا

پنچھل مکھ نیر پوراں ہیں، مچھیاں لوچن ترا چنچل

مچھلیاں آنکھوں کی

جوبن گج گرجنے اوپر لٹاں بادل کے بھاراں کر

ہاتھی زلفیں

ہوا اپنا دکھا کر جو نپ سوں کر سا زملہارا

رجھالے شاہ کوں پیاری بجا کر جیو کے تاراں کر

محمد قطب شہ کے کنٹھ لگ رَین دِن لگے جھڑ جیوں

گلے رات جھڑی جیسے طرح

دو جیں ات بھوگ گرمی تھے پسینے کی بنداں کر (ق)

سے پسینہ کے بوند

(۷)

سہیلیاں مرگ سال آیا ہوا سوں — گر جتا اس کا سہنلے ہے ادا سوں

سے زیب دیتا سے

مشک ہور زعفراں عنبر کلا کر — سکیاں تن کوں لگا وو بہو صفا سوں

اور ملا کر بہت سے

چوا چندن اگر پر مل سہاوے — سجن مجلس میں ہی رنگ لے بہا سوں ۹۹۰

(اگر) کی سے

طبق پھل پان کی پیاریاں بھراویں — ستواریں چولی اپ تن پر صفا سوں

پھول (پان) اپنے سے

پیا اپ من کی پیاری سوں ہی یک جیت — پلاوے نیہہ کا پیالا وفا سوں

اپنے دل سے یکدل محبت

گوا و راگ برسانت اس ہوائیں — سکیاں پیو کوں منالیا وو میا سوں

گا برسات لاو محبت سے

نبیؐ صدقے مرگ آیا انداں — کرو قطب نماں اپنے پیاسوں
عیش — کے ساتھ (ج)

(۸)

مرگ آئیا مرگنیاں اب مرگ کوں مناؤ
آیا ہے
مرگ ایسے پیالے میانے لعل تھے بھر پلاؤ
میں — ہونٹ سے

جھاڑاں کوں پھول ہور پھل سہتے ہیں جیوں جوا ہر
اور — مثل
صدراں زمروی رنگ ہر اک محل بچھاؤ
میں

دستیاں جھڑاں میہوں کیاں موتیاں لڑاں کے نمنے
نظر آتی ہیں جھڑیاں بارش کی — موتیوں کی لڑیوں کی طرح
اس موتیاں کا سہرا گند کر منجے بندھاؤ
گوندھ کر — مجھے — باندھو

رنگ بر بہوٹی کسوت کریاں ہیں پانڑاں سب
آن کاس کے کنارے بجلیاں کا رت جگاؤ
آکاس — رتجگا کردو

بر دنگ نمنے بادل بر دنگ ہو دکھایا
کے مانند
شہنائی دارو ان کا دو جگ کوں سناؤ

برسانت کے پھلاں کا بھید پیا ہے پاس روں روں

پھولاں	اتر گیا		۱۰۰۰

دُھپ کالے پھول باساں اب من تھے گنواؤ

سے
دھوپ کالے کے پھولوں کی خوشبو

اے قطب شہ محمد خبراں خوشی کی آیاں

آئی ہیں

تم فتح میتر بانی اٹ مرگ ہیں گناؤ		(ق)

(۹)

گرجنا دیکھ مرگ چوندھر تھے فوجاں کملیاں بالیاں

چاروں طرف سے فوجوں کیطرح جمع ہو کرملیں دوشیزہ لڑکیاں

مکلل ہو لگیاں جھمکانے بھی جیوں بجلیاں بالیاں

لگیں		مثل بجلیوں کے

بکھایاں پھوی سوں چولے سب ..... کے بسن ہنڈولے سب

بیٹھ

لگیاں کھانے کوں جھولے سب نو بلیاں اچپلیاں بالیاں

نئی	شوخ

متیاں ہو مد کے پیالیاں سوں نین غمزیاں کے چالیاں سوں

مست	شراب	پیالوں سے آنکھیں غمزوں کے چالوں سے

جوانی کے اُلالیاں سوں کریں مل مل رلیاں بالیاں

ترنگوں سے	کرتی ہیں مل مل کر عیش

کھسا جوبن کسن میں تھے، مدن اُبلا کہ تن میں تھے
چولی سے یا کہ شراب سے

گھلا نتیاں ہیں نین میں تھے، چھبلیاں پوتلیاں بالیاں
سے پتلیاں

پہن ابھرن جگ مگیں چھن چھن، گلے شہ کے لگیں چھن چھن
پہن کر چمک دکھلائیں ہر لمحہ

چلن میں ڈگمگیں چھن چھن، ہویاں بھی باولیاں بالیاں
رفتار ہوئی ہیں بیحد دیوانی

یکس تھے ایک ہیں جوتی، دکھیت بھولیں جگت کوتی
ایک سے زیادہ چمک والی دیکھکر

خجل ہوئیں ڈھال کے موتی ڈھلیں جب چلبلیاں بالیاں

نبیؐ صدقے قطب ساتاں رہیں مل دیس ہور راتاں
ساتھ دن اور رات

لوین سکھ اپنے من بھاتاں چھنداں سوں نرملیاں بالیاں (ج)
سے پاک صاف

(۱۰)

گرجا ہے میگھ یبر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھر سے

پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
خوشبو

اے خوش خبر صبا توں لے جا جواں قداں کن
(کے پاس)

۱۰۱۰

چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں

وہ نونہال پھولاں ہے جام خوے سو باوہ
(پسینہ)

نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں

(اپنے)

مکھ نور پر دسے یوں مج خط عنبری او
(نظر آئے) (مجھے) (وہ)

جیوں سور اُپر ہے بادل ریحان سوں گلستاں
(جس طرح) (سورج پر)

جاہل سو دیں گنواں کر، ہم دین پر سو ہنستا

اپ دیں خبر نہ بوجے کرنا لوگاں سوں دستاں

(اپنے)
(کی)

دستور عشق کے تھے باہر توں پگ نراکھیں

(سے) (قدم نہ رکھے)

ڈر ہے اگر رکھیگا تجھ دور نخار رستاں

بے ہوش میرے دل کوں میٹھے ادھر جلائے
(ہونٹ)

گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں

(وہ)

مجھ عشق کے گداکوں اورنگ شاہی دیتا

سب عاشقاں مجھ انگھے ہیں طفل جیوں دبستاں

میرے سامنے

روزی ہوا معانی سنجہ عیش کا پیالا

تجھے

(ق) بھر بیٹے ہیں ہر طرف تو جم شوق کے خمستاں

سب ہی

(۱۱)

گر جیا مِرگ خوشیاں سوں سنگارو آؤ سکیاں

سے آرائش کرو

پڑتا ہے میگھ پھوی پھوی چولی بھگاؤ سکیاں

قطرہ قطرہ

عطار باؤ پن میں پھولاں کے کھول طبلے

مہکار اُچا ئیا ہے بھر من میں دھاؤ سکیاں

اٹھایا

جوں لال پھول ڈالیاں پرتیوں ڈنڈاں پہ اپنے

۱۰۲۰- بازوبنداں کے سر تھے پھندنے پھلاؤ سکیاں

پھرسے

اسمان ہور زمیں سب یک رنگ ہو سُہاتا

اور

ہے آج عیش کا دن ملہار گاؤ سکیاں

کر کسوت احمری سب سر پا تو لک مکلل

سر سے پا تک

سورج شفق میں جیوں تیوں ہر یک دپاؤ سکیاں

چمکو

یاقوت او حر پیالیاں بھر کے مے محبت

ہونٹ

شاہِ نول محمد تیں بھی پلاؤ سکیاں

کو چھڑ

نٹوباں کوں نین پتلیاں کی مد پلا منی کر

نئے

مست

شہ کے مندر انگن میں نٹ سوں نچاؤ سکیاں (ج)

مکان کے

(۱۲)

مرگ چھینے کوں ملالے ملکاں مل گگناں میں

ملائک

سمد مونیاں کے جو برسائے سو بھرے انگناں میں

سمندر

دھرت بتد چیر جو اھر چولی رنگ پاچ کر انگ پر

پر بہوٹیاں لعلاں سوں انترے ہیں ہمناں میں

کی کے ساتھ

کوکے چوندھر تھے میوراں ہر بن چو طرفاں دیکھ

چاروں طرف سے موراں

نیکھی رنگا رنگی نغمیں کر بن مست ہو چمناں میں

نغمے

ہرے صحرا میں نہوے لالی گلالاں نہوے بن میں

شبنمی نتیل سوں شمعاں جیوں زمرد لگناں میں

موہنیاں تا ترے طراوت سوں سر نگ انگ رنگ نا کی اُبری

خوش رنگ جسم

بجھونے بتد چھند سوں لٹکتیاں جھ بناں لے جو بناں میں

امرت اوصاف تجل سات ہے ظلمات سوں بھٹن

۱۰۳-

یا تجل وو بدلاں سیام ہے جو بن کے کھناں میں

ده (سیاہ بادل)

دیکھ عجب چھند وو نین مج ہے حیراں ہو کہے پیو

جو اہے کیوں لگناں اَبر سوں کنچک کسناں میں

کرتے نظارے ہوا کیے بیاں مے مست سہیلیاں

پی ہے

سہاگ ملہار بھو نر گائے سو تن تن سمناں میں

یا رنگس

ہوے مشکیں بھوراں وو جو وطن کر رہیں پھل ہیں

وہ　　پھول

نرمل آچھے ہیں تلاں وو سمناں سے ذوقناں ہیں

اُن

سر تھے پگ لگ جو مکلل ہوز رینے منے سکیاں

سر سے پاؤں تک　　میں

من ہرن پچ لیدایاں گھنگرو ہور پینجناں میں

اور

خوش نبی ہور علیؑ کے صدقے غزل مرگ کی کہیا

اور

سو قطب نور سوں جم ترے کہ جوں سورج کرناں میں　　(ج)

(۱۳)

سالاں بسال مرگاں آنند سوں کھچاؤ

جو بن طبل خوشیاں سوں نت نت تمیں بجاؤ

سے ہمیشہ تم

نج تن کے جلوے مبانے جلوکے راگ سُہنتے

میں

رجنی کے ہت پیالا مے سب کے تیں لجاؤ

کو ہاتھ

چُنری جو چُن کے باندھے او چیرا اس کوں سُہتا

وہ

بتیس۳۲ برن سازوں اپ تن اُپر سجاؤ

اپ کھونپ میں گُندے ہے کیوڑے کے پھول چھبسوں

اپنے بالوں گوندھے

چھندسوں پیالا ہتیلی ناریاں کے تیں لجاؤ

سے

صدقے نبیؐ کے عیداں جلوا تمن سُہاوے

زیب دے

تم کو

(ق) ۱۰۴۰ قطبِ زماں کے تائیں تحفہ تمیں لجاؤ

لئے تم لے جاؤ

(۱۴)

مرگ رحمت کا گرج انبر پہ عنبر رنگ ا بھالاں کے

ملا برسیا حیات ہور خضر جوں ون جالنے جھالاں کے

اور

مہے پر برسیں جوں باراں اپی سم مبگ کے دھاراں

ملک لے ہت ہو نیزداراں چلے نیلویں ڈھالاں کے
ہاتھ
سُرج شہ پیٹ سوں ٹھمکیں سہیلیاں چاند جوں جھمکیں

سوکھن درپن میں پر جھمکیں نہ جل عکساں روماں لاں کے

...... ناقص الآخر .... (صفحات غائب ہیں) ....

(ج)

مولودِ نبیؐ اور بارش

(۱۵)

نبیؐ مولود میں آیا مرگ سال
دنیا میں سو حظ پایا مرگ سال

ہنیں ہے

بادل کے منڈپاں چو دھر اُچا کر
مندل بجلیاں کے گرجایا مرگ سال

بادل — چاروں طرف اٹھا کر

زمیں تازی ہو ہنستی ہے خوشیاں سوں
عجائب کچ ہو چھایا مرگ سال

سے

فرش ہری پہ موتیاں کے بچھانے
اپنے فراش ہو دسایا مرگ سال

خود

جہاں میں خلق کوں یک دھیر تھے
کرو کر عیش فرمایا مرگ سال

سے

انت آچھے میگ کا گلاب لیا کر
سینے پر جگ کے چھنکایا مرگ سال

سینہ — چھڑکایا

قطب مولود کرنا دیکھ امنگ سوں

سے

نبیؐ سہیلا اپنے گایا مرگ سال

۱۰۵۰

تھنڈ کالا

(۱۶)

ہوا آئی ہے لے کے بھی تھنڈ کالا
پیا بن ستیا تا مدن بالے بالا
(ستاتا)

رہن نا سکے من پیا باج دیکھے
(رہ نہ سکے دل پھر کو بغیر)
ہووے تن کوں سکھ جب ملے پیو بالا

اسیتل ہوا منج گمے تا پیا بن
(مجھے گزرے)
مگر پیو کنٹھ لا کرے منج نہالا
(گلے لگا مجھے نہال)

سجن مکھ شمع باج اوجالا نہ بھاوے
(کی شمع کے بغیر)
بھلایا ہے منج جیو کوں اوجالا
(میرے دل کو وہ)

جو رات آوے چندنی کی منجکوں ستاوے
(چاندنی مجھے)
کہ چندنا منجے نیں نین سوز لالا
(میرے لئے چاندنی نہیں بلکہ چشم سوز لال)

مرے من کا بھاتا ہے لالن سوں ملنا
(خواہش سے)
منجے بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا
(مجھے کے ہاتھ)

نبی صدقے قطبا انداں سوں ملکر
اپس سائیں سوں پیوے جم مدپیالا (ج)

محلاتِ شاہی

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے ۔۔۔ تو اُس میں جنت کے نگاراں نگارے
کو محمد قلی قطب شاہ ۔۔۔ معشوق

بلندی محل کا ہے اسمان جیسا ۔۔۔ سورج چاند تارے سو اُس تھے سنگارے
سے زینت پائے

نہ اِس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں ۱۰۶۰ ۔۔۔ مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے ٹھارے
شاید زمین لاکر رکھے

جوں آٹو بہشت نمنے آٹو تجھے اُس ۔۔۔ خضر چشمے بہتے ہیں تس میں سدا رے
جس طرح آٹھوں کی طرح آٹھوں ۔۔۔ (رکھے) جس

جگت کوں جیاتاں بخشنے کے تائیں ۔۔۔ جوں عیسیٰ کے دم تس میں بہتے ہیں بارے
لئے ۔۔۔ مثل اکے اس

سُورج چاند پیالیاں منے امرت بھرو ۔۔۔ بدخشی لعل سم کئے رُخسارے
سے سورج میں آبحیات ۔۔۔ کے مقابل

اُن مکھ میں لب عقیقِ یمن جوں ۔۔۔ سو مکھڑا سہیل ہو کے تابش سٹ بارے
اُن کے چہرے کی طرح ۔۔۔ ڈالا

پون تھکے ہیں نازک سو پانی تھے پتا پیا ۔۔۔ مگر اچھریاں پانزاں سورسا رے
ہوا سے سے ۔۔۔ جنت کی حوریں سورج

فلک تھے جو زہرہ زمیں پر سو آکر　　نچا کر بجایا چنگاں کے دھکارے

سے　　چنگوں

دکھا دیں ارت ہت نین سوں تو کر یے　　فلک کھول کھڑکیاں ملک لک نظارے

دکھائیں　ہاتھ　　کر　کی

رنگ آسمانی چنڑیاں جھبیلیاں سو بند کر　　سورج مکھ کرن جھلکے تن کے کنارے

ان

بھواں آسمانی کماں مس غلول اُس　　دو تن کیے جیواں کے سو ہدفاں اتارے

نبی صدقے بارا اماماں کرم تھے　۱۰۷۰　کرو عیش جم بارہ پیاریاں سوں پیارے

سے　کے　　کے ساتھ

خدا کی رضا ہو محمد نظر تھے

سے　کی　اور

علی پیار سوں قطب کو نت پیارے　　(ج)

سے

سجن محل

(۲)

ساجنی سجن محل میں ساج کر چھنداں سو آئی

جان جانی ہو کے جاں کا پیالا سو منجکوں پلائی

مجھے

سر میں چڑیا ہے اثر سر تھے کئے ہیں مجہ خبر سُد

چڑھا پھر سے مجھے

نین خماراں کا بھٹی ناز سوں سر تھے چڑائی

سے پھر سے چڑھائی

کیس پیا نے پھول نا تے چاند سورج گُند ہے

بال میں

پھول کیساں تھے دوجا اسمان سچلا منج دکھائی

بال سے دوسرا سچا مجھے

بھنواں پیا نے روس ہا کر کہتی پیالا پیو منج کوں سا

بھویں میں گرہ ڈال کر مجھ

نین ادھر کے نقل سیتی منج کھلائی ہے ملائی

سے مجھے

گال گُلالی اوپر طُرّا پھولاں کا گُند دھری ہے

گونڈکر

گال پر کان نازک ہے اُن کا ہوا ہوں ہیں کھلائی

نورتن ہاراں کے پھانسے کر گلے میں بائی ہی اپ

ڈالی اپنے

سو ہزاراں بجلیاں انچل چمک میں پہنچیا لی

قطب شہ توں اس سکی کا کیوں بیان کرنے سکے گا

تو

نبیؐ صدقے گرد گر ہو سب سکیاں کوں مل نچائی (ق)

اعلیٰ محل

(۳)

اعلا محل اعلا دسے اعلا خوشیاں مُہتر گھڑی

نظر آئے

اعلا سکی اعلا دسے جوبن کھڑی دوداں بھری

نظر آئے

انگ جوت کے چند نور پر کنچک دسے بادل نمن

جسم کی جھلک چاند نظر آئے کی طرح

تارے تگٹ پھولاں سُہیں باندی ہے ساری زرزری ۱۰۸۰

زیب دیں باندھی

جب سیس پر ڈھالے پلو چند نا چھتر تانی سکی

سر

اے ساز کرشمہ سوں ملی تب یوں دسے جیوں شہ پری

سے ایسی نظر آئے جیسے

تج بل کڑی کے لعل ہیں سب مملکت کا مول ہے

تیرے

تیری ہنسی کے بھید تھے چھپیا ہے سحرِ سامری

سے

تج مکھ کی لالی تھے دیپے سورج کی لالی بھاگ سوں
سے چمکے

تاریخ بہو دیکھیا نہ کس تاریخ ایسی استری
بہت دیکھا عورت

مانک ادھر کے چشمے تھے شربت بنجتا جیو کا
ہونٹ سے پیدا ہوتا زندگی

اس نیر میں پیاسے اچھیں یا شہ اچھو یا لشکری
پانی کے میں ہو

صدقے نبی اعلیٰ محل میں قطب شہ جم جم اچھو
ہمیشہ رہیں

جب لگ اچھیں اسمان پر چند سور زہرہ مشتری
رہیں چاند، سورج

(ق)

حیدر محل

(۴)

حیدر محل میں دایم حیدر کا جلوہ گاؤ
عرش آسماں دھرت پر نصرت طبل بجاؤ

لیا سیم ساف ساقی منج بزم میں صراحی
پیالے کی جوت میانے سائیں صورت دکھاؤ

سورج طبق سے گالاں میں مے نقل دھرو تم
پیاری پرت کے ہاراں پیاری کے گل میں باؤ

نہ کے نہالاں میانے کنچُگ کے بادکہ دیو
زہرہ و مشتری سوں پاتر نبھا نچاؤ

مہتر گھڑیاں سوں ہاویں سینے اوپر کچویں

شہا دیں

۲۰۹۰

نا بات دو دیتی اَمرت گھڑیاں بَھراؤ

پدمنیاں چیتیاں مل شہ روپ پر پُھلیاں ہیں

ان ہات قول بیسرا دیکر سکیاں اُچاؤ

صدقے نبیؐ قطبؔ شہ جلوے کے تخت بیٹھے

حوراں پریاں سہیلیاں مل آرتی دکھاؤ

(ق)

محل کوہِ طور

(۵)

کُہہ طور پر سدا ہے سُبحان کا اُجالا
تو خلق سُرمہ کرتی رحمان کا اُجالا

اس طور کا سو ٹھارا مانند ہشت بہشت ہے
اس نور تل چھپیا ہے اسمان کا اُجالا

مقام — کے تلے چھپا

اس محل کوں سو دیکھت بھک بیاس سب کا جاوے
جا تو جھلکتا واں شہ مرداں کا اُجالا

دیکھ کر بھوک

بارا برج پر ہے بارا امام دشٹی
تو اُس اُپر جھلکتا ایمان کا اُجالا

بارہ کی نظر — پر

ہر اک کنگورا اُس کا جام جہاں نما ہے
ہے ہر منار پر شہ کنعان کا اُجالا

یا قطب سات کھم کا یا تخت ہے سُلیماں
جو جگ پہ ہے رواں اُس فرمان کا اُجالا

(کھمن یہ آسماں)

انگن ہے اس محل کا جوں آرسی سکندر
دستا ہے تس پہ توراں ایران کا اُجالا

صحن مثل آئینہ — نظر آتا ہے

چند سور اُو بچار بنیاں ہوویں دیکھت
اس محل کے نورانی میدان کا اُجالا ۲۱۰۰

چاند سورج وہ دیکھ کر

ساتو سو ملک میانے مانند نہیں ہے اُس کا　　اُس آگے تار نمنے ہے بھان کا اُجالا

ساتوں　میں　　　آگے　مانند　سورج

قدرت تھے سور چند سوں بنیاد اس محل کا　　سب کھان پر جھلکتا اُس کھان کا اُجالا

سے سورج چاند سے

اس محل کے کنگورے لاگے ہیں عرش پگ کوں　　جگ قبلہ ہو کے دستا اس ٹھان کا اُجالا

لگے　کے قدم کو　　　نظر آتا　جگہ

ساتو سو خسروان کی بیٹیاں دیا خدا منج　　جم جھلکے تس میں بیٹیاں جانان کا اُجالا؟

ساتوں　مجھے

ہر شہ نشیں میں ہر دن ہر برج پر حکم سوں　　ہر شہ پری سوں مجلس جاں خان کا اُجالا

قطبا نبیؐ کے صدقے آنند کر اس محل میں

بستا ہے اس میں شبیر یزدان کا اُجالا

(ج)

---

(۶)

شکّھن سعد ساعت سوں سُرج چند اختراں خوشیاں
سے سورج چاند
قطب مندر یں کیتے دل دیکھ امرت مہتراں خوشیاں
کرتے

ملایک نور درسن کے، محلاں باند درپن کے
دیکھت ناں فرش رتّن کے کیئے نو ابراں خوشیاں
(آسمان)

سکیاں چند سار راتاں میں پیالے مدبی باتاں میں
چاند کی طرح شراب کے
کریں صریاں سوں ہاتاں میں پیالے گوہراں خوشیاں
صراحیاں سے ہاتھوں

نین جھلکار جاکھن پڑ دیکھت ہنستے سرگ بن پڑ
باغ جنت
سوتن کے نور تن تن پر کریں جوہراں خوشیاں ۲۱۱۰

خوشیاں عیشاں انداں سب، نہر گنیاں سن پہ چھنداں سب

رہیا ہو پستہ خنداں سب، بھر انرجگ گھراں خوشیاں

نکل کھن تھے گہر تل تل، محل یاقوت مرجاں ل

آسمان سے

کریں کھن سات ہو یکدل، دراں سوں سمدراں خوشیاں

آسمان موتیوں سے سمندر

سہیلیاں جب بچن بولیں، نجھل نرمل رتن رولیں

پنکھی جیواں کے مرغولیں، دیکھت کھولیں پراں خوشیاں

دلوں دیکھ کر

سکیاں چن بندکل بینیاں، بجا بنیاں امرتیاں مینیاں

بین بجاتی ہیں

امنگ سوں باج ارت بینیاں، سہج ہوبے جنتراں خوشیاں

سے سورج

نبی صدقے قطب جک کی غزل صد ہور دو دس کی

اور دن

کھیاوے گرہ کن اس کی، تو سن ہوئیں کن سراں خوشیاں

کہاوے کر کان میں

(ج)

۱

نھنی

نھنی سر تھے اپ کو سنواری عجائب — مشاطہ پری ہونگاری عجائب

بھرسے خود عجب طرح

نویلی کہ قدسم سرو کد نہووے — کہ نو کھنڈ منے پیاری عجائب

کے کے برابر کبھی — آسمان میں

مدن پھول کی رنگ ساڑی بندی ہے — سُہے اُس کی موتیاں کناری عجائب

کے باندھی — زیب دیتے ہیں موتیوں کی

تمن یاد کی مستی مُنج کوں چڑی ہے — نین من میں کھلتی خماری عجائب

تمہاری مجھ کو چڑھی — (چشم دل)

نبیؐ صدقے قطبا ریجھانے کے تائیں ۲۱۲۰ — بجاتا ہے تانا دو تاری عجائب

لئے — (ج)

(۲)

پرم موتی چوایا ہوں سکیاں گند و خوشیاں سیتیں

کے ٹپکایا گوندھو

کہ مکھ روپاں کے جھلکارے جھمکتے ہیں نوراں سیتیں

سے

عشق کا داؤ منج سوں کھیلتی ہے او دکھنی پیاری

مجھ سے　　وہ

چندا مکھ پر توں ے چنداں دکھاتی ہے نواں سیتیں

نئے

کہوں تج بھیس کے باساں کہ یا تج بھید کی کہنی

تیرے　کہانی

کہ تج باساں کے مہکاسے مہکتے عشق جاں سیتیں

تیری خوشبو

مہکتا باس تج تن یوں کہ مہکے سانت کا مہ جیوں

تیرے

پرم کی بات کرتا ہوں پرم کے عاشقاں سیتیں

ترے نیناں کی جھمکن ہیں سہاوے بھید کاجل کا

لگے ناچاک دو تن کا نین کے منتراں سیتیں

محمد بال پن تھے ہے محمدؐ کے غلاماں میں

محمد قلی　بچپن　سے

تو جیتا داؤ میں پنتھاں سوں سارے سنیاں سیتیں

(ق)

(۳)

ہنستی ہے کھلتی ڈلتی پیا لا پلاتی منج کوں
میری مستی تیری مستی جو کھن سہاتی منج کوں

نوی ہنسی نوے غمزے پیاری نوے دکھاتی
جلوے کے راگ گا کر پھر پھر پلاتی منج کوں

ہنس ہنس کے مکھ سوں مکھڑے کے پھل بچھاتی
عشقوں پیالا نازوں بیو کر ڈلاتی منج کوں

بولے جو بول مسکاتی بولنے میں
یک یک پیالا دے کر نس دن گماتی منج کوں

۲۱۳۰

چکا چکا کہ انچل لیتی ہے مور چھب سوں
زلفاں کے ہینگ میانے نہہ سوں پنگاتی منج کوں

میں

مستی ہوتی نھنی اپ تن اُپر چڑائی

اپنے

اے بوتی میں رُپے کا چند ادکھاتی منج کوں

یہ روپیہ چاند

خاقانی و نظامی کا قطب شہ ہے شاگرد

(ق) شہنامے کی کہانیاں سرتھے سناتی منج کوں

پھر سے

(۴)

نازک نھنی بالی محبت میں سو نا جانے ہنوز

لوچن کجل جھمکیں ولے بارے نہ پہچانے ہنوز

کاجل

نہہ پر سو من دھرتے نہیں شیشے سر ابھرتے نہیں

میں شراب

پیالی میں مد کرتے نہیں مج عرض نا مانے ہنوز

امید مج تیرا اہے تج قول کوں سیرا اہے

معشوق توں میرا اہے جانے نہ دل لانے ہنوز

نھن پن کے کھیل مولاں نہیں، امرت ادھر تولاں نہیں

مکھ صاف تیں بولاں نہیں، اپ نرخ نا جانے ہنوز

قطب زماں کوں جان توں، نہہ کے بچن میں آن توں
اپنا

(ق) دے عشق کیرے دان توں، کینا اپس تانے ہنوز
کرتا

(۵)

دوڑ کر لاج سوں انچل وو نھنی لٹکی چمن

اُس نھنی ڈال اوپر کیوں لگیا ہے سیو یوں

سو کا سوں کریں جو غصّہ و ناز کی بات

۲۱۴۰
جب ہونٹاں تھے جھڑے پھوٹی جیو منگے اسکوں مگن

نیہہ نہالاں میں لگیا یک جھاڑ کوں خوش پھل رتن

باغ کا ہے او سرو مانی خدا رکھ اُس جتن

او بہشتی باس سوں کھیلئے ہیں پھل سب جگ منے
اس
اس کی باساں کن نپاسے سب خطا ہور سب ختن
کوئی نہ پاسکے

جب کتاں کے بھید گن لالسے ہی نٹ نٹ کا رسوں
او ہنکاراں نا اُسن کر گرگڑ بڑا نتے سب پتن

وہ
عشق کے طبلاں بجے دایم بہشتی عدن ہیں
بھید او لے کر دکھاتے ہیں ارت اپنے نین

تیرے مکھ تھے پائے ہیں سب خوبرویاں روشنی
سے
جوہراں کیا کم تجھے دستے ہیں تج مکھ پر لچھن

چندنی میں جب جھند سوں لٹکے تو چندا جا چھپے
چاند
آرتی ہونے تج اوپر آتے ہیں تارے گگن

میں نجانوں کیسے نوراں تھے ہوئی تو آفریں
سب پنکھی چھوڑے ہیں تیرے جوت تھے اپنا وطن
سے

منج اوپر کاہے چڑاتی ہیں بھنواں کا تم کماں
غمزے کے ناوک سوں دیو اپنے ہوٹاں کا چومن

اے معانی ختم کر ہے تیرا گوہر بہو بہا
(ق) مصطفےٰ و مرتضےٰ منج کوں کمر باندے کسن

سانولی [۲]

مری سانولی من کی پیاری دیسے ۔ ۲۱۵ کہ رنگ روپ میں کونلی تاری دیسے

دل نظر آئے

سہے سب سہیلیاں میں بالی عجب
سرو قد ناری اوتاری دیسے

سکیاں میں ڈولے نیہہ بازی سوں جب
او مکھ جوت تھے چند کی خواری دیسے

اُس کے سے چاند

توں سب میں اُتم ناری تج سم نہیں
کویل تیری بولاں تھے ہاری دیسے

تیرے مقابل سے

تیری چال نیکی سبھی من کوں بھائے
سکیاں منے توں جوں پھُل بھاری دیسے

پھول

بہوت رنگ سوں آپ رنگیاں سکیاں
ولے کاں ترے رنگ کی ناری دیسے

کہاں

نبی صدقے قطبا پیاری سدا
سہیلیاں میں زیبا تماری دیسے

تمہاری

(۲)

پیا سانولا من ہمارا بھلایا ، نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

دل

________ تو اپ حسن سورج سوں جگ کوں دپایا

اپنے کے سے

________ کہ تاریاں میں اُس جوت سیتی سُہایا

چمک سے

رنگیلی دھڑی اُس اُپریوں سہاوے ۲۱۶۰ کہ اپ رنگ سوں جگ رنگیلیاں رجھایا

اسکے ہونٹ کی اس طرح اپنے سے

چنچل سینتی رلیاں کیا آج سب نس انند مطرباں سوں خوشی سوں گنوایا

کے ساتھ رات

ہنسے اُس کنول مکھ تھے جھڑتے ہیں موتی تو اُس شاب موتی سوں جگ جگمگایا

سے

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل مدسجن جب پیٔے اپ خوشیاں سوں تو گل بانہ پایا

(ج) گلے میں ہاتھ ڈالا

(۳)

پھنی سانولی پر کیا ہوں نظر خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر

نین چلبلائی سوں کرتی ہے ناز ہمن وس روں بھید پاہی اس کا اثر

ہنسا جب کرے نازو چنچل سیتیں — دسن جوت منج کوں دسیں جوں قمر

(وہ سے — دانت کی چمک نظر آئیں)

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں — اُڑے کھونپے کا تج اُپر تب چنور

(تیرے)

سو دھن کسوتاں کر جو آئی انگن — اجالا وو کسوت تھے پایا انبر

(اُس سے آسمان)

موتی رنگ کا نمتینی پینے توں — دیسے منج نظر تل ہشتی سندر

(نیلینی پہنے — نظر آئے میری)

معانی نزاکت ترا سب بوجھیا

۲۱۷۰ توں اُس کوں کھٹے کا چکا دو شکر (ق)

۳
کنولی

لے کھڑی کنولی پیاری اپنے ہت میانے پیالا
ہاتھ میں

لے بچکتی ہے جھلکنی میں پَوَن جیوں ہرن والا
ہوا

عشق باساں کے سو پھانسے باک کھینچے آپ دھن
آپ پ

کیس میانے پھُل جڑی چوٹی منے دونا و بالا
بال میں میں

کونلی مکھ پر پھول چڑائی ہے یوں نوراں سیتی
سے

عشق کے فر لکھے ہیں پوچھو تم اُس ناداں کالا

عشق بتاں تھے لگے ہے میرے نین میانے قماری
سے میں

نین لذت منج چکھا کر میرے تن میں کرو اجالا
آنکھ مجھے

کھنچتی کھنچاتی کھڑی ہے پیاری اپنی کھچ ستیں
سے
اچپل اوچھل تھے نچاتی ہے نین پتلیاں کا چالا
سے آنکھ
نورتن روشن ہوئے ہیں اُس کے انگ کے رنگ ستی
سے جسم
چاند سورج کے حمایل بائے ہیں گلے کنٹھ مالا
ڈالے
ہے محمد قطب شہ بندہ علی کا کمتریں
(ق) تو ازل تھے اوڑتے ہیں منج سر پہ اسمانی رومالا
سے

(۲)

تج قد دیکھ سرواں ہاکے گئے ہیں بن میں
تیرا (کر)
تج قد سہاوتا ہے جنت کرے چمن میں
تیرا
پلکاں نمد تلکے کر راکھیا ہوں ہیں نکتے تیں
رکھا
جو پوتلی وہندی ٹک آئے منج نین میں
پتلی وہ میری آنکھ

دو لب ترے رنگیلے یاقوت کوں دیے رنگ

۲۱۸۰

لے بھبک رنگ عقیقاں رنگیں ہوے یمن میں

خلوت میں گمنتے شہ جب ڈُبتا ہے چاند گھن پر

گذارتے ڈوبتا آسمان

چھپ جائے سورنں میں نکلے جو شہ انگن میں

سورج رات صحن

باریک تج کمر دیکھ باریک ہوا ہوں جوں بال

تیری (ذکر)

ویسا نہیں ہے کوئی تار ایک پیرہن میں

کالیاں گوریاں سکیاں کوں جگ میں تجھیاں سو بسریا

تجھیں بھول گیا

کھونلی سکی کوں دیکھت میں سُد بھولیا گھن میں

کونلی دیکھ کر سُدہ بھول گیا

(ج)

(۳)

اُتم پیاری نظر بازی منج تج سوں کھڑی ہے

مجھے تیرے ساتھ

نظر بازی کوں مج سوں نظر رکھ جب کھڑی ہے

میرے ساتھ

کندن رنگ پُتلی کونلی ہور سروپ سویوں نویلی

سُلکھن سندری آلی لچھن دیداں پری ہے
(اور)

گلالی نین ہیں تیری سمد پور موج مارے

سُرج سے گال پر دنت نو رتن مانک جڑی ہے
(سمندر پورا) (سورج) (دانت)

بہو رنگ رنگ بالے بال ہے تج میں چنچل انہہ

سُہے تج راج ناریاں کا کہ توں کونت پری ہے
(بہت)

کرنگ نینی ہیلی توں میرے جیو کی پیاری

محمد قطب شہ سلطان سوں مل ہل ہت چڑی ہے
(ہاتھ لگی)

(ج)

(۴)

تازگی تھے تازہ چنچل آئی میرے برمنے
بیل کوں لے سبز آنچل پھول جیقہ پر منے

کونلی پیاری ہیلی باڑی ڈاو ساری اوسولا
نین تاری رنگ دھاری مدخماری سر منے

نیہہ دھن کا نار ٹھن کا پاوں جھنکا یوں سہے
آس من کا عیش تن کا ذوق کن کا ہر منے

دوتی گاری دُکھ تے کاری ہوک گھاتی کرتی ہے
لاک چاڑی لوج باڑی مج کوں آڑی در منے

اے معانی تیری بانی سب ہیں سیانی نا رہے
بھید جانی نہ بجھانی تخت رانی گھر منے
(ہوکر؟) (بجھ)

۲۱۹۰

(ق)

۴
پیاری

سکیاں جامنا لیا و پیاری کوں آج
کہ سب چھند بھر یاں کا ہے سیس تاج

ہے سرکا

لاؤ

کہو یوں کہ مندر کوں بہو زیب سوں
سنوارے و لے نا لگے تج باج

نہ سبھرا ہو تیرے بغیر

بہت کے ساتھ

مدن آسنتا تا ہے گر گیاں کوں
کرو دادا پیں آ تمارا ہے راج

خود ہی آکر تمہارا

عجائب ہے کسوت تمن حسن کی
کہ اس تھے سہاتا ہے عشویاں کا ساج

سے

تمہارے

توں خوباں کا ہے روپ ہیں پادشاہ
تو لیائے ہیں سب تیرے تیں تہہ خراج

لائے لئے عشق کا

تمن مکھ کا نور جب دیکھوں ہیں
او یک چھن منجے سو برس کا ہے کاج

تمہارے

لمحہ وہ

نبیؐ صدقے قطبا تھے مجلس سدا
سہاتا ہے جوں حسن سوں ملک لاج

۲۲۰۰ (ج)

(۲)

پیاری نکر توں سجن سوں منم ۔۔۔ جو جاگی جوانی تو پھر ہوگی خم

نکر ۔ کے ساتھ غرور ۔ جائے گی

بیقیں جان جگ میں آباتا ہے ۔۔۔ کہ گوہر پھٹے پر ہوتا مول کم

یہ

جوانی و جوبن ہے سب پاونا ۔۔۔ کہ تجھ تھے ہووے عیش سائیں کوں خم

سے

مبا آپ سائیں کا رکھ اپنے دل ۔۔۔ کہ تج تھے ہووے عیش سائیں کوں خم (مکرر)

محبت اپنے ۔ تجھ سے

چھنداں سیتی سنگار کر آئی دھن ۔۔۔ سہے مکھ اُپر خوی کیوں پھول پہ نم

زیب دے چہرہ پہ پسینہ ۔ پھول ۔ شبنم ۔ سے

پیواتے ہیں سکیاں میں پیا حسن کوں ۔۔۔ او جائے ہیں گل باں میں اپنا علم

پلاتے ۔ اپنے ۔ اٹھائے

نبیؐ صدقے قطبا ہے تج نیہہ تھے ۔۔۔ سہے سب بتاں میں توں اُس کا صنم

تیرے عشق سے ۔ سہائے ۔ (ج)

(۳)

خوشی دولت گھڑی باجے پلاؤ ہلچو ناداں سوں

عشق کی داونی لیاؤ بجاؤ عیش تاشاں سوں

لاؤ ۔ (تاشہ)

ترازو عشق جو لکھی ہے پیاری آنکھ انکھ سینتیں

عشق کے ڈاویک یک کھیلتی ہے ڈاؤ ڈاواں سوں

کہو الحمد للہ میری پیاری ہے پیاری

عشق کا شرط لکھے ہیں شرط سوں تیرے ناواں سوں ۲۲۱۰

نام

عشق گوہر جڑائی ہے اپس کی داونی میانے

تود میں

اپس کی بانہہ پر پھندنا بندی ہے بھاو بھاواں سوں

اپنے بازو باندھی

عشق کی باتاں ہیں منج کوں عشق کی کہنی سناؤ تم

مجھے کہانی

پری پر میانے ہلجیا ہے مراول نیہہ پریاں سوں

پھنسا

عشق ہور عاشقی کا جلوا گاؤ عشق سوں پیارے

اور سے

ہتھیتاں ناچنے گاتے بجاتے سید تالاں سوں

پلاتی مدبھرا پیالا مرے تیں مدبھری پیاری

(ق) محمد قطب ہت کنگن بندھی ہے لاکھ چاواں سوں

کے ہاتھ میں

(۴)

پیاری تو بول مارے تج بول نیں ہیت پیارا

تیرے کو نہیں

دستا ہے بول تیرا ہر ایک جوں کنارا

نظر آتا ہے

چوٹی تیری سوناگ ہے ہور زہر اس میں کڑوا

اور

او گھر کھیلاں میں دستی توں ساچلی سنپارا

نظر آتی تو سچی

پھر پھیر بھنور کے نمنے تج باس ہوں تو لبوں

مانند تجھ

اس باس میں نہیں ہے نرگس کا خمارا

دیکھ دیکھ کر صندل کوں لانا مشک کی لانا

تو تن کی باس آتا سجلا جب اسنبارا

پہنی ہے کاج کی کاج اچھری بندی ہت میں

پہنی باندھی ہاتھ

کیا جانیں پاچ ہور کاچ او ہندوی کنوارا

اور وہ

تج بول میں نمک نیں، تیرے ادھر میں رس نیں

تیرے نہیں ہونٹ میں

۲۲۲۰

تیرے کنک میں کس نیں، ہور چوٹی ہے اندھارا

اور

ایسے رتن رسن سوں دریا تھے قطب کاڑے

نکالے ہے زبان

دو جگ میں اس کوں دائم ہے مرتضیٰ[۲] ادھارا

(ج)

(۵)

پیاری تیرے بچھڑے تھے رین منج نیند آوے نا

بچھڑنے کی وجہ سے رات مجھے

توں قدرت کی گھڑی تج بن گھڑی تیر موبھاوے نا

تیرے بغیر مجھے نہیں بھاتی

رین دن کوں ج جانے نا جو کوئی جیو عاشق ہے تیرا

رات دن کچھ جی سے

لگیا ہے یاد یوں تیرا کہ بھی کچ یاد آوے نا

کچھ

پرت تیرے کوں لقماں بھی سکے نا دارو دینے کوں

محبت نہ سکے

صحت کیوں ہووے عاشق تیں جو لب شربت چکاوے نا

کے تئیں

سجی تج رات کا یک رات منج سنوارات ہو دستا
واقعی تیری　　نظر آتا

کنا کس سیج رہنا ہیں جو توں سیج اپ بلاوے نا
کہنا　　اپنے

تری اس آنچ تھے دل ہے جیسا ابلوج کا کلا
سے

کہ جوں نابات توں گھٹ ہی اپس کوں پگلاوے نا
نبات

تری باتاں تری دھاتاں تری بتیاں اہے بہو دھات
ریت رسم

دیتی چپکیچ توں گالیاں دے بوسی دلاوے نا
جو کچھ　　بوسے

نبی صدقے عشق باتاں حدا تج تیں دیا خانا
نہیں　　کی

(ج)　　تجے قدرت بتا ہے جو قطب کوں سمجاوے نا
تجھکو　　اتنا

۵
گوری

سُہاتا ہے مکھ حسن گوری کا شاب
یہ چہرہ کا
او مکھ چند پہ چند کیاں میں لاجوں نقاب
اُسی چاند جیسے چہرہ پر چاند کا

او قد سرو نیں ہے کندن کا نہال ۲۲۳۰
نہیں وہ
جھمکتا ہے تو اُس تھے سورج کا تاب
سے

توں رنگ رس کی باغ کی ہے کلی
تو
تو چونتا ہے جیون کا تج مکھ تھے آب
ٹپکتا زندگی تیرے سے

رسالے او دھر ہیں ترے مدبھرے
رسیلے ہونٹ
سو کرتے ہیں عشاق دل کوں کباب
کے کو

کہوں زلف یا تازہ سنبل سُہی
او مکھ پھول پر جوں کہ چند پر سحاب
اس چاند

تری چال مدمست تھے لاجیں گج
سے شرمائیں ہاتھی
نہیں اُن میں لے بھید ہور اتشتاب
یہ اور یہ تیزی

نبیؐ صدقے قطبا سوں گوری ملی
سے
تو گل بانہ دے اُس سوں پیوے شراب (ج)
گلے کے ساتھ

(۲)

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی — چھند ناریاں میں دسنی ہے چھبیلی

نظر آتی

سہیں تج پدمنیاں کے روپ برماں — کہ ہے چند رمکھیاں میں توں رسیلی

زیب دیں تجھے

بنے سولہ سنگاراں تیرا انگ بھی — کہ سب خوباں میں توں دستی گہیلی

جسم سے — نظر آتی

برستا بیسن تیرے نور جلوا — نہ دیکھی تجھ سی کوئی سندر سہیلی

نبی صدقے قطب شہ سوں او پیاری

سے

پر ادا حسن کا کر آکے میلی — ۲۲۴۰ — (ج)

ملی

(۳)

عشق کی پتلی توں میرے دل کھڑی — تجے نیہہ کے پر لگے اے پری

سہے ناز نیہہ پتلی کوں نیہہ کا — عشق سونٹے میں منج اپرچت دھری

عشق کو پیو سوں کھینچ باندی کمر — جوبن پیا لا لے بات میانے کھڑی

پرم کی ہیلیاں کرو ہم سوں بات — پرم باغ میں سہتی کسوت پری

تنے تن ترے رنگ بھرے پھول ہیں — توں سیورائی ہوناں منے ہی کھڑی

عشق صحبتاں میں پیا لا پلا — تری نیہہ بھٹی کی مستی چڑی

نبی صدقے قطبا کوں گوری ملی — للات اس کا ہے سورج و مشتری

(ق)

۶

چھبیلی

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا — کہ اُس بن نہیں ہمن یک تل قرارا

کے ساتھ لگا — کے بغیر ہم کو

صبوری کوں نہیں ہے ٹھار دل میں — صبوری کیوں کرے سو کر نہارا

جگہ — کرنے والا

الک پھانسی سوں پنکھی جیو پکڑنے ۔ ۲۲۵۰ — دکھائی گال اوپر تل کا چارا

زلف — پرندۂ دل

بسے من میں سو اسکے خیال نس دن — نہیں اس خیال بن مُنج من میں ٹھارا

رات — میرے

نین بھری چھوڑی سو کر کے ڈوری سوں — کرے چنچل پنکھی دل کوں شکارا

خط سرمہ کی — بھری — کو

میا کرنا کرے معشوق اپے ہو — کہو نا کیا کرے عاشق بچارا

محبت — خود

نبیؐ صدقے قطب عاشق ہے تیرا

سدا مل اچھ ہو یک تل بی نیارا

بھی — رہ

(ج)

۷

لالا

ہلیا من تو بالا سکی سن مو لالا — برہ تھے موجا لالا بلی بالی بالا
میرا لال — فراق سے میرا

.....بن بن ہی آلا موکر متوالا — منگے میر اخیا لا صراحی پیالا
مجھے — مانگے — خیال

نرختا......چولا منجے باج ڈھولا — ہو لہے آبو لا مرا سائیں بالا

ادھر کا پیالا دے ہونٹاں ہوالا — توں کر بھول مالا تو تن جاوے چھالا
ہونٹ

مومن تو سوں بھولیا گیا من سو تو لیا — برہ راز کھولیا توں دا اپ وصالا
میرا دل تجھ سے — اپناوصال

میں گاوں یلاّ بلے من تللاّ ۲۲۶۰ — ہوا من اللہ ابیں آ گلے لا
دل — اللہ — (گلا)؟

نبی صدقے قطبا تو من سیج بسلاّ — بلا لیا بھولا لیا لو ارو ملالا
بھلا — ملال (ج)

(۲)

عشق میں مست متوالی ہوں لالا — توں اپ ادھراں تھی منجکوں دینا پیالا
اپنے ہونٹوں سے مجھ کوں

سرا کے سر نہیں اور رس سُرن ہے — اُدھر رنگ میں حیاتِ آبِ زلالا

شراب — وہ — ہونٹ

بھٹی جوبن جوانی بھیٹنی سوں — مو دل میخانہ پیالا دیو گلالا

میرے دل کے میخانہ کو

خماری سن کا ہے منج دینا یو سا — چمن گالاں ہیں ہے دنت پھل گلالا

دانت

یوَن ماتی پیالے نین کیتی — تیرے ڈھلنے تھے ہوے میں متوالا

جوانی کی مست — کرتی — سے

ترے وساں تھے ہوتی رات کالی — ترے ہنسنے تھے ہوتا دیس اُجالا

سے — سے — دن

نبیؐ صدقے رہے تج عشق میانے — قطب سوں کیا پرت دیو کنیھ ملالا

تیرے — میں — سے — عشق (ج)

(۳)

پیالا لیو میرے آپچھے لالا — کہ او پیالا ہے سورج بھی زوالا

لال — وہ — زوال

نجاوو بھر کہ آو میرے مندر — ۲۲۷۰ کہ پکڑیا ہے تمہارا منج خیالا

نہ جاؤ — مجھے — تخیال

سنگاتی ہیں تمیں میر جوَن کے — لگو چھاتی کہ جاوے دل ملالا

(جوبن؟) — کا ملال

ہوی ہوں ہیں تمارے نیہہ کی ماتی — کہ دیتا ہے وُنہ منج کوں اُلالا

عشق — وہ نیہ

سجن تج عشق کے دھوپاں پیا سی
ہوی ہوں منج پیا تج لب ز لالا

تیرے
مجھے

نہ بھاویں منج رتن کے ہار پیار یا
منج بھاتے ہیں پیو ہت کنٹھ مالا

مجھے
پیا کے ہاتھ

نبیؐ صدقے قطب شہ کے سو اوپر
اوڑانی ہوں سکیاں ماوے و مالا

اڑاتی رُمال (ج)

(۴)

تمیں میرے مندر سو آج آو لالا
تم اوپر تھے واروں گی جوبن بالا

تم
سے

منجے وصل کا دیو پیرت پیالا

مجھے

زر نیا سو میرا تمارا میا ہے
تمارے سو باہاں منجے کنٹھ مالا

تہاری محبت ر
تمہارے

تمیں میری چھاتی کوں چھاتی لگاؤ
برہ کی سو منج تن تھی جاوے گی جھالا

میرے سے

مرے جوبناں تھے سو پھل باس لیو ۲۲۸۰
محبت کے موتیاں کا گل باو مالا

سے پھول خوشبو
گلے میں ڈالو

کسی ہات نا پیو سوں مد پرم کا
توں میرا اپے ہے پرم ساقی آلا

پلا سکو ا سے

نبیؐ صدقے دایم قطب شہ انند سوں
کریں بھوگ ان کے تن تن تلالا

اُن (ج)

۸

لالن

چتر ماتی کے ہت تھے لیو پیالا
ہاتھ سے
نقل اس کا ادھر پر ہے حوالا
ہونٹ

مناؤں گی ادھر کا جھوٹا دیو منج
ہونٹ مجھے
میں متوالی ہوں لالن متوالا

نشہ بھیجے ہیں تماری نیہہ چھند تے
اڑا او منج پرت کا شاہ نشالا
مجھے

بچن پیرت کیے کچ نہیں بجھتی ہی تو
بوجھتی کچھ
مگر توں ہے سکی نادان بالا
(ج)

(ناقص الآخر)

(۲)

نین پھاندیں میں دل رہیا ہے ہمارا
آنکھ کے پھندے
او بند کھولے نا کھولے جیو کا پیارا
وہ

اس او پر ادک سوہے او زلف بارا

زیادہ وہ
اس انگے وسے چال ہنس کا بچارا
نظر آئے

۲۲۹۰ نہوے پیو کے مکھ کا ہے جھلکار سارا

کلی پھول تجھے بھی ہے نازک او لالن — پھولے ہے او چھب دیکھ کر توہی نارا

لگے پھل انداں کے منج نیہہ برکہ کوں — کہ جس رنگ تجھے ہوتا چمن کا سنگارا

(سے، وہ — پھول، میرے عشق کے درخت، سے)

نبی صدقے قطبا کوں تج نیہہ پنتھ بن

(تیرے عشق کی راہ کے بغیر)

نہیں من کوں بھاتا ہے کچ ہور ٹھارا (ج)

(کچھ اور مقام)

(۳)

مرا لالن ہے لیلیٰ ہیں ہوں مجنوں — کروں تل تل زیادہ نیہہ پیو سوں

(ہر لمحہ، عشق، سے)

اپس سر پر بندیا ہوں نیہہ سہرا — کہ ہیں عاشق ہوں تج پر ہور (مضموں)

(اپنے، باندھا، عشق کا — تجھ پر اور، طرح سے)

میا سینتی کرو چک سار میری — کہ بھیدیا ہے تمارا عشق رول رو

(محبت سے — اثر کر گیا، تمہارا، جیسے پرزوں میں)

تجے دیکھن تھے پاوے سکہ مو تن میں — کہ جھمکیا ہے مرے دو نین میں توں

(تجھے دیکھنے، سے، میرے)

محبت تیرا منج سب تن میں بھیدیا — نکر چالے چتر چھنداں کے مسوں

(میرے، اثر کر گئی — چالیں — (فن سوں؟))

دوتن ہمناں سوں کرتی آڑیاں باداں　　او مورکھ کی سو باتاں کیا کہ بولوں

غیر رحم سے ہے ٹیڑھی باتیں　　وہ

نبیؐ صدقے کروں اپ دل سوں سیوا

اپنے　　سے غلامی　　۲۳۰۰

قطب شہ کا کہ ہے شاہاں میں موزوں　　(ج)

۹

موہن

اہو مائی مدن موہن پیارا — پرم سو کھینچتا آنچل کنارا

نگینا جو کندن کے میانے سنپڑے — سو ووں سنپڑا لیا منجکوں پیارا

نگینہ — درمیان — اُسی طرح — مجھے

پیا کوں پاووں پر جنیا مناوو — نہیں وو مانتا کہیا ہمارا

پانے پر یعنی بعد — وہ — کہا

بکیلی دیکھ منج انجھانتی ہیں — کہاں میں نہاس کر کرتا پکارا

مجھے

تمیں منج تو لجاتی سیج اوپر — ولے دیو وا ادھر کا منج ادہارا

تم — مجھے — ہونٹ — مجھے

نبیؐ صدقے کہی بیلی ہیں قطبا — کہ ہم تم پیم ہیں مجنوں بچارا

تمہارے عشق

(۲)

پرت تازی لگی ہے منج سکی موہن پیاری سوں
محبت مجھے سے

بندہیا ہوں دل او چاتر چھند بھری کنونت ناری سوں
باندھا وہ

امیداں کے انجھو موتی کے راساں ہاں ڈھکڑ ڈھک
آنسو

رین ساری صبا لگ منج گئی ہیں بیقراری سوں
راتیں صبح تک میری

کیاں کسوت سکیاں ہر یک پیا کی اس چند مکھ کوں

سہانی سنہ ساری سوں شفق انچل کناری سوں

اجھوں دستیاں ہیں تج مکھ میں نشاناں نیا سائیں انگ سنگ کیاں
اب تک نظر آتی تیرے چہرہ کے جسم کی قربت کی

اجھوں کھلتی اہیں تیری نین رنس کی خماری سوں
اب تک رات

۲۳۱۰

سجن کے نیہہ میں بن مست ہوئے نیں کام حاصل تو
عشق بغیر نہیں

نہیں ہے عشق کوں کچ آشنائی ہوشیاری سوں
کو کچھ سے

پیا ملنے کے قصے شوق سوں گو رنگ رنگ سینتے
سے
کہو
نہ گو ساجن کی دوری کی بچن نہہ کی دکھیاری سوں
سے عشق
کہو
نبیؐ صدقے ہوے ہیں منج کوں لا باں کے اوپر لابا
مجھے
کیئی ہوں نہہ کا سودا قطبؔ نہہ بھاری سوں
کے عشق گراں بہا سے عشق (ج)

(۳)

ہمن بائیں ہیں حلقہ کان میں ہاں وے سو اُس دھن کے ۔۔۔ جیکج فرمائے ہم سر بر کہ حاجب ہیں تمی من کے
سوریج ہور چاند کوں کرتے پیا کے مکھ کے سم لوگاں ۔۔۔ ولے میں نا کروں سم چاند ہور سورج کوں ساجن کے
پیا کوں دیکھنے مو دل کلے ہے آب و زیور سوں ۔۔۔ کہ پھول پنکھڑی تن پکھرے نہ ہوے نظراں حو لالن کے
یکیلا میں نہ الجھیا ہوں سو اُس زلفاں کے اے بند میں ۔۔۔ بہوت ہیں سحر اس دو نین جادوے پرفن کے
اُسی تھے گل کوں چڑ بھر تھے چبے کانٹے سو تن رکوں ۔۔۔ جو تیری باس سنگ کرنے کئے پھولاں سو بن کے
برن تج حسن کا جگ کوں دیا ہے روشنی دایم ۔۔۔ کہ تارے آرتی کرنیں تجے آتے ہیں سب گگن کے
کہ کرنا سک پیا کے وصف کا تعریف حیراں ہیں ۔۔۔ ۲۳۲۰ گنوائے عاقلاں سُدبُد سو دیکھت نین موہن کے
تجے سونے نین دیکھا بر آیا منج کوں حاجت سب ۔۔۔ ہوا یوں مدعا حاصل کہ گوہر نکلے معدن کے
نہیں ہے آج کل تجھے بیو سوں یاری ہمن جیو کوں
جھلکتے جوت ازل تجھے ہے معانی دل کے درپن کے
سے

(ق)

۱۰
حیدر محل

حیدر محل میائے نابات گھول ساجے
دن دن انند سیتے طبلا مدن کے باج

اُس سرو قد کے اوپر جلوہ ہے نور تن کا
عشق کے پاتراں سب اُس کا س دیکھ لاج

سب عاشقاں کے دلمیں ہے عشق پھول جلوا
تپلیاں نین کیاں سے میر من میں انند سو کاجے

عشق کا ٹیلا لائی اپنی پشانی اوپر
چوپھیر نور تن کے تاراں سندل سو باجے

چادر عشق کا ووڑے جوں بر بہوٹی ویسے
تیرے عشق کے لاجاں دیکھے ہیں لاجو بھاجے

ماوے سو برد بنکر براں سوں ناچے نرسن
ماوے رومال اڑتے ہیں راج کرتے راجے

صدقے نبی شکر کر تج کوں ملی اے پاتر
حیدر غلامی سیتی تج سیس ناج ساجے

(ق)

(۲)

بھواں ابرو میں ماوے پردیاندے ۲۲۳۰ عشق کے راگ ناں میں بھید باندے

ترے کیس میں کنول ہور سور آوے کماں بھنواں میں کاجل ساج ساندے

چولی تنگ انگ میں تن نار نگ پیچے نین سو کاں سوں مو چیت نت پھاندے

سنے جالی منے من میں ہلجا........ عشق ناداں سوں نت آنند تھیں..... دے

توں گھور کر دیکھ رکھی ہے کن پہ طرا کتنے کاندیاں پوچھوں نا بوجھے کاندے

نبی صدقے ملی حیدر پیاری اے پیو یاں سنتیں چیت سوں چیت باندے

ترے انچل پہ ہے چندنی کا چھایا قطب ڈاواں سوں براں کاس باندے

(ق)

(۳)

حیدر محل میسا تے جلوا عشق کا گاویں

یزدانی تانت چو ندھر رنگاں سیتیں بجاویں

اب ہات میں بندی ہے جلوے کے نادکن گن
اپنے باندھی

نیناں کی پتلیاں کوں پتلیاں نمن نچاویں
پتلیوں کی طرح

عاشقاں محبتاں کا پیالا بھرے پیاری

(ق) ....ناقص الآخر..........

نوٹ۔ حیدر محل یا حیدر پیاری کا ذکر اس نظم میں بھی ہے جو محلاتِ شاہی میں "حیدر محل" کے عنوان سے شامل ہے۔

۱۱

محبُوب

دل چمن میں او پری ناز سوں دستی محبوب ۔۲۳۴ سرو سنگار کے بن میں کھڑی ہنستی محبوب

وہ مست

پُھل گلا لاں ایسے گالاں تھی ہوا بلبل رنگیلا جام لے اب بہت مُنجے کستی محبوب

سے پھول ہاتھ مجھے

تیرے دربار کوں قبلہ کے من پوجے جے سر بسر ہے اُسے مُنج عشق کی مستی محبوب

مانند کو میرے

لہے باریک کمر بال تھے اُس بالی کا اُس اُپر زر کمرات ناز سوں کستی محبوب

سے سے

اے نو بلی نہ پوچھے کوئی تیرے مذہب کوں بہو مذہب منے مذہب ترا ستی محبوب

میں بہت

نبیؐ کے داس پنے تھے ہوا ہو قطب زماں اُسی تھے تیغ ہے میرا سدا حُستی محبوب

سے اسی لئے

(ج)

(۲)

جگت حسن میں ہے ترا حسن محبوب میں طالب ترا ہوں مرا توں ہے مطلوب

تمیں بات دل جان کی بوجھے ہیں　　سو کے کے قلم سیتیں لکھ بھیجو مکتوب

تم　　خط استر کے　سے

ترا حسن یوسف سوں کرتا ہو لاوا　　تری آرزو میں ہیں عاشق جوں یعقوب

ترے حسن کا ذکر مو گل ہے تسبی　　مرے دل کے گوشے منے توں ہی مرغوب

میرے گلے کی تسبیح　　میں

اُسی تھے شہاں میں ہوا سر بلندی

سے

نبی کے غلاماں سوں ہے قطب منسوب　　۲۳۵۰

(ج)

۱۲
مُشتری

نَیَن پتلی ہم سوں کری ایک بات — نین بن میں دعوے کے پھولاں کھلات

عشق کسوتاں تھے مجے مشتری — عشق انت ادھر میوہ تج کوں سہات

سے مجھے

عشق توے جوبن کی ساراں کرے — ادھر تبرے کوثر کا پیا لا پلات

ہونٹ تجھے

ہونٹ پلاتے ہیں

ادھر پر ترے ہے پرم کا نشاں — ادھر چو منے تھے سو لاجے نبات

سے شرمائے

اچپت چاند ہستے ترے دو دو دل — ترا مکھڑا پرم کہانی سُنات

سناتا ہے

چنتر تاریاں ہیں چنتر پن سے تجھے — کہ آپس کے من میانے منگوں منات

نبیؐ صدقے ماوے چنتر قطب سیں

کہ راباں ہنے قطب تارا جنتات

شاہوں میں

(ق)

(۲)

دعا معشوق کا کر کام تج با مدعا ہے

اُسے جیتے تھے سب جگ پر ترا فرماں روا ہے

ترا ہنسنی اُسی کا نانو ہے تن میں جیا ہو

تو تج مستی ازل تھے تا ابد لک با صفا ہے

تیری سے

اسی مستی کے تئیں توں جب رہیا ہو دیس دل میں

بہت دن ۳۲۶۰

ہزاراں شکر و سجدے کر کہ تج سو مرحبا ہے

ہمن دل کے گنوارے میں سجن کا نور دستا

گہوارے

سورج کرناں کی ڈوریاں سوں جھلکتا خوشنما ہے

سکل دندیاں کے طالع میں بیٹھا ہے زحل تارا

سب

ہمارا مشتری طالع میں طالع کا بقا ہے

خدایا قطب کے تارے کوں دے توں سرفرازی
خوارج کے ستاریاں میں منگل کیرا جفا ہے

نبیؐ لشکر میں لنگر دار ہو کر رہ معانی
(ق) که لنگرداری میں تج کوں ہزار لاکھ شفا ہے

لاکھ

دوسری پہیلیاں

بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حسن ملک میں نا سہے تج باج

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑ یا لاج

سچی اس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیں سہاتا ہے تج جیوں تاج

تو خدمت ہیں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
انن قول بیڑا دے کر تم ساج

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گندنے ہوئے مشاطہ ساج

جوبن پیالا دے ہت میں پیالا پلا
ادھر نقل سوں توں دے کر کال ساج

عرضداشت عاشق کوں معشوق پاس
عشق تاراں سوں تم بجاو کماج

ہے سر پانوں لک توں گندلی بنی
دو تن کوں توں تا دیکھ کر مکھ ماج

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کے خوشیاں سوں توں راج

۲
حاتم

ناری سُھبے تجہ اتا لے چالا — جھلکار سہی ــــــــــ

زیب دے تجھے — چال

سنپولی اُپر بھونگ سٹیا چام — چھوٹے آلکاں ہیں پھول مالا

رتن تھے اَدِک دیپ ہونٹاں پر — ادھراں کے اُپر جیوں سو لالا

ہونٹوں — لال — سے

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں — سورج کوں پلائے چھند سوں پیالا

چاندنی — سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس — نس میں جو ہنسے پڑیا اُوجالا

عورت نے باقی — رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ اچگل — انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت پیوے علیؑ کے صدقے حاتم

قطبا کے آدھر تھے مے پیالا ۲۳۸۰

سے

(ج)

۳
بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں ن شکایت ۔۔۔ نیں لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت
نہیں

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں ۔۔۔ دیتے ہیں دام اُنو کوں ہور کرتے ہیں عنایت
اور

آسان اساں تھے سب ہوٹاں سوکھے ہیں تج نین ۔۔۔ نیں ہے صواب پانی دیتا تمن ولایت
امید کی آنکھوں سے

اُس شہر کی سو بتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا ۔۔۔ نا کوتوال قاضی نا کس کا ہے حمایت
کوئی دیکھا سنا

غمزے کے سمند میانے تیر اتر بہت نہ دے کر ۔۔۔ ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اُساس و لکا راہ خیال باندھیا ۔۔۔ اپ ناز روشنی باتا منجکوں ہے ہو نزاہت

تو انت میں جیو کا دوری کدھیں انٹر نہ سکتا ۔۔۔ تج حسن کیے جھجی کا کوئی نا بوجھی ہدایت

ن اُن ۔

یک چھن اگر نہ دیکھوں تج یاد کا جو شہلا — تج باج گمنا منج کوں مشکل اہے بغایت

تیرے بغیر گذارنا مجھے

نیناں کے لعل تھے دل پکڑیا ہی جوش میرا — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوایت

سے

تم یاد تھے ہوا ہے مو مور تمنے موتن ۲۳۹۰ اب تا کریں تو ہم پر ہور کب کریں عایت

تمہاری سے — اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی تپر بیاں کر

پڑتا ہے اپنے دل میں سب ان علی روایت

(ق ۔ ج)

۴
ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تھے توں رنگ بھری ہے — سُگڑ سُندر سہیلی گُن بھری ہے

کی وجہ سے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے — وُ ہندی چھوری بہو چھند شہ پری ہے

کی طرح اس کو زیب دے — وہ لڑکی بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچنیاں ہیں — وُتن ہیں توں سو رنگی جوں پری ہے

چاند جیسی صورت والی — اتنوں خوشرنگ

سبھی حوراں نہ آ سیں آج تج سم — کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے

آ سکیں تیرے مقابل — بالوں

اُپجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی — او شابی تھے سدا تج سروری ہے

پیدا ہوتا سے جو جوانی — اُس کی وجہ سے تجھے

گگن منڈپ تاریاں سوں سنوارے — او ہاں گاون سو زہرہ مشتری ہے

آسمان — وہاں ؛

نبی صدقے رجھائے قطب شہ کوں

تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے

اسلئے

(ج)

۵

پدمنی

(✢)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیستا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے میں ترتا بُڑ بُڑا اپر شتاب سوں

وو بُڑ بُڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا

اُس　　۲۴۰۰

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنگ ہے داب سوں

میا

تج نین کی راوت چڑھائی بھنوں کمان تا روس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں مکرا سہاگن بین آئی جلوہ میں

وو قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے شتاب سوں

مکوا جو لٹکائی بہونک بالاں میں پدمنی پدم کے

یک تل میں الجھای منجے اس کمر کے قلاب سوں

مجھے

قلاب سٹ من میں کوں کھینچی الک ڈوری سیتی

اپ عشق کے کھیلاں دکھاتی ہے عجب لکھ باب سوں

لاکھ طرح

ہسن نکھن ہور چیتنی بھل کر رہے دھن بھید میں

وو پدمنی مل کر شہے اب قطب شہ نواب سوں

وہ

(ق)

۶
سُندر

چندر مکھ تج لعل لب ہیں دسن جوں تیر تارے ہیں
چاند چہرہ تیرا دانت مثل

کہو یہ چاند کاں کا ہے کس اسماں تھے اتارے ہیں
کہاں سے

اگر یہ چاند اس اسماں کا کہیں جگ تو قبولوں کیوں

سماں کے چاند کے مکھ ہیں کون دیکھیا جو تارے ہیں
اسمان چہرہ

سرج چند سوں سندھر مکھ کوں دیئے تشبیہ سب شاعر
سورج چاند سے زیادہ حسین چہرہ کو

ولے پوچھیں جو مجکوں تو اُس انگے او بچارے ہیں
مجھ سے کے مقابل وہ

کہے دیکھے کرشمہ کر وو سندر نازنیں منج کوں
وہ مجھے

تو اُس نیناں کے جھلکارے جھلکتے جوں کٹارے ہیں
ان آنکھوں

سما آباج کے اوپر ہدف سو سور کرنا وو

سورج وہ

بھواں کے قوس سوں تمارے کے نیناں تیر مارے ہیں

۲۴۱۰

سے

سرج ہور چاند کے کرناں جھلکتے سو دسیں مج یوں

نظر آتیں مجھے اسطرح

سورج اور

کہ جوں منگتے سندھرکن او گدا ہو ہت پسارے ہیں

جیسے مانگتے ہیں سے وہ ہوکر ہاتھ

ایسی سندر کوں پایا ہوں خدا کے رحم تھے قطبا

سے

جو حوراں ہور ملک دیکھ کر ہوے حیران سارے ہیں

اور

سجن

سجن باہاں پکڑ دیو وادھارا — تمہاری سیج ہے جیون ہمارا

سنو منج بینتی ساجن دیا سوں — گھڑی تلتل تمن پر میں بلھیارا

میری آپ بینتی عرض حال کرم سے — تم

بلہار

مرے تن من میں نس دن یو لیے شہ — تجی سوں جیونا میرا ہے سارا

تجھ ہی سے جینا — رات

تمن مکھ جوت سوں سب میں اجالے — سورج چندا دیوے مشعل ہمارا

تمہارے چہرے کی

تمارے مکھ کے درپن میں دیکھوں میں — جوں اسکندر کے درپن جگ سارا

تمہارے چہرہ آئینہ — جس طرح آئینہ میں ساری دنیا

سکی تج میں اچنبا ہے اچنبا

بجھ

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

کرم خوردہ

(ج)

رنگیلی[۸]

مری مٹھ بولنی میٹھائی سوں پیالا پلاتی ہے
خماری رات کا اپنی نین میانے دکھاتی ہے ۲۴۲۰

آنکھ میں

مری شیریں کنگھی کرتی، کنگن بجتے ہیں ناداں سوں

آواز سے

رتن ٹیلا دھرے منگ میں نوے چھند سوں دپاتی ہے

ٹیکا — مانگ — نئے — چمکاتی

نوی متوالی مد پیالا پلاتی نین نقلاں سوں
نین خماری اپنے تن چڑھا دھن کن بناتی ہے

انچل جھلکار کی چونیاں چندر سورج نمن جھمکیں

کی طرح

ڈھلک نار لٹک چالاں منے چالاں بناتی ہے

مدن کا تنٹھاں نوے جوبن نویلے تن اپر سُہتے
پون کے راگ رنگ گا کر منجے چھندسوں رجھاتی ہے

رتن کی پیاری مانک جوت پیالا بھر پلاتی منج
مجھے
رنگیلی برہ بہوٹی برہ بہوٹیاں ہیں سُہاتی ہے

نبیؐ صدقے محمد قطب سوں مل رچ گرُی اتوں
(ق) چندا ایسی سہیلیاں تئیں سورج سا مکھ دکھاتی ہے

۹
نور کی مورت

کجل انکھ میں سو ماہی کے مراتب سوں علم پکڑے
چگر بالاں چند انکھ پر سو حبشیاں کا حشم پکڑے

تو فوجاں حسن کے ہلّے جوبن گج مست ہو چلّے
ہاتھی
کمند کنٹھ مال تج گلّے کمندیوں کوئی کم پکڑے

ترا مکھ جام چندر ہے سو ہیت درپن سکندر ہے
ہاتھ
ولایت حُسن بندر ہے تو خوباں تج سوں ہم پکڑے

مصور تج لکھے صورت نہ لکھ سک نور کی مورت
اپن میں آپ ہت جوڑت قلم سٹ کر شرم پکڑے

۲۴۳۰

چلی لٹکت چمن کھن میں اٹھے غلغل تو پھل بن میں

جھڑیں پھل برگ انگن میں جھلوں دیکھ سر خم پکڑے

عجب قدرت برن ہیں تج جگت خوباں سر ہیں تج

للات ان کا چرن ہیں تج دیکھت اپ دل میں غم پکڑے

تجھے دیکھکر اپنے

معانی ختم کر اب توں سنے جے کوئی ہوے مجنوں

جو یک شمہ سنے تج روں کدہیں تا جامِ جم پکڑے (ق)

کبھی

کسبن (۱۰)

لاج کے خوے بند اُپر رات کا کہنے جواب
شرم بوند

کیوں چھپائے بی نہ چھپ سے نیر نرمل کا جواب
بھی سکے صاف پانی

نکہ اچھر لکھے مکھ اوپر طرح صحبت کا بیاں
ناخن سے حروف چہرہ کے

آرسی دیکھ ہو گا تب خاطر نشاں تج با حساب
آئینہ

طرح صحبت باغ میں کیتی ہے توں وضعی نوا
کرتی نئی وضع سے

جانتی توں کچ بوجیا ہوں تیرے سب چالے و شباب
ہے تو کچھ سمجھ گیا چالیں

پینتی .... سوں مدتج کسبنا ناؤں ہے
نام سے شراب تیرا کسبن

حیف میری عاشقی تجہ حیف معشوقی کے باب
تیری

مُج محمد ناؤں ہے معنی سو بولیا راستی
میرا نام سچ سچ

آؤ خوش یا نہ آؤ خوش ہے نام میرا آفتاب

(ج)

نازؔ

نازنیں

دھن دید پر نادید رکھ سورج نہیں رہنا کھڑا
عورت کی
تارے چندر سن یو خبر سب رین میں رہے گڑ بڑا
چاند کر یہ رات
سو دھن کا مکھ جھلکا و تا نس میں سورج چھپ جاوتا
نازنیں رُخ جھلکتا رات جاتا
دن میں چندا نہیں آوتا تارے تٹیں سب جھڑ پڑا
۲۴۴۰
چاند آتا ٹوٹیں
سہیلی کا کھونپا ہے بدک بند خوے جھڑ جو پھول بھل
بوند پسینہ کے
دیکھت چنچل نیناں چپل بجلی تو جاوے کڑ کڑا
بیچ نیر کوی نا آئے کر کوی آگ پھر نا جائے کر
بیچ پانی
باڑی سو پلکاں لائے کر سو کا کرے آڑا اڑا
خط سبز
دھن سیس پر پھولا چڑے انبر پہ جو تارے جڑے
سر آسمان
حوراں ملک دیکھیں کھڑے دستا تماشا یو بڑا
دیکھے نظر آتا یہ

ہاتاں ہیں لالی یوں بسئے کیتے شکار و سب کسے

ہاتھوں　کرتا　شکار وہ ہر ایک کو

خونی نشانی سچ دسے عشاق لے چنگ سنپڑا

نظر آئے

صدقے نبیؐ کا داس ہوں ہیں داس اسک راس ہو

غلام

قطبا علیؑ کا داس ہوں پکڑ پکڑا اودل کڑا

غلام　پکڑ پکڑ

(ج)

(۲)　اسرارِ شباب

—— (؞) ——

سورج تارے دپائی ہے سندر چندر پشانی میں

چمکائی　حسین　چاند حسین پیشانی

مگر دستا ہے عکس اُس کا گگن سمدور پانی میں

نظر آتا　آسمان سمندر

بو باندی ڈال ساڑی لال پتلی چین کے چن کر

دھرت پر سور ہوں دیکھیا شفق رنگ زعفرانی میں

زمین　سورج　میں نے دیکھا

رچی اپنی پشانی پر وہ خونی خون کرنے کوں
کہ سمجھے خوب کر عاشق نہیں چوک اس نشانی میں

ادھر کے رنگ لالی سوں کی بیقوت کوں بالی
ہونٹ یاقوت
شکر نابات کوں پگلائی ہے شیریں زبانی میں

سیکائی چال گج ہنس کوں پھلائی پھول ہنسی میں
سکھائی چال؛ ہاتھی کھلائی
۲۴۵۰
جواناں کوں نہ خاطر لیائی مغروری سوں جانی میں
لائی جوانی

ادھر امرت پیا جانوں سو مکرا جیو پا جھلتا
ہونٹ
سدا کیوں نا جیوے ہنتا ہے آبِ زندگانی میں

بچن ہور رہیوں سوں جیو لینے و دینے جانتی ہیں تو
گفتگو اور اشارے سے دل لینا اور دینا
نبی صدقے قطب ماہر ہے تیرے بھید جانی میں (ج)

(۳) انداز شباب

(❀)

یون نیتی ہت راکھی ہے اپ کمر — سورج چند نین جھمکے وو زر کمر
جوانی سے ہاتھ رکھی اپنی پر — چاند کی طرح وہ

بن اُس نور سوں لبد یا ہو کیا عجب — ڈو جگ روشنی پایا کس نیں خبر
سے — اسے نہیں

تو دوری ڈراوے منجے دور تھے — وو کیا بوجھے مو دل میں ہجر تو نگر
سے تیرا فراق — وہ سمجھے ہجر تیری

نہ اردھنگ سوں سیس اُپر پائے انچل — کہ جیوں ابر چھاتا ہے سور و قمر
آدھے جسم سے سر پر ڈال — جسطرح سورج اور

اچھوں دور اکرنا اچھو فرق نہیں — وو مورت ہے میری نظر کا بصر
اسکی

کہتے لوگ جو کھو حسن حسن سوں — جو صراف ہوے تکا بوجھے گا کہر

منجے اپنا کہہ نہیں کتے آپنا — کہو نا کہو ہلجیا تیرے منتر
مجھے کہکر کرتے — میں پھنس گیا ہوں

مکر حیلے کی دارو نہ بھاوے منجے ۲۴۶۰ — دو لعل نین تھے چڑھیا منج اثر
مجھے — اُس سے چڑھا

معانی کی باتاں تھے جھڑتا نمک — جے چاکھے کہے ہو نمک سوں شکر
سے — جو

(ق)

(۴)

چنچل نین

دو نین تج ابرو تلیں ہیں نار کیرے خواب میں
دونوں آنکھیں تیرے کے نیچے

دو مست شوخی سوں ہینے مسجد کیرے محراب میں
سے سوتے

تج نین چنچل .... کان کر دو زلف سوں

کھیلیں جو دھر تھڈی کے کو تج مکھ کے مہتاب میں
تیرے

یہ کیا عجب پڑتا نظر جو دوپ پڑتی چاند پر
دھوپ

یا مکھ نورانی جوت بھرے نین کیرے شاب میں
روشنی آنکھ

ہیں لشکری نیناں تری سجور سلح کلا کرے
آنکھیں

کوئی رسیں تس کی کیوں کمرے سو ندل کرے اسباب میں
ان

نینوں گھلاتی سندری تب قطب شہ کوں بھاؤتی

مل سیج میں ریجھاؤتی چوسار توں ہر بات میں

چاروں طرف تو (ج)

(۵) ماہ ابرو

تج ابرواں کے چند تھے دستا نجل چند عید کا

تیرے چاند سے نظر آتا چاند

ساقی بھواں کا دور تج پیالہ ہے منج امید کا

تیرے میری

نس دن دعا تھے مو نظر پڑ یا ہلالی بھواں اوپر

رات سے میری پڑتی

اس روشنی کے سم نہ آوے روشنی خورشید کا

مقابل

تیرے ادھر پیالے کاحے شیرینی ہور تلخی دھرے

ہونٹ اور

اس کے برابر ناکہوں پیالا کدھیں جمشید کا

کبھی

راکھوں نظر تج حسن پر صلواۃ بھیجوں شوق سوں

۲۴۷۰

تو میرے طالع ....کا

سب سرو قداں میں کرے سو سرو خوبیاں سوں سماع

سے

تو جیو کا جاں بھاگ دے دیتا قبا جاوید کا

کوئی آج لگ سمجھے نہیں تج حسن کے نکتے کے تئیں

تیرے

معنی نہ بوجھے عالماں ہرگز کدھیں تج بھید کا

کبھی تیرے

پہچانے

تج مکھ مسی کا سکہ ہے عاشقاں کے دل منے

میں

تا بُج رقیباں جھوٹے کوں دیکھیں کتب تقلید کا

بوجھ

نیر انزاکت حسن کا پڑھنے میں لکھنے میں نہ آئے

او نور ہے روشن بہوت نیں ہی سکنت یک دید کا

وہ

نہیں

تم یاد بن ہور یاد نیں یک تل معانی کوں کدھیں

اور نہیں لمحہ کبھی

شاہا نظر مج پر دھرو تشریف دیو و عید کا

مجھ (ق)

---

(۶) کعبۂ رخ

سکی کا مکھ مکا، ہور کیس کسوت جون بنائے ہیں
چہرہ مکہ اور بال کی طرح

دیسے یوں مانگ موتیاں کی کہ حاجی حج کوں آئے ہیں
نظر آئے کرنے کیلئے

سُہے تل حجرالاسود ہور ذقن جو چاہ زمزم ہے
سجے اور

سو نکراڑول جوں پانی سے بُند موتی جو آئے ہیں
بوند ٹپکائے

سکی کے زلف حلقے ہیں سو جوں کعبہ کے درمیانی
مثل

یوں ہت قطب کے داعی دعا کر کر ملائے ہیں

چنچل کی نین تھے حج کوں نشانیاں خون کیاں دستیاں
آنکھ سے کی نظر آتی ہیں

مگر قربان کرنے جیو حاجیاں کے دن آئے ہیں

ن ہنگ کر

منا، عرفاتِ دھن جوبن ترے ہور عاشقاں حج کے

اے عورت　　اور

کینے قرباں کر کر جیو نشانیاں لہوں کی لائے ہیں

۲۴۸۰

دل　　لہو؟

دیسے یوں جالے موتیاں کے نچھل جوبن پہ چنچل کے

نظر آتے ہیں

کہ جوں طبنودو تھانیے کا پوَن سوں کس دو لائے ہیں

(ق - ج)

(۷) سروِ خوش قد

سروِ خوش قد دیکھیا سب سرو کے بن میں عجب

دیکھا

اُس کے سر کوئی نہیں سب باغ و گلشن میں عجب

(سر یکا) طرح

سرورِ سرواں مرا سر اونچ ہے سورج نمن

سربلند

او سورج کرناں جھمکتے مجہ نین کھن میں عجب

اُس سورج کی کرنیں چمکتی ہیں میری آنکھوں کے

باغ میں کرتے چمک چالے سکل سرواں ولے

چالیں سب

چل نہ سک تجہ چال سم گاڑے گئے بن میں عجب

سکے

باغ میں سب...... سرواں ڈُلیں حیران ہو

سیس خم کر بات کرتے یک کے یک کن میں عجب

سر کے کان

گل کھلے تارے نمن کنولے رنگیلے سرو کوں

کی طرح کو

چند سُرج اُس پھل لگے سب سرو کے بن میں عجب

چاند سورج اسکو

سب پھولاں کی باس میں مہکار مجہ پھول کا نہیں

خوشبو میرے

لذت اُس جھلکار کا چُبیا ہے مجہ من میں عجب

چُبھا میرے دل

یارب اُس سرو رواں کوں نا دکھا بادِ سموم

کیونکہ اُس کا نور دستا دل کے درپن میں عجب

نظر آتا آئینہ

ترڑی دم دم میں اتاروں سرو رعنا کے اُپر

سب رقیب اسپند کر جالوں اگن فن میں عجب

جلاؤں آگ

جاں چھپا راکھوں معانی پاوتی دو تن نشاں
جہاں بھی رکھوں پالیتی غیر ۲۴۹۰
طاق لوچن میں چھپا او نور لوچن میں عجب
آنکھ دو

(ج)

(۸) چاندنی اور سجن

(※)

سجن مکھ کا اوجالا چند تھے آلا
چاند سے اعلیٰ
ادھر تھے چوے جم امرت پیالا
ہونٹ سے ٹپکے

سپورن ہے کلا چند تھی لے نناکی
چاند سے
تو سب جگ پر سٹیا ہے اپ اجالا
ڈالا اپنا

ستارے نمنے جھمکے کن کے موتی
کی طرح کان
دیا اس رنگ سائیں مکھ گلالا

دسے جوں دو دو چندا اس میں موہن
نظر آئے
سہیا جوں کہ نرمل چند بالا
جسطرح

جھلکتی ہے رین الماس نمنے
رات مانند
سجن دیو اس صفا میں نرالا

چندن کے اونٹ چندنی ہی زیبا

نبی صدقے قطبا کوں نبیاں سب

(ج)

(۹) چاندنی اور پیا

چلے چندنی میں جب لٹک پو پیارا — اوتن عکس دیے چندر تھے اپارا
چاندنی — ناز سے پیا — ان کا — جھلکے — سے — زیادہ
بسے جس ہیا میں پرت ہم سجن کی — بن اسکی پرت کچ نہیں اس پیارا
دل — کچھ
جنے سائیں کے عشق کا مدپیا ہے ۲۵۰ — نکر سے اُسے ہور ہستی اُتارا
جس نے — نہ کر سکے — اور
جکوئی ماتی ہے سائیں کے حسن چھب تھے — اوسے مانیں نہہ پنت میں جگ سارا
جو کوئی — تھے — مانے — عشق کے مسلک
پیا نور بستا ہے منج دل جھماک میں — کہ جس نور تھے ہے سرج آشکارا
میرے — سے — سورج
سکی پیو جنتا لگیا ہے من کوں — سجن بن نکر سے لے ہور کوئی نوارا
سکے

نبیؐ صدقے قطبا کا من تج سوں لاگیا
ہم — تجھ سے — لگا
کہ اپ جیو میں تیرا کیتا ہے ٹھارا
اپنے دل — کرتا

(ج)

نیاز

علم عاشقی

جس پیو کوں ڈھونڈتی تھی تا بُج جہاں جہاں میں

تہ پہچان کر

سو پائی تس اپس میں جیوں سوں تہاں تہاں میں

اسکو اپنے دل سے ہر جگہ

سمجی کہ کچ ادھر تے مج .... (پی) کا تھا تھا

سمجھی کچھ ہونٹ سے مجھے

تو ایسے بے نشاں کوں دیکھ کے نشاں نشاں میں

تجھ جیسے دیکھکر

مُج دل نین میں نورا و سنبوّر کر کے خوش خوش

میرے کی آنکھ وہ بھرپور

پھر پھر دکھائے مکھ تو دیکھی عیاں عیاں میں

کئی بِرہ آچُرایا جو ہر وصال سو سو

اب سنپڑ آئی ہوں اُس ڈھنڈ ڈھنڈ کہاں کہاں میں

حاصل کرلی ڈھونڈ کر

معشوق پیو کی عاشق ہوئے کر کے جگت منج منج
پیا

او علم معشوقی کا کرتی بیاں بیاں ہیں
اُس

کینتی دیکھت پیارے تیری ہو داس داسی
کہتی

۲۵۱۰ کی صاحب اپنے سوں مل رونگی ایاں ایاں ہیں
کیوں ہ

رہوں گی

حضرت نبی کے صدقے تج پیو اہے جو جاں جاں
تیرا پیا ہے جہاں جہاں (ہر جگہ)

کہہ توں جہاں جہاں او قطبا تہاں تہاں ہیں

(ج)

(۲) رسم عاشقی

نین بت خانہ پتلیاں کوں اچھوتا کرتا ہوں سیوا

سندور ٹیلا پیشانی راکھے تل تل ریت ادے نیوا
لگائے

مسلماں ریت کافر ریت کیا ریت اے نہ جانوں میں

یہ

کہ جگ کے لوگ ریتاں چھوڑ پکڑے ریت تج جیوا

تیری

دھری ہے کان میں مُدرے پڑائی ہے ابو تی تن

کہ پتلیاں میانے دستی ہے سو پچلی پتلی جیوں دیوا

میں نظر آتی

اُمنگ ندی کی کشتی میں سکھیاں چڑ کھیلتیاں ہیں خوش

چڑھ کر

انچل اردھنک ست پکڑے ادنا کا ہت ستی ریوا

ہاتھ سے

پرت جھنتر سوں آئی ہے سکھی اب دو دجوبن پر

نین امل کھلا کھینتی صراحی نہ سرا بیوا

شراب

میرا امرت انچل اوچھل لذت منجکوں دکھائے

پسار یا ہات میں آساں سوں او اس منجکوں تک ریوا

آس سے وہ

نبی صدقے پرت باغاں میں عشرت کرتا ہوں کر سول

(ق) قطب شہ کوں کھلاتیاں ہیں سہیلیاں رنگ بھرا میوا

کتابِ عشق

(۳)

کجل آنکھ کے رنگ بن بھید ہے   تو بھید بھید میں جوت خورشید ہے

گھر پاکاں میں تجے (سے) پنجیا گھر   عشق کا جنیتا سو امید ہے ۲۵۲۰

عشق حرکتاں بن سو حرکت لہے   خوشی پھول چادر بن جمشید ہے

خوشی بیٹنے بوسا دے منج تخت پر   گھرے گھر عشق میوے کا بھید ہے

خوشی خوشبوی خوش ہے اپسند اُتار   عشق باس کے جلوہ بن بھید ہے

خوشی خرمی میزبانی گناے   عشق کے نشاں پر مراد ید ہے

عشق کی کتاباں کیا عشق سوں (لکھا)
قطب شہ نبی صدقے جاوید ہے

(ق)

نقشۂ وصال

(۴)

اے نار میرے نین کوں دے آپنا دیدار عیش

آنکھ کو

سرون بھی تپنتے ہیں مرے ان کوں بھی دے گفتار عیش

کان

منج ناک دھن تج ناک تھے دم باس کا دھرتا ہوں

میرے تیرے سے

دم باس ویکر توں اُسے دایم دیئے آپار عیش

خوشبو تو بے حد

.... تج دُرادھر تس میں نبات امریت بھر

تیرے موتی جیسے ہونٹ آبحیات

میرے ادھر پر دھر ادھر منگتا ہوں میں آنتار عیش

ہونٹ رکھ ہونٹ

تج رخ سیتی مُنج رخ اہے نہیں اس تھے رُخ فرخ کہیں

تیرے سے میرا سے زیادہ

رخ سوں ملا رخ کوں کہ ہے رخسار کوں رخسار عیش

سے

منج کنٹھ دھن تج کنٹھ کی کنٹھ کوں بہت منگتا اہے

میرا گلا عورت تیرے گلے

منج کنٹھ سوں ہم کنٹھ ہووے سور کا جھلکار عیش

۲۵۳۰

میرے گلے سے گلا سورج

باہاں میریاں مشتاق ہیں تج بانہہ کے گلہار کے

بازو تیرے بازو گلے کا ہار

باہاں منے بانا سکے تج بانہہ کا گلہار عیش

بازوؤں میں نہ سما سکے تیرے بازو گلے کا ہار

منج ہات منگتا ہے ادک تج ہات سوں ملنے کتیں

میرا ہاتھ بہت تیرے ہاتھ سے لئے

منج ہات کوں اپ ہات سوں کرنے دے توں اے یار عیش

میرے اپنے سے تو

بھیٹن کے ڈوبٹ سیتی دھن کچ کچ اپنا طول کر

سے

ہم دو توکچ سوں کچ لگا کچ کچ کریں ہر بار عیش

پستانوں سے چھاتی تھوڑا تھوڑا

چھاتی سوں چھاتی ایک کر یک جیب ہور یک مت سو

اور دوست

تج نکھ سیتی نکھ منج کرنے میں ہے ٹھارے ٹھار عیش

تیرے ناخن ناخن میرے

میرے ترے روماولی[1] جمنا و گنگا جوں مل اہیں

روں روں سو مچھلی ہوے کرتے ہیں تج گنگ دھار عیش

رواں رواں تیری گنگا کی دہارا میں

[1] وہ لکیر جو ناف سے نیچے کی طرف سیدھی جاتی ہے۔ اسکو بیلی بھی کہتے ہیں۔

دُونا بھی دُو بھونرے اہیں سنگرام کے دریا منے
وصل میں

دو من ترا دو تیر تیر کرتے اہیں اس ٹھار عیش
جگہ

نج منج کمر کے کٹ منے بیرت بکٹ سنپڑیا بکٹ

اس کٹ منے کرتا اہے دایم مدن کا بھار عیش
میں

تیرے مرے پاواں سکی جوں ناگ ناگن مل رہے
مثل

صدقے نبی کرتا قطب کرتار تھے اپار عیش
خدا کی عنایت سے بیحد (ج)

(۵) عیش وصال

(----)

سدا منج عید سوری ہے کہ میں دھن وصل پایا ہوں
مجھے عورت کا

وفا کے منتراں سیتی سو دھن کا من ریجھایا ہوں
سے نازنیں دل

کہو چند سور کوں جا جو یکایک آج نا نکلیں
چاند سورج کو ۲۵۴۰

کہ دھن مکھ نور تھے اپنی مجالس میں دیپایا ہوں
عورت کے چہرہ کے نور سے

ہزاراں منّتاں کرنا تو ٹک ہنس بولتی نیں تھی
نہیں
سو آج اُتری ہے باتاں میں کہ میں مدبی پلایا ہوں
شراب بھی
شراب ہور عشق بازی باج منج تھے نا رہیا جاسے
اور کے بغیر مجھ سے نہ رہا
کہ یو دو کام کرنا کر میں لے سوگند کھایا ہوں
بہت قسم
سکی ہرگز نکو کہہ ہو کھیا میں بات تج کوں جو
تجھ سے
کہ دو تن پھٹ پڑے گی وو اُسے میں آزمایا ہوں
غیر رقیب پھٹ پڑے وہ
سمندِ دل میانے غواص ہو کر غوطے مار برسانتھی
دل کے سمندر میں (برسانت میں)
بچن کے موتی..... ڈھنڈ سکی تج تائیں لیایا ہوں
سخن ڈھونڈ کر تیرے لئے
سو دھن جا عیش کوں پوچھے کہ توں آیا ہے کس خاطر
نازنیں
کھیا ہنس عیش ازل تھے میں قطب شہ خاطر آیا ہوں (ج)
کہا سے

بعدِ وصال

(۶)

رین سب شب سوں مل جاگی سو چھب نیکا ہی پیاری کا
رات اچھا
نین ماتے الک بکھرے اثر گھلت اخماری کا
زلف

دیا جھولے پرم بار اڈولے پھُل ڈالی ہونارا
پھول
چھوٹے گل موتیاں ہارا ....

چلے لٹ پٹ لٹک بالی سو ہو نشہ مد سوں متوالی
انچل سر چھوٹ گل لالی جھولے اس متواری کا

چنچل کا مکھ چھبیلا ہے ادھر امرت رسیلا ہے
ہونٹ آبحیات
اجت جھلکار ٹیلا ہے چکندا رات ساری کا

دسن کے داغ گالاں پر بھنور جوں پُھل گلالا پر

پھول

دسے پھل جھلک بالاں پر سو جگنارت آنندھاری کا

۲۵۵۰

نظر آئے پھول

سو لکھن چھند بھری چنچل کھسائے سیس تھے انچل

عشوہ

سرکائے سر سے

متی ہوئے مست جوں منگل سو مدپی پیو کی پیاری کا

نبیؐ صدقے قطب راجے طبل آنند نت کاجے

راجہ، شاہ

سدا اُچھل گیند کنٹھ ساجے سو جوبن دھن ہماری کا

(ج)

افسانہ محبت

پرم کی کہانی

سنو لوگ میری پرم کی کہانی — کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

تمن عشق بھیدیا ہے منج بالے بالا — کہ ہوی ہوں تمن ہیم میں ہوں دِوانی

(تمہارا — اثر کر گیا — میرے بال بال میں) (تمہارے عشق — میں)

محبت کی لذت فرشتیاں کوں نیں ہے — بہت سعی سوں میں سو لذت پچھانی

(نہیں)

پرت میں جنے اپنا دل کینا دریا — عشق پنتھ میں اُس کوں ساجا کہانی

(محبت — کرتا — جو) (راہ)

جکوئی عمر کھویا ہے ساجن ہوس میں — جیون پھل وہی پایا پیا کر میں جانی

(جو کوئی) (زندگی کا ثمرہ — پایا)

اوسی کا ہے دو جگ میں جیونا انند سوں — جنے نینہہ بوجھیا ہے اُس سن لے ابانی

(جیتا آرام سے) (جس نے عشق)

نبی صدقے قطبا جگت مول پایا

(دنیا کی قیمت)

سوا و عشق ہے اُس تھے نیں خوش کہانی

(وہ — سے نہیں خوشتر)

(رج)

پریم کے چھند بند

(۲)

پرت جل میں جنے رہے ہور نجانے — او پیرت بات کوں ہرگز نمانے

محبت کے پانی جو رہے اور — وہ

جنے جم نہہ دھیاناں میں رہیا ہے — اُسے معلوم ہیں سب نہہ کے مانے

جو ہمیشہ عشق کے دھیان رہا — عشق معنے

حق اپ پیرت کے تیں دو جگ نپایا — بڑے بھاگ اُس کے جن اپے نہہ پچھانے

اپنی — جو یہ راہ

عشق کا جن بوجھے ان نگٹ بھاو ۲۵۶۰ — پرت میں اُن کمے بھو آنے بھانے

جو — وہ بہت

ہمارا بھید نیں بجھنے نکو آو — ہمارے ہور پیا کے درمیانے

نہیں پہچانتے نہ — اور

کرے سیوا پرم کا رات دن وو — برہ کی رین جن کوئی بہانے

فراق رات

نبی صدقے پیاری قطب آکھے

پرم کے چھند بند سب تو اپ پچھانے

(ج)

رقیب

(۳)

اے دوتن نراسی توں ہے سر بسر غلیظ | چڑ چڑ کہ منج سوں ہر گھڑی باتاں نکر غلیظ

غیر تو — مجھ سے

لے چیز تو غلیظ اہیں جگ منے ولے | ہو سے نہ کوئی جین کہیں تیرے سر غلیظ

کئی ہیں دنیا میں — ہو سکے

بہتر جو بحر و بر میں نہ لے ناؤں کوی ترا | تج ناؤں لینے تھے ہو ویگا بحر و بر غلیظ

نام — تیرا نام سے

تیرا چیز خدا نہ کرے جو چتارے کوئی | تیرا چیز چترنے تھے ہوگا چیتر غلیظ

تصویر اتارے — تصویر اتارنے سے تصویر

شکر کوں آپ ادھر سوں شکر کر نکو کہہ توں | تیرے ادھر غلیظ تھے ہوگی شکر غلیظ

اپنے ہونٹ سے نہ تو — ہونٹ سے

دیکھے گا ٹک جو خواب میں تیرا بشت چھانو | لک گانو نھاس جاوے گا شیطاں ڈر غلیظ

لاکھ گاؤں بھاگ

کس دھات تج کوں قطب کہے خوب ہے کر

طرح تجھے کہکر

اے دو تنی نراسی توں ہے سر بسر غلیظ

(ج) ۲۵۷۰

رشکِ رقابت

(۴)

دیکھو سہیلیاں یہ دوتی جا پیا کوں کچ سناتی ہے

میں شہ کی پیاری ہوں کر دیکھ نسک نقشاں چھاتی ہے

رشک کر

مرا نیہہ شاہ سوں قایم دوتی کیتا کوا کی توں

جھوٹی باتاں پیا سوں کر سبب دوند کی بساتی ہے

دشمنی

پیوا کی توں کیتا اپسے للّن سوں ملکہ اے دوتن

ملکر

دو دین کے پرت میں اپنے شرم توں کے گنواتی ہے

کیوں

رہی ہوں جان بُج کر میں پٹے سب عشق کی بھی مُنج

پڑا کے کیا برہ نیہہ کا بچھو لیا کے لڑاتی ہے

سجن کے دِشٹ جن ناری پہی تس کیا اڑاکی توں
مکر حور جیل چھوڑے توں پھر اُس کیا آزماتی ہے

نہوے ناتاں میں جس کے گن سو وہ شہ کوں بچھاوے کیوں
تر کماں سوں اُن یکساں ہے جتی کنکر زیجھاتی ہے

سو اُس ہیلی سیانی کوں سہاتا ہے سہاگ یہ سب
جکوئی خوشحال سوں شہ کا ہنس ہنس وقتاں گماتی ہے

کہی پیاری نبیؐ صدقے محمد قطب شہ کوں توں
ایسے اوگن نبھاوے مُنج دو تن جو کن ڈراتی ہے (ج)

بڈھی کی کہانی

(۵)

پریاں کے باغ میانے دیکھیا مندھر گلالی
واں یک پری کے کھتی سب بن لیا تھا لالی

انو تارنا پر چنچل گل لال گال پھل وِل ۲۵۸۰ کھڑکی منے تھے اُنچل سر پر تھی سر تھے ڈہالی

میں سے　سے　ڈھلکائی

تارے چندا پرو کر راکھے سو مانگ سر پر　　جُگنی جڑی منور اوڑے جھبنا سو آلی

پڑیا نظر یکا یک ، ہلجیا سو جیو بے تنک　　چنگی اٹھی جیوں چکمک حسن و ہمن ملالی

مج اُس لگیا ہلا وا دو تن سو دیکھ سہاوا　　اس گھر میں لائے لاواں گتاں سو جا اچھالی

سُن عقل اُس بُڈھی کی ساس آئی اس گھڑی کی　　سو جیو مکھی کھڑی کی کھڑکی پہ جھانپہ کھالی

بوڑھی

بھنواں کوں گانٹھ با کر جج کوں نپٹ دیا کر　　غصے تھے اس جدا کر دیتی ہزار گالی

مکھ پر بدھی کی جھڑی کوں شال کی ٹل کی جھڑی　　مو چندپ کرنا ترڑی او پا کنی ہے مالی

وہ

قطبِ زماں معانی بس کر بڈھی کی کہانی

شیطان کی ہے نانی آپس کوں آپ جالی　(ق)

جلائی

عشق و عقل

(۶)

پرم آپنا چتر جگ پر سو چھایا — جہاں اپنا پنی چھایا اپس واں کھایا

پرم پھول بن میں سگند باس مہکا — پرم آپنے ہات ارگج کلایا

سبھی عالماں آپ پڑن جاہیں ۲۵۹۰ — نہیں کوئی پایا اے پیرت کا مایا

پرم کے سو پیمانے سوں مد پلا کر — پیا طاق ابرو سوں سجدا کرایا

عقل کے تخت پر پرم تخت بیٹھا — عشق عقل کے ہات ایسے نوایا

نہ عاشق کوں کٹتا ہی بن عشق یک تل — وو عاقل سدا جن پرت سوں گمایا

پیارے سوں گمتا نہی صدقے قطبا

پرم اُس کوں ساجے جنے یوں گمایا

(ج)

دُنیائے فانی

(۷)

سنو عاقلاں سب کہ دنیا ہے فانی
جو کوئی بوجھیا اُس ہی صاحب قرانی

دنیا رنگ سوں جن بہوت دل نہ باندے
شہاں میں سُہاتا اُسے .... سلطانی

وہی مرد ہے جے دنیا میانے دین کا
کرے کام ساجے اوسے کامرانی

دیو و جگ کوں بہو جن او بخشش کرو جم
کہ جھمکے گا اُس نور تھے تم پشانی

طمع کوں پیا یاد پانی سوں دھو کر
اپس دل میں تھے ہو بچن کن کہ دھیانی

نبی ہور علیؐ سوں قطب کی ہے پیرت
سدا تو ہیں پایا ہے تخت شہانی

(ج)

۲۶۰۰

مُتفرّقات

فتنۂ دکھن

الجھائے جیواں کوں سکی اپ چوٹی کیرے تاب میں

پھانسے دلوں کو اپنی بل

پتلی نمن لڑکائے ہے دل اپ نین محراب میں

کی طرح اپنی آنکھ کے

کہیا کہ مکھ دکھلا منجے، چھاتی سوں چھاتی لا منجے

کہا چہرہ مجھے سے مجھے

کہتی اپن گھر آ منجے، بے سُد ہوا اس جاب میں

کے جواب

سورج بدن جھلکائے جب، چھپ جائیں تارے لاج سب

اپنے (جیسا) شرم سے

دیکھت سو اُس کا جوت چھب، طاقت نہ رئے مہتاب میں

دیکھ کر رہے

کیا چلبلی سو دھن ہے توں، ہر فن منے پُر فن ہے توں

نازنیں میں

ہور فتنۂ دکھن ہے توں، سر زور ہر یک باب میں

اور

صدقے نبیؐ قطبا سوں مل کرتے رلیاں ہر یک تل
عیش ایک لمحہ
لبدائے کر مج جیو دل، پگلائے جوں قنداب میں
میرا پگھلائے (ج)

ایک تلنگن سے

(۲)

پیاری جو وتی ہیں ہنت تج پیم
تیری محبت
مُنجے جیو دیونا ہے پیم ہیں نیم
مجھے دل دینا محبت میں دستور اصول

کرب سوں ہیں نبوجی تھی پیا کوں
نہ پہچانی
کہ یک تھا مج نین تل کوہ موں ہیم
میری آنکھ میں برف

ڈھونڈیا ہوں میں نہیں پایا پرت جیہہ
ڈھونڈا
بہوت جو یا ہوں نیں پایا ہوں نھیم
نہیں اور

پرم پیو کا ہمارا جیو سنجیو
پیا کی محبت کا
پرم پنتھ میں ہے عشاقاں کا یہ نیم
راہِ عشق اصول

نبیؐ صدقے قطب شہ سانولی سوں

۲۶۱۰

بچن ہندی سوں بولے ایم مرنیم
زباں ہندی میں ایم رے ایم (کیا رے کیا) (ج)

دکن کی پتلی

(۳)

سدا منج مست کرتی ہے نین سیتیں نین پتلی
کہ بالی غمزے کے پیالے پلاتی ہے یون پتلی

نین سوں صبر کر کہتی کروں اب صبر میں کیتا
نین ہوتے ہیں روشن دیکھنی توں ہے گگن پتلی

بھنواں کشتی منے نین یوں رہیا جیوں نوح کشتی یا
پرت دریا منے پایا پری ایسی رتن پتلی

ترا مکھ لوح کلیا یا دڑوں ناں میں بری جن تھے
ہندو پاتر سنپڑتی نین سکتی جیوں ہرن پتلی

اگر منگتی رنجانے عاشقاں کے تیں گھڑی تل
انچل جھلکار وساں سوں چلے ڈگ ڈگوں پتلی

نین کے حوض میں پتلی نوی چالیاں سوں ترتی ہے
نین عاشق ہیں دیکھن کے بچن سننے کرن پتلی

نبی کے صدقے سر تھے جیتیا نادان بالی کوں
انند اں سوں ملی قطب زماں سے تیں دکن پتلی

(ق)

موہن اور حیدر نگر

(۴)

سو حضرت کے گو نشاں ہور پکھایا — اُن ہت تھے حق پیالہ کوثر پلایا

(جو — اپنا — اُن کے ہات سے)

مرے سیں موہن سہرا سو متا ہے — تخت ہور بخت کا قطب نجم اُدیا

(سہرا سجتا — اور)

فلک مادے منڈپ چھایا ہے رنگ رنگ — پریاں ہور حوراں کوں اُس تل نچایا

(اسکے نیچے — اور)

دما ہے سو بادل کے کھن کا چتر ہے — کلیجا سوں دشمناں گڑبڑایا

بریاں نظراں تھے اسکوں اسپند اُتارو — کہ حیدر نگر اُس انداں بھرایا

(سے — کو اُس نے آنند سے بھر دیا)

محمد قطب شہ بندہ ہے علی کا

علی آپ صدقے دو جگ میں بچایا

(ج)

کلیاتِ محمد قلی قطب شاہ

دوسرا حصہ

غزلیات

تفصیلی فہرستِ غزلیات

(جملہ غزلیں ۳۱۲ اور جملہ اشعار ۲۲۵۴)

نمبر شمار	ردیف	صفحہ	تعداد غزلیات	تعداد اشعار
۱۵	ظ	۱۴۶	۳	۲۱
۱۶	ع	۱۴۹	۱۲	۸۵
۱۷	غ	۱۵۹	۵	۳۰
۱۸	ل	۱۶۳	۲	۱۶
۱۹	م	۱۶۶	۹	۷۰
۲۰	ن	۱۷۴	۳۹	۱۷۶
۲۱	و	۲۱۳	۵	۴۱
۲۲	ہ	۲۱۸	۶	۵۰
۲۳	ی	۲۲۴	۸۱	۵۴۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ردیف الف

(۱)

دلا منگ خدا کن کہ خدا کام دِویگا ۔ تمن من کے مراداں کے بھرے جام دِویگا

مانگ کے پاس دیوے گا ۔ تمھارے دل مرادوں دیوے گا

خوارج کی اگن قہر کے پانی سوں بُجھاگا ۔ براہیم نمن تجکوں سکھ آرام دِویگا

آگ سے بجھائیگا ۔ ابراہیم کے مانند تجھے

دو عالم کے دوارے کھلے ہیں عیش کے خاطر ۔ جے کوئی نبیؐ نام سوں دل رام دِویگا

دروازے ۔ جو سے

جے دل میں محبت علی و آلِ علی ناہ ۔ اُسے خون جگر دارو نا کام دِویگا

نہیں

نکھا غم توں زمانے کا تر اکام خدا سوں ۔ ہر اک پستی منے تجکوں بلند نام دِویگا

جس ۔ میں تجھے

اپن بخت خضر ہے تجھے کدیں دلمیں نکر غم ۔ تجے دار دُئے صحت سوں شفا جام دِویگا

تو ہے ۔ اپنے کبھی ۔ سے کا

رقیباں کے دکھوں سیتی قطبؔ شہ توں نکر غم

تجھے سے

خدا سارے رقیباں کے گلے دام دِویگا

سے تو پھانسی

(۲)

سب اختیار میرا تج ہات ہے پیارا — جس حال سوں رکھیگا ہے او خوشی ہمارا

نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اپ پلک سوں جھاڑوں — جے کوئی خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمہارا

تج نا نین تیرے ہر بت نین کیاں تیلیاں — مجھ نین میں پوجاری پوجا ادھان ہمارا ۱۰

اس تیلیاں کی صورت کئی خواب میں جو دیکھے — رنگ آئے مجھ کرے مست کوئی سجدہ اس دوارا

تج عاشقاں میں ہوتا جنگ و جدل سو دن — ہے شرع احمدی تج انصاف کر خدارا

تج خیال کی ہوس تھی ہی جیو ہمن سو زندہ — او خیال کد نجاوے ہم سر تھے ٹک بہارا

جب توں لکھیا قطب شہ مہر محمد اپ دل
ہے شش جہت میں تجکوں حیدر کہ تو ادھارا

(۳)

نزاکت حسن و دولت ہے منگے جا ہی کرن سکتا — نوا یوں نوجوانی سوں سکل شاہی کرن سکتا

دیپا مشرق و مغرب میں جھلک درپن مکھا تیرا — کہ تو جلوہ فلک تھے ہے سو تا ماہی کرن سکتاہ

چمکا آئینہ رخ

تمن مکھ میں خدا کا نور مج نینا بھر یا دیکھے — کِنن صورت تمن سر بھر نہ ہمراہی کرن سکتاہ

سے

تہمارے چہرے میری آنکھیں — کسی کی تمھاری مقابلہ

مکھا سورج کتاباں تھے نوا خط سو لکھا باتو — اسی خط پر سبی عاشق سو یک راہی کرن سکتا

تو سے نیا سے — سبھی ہمراہی کرنا

کتے دن تھے پڑا کر مج کتا پڑھیا نو چھا ٹک — الف پڑہنے ہمن چو گاں اگر خواہی کرن سکتا

کتنے سے مجھے کتنا پڑھا نہیں پوچھا — ہزار

تمن جو اہن ہمن زردی نیا یا مکھ بچارا سو — دکھے عاشق شفا خانہ تمن لاہی کرن سکتا ۲۰

فائدہ

تمن مکتب میں نہواداں برہ بچناں سدا کرتے — سکاوں علم شیخاں کوں نچھل کاہی کرن سکتا

سکھانے شیخوں مشکل کیوں

تمہارے بچے فراق

دم عیسیٰ کتے مردے جلاون ہی ونیرا لے — دوری مارن ملن جیون مجہ آگاہی کرن سکتا

کتنے جلاتا — دوری موت وصل زندگی

زمانے کے اندھارے تھی معانی توں نکر غم جگ

اندھیرے سے دنیا میں

پیالا ہت پیا کے پیو توں جگ شاہی کرن سکتا

پیا کے ہاتھ سے پیکر دنیا کی بادشاہی کر سکتا ہے

(۴)

سکی باتاں شکر کرتی ولے میٹھائی آسے نا — دوانی نیشکر میں کوئی کدہیں نا بات باسے نا

سکھی نہیں آسکتی — اے دیوانی کبھی نبات نہیں رکھتے

خبر ہوی شہ ہوی سو رالیگا یک آئے مج ٹہارا ‏ ‏ نپوچھے ٹک پھرے بچارا تو اب ہا سہاسے نا

قرار ‏ ‏ باہر ‏ ‏ فراق سہا نہیں سکتا

کہوں آپن برہ جس کن اگن شعلہ پڑے اس تن ‏ ‏ سو مشکل ڈ اتیا مج من ہمن دکھ کوئی سہاسے نا

اپنا فراق ‏ ‏ کے پاس ‏ ‏ ڈرا ‏ ‏ میرے دل میں ہم اپنا دکھ کسی کو سنا نہیں سکتے

مگر کھولے خدا ای دکھ دکھاوے اس سورج کا مکھ ‏ ‏ اندھاری نین پاویں سکھ تو مجھ پر دکھ دہاسے نا

یہ ‏ ‏ سورج ‏ ‏ اندھیری آنکھیں ‏ ‏ رفع ہونا دور ہونا

معانی ٹھاوں توں جانے غوص ہو کر تن پائے

جگہ مرتبہ ‏ ‏ موتی

سو خالی سیپیاں لیا دو حیاں سم نجکوں آسے نا

اغیار ‏ ‏ برابر

(۵)

مکھ میں بنفشہ رنگ تلا کا نور میں توں پائیا ‏ ‏ ۶ ‏ ‏ جیوں کر سیام رنگ چندا سو مل سب جگ چندنا چھائیا

تل ‏ ‏ تجھ سے پا یا ‏ ‏ چاند سے ‏ ‏ چاندنی

مکھ کعبے کے میانے منے مقصود مج پانے منے ‏ ‏ ۳۰ ‏ ‏ امید کے خانے منے گھر کے دیوے لائیا

رخ ‏ ‏ درمیان میں ‏ ‏ چراغ ‏ ‏ لایا

ہیرا ‏ ‏ میں

کنتل منے کیوڑے بھیس میں لوگاں کہیں ناگن دس ہیا ‏ ‏ مانک اجالے بیس میں منتر سو بیں ہلجائیا

زلف ‏ ‏ متاثر ہوا

رات دن

مجنوں سو میرا نام ہے وحشی توں مج سوں رام ہیا ‏ ‏ اس مکھ الکھ مجہ دام ہیں یک بیچ میں گل باہیا

مجھ سے ‏ ‏ جو نظر نہ آئے ‏ ‏ گلے میں ڈال دیا

تج گال پھل الے اپر لٹ ہے سو گل لالے اپر ‏ ‏ یا ہے بھنور لالے اپر سو نقش مج من کائیا

تیرے ‏ ‏ پھول اعلیٰ ‏ ‏ زلف

مج جیال میانے توں لسیے مج گیان دیواتوں دسے — کتنا کسوٹی پر کسے میں دھیان تج سوں لائیا

میرے میں تو میرے چراغ تو نظر آئے کتنا ہی تیرا ہی

برہا معانی مل اہے اُس کا دلا مج دل اہے

فراق

پھل سنگ رقیباں رل اہے کیو بلی تو دہن بلکائیا

پھول کے ساتھ بھی خیال

(۶)

ہے عشق ہر اک دھات ہر اک دل میں پیارا — مج عشق پیاری کا اہے جیو کا ادھارا

مجھے سہارا

پتلیاں نیناں کی سو کل جگ کو بھلائے — اسماں میں اُٹھے شور دیکھت زلف تمارا

طرح جی

آنکھوں سب دنیا دیکھکر تمہارا

تری ٹھڈی کے جل منے سو جیو کا جیون ہے — او چشمہ منے ہیں تمن جیو کیا ٹھارا

آب ذقن میں روح زندگی اُس میں

زاہد جو ترا مکھ دیکھت جیو دیتے ہیں — تج نیر ٹھڈی کی پچھی ہے عیسے کا بارا

مانند جی مقام

چہرہ دیکھکر جی تیرے آب ذقن دم

انکھ پاس کے سم پھول اپن پاس نوائے — ۴۰ کملا کر جھڑے برگ کتنے باس میں ہارا

برابر پھیلائے کمہلا

کرتار تمیں کیس میں توں پھول نے گوندا — قدرت کی کلیاں کا ہے لٹاں من مہکارا

بال بالوں

بن تیر تمن ساری کلیاں سوک رہی ہیں — ٹک آکے کرو گشت چمن جی اُٹھے سارا

تمھاری سوکھ ذرا

سب مالی نچل نیر پلا جھور رہے تھے — یک تل میں ہر یک پھول ہوا نور ستارا
دیکھیا ہوں ترے نین منیں صنع خدا کا — تو سر نہانی سوں جھلکتا ہے پچھارا
عالم منجے تعلیم کریں علم و ہنر کا — لکھے ہیں ازل تھے ہمنا عشق قرارا
دو تن سو حسد کیوں نہ کرے نت ہمنا پر — ہے تاج مرے سیس منور جھمکارا
پایا ہوں اماماں کی دعا تاج شہانی — مج تاج میں ہے نور الٰہی جھلکارا

اے قطب معانی کہ ترا قطب خطاب ہے
کر شکر خدا پر کہ قرار ہے سو ستارا

(۷)

باغ دل میں تج محبت کا اچنبا پھل لگیا — باس سنگ پھولاں عرق کا مین ہوا ہونٹ کھلیا
بے علم ہور بے کتب ہو کس تھے بوجھیا جانا ۵ — عالماں بیچارہ دکھ کر انکی تک میں رہے تھکیا
سانولی قد سرو کوں لاگے ہیں اب میٹھے نبات — چکھنے جا کر میں ڈراں سیتی رہیا ہو ونک دیکھیا

شیشے کی قلقل تھے پیالے میں باندھی بڑ بڑے ‖ بڑ بڑا و نیہ کے زوراں سوں جگ میں جگمگیا

سے میں ‖ وہ عشق سے

توں اندھارے سینے میں نا منگ روشنی اغیار تھے ‖ روشنی تج دیوے کوں قدرت اجالے کا لگیا

راہ نہ مانگ سے ‖ تیرے چراغ کو

میں امی کر گنتے ہیں سب امیاں تو علم میں ‖ موزبانی کا قلم تج وصف لکھ نا سک بھگیا

مجھے قرار دیتے ہیں تیرے ‖ تیرا بھاگ گیا

میرے

نم معانی کے گناہاں کا رقم کرتے ہیں کے

کیوں

میں محمد ناؤں تھے دونوں جہاں میانے جگیا

نام سے میں

(۸)

سکندر کے درپن ترا مکھ دپایا ‖ میں اپ کام اس آرسی میانے پایا

آئینہ میں ‖ اپنا آئینہ میں

تری یادسوں نکلے مو دل تھی لالی ‖ کہ اپ پیالہ سوں لالہ سب کوں رجھایا

سے میرے سے ‖ اپنے سے

صراحی میں پنہاں ہے مے گنج قاروں ‖ گدا گنج پا کر اپس کو پنوایا

پلایا اپنے

اپس خیال میانے دکھیا گنج زر کوں ‖ سنے بڑ بڑے پر اپس جیو چو بھایا

اپنے میں دیکھا ‖ سونے اپنا جی

نہ بیچو منجے مشک نافے کے نمنے ‖ ۶۰ ازل تھے گرہ پا کہ طبلاں بجایا

مجھے مانند ‖ سے پا کے

ہمن تم میں اے باو شرط وفا تھا — وفا چھوڑ باتاں رقیباں سُنایا
ہم — یہ

کہے ظلم کُتوال کا شہر میں ہے
معانی کوں ڈر کیا نوں لطفاں نپایا
کو — تیرے — نپایا ہوا

(۹)

کل مو تو نور دیدہ بسو شاب تاب تھا — اُس مکھ شرابِ دشٹ مرا آفتاب تھا
مجھے تیرا — بعد — دولت — انکا چہرہ — نظر

متا دیں اُس تماشہ مکھ سور نور دوست — میں روتہ تھا سو یوں کہ نہ اُوو خواب تھا
ون (دیکھ) — تا — وہ

مجلس ترا ہزار پریخانہ سکل — جیوں اس میاں بصورت و معنی خراب تھا
سورج — تمام — دل — میں

او زہر ڈنک نینو جو پئے گا نین سو دہاک — دیوانہ سیں آگ برہ بھتے کباب تھا
وہ — آنکھ — سے — فراق — سے

میں تو میاں ریختہ جیوں دانہ سنک — تب ہر طرف تجھے کا رقیب اضطراب تھا
سے

مو آہ و نالہ تب تھے دکھایا ملن گھڑی — او نقد عمر مو دو نفس در حساب تھا
میرا — سے — وہ — میرا

او کی بنت حیا کا نہ سکے دیکھن سوں کوئی — او شرم مو کا اس رخ چند پر حجاب تھا
اسکے بغیر — نہ دیکھ سکے — وہ — مجھکو — کے — چاند جیسے

تسبیح زاہداں کرو نفل و مدد ہوا ۔۔ تسبی گنہ سو کیا ہی یہ بات اس کتاب تھا
میں تسبیح

ساقی تو آہ کرم معانی کے تحقیں نرج
سے رنج نہ کر
اس کیا ہی اختیار گناہ شراب تھا

(۱۰)

یوسف گم سو پھر آ کا اب کنعاں غم نکھا
گھر نرا امید کا ہو گا گلستاں غم نکھا
آئے گا

ای بہانہ دکھ دکھیا سو خوب ہو گا حال تج
من کا چنتا ہوئیگا پھر آکہ جاناں غم نکھا
اے دل عشق کا دیکھا ہو گا تیرا
کے دل کا

برہے کہاں دو دن نخادو را پنے پیو تھے
دایم یک دھا نول نہ رہسے کا رنیزاں غم نکھا
سے طرح رو کے

جم بہار عمر تج ہے پھر کہ آ گا باغ میں
چنتر پھل کا کھلک رنگیں مرغ خوشخواں غم نکھا
تجھے پھر سے آئیگا آسمان کے پھول کھل کے

ہاں نوں نا امید نا ہو کو نجانے سر غیب
کیا اچھیگا پردے او چھل کھیل تپلیاں غم نکھا
کوئی ہو گا

او جنگل میں شوق سوں کعبہ خاطر رکھ قدم
تج اگر بولیں چبھیں کانٹے مغیلاں غم نکھا
تجھ سے چبھیں

اس
ای جیا موج جا تھے نا ڈر منکا بھانا ہوئیگا
تو تجھے ہے نوح کشتی بان طوفاں غم نکھا
اے دل موج سے دل کا

باٹ تیرا دور اگر ہے عشق پنتھ دکھلائیگا — شاہِ رایاں تو لیا ہے رایاں میں زرایاں غم نکھا

راہ — از

حال میرا دو ہی نادان ہور کوپ رقیب ۸۰ — سب تو بوجھیا ہی خدا ہور شاہِ مرداں غم نکھا

غصہ — اور

قطبِ شہ اس کنجِ فکر و خلوتِ دینی مینے

میں

تا اچھے وردت دعا و درسِ قرآں غم نکھا

جب تک رہے تیرا ورد

(۱۱)

منج جیو کی آرزو کوں بندے مو سیتیں پیا — دونین کی بات پکڑے ہے پکرو سیتیں پیا

میرے دل — مجھ سے — عنبر — سے

ہلنے کوں عاشقاں کوں نہیں باو آتنہ ٹھاؤں — پکڑے کمان آپنی ابرو سیتیں پیا

اتنا — جگہ — اپنی

قربان جاؤں نا بیٹھے باطِل کے سحر پر — سب جادو پکڑے نین کے جادو سیتیں پیا

آنکھ

مشکی خطا کا باس بچارہ دسیگا کاں — پکڑے ہیں سب بی باس کوں اب بو سیتیں پیا

مشک — خوشبو — دکھائی دیگا کہاں — خوشبو

کیا کم پلاؤں نا منجے ساقی پیالہ بھر — جوڑے ہیں سر تھے یاری او بندو سیتیں پیا

سے — اُس — پھر سے

داؤ دور اگ پچی صراحی کے ناد تھے — رنگیں کیئے ہیں بزم کوں دارو سیتیں پیا

طرح سے — سے

ہر غم پچھے خوشی ہے معانی توں غم نکھا
تعویذ باندھے ہیں ترے بازو سیتیں پیا

(۱۲)

تیرے ہوٹاں کے حقے میں تھے دو لا منجکوں دوا
میرے درداں کوں سدا تیری شفا تھے ہے شفا

نین جھلکار تیری بجلی نمن جب جھمکی
دشت تھے منج شوق کا مینہ ٹپکہ ہوا سب ہی ہوا

پھول و پھل کھیت ہمارے کوں لگے ہیں تج تھے
نین و دل بحث آپس آپ میں کرتے ہیں بجا

کیا غرض تجکوں اے بختاں سوں پلا می ساقی
غم پچھیں عیش و خوشی کا ہے صفا ہور صفا

حسن تیرے کا کریں چاڑی نین آپ میں آپ
یک نین کیا کو جھایک کیا کھیا توں ان میں بجا

عشق بازی جو منگے کرنے ہونا صبر اسے
غم نہ باں اُبالے تو کرنا ہے اسے صبر روا

وعظ تیرے سوں معانی بندھیا ہے دل یارب
کرو آمین نبیؐ و علیؑ تجے اس کی دعا

(۱۳)

دیکھو کہ کیوں کئے اُنو ہمنا سیتیں وفا
یک تل نہیں ہوا کہ کرے سر تھے بھی جفا

لیکھے سو پایا ہوں نہیں کچ یار کا گناہ
جن ظلم کے تو اسکوں اہے درد یے دوا

مارے پنکھیاں مو دل کا کبوتر تو تجھ میں
دیو نہ دانا پانی یہ تم شرع ہے روا

تم ظلم ہے ہمن کوں خوشی سو دیل سوں
کرنا نہ کچ پکار کہ چپ رہے تو ہے شفا

ساقی وو تن کے رشک بن نا ز پیالہ دے
جم کوں نہتھا ای پیالہ نیں اس تا ہیں ریا ۱۰۰

جاسوس سیدھی باٹ دکھا نیہ تجھ میں
رہ باٹ میانے ہور نگر سب سوں ہاجرا

کرتے ہیں دعوے شعر کے سب اپنی طبع سوں
بخشیا فصیح شعر معانی کے تئیں خدا

(۱۴)

جگ جوت عشق کا او لائی انچل کنارا
لیدیا جیا پنکھی جیون اس جوت کوں ہمارا

جب توں بلائی ہمنا پیرت میں آپنا کر — جو سی نگر توں پھر کر ہم خاطر اسنخارا

تو ہم کو محبت اپنا سمجھ کر — جو تشی سے نگر پھر سے ہمارے بارے میں

تج مکھ کی جھلک ہور پیشانی کی تجلی — چھپتا ہے سور رین کوں جیوں چھپتا دیس تارا

اور تیرے چہرہ — سورج رات جوں دن کو

اے دیدواں تعدی نا کر منجے نہیں ڈر — نیہ شہر میں ہے قاضی کو تواں ہیچ کارا

مجھے — عشق کے

اب آنکھیاں کوں کہہ توں ٹک مرحمت نظر کر — طالع لکھے سوں انپڑیا اسکوں نہیں ہے چارا

آنکھوں سے — حاصل ہوا

زاہد ہور عالم ہور جوہری صراف — نا بوجھیں توں بوجھیا سو کر بات آشکارا

اور اور اور

نیہ بند انجھواں تجے جاتا پھتر تڑخ گل

عشق بوند آنسوؤں سے پتھر

حیران ہے معانی او دل میں نہیں ہے ٹھارا

اس کے قرار

(۱۵)

جے کو کہ ہتیلی جام لیتیا ۱۱۰ سلطانی جم مدام لیتیا

جو کوئی میں لیا — لیا

پانی کہ خضر حیات پایا — مد گھر تے ...... جام لیتیا

جس سے کہ — لیا

سر .... کام راکھو — اے ـ ھا ـ سوں نظام لیتیا

یہ — لیا

.... مو یارکن تھے رام لیّیا

باہر تو آ دھر تے ساقیا نا — اس دور رکنے کہ کام لیّیا

لو چن نیرے تنبیو ہائے مستی — او دِشٹ چنچل تھے وام لیّیا

ذکر مکھ و زلف تج ہمن دل — پو چن سو صبح و شام لیّیا

مو سینہ داغ درد دوکھوں — رو پوں نمکی تمام لیّیا

او چاہ ٹھڈی معانی کی جان
تو حسن دو سو غلام لیّیا

(۱۶)

زلف کی جدول میں اِلجیا ہے دکھو بادِ صبا
الجتا ہے باو ایسا بوجھو و کیا ہے بلا

نین میٹھائی سوں لبدے زاہداں تج نینہ میں
ہم مکھی کوں چا کھنا ہے او مٹھائی سب دا

۱۲۰

تیرے مکھ کے نور تھے ہوتا منوّر چاند اجت
سے تہ جیتا ہوا

دل کی تحقیقاں سوں دیکھو ہر بی باتاں بے ریا
سے بھی

تیرے مکھ کے مصحف اوپر کھینچے سو کے کا زبر
سُرمہ کا خط

جزم ہور ہیا ہے دل تشدید ناکر آپیا
تشدُّد

سبز خط اگے کہتے ہیں بات لوگاں سبزی کا ف
کے آگے

کیا خبر ہے اُن کوں کیوں ہیلا ہوا ہی سب گیا
انھیں کہ گیاہ

کیس کھولے کرلے کنگھی رات ہی ہمناں کوں وو
بال تو ہمارے لئے وہ

مانگ کاڑے جب گی وو دیس ہمناں کوں صبا
نکالے تو وہ دن ہمارے لئے صبح

تج کِتا کوں اے شمے اپ روشنی تھے نہ کھینچ
تجھسے کِتنا کہوں شمع اپنی سے

مارتے ہیں دم بدم گردن کہ توں ہے بے حیا

سُدے کر ہنراں ستی دکھلاتے اس کا نور سب
تو سنیدے سے

نور جاتا اُف سیتی اس تھے سدا ہے بے نوا
سے

رات ساری تیرے غم کھینچے صفاں ہمناں اُپر
ہم پر
میٹھے بچناں تھے لکھیا میرے خلاصی کا رقعا
باتوں سے رہائی رقعہ

اپ گناہاں سوں ہمیں کھاتے ہیں غوطے رات دن
اپنے سے ہم
اپنی قدرت ہات سوں مُنج کو بچا وواے خدا
کے سے مجھے

تیری انجل باد تھے ہے عیسوی دم جلوہ گر
ہوا سے
وو انجل مُنج ہات میں ہے جیوں کے موسیٰ کا عصا
وہ میرے

میں نہ جانوں کعبہ و بت خانہ و میخانہ کوں
۱۳۰
دیکھتا ہوں ہر کہاں دستا ہے تج مکھ کا صفا
ہر اس جگہ جہاں نظر آتا ہے تیرے

بھاتے ہیں پردے اندھارے کے معانی تیرے سب
اٹھ جاتے ہیں اندھیرے
شکر کر حاصل ہوا ہے مدعا توں اُس دُعا
تیرا سے

---

(۱۷)

خبر لیایا ہے ہُدہُد میرے تئیں اُس یار جانی کا
لے آیا پاس
خوشی کا وقت ہے ظاہر کروں رازِ نہانی کا

مرے جیو آرسی میں خیال تج مکھ کا سو دِستا ہے
دل کے آئینہ تیرے نظر آتا ہے
کرے او خیال منج دل میں نشانی زر فشانی کا

میرے وہ
چیتا ہو عشق کے جنگل میں بیٹھیا ہے دری لے کر
چیتا بن کر
لیا ہے جھانپ سوں آہو مَن دل منج ایالی کا
چھپا مانند بھولا
خدا کا شکر ہے منج سلطنت تھے کام پایا ہوں
سے مقصد تیری
دُندے دشمن کے مکھ پر چونتا مئے ارغوانی کا
سامنے مخالف
چھبیلے مست ساقی کے پچھیں دوڑیں سو مخموراں
پیچھے
پلا دو مئی ہوا اب تو ہوا ہے گل فشانی کا

دو نین انسوں کے بارے تھے ہمن کوں کچھ نہیں ڈر ہے
غیر کے پھونک سے ہم کو کچھ
ہمارے دیوے کوں ہے روشنی صاحب قرانی کا
چراغ کو

لگے ہیں انجواں کے پھل ضعیف اس نخل کوں میرے
آنسو
ہر اک انجو ہے دُر دانہ منجے وو خسروانی کا
آنسو وہ

ہمیں ہیں عشق کے پنتھ میں دونو عالم تھے بے پروا
ہم راہ سے
لگیا ہے داغ منج دل پر سو اس ہندوستانی کا
لگا میرے

پڑے دنبال میں میرے سو اس نیناں کے دنبالے
آنکھوں
خدایا عشق مشکل ہے بھرم رکھ توں معانی کا
۱۴۰

(۱۸)

کل جج کوں نور نین سو نشاں بے تاب تھا
مجھ
تا دیس پیو کے مکھ کے تماشا کے نور تھے
صبح تک پچہرہ سے

اس مکھ شراب و دشت مرا آفتاب تھا
اسکا چہرہ نظر
میں عیش میں تھا یوں کہ نہ او وقت خواب تھا
وہ

مجلس ترا سہاتا ہی خوباں کے حسن سوں
مُج جیو انہی کے روپ سینی کامیاب تھا
(میرا دل)

اس مین سُو کا سینیں برت مُج کوں یو پیا
(آنکھ خطِ سرمہ سے ۔ محبت ۔ مجھ کو)
دو جیاں کا دل ہمارے برہ تھے کباب تھا
(اغیار ۔ سے ۔ فراق میں)

(۱۹)

سلیماں کن لجاوے کن خبر مُنجھ مور یک بارا
(کے پاس لے جائے کون ۔ چیونٹی کی ۔ بار)
کبوتر دل کوں عرصہ بند کروں پرواز اس ٹھارا
(جگہ)

عجب سحرے کہ سحر سامری اُس تھے گیا ہے چھپ
اولب خندے کے افسوں پر سُو وارُوں آپ لکھ بارا
(اُس ۔ سے ۔ نثار کروں ۔ اپنے کو لاکھ بار)

برہ کی تاب تھے مُنج کوں خدایا توں سلامت رکھ
(فراق تپش ۔ سے ۔ مجھے ۔ تو)
تمن امید سوں بیٹھیا ہوں بھیجو لطف کا بارا
(تمھاری ۔ سے ۔ ہوا)

نین راوُت لئے سُو کے نیزے ہانتھ غمزے سوں
(آنکھ ۔ خط سرمہ)
سو کرتا نیزہ بازی ناز سوں مُنجہ دل میں او پیارا
(سے ۔ میرے ۔ وہ)

صفاں سب رستماں کے بھاگ گئے تج خسروی فوج تھے

تیرے سے

شہاں تو رات دن کرتے مدارا جیو سوں سارا

تیرا

دل سے

کریں طاقت گنوا کر عابداں میخانہ کوں سجدہ

کو

۱۵۰

کیا زنار میں تسبیح دیکھن روئے زیبارا

دیکھنے کے لئے

تجھے سوں ہے معانی کوں جواں کر آپ بوسیاں سوں

قسم کو اپنے سے

کہیں صد بار قرباں جاؤں اس لعلِ شکر خارا

(۲۰)

خبر لیا دو کہ میرے تئیں سو اس بے رحم عالم کا

نجانوں ہیں کہ او بے رحم ہے سب جگ میں آدم کا

نہ وہ

اگر وہ ملتفت ہوئے ہماری بات پر یک چھن

لمحہ

فداروں میں خزینہ اس اپر اس دل کے درہم کا

نثار کروں

گدا تجھ عشق کا ہوں دے زکاتِ عشق مُنج سائیں
تیرے مجھے اے سائیں
کہ ہے اعجاز مُنج من کوں کہ جیوں عیسئِ مریم کا
میرے دل کو جیسے

فقیر و ناتواں ہوں میں کہاں شاہاں کی مجلس مُنج
مجھے
مگر اپ خیال میں دیکھوں او صحبت آبِ زمزم کا
اپنے وہ

مراقد ہے سو تج نیہ باو تھے لرزاں سو جیوں تیغہ
تیرے عشق ہوا سے مثل
عصا دے ہاتھ میں میرے کہ جیوں موسئی محرم کا
جیوں

توں ہے خورشیدِ خاور ذرہ میں جب نا گنے مُنج کوں
تو نہ شمار کرے مجھے
گنو یا نا گنو تج بات ہے سب حکم خاتم کا
تیرے ہاتھ

پیا تج بند میں الجھا ہوں کر آزاد مُنج بند تھے
تیرے گرفتار مجھے سے
معانی کوں غلاماں میں خطاب اب دے مکرم کا
کو

(۲۱)

یاد مج اُس رات کا دیوانہ کیتا — وو نھنا مج خواب میں افسانہ کیتا

رات میرے نین مج سونے نہ دیویں — او ہمن گھر میں نپٹ ویرانہ کیتا ۱۶۰

کم نکو کر یا خدا اُس زلف کے تئیں — مج دل آزاری بدل آن شانہ کیتا

شمع مہاں جیوں کرے پروانہ کوں اب — مرغ بسمل بھو نکر بپروانہ کیتا

جیو میرا اُس پری کے نیہہ سوں مل — عقل و ہوش و سُدھ مرا بے گانہ کیتا

میں نہ جانوں کیوں اچھے گی حور جنت — حُسن تیرا مج عجب دیوانہ کیتا

اب پچھے گا قطب معنی حال کیوں
قبلہ کوں اُس کام میں میخانہ کیتا

(۲۲)

صبر سوں معمور تھا مندر سو مُنج دیوانے کا — عشق آپی آ گیا سودا سو میرخانے کا

وصل کہہ یا دوری آ دونوں کا معنا ایک ہے
بس ہیں جگنا شمع پروا کیا شمع پروانے کا

سب ہی کچ کوں انت نہیں نا نیم حرف کوں انتہا نہیں
بہوت ڈھنڈ دیکھے نہ پائے انتہا نہ یہ افسانے کا

عاشقاں کا دور ہے آلودہ تیرے بادے تھے
سنگ سنگیں باندے ہیں بنیاد اس میخانے کا

قطب کے میخانے تھے مے پینا آساں کام نیں
بِن محمد کوں پیوے مے سو اس پیمانے کا

(۲۳)

پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یک تل جیا جائے نا

کہتے تھے پیا بِن صبوری کروں
کہیا جائے اما کیا جائے نا

نہیں عشق جس وہ بڑا کوڑ ہے
کدھیں اس سے مِل بیسیا جائے نا

قطب شہ نہ دے مج دوانے کو پند
دوانے کوں کچ پند دیا جائے نا

(۲۴)

کل منج وزیر دل تھے قاصد بشارت آیا
میرے سے
یا حضرتِ سلیماں کن تھے اشارت آیا
کے پاس سے اشارہ

خوش نین نیر سیتی تن خاک کوں گلادو
آنسوؤں کے پانی سے جسم کی کو ملاؤ
دل کے مندِ ہر کوں سر تھے وقتِ عمارت آیا
مکان کے لئے تئے سرے سے تعمیر

میرا سو عیب ڈھانکوا دے سوں بھیگے کپڑے
ترا پسے بھیگے ہوئے کپڑو
او پاک دامن آپی ہمنا بچارت آیا
وہ آپ ہی ہم کو بچانے

منج یار حسن تھے جے بولے ہیں باتاں بے حد
میرے کے سے جو
یک باب ہے سو اُن ہیں جو اس عبارت آیا

جا گا سو ہر یکس کا ہووے گا آج پرگٹ
جگہ مقام ہر ایک (سب) ظاہر
او چھند بھریا سو چندا ابیٹھن صدارت آیا
وہ عشوہ ساز چاند بیٹھنے صدارت میں

جم کے سو تخت اوپر جے تاج سو رچند ہے
جسکو سورج چاند
۱۸۰
چمٹے کی دیکھو ہمت جو اس حقارت آیا
چیونٹی

اُس شوخ دید تھے یوں ایماں اپس سنبھالیں
کی سے اپنا
او ساحر کماندار کرتے سو غارت آیا

قطبا توں داس اس شہ کا جم فیض اُس تھے مانگیں
تو غلام ہمیشہ سے
سو دا ہے تج پرم سب وقت تجارت آیا
تجھے عشق کا

(۲۵)

سجن میری چنچل اہے پیم ماتا
ہے عشق بھری
موہن کو پ کرتے ہیں اپے ناز سیتی
موہن غصہ اپنے سے
ستاتے ہیں چھنداں سوں ساجن ولیکن
ستاتے فریب سے
مری چنت کرتے ہیں ساجن پرت سوں
فکر محبت سے

سکیاں کوں پیا بات رنگیں سو بھاتا
سکیوں کو کی بھاتی
دو تن جا کہے ہے مگر میری باتا
غیر یا رقیب بات
سجن کا میا نیہہ مُنج دن (دل ؟) نپاتا
محبت میرے
اُسی تھے سدا برہ کوں ہیں ستاتا
سے (اسی لئے) فراق ستاتا

تشبیہ — دو تن گلتی ہور بلتی جوں موم بتی
رقیب اور بل کھاتی
گنواتی ہے جلنے منے ساری راتا
میں رات

سدا مانگوں میں جیو ہور دل سوں پیو کوں
جان اور سے پیا کو
کہ اُس بن دو جا میرے من نے سماتا
دوسرا نہیں

بنی صدقے قطبا سوں کہو بنتی میری
سے عرض
کہ تم حسن کا چھب مرا من رجھاتا
تمہارے

(۲۶)

سنو میری ساتی پیا ہور وں راتا
ساتھی سہیلی اوروں کے ساتھ مشغول رہنا
۱۹۰ کہ پر سیج پر سائیں پر سنک گماتا
غیر کے سیج پر پیا عیش و عشرت سے بسر کرنا

ہوا بے سبب سائیں ہمنا سوں کروٹ
یار ہم سے ناراض
پکڑ دو وتی کا من ہمن من سنتاتا
دوسری ہمارے دل کو ستاتا

پیا تج سوں یوں مل کہ جھل کھا دو تن
اے پیا مجھ سے اس طرح جل رقیب
میں ہوں تیری ماتی تو ہے میرا ماتا
شیدا شیدا

حکایت پرم کا نکو منج تھے پوچھو
عشق نہ مجھ سے
پیا بات دے ہوں میں سب من کا بھاتا
ہاتھ دے چکی ہوں دل کی پسندیدہ چیز پیا

میں بھولی ہوں تیرے چھنداں سوں پیارے
فریب خوردہ عشوہ طرازیاں سے
کہ خاطر دکھا کر بھی پھر پھر منا تا

نہیں امن خاطر منجے وصل ماہنے
مجھے میں
کہ ہر دم منجے برہ سائیں ڈراتا
مجھے فراق یار

بنی صدقے قطبا کی ماتی کہتی ہے

دیوانی کہتی
قطب شاہ سُندر گنی مدّ ماتا
اچھے گن والا عشق میں مگن

(۲۷)

تری نیہہ کا مُنج کو بچھو لڑیا
عشق مجھے
مرے سب ہی تن میں بس اُس کا چڑیا
زہر چڑھا

میں آئی ہوں تج پاس اُتارا کرن
تمیں کرتے ہارا اُتارا پیارا

جو دیکھی ہیں اُس روپ ونتا سجن
تیرے کرنے
نیَن اُس سلونی تھے پھر بس چڑیا
آنکھ تم ہی والے سے زہر چڑھا

(۲۸)

کھوا چھڑکے آویں گے من ہرنا ۲۰۰
لگوں گی آج پیا کے چرنا
قدم

سنوا نری ہوں میں صدر سینا تو تیں
دلبر
موانگن میں توں پیا پگ دھرنا
سنواری سینہ تیرے لئے میرے صحن تو قدم

رکھ دیو و مُنج کوں اُنژ تم لِلتا
کہ تمیں من کے میرے ہیں پرنا
لال لائن تم ہی دل توانائی قوت

دوتے کا کوڑ کپٹ دو تن کوں
مجھے
نیہہ نگر میں توں سکیاں سوں پھرنا
غیر کے ساتھ عشق کے شہر کے ساتھ

پھول بن میں تیرا نازک ہے دہن — چپ رہنا آہ سکی نا کرتا
خاموش — آہ نہ کرنا

نبی صدقے قطبا کے من میں
جوں سسی ناد سکی چپ رہنا
چاند مانند کرتا ؟

(۲۹)

سکی آپی توں سائیں سمجاونا — کہ مندر میرے سمجاو کر لیا ونا
تو آپ ہی سائیں کو سمجھاؤ — مکان سمجھا لاؤ

پیاری کا کرنا ہے من بھاونا — پیا مکھ بچن لے منگل گاونا
دل کو بھانے والا — بات بول

پیا ہات میں ہے مرا اختیار — منج اپنا کیا ہے مومن بھاونا
کے ہاتھ — مجھے میرے دل کو بھانیوالا

منجے غنچے کوں دیکھ یاد آوتا — النگار سوں سائیں مسکاونا
مجھے آتا — دیوار سے کا مسکرانا

جلانا دو تن کوں اگن رشک میں — ستائے دو تن منج سوں راونا ۲۲۰
غیر آتش — ستاتے غیر لے راؤ ؟

بلانا و خت منج ہنسی بازی سوں — دو تن دیکھنے منج مندر آونا
بلا کر بے وقت مجھے — رقیب کو دکھانے کی لیے میرے مکان میں آؤ

نبی صدقے قطبا توں اس چھوکری
سیج کی سرک میں سو ہلکاونا
بستر کروٹ پھانسونا

(۳۰)

پیا بچھڑا ہے منج کوں دکھ گھنیرا
مجھے زیادہ
نہ جانوں کب ملے گا پیو میرا

جو سلطاں وصل نیہہ سوں زور لیاوے
عشق لاوے
تو بھاگیا بِرہ اپنا چھوڑ ڈیرا
بھاگا فراق

پتر رخسار کر سُوکے[1] قلم سوں
خط سے
کجل سیاہی سوں لکھے ہے گھنیرا
کاجل سے لکھے گہرا

اپیں سائیں سوں یک جت سیوا کرنا
اپنے سے یکدل ہوکر
اگر یوں نیں تو دوسی ہے کیرا
اسطرح نہیں

صبر سوں کام دُتہ جگ کر تو اپنا
سے دونوں
انا لا دیوگن کنے بھیر دھیرا
اتنا عقل گہری آہستہ آہستہ

محمد قطب شہ راجا اپن سر
راجہ اپنے
محمد نانو لے باندیا ہے سہرا
کا نام لیکر باندھا سہرا

نبی صدقے سدا کہنا ترکماں
کہ منج سر تاج ہے حضرت امیرا
میرے

(۳۱)

نوازیں اپ میا سیتھیں توں منج کوں ۲۳۰ کہ میں باندی ہوں تج سوں حب سارا
اپنی سے مجھے باندھی تجھ سے محبت ساری

---

[1] سوکا = سرمہ کا وہ خط جو آنکھ سے زلف تک کھینچا جائے۔

نکو ہو نکو ہو سہیلی کھیلی تجے سہ کرمیں گے میا سوں نہالا
تجھے محبت سے

ردیف ب

(۳۴)

تج دل پیا دل ایک ہو میانے نہ آسے کوئی تب
تیرا کے سے درمیان آسکے
صنعت انوپراس
یک جیت ہو مِل پیو سوں جو سی نہ پوچھن ہوئے تب
دل پیا سے جو تشی

خاطر خوشی خبراں سینتی خوش ہو خوشیاں کرتا ہے خوش
خ
خسرو خماری ہوئے خوش یاں کے خیال سوں خوشبوئے تب
سے

رشکوں رقیباں کے رسیلی راج سوں لیاجاں کرو
سے
رنگ کے رین میں رنگ کرو رخ ہوئے رنگیلا خوبی تب
رات

پیو کی پرت کا پھول پا لو ہیم پانی پور کر
پیا محبت عشق کا
پ
پلکاں کے بینڈ گا میں پگا وہ پیو کوں پھل ہوتے تب
پلکوں کے بیچ بیٹے گا

سائیں نگھڑ کے سامنے سکیاں کی ستراں کیوں سہول
ناراضیاں

س

سُہتا ہے سائیں سیج سب سُندر رمناناسوے تب
سجتا پر

جوبن جوانی جوت پر جو لاچڑا ئی چنت سول
چمک جسم نثار کردیا فکر

ج

چنچل چپل چت میں جھولائے جھولنا جگ جو تب
دل دیکھے

صدقے نبی صدقا قُطُب ہے صدق سوں صاحب قرال

ص

صہبا صراحی صاف پی آنا صبا کا بوئے تب

(۳۲)

صباحی اد مکھ دیکھ پینا شراب
صبح کو وہ چہرہ دیکھ کر

فرح بخش ساعت میں لینا شراب

ترے حسن تھے دان دے شاہ کوں ۲۴۰
سے خیرات

او مکھ کے عرق تھے سو پینا شراب
اُس سے

تری نین مستی ہو روں روں چڑی
آنکھ (روم) روآں روآں چڑھی

پیرت مے بھریا دل کا لینا شراب
عشق کی مے سے بھرے ہوئے

رعشق ساز کے تار مطرب بجاؤ

کہ قانون تاناں میں لینا شراب

ازل تھے نبی حب قطب پیوتا
(سے حب نبی) (پیتا)
ترے پیالے سوں ساقی دینا شراب

(۳۴)

جب سپن دیکھوں توں آتا میرے خواب
(خواب) (تو)
رات دن نہ سوں گماتا میرے خواب
(نیہہ عشق میں گذارتا)

میں ہوں عاشق تیری چت نیناں سوں دیکھ
(دل) (آنکھیں)
تیرے بن کوئی نہ بھاتا میرے خواب
(بغیر)

تج امولک نور تھے روشن جگت
(تیرے بیش بہا) (سے)
عشق جھلکاراں دیتا میرے خواب
(روشن کرتا)

میرے روں روں تھے بدل غم دور ہیں
(رواں) (سے غم کے بادل)
چاند سورج توں دکھاتا میرے خواب
(تو)

جم اچھو صدقے نبی عشرت سوں قطب
(رہے) (کے ساتھ)
نیہہ سوں نیناں دکھاتا میرے خواب
(محبت کے ساتھ آنکھیں)

(۳۵)

خوشا مستی تمہارا ابی ہمن پر بل کیا ہے اب
(بھی) (ہم)
کہوں مے کا خماری تج کدہر توں ساقیا ہے اب
(تجھے) (تو)

سدا دیتا ندا مطرب مقام دلپذیری کا

۲۵۰

ہمارے تم میانے آشنا باتاں کیا ہے اب
تمہارے درمیان

دم صبحے مُی لعلے ادہر بھر توں پلا تِل تِل
ہونٹ بھرکر تو لحظہ بہ لحظہ
صبا مرغاں کریں تہ تہ نواسوں نو کیا ہے اب
نے سے

سلیماں دو جی انکھی صبا بار اخبر لیایا
تُرتُنا ئے ترن تاران بجا کر دل چھپایا ہے اب
چاہا

جیاجیوں پھل گلے باندھے گئے نیوں توں بچن پاکر
تیرا
پون دل گل کھلاں ہارا طرب کا مد پیا ہے اب
شراب

دوا دارو مرا ساقی کا پھر دیکھن مجھے بس ہے
دیکھنا
منگیا توں سو خوشیاں کرو والیا کر دیا ہے اب

مرید پیر میخانہ ہوا ہوں دیکھ اے زاہد
ہماری مے پرستی ہیں تمن تسبی ریا ہے اب
تمہاری تسبیح

نڈرا چپل چنچل لوچن ہمن ساجن کے خوش ڈہب
نڈر شوخ شوخ آنکھ ہمارے
انھاون مل کئے دشٹی سوں سنجر کاریا ہے اب
نظر

فلک سارے سکل تارے اپن رغبت سوں دن ہیں
سب
سب اپنی سے غلام
سدا قطب سعادت کا معانی نج دیا ہے اب
تیرا چراغ

(۳۶)

اب مجھے وامی دے اس لعل شراب آلو داب
قرض
یا رنے تو کرا دو تیر بن شاب آلو داب
وہ

ہنس ہنسا شیریں زباں سوں دیو منج گالیاں جھنک
مجھے
میری آساں کم نکر توں مہر تاب آلو داب
امیدیں تو
دل چمن بند قبا کھولو گریبان چینپہ کا
چنپا
۲۶۰
فرح دیو اس بتیاں ثواب آلو داب

کب لگن آسروتیوں پھل بیج عرق رکھے سدا

تک پھول

او لجان خوی کینتہ لیلات نقاب آلوداب

اس ادھر انگے معانی گز کے تیں منگتا کھڑا

اس کے ہونٹوں سے مانگنا

منگتا سو دے یا بگالیاں سوں جواب آلودلب

گالیوں کے ساتھ

(۳۶)

خوش رات تب سو تیرا مطلوب آئے طالب

مست آک مستی سیتی گالیاں دلائے طالب

آکر سے

نہند کا سرا میٹھائی بے حد انچھیا ہے ڈرتا

اس ون کی مار کر تو جیبفی جو کھائے طالب

اچھر کسی کے مکتب نا لیکھیا بت پرست او

حروف نہ لکھا وہ

دل گھر میں چیتر کر کر صورت دکھائے طالب

تصویر اتار کر

اس سات الجھا ہوں میں چنگی ہے عشق کا سو

پھنس گیا ہوں مشترر

سب کنکرے جھلا لاں جگ میں دیائے طالب

چمکائے

جو طالباں کوں دیکھوں سب آرزوئے یا ہیں
مطلوب میرا یارے پھر پھر بلائے طالب

کو تو نہیں کہن تیں ہنتلی و وتن کو پالیا
او ظلم کس وضا سوں کرنس جگائے طالب

مکھ برن تھے ہزاراں لکھیا ہیں لکھ کتاباں
منتر سوں ناصحاں کے کانٹے چوبائے طالب

کہتے ہیں طالباں تیں دیرا اچائے تو رخ
او مکھ کی بندگی تھے تک دل نا رکھائے طالب

مکھ پانی اے سجانی ٹک سٹ معانی اگ پر
نہ پیا لا مو پلا سو آنند پائے طالب

۲۷۰

(۳۸)

سجن تج مکھ عرق بُند بُند بہت وَرزُ دستا اب
تیرے چہرے کا بوند بوند نظر آتا

او مدجن کو پیئے سو عاشقی میں ہور دستا اب
وہ شراب کوئی اور ہی نظر آتا

کماں بھنواں کے نانڈے ہیں سجن کیا بھید ہے دیکھو

دو تن کچ کوندے ہے غیبت کشش بل دور دستا اب
رقیب کچھ

ڈراں تھے بھوں اچا کر چک نہ دیکھو بھوں سا جن کے
ڈر سے بھوں اٹھا کر پوک کر بھول

کہ مکھ سمدر کی موجاں تھے ابلتا خور دستا اب
سمندر سے

سکت تج جیو دینے ہے ولے مارن قواعد نا
تجھے دل

تری خوبی پچھل بازار میانے سور دستا اب
پاک میں سورج نظر آتا

معانی قطب شہ کس دھر نکہ رمز نہاں پیو کا
کسی طرح پیا

کہ ہے جے سر مجلس کا سو سچلا حور دستا اب
جو صدر سچا

(۳۹)

باغ کے پھولاں سرا سر مست ہیں بن دیک آب
بغیر دیکھے
بات اب باساں سے کرتے ہو رپیتے ہیں شراب
اور

اپ عرق بنداں تھے بھرتے ہیں پیالہ دم بدم
اپنے عرق کے بوندوں سے
او پیالہ کن پیوے ہے اس سد امستی کی داب
وہ کون پیے میں دباؤ

تم بہشتی کرندا آتا ہے مے خانہ میں تھے
سے
خوش طہورا مے تمیں پیو و کہ ہے وقت شباب
تم ہی

اس بچن میٹھے تھے جھڑتا ہے نمک بھوتا زسوں
اس کی میٹھی گفتگو سے بہت
او نمک داں تھے نمک دیو و کہ ہوگا سم کباب
اس سے

عرضہ کرنے پھول سب آئے ہیں تج کن ہات کھو ل
تیرے پاس
نرخ ہمارا انا توڑو ہیں ہم تمن تھے نو ریاب
تمہارے سے

۲۸۰

تج میں دیکھیا ہوں سلیماں فر عجائب حسن کا

تجھ

سر و خم لکھاتے ہیں تیرے پاؤں پڑنے کوں شتاب

مے فروشاں لاج تھے باندھے ہیں میخانہ کے در

شرم سے

عیسوی دم موسوی فر تھے ہمارا کھول باب

سے

بیہدہ کرتے پرستش چاند ہور خورشید کوں

اور کی

میں کروں سجدہ تجھے توں نور کا ہے آفتاب

تو

مکھ عرق تھے بھر صراحی ساقیا منج بزم میں

سے میری

تا معانی پی کے گاوے ہور بجاوے نینہ رباب

عشق اور

(۴۰)

جب کھلے امید دروازے دعای مستجاب

کے

اب تو اپ تسبیح ہور قرآن تھے پایا ثواب

اپنی اور سے

غم کی آہاں داٹیاں تیہہ کا پانی چھنک
عشق چھڑکنے سے

دا کھو کا ہنگام ہے ساقی پلامے جیوں گلاب
انگور مثل

ہے تھڈی پانی ترا سرچشمۂ آبِ حیات
آب ذقن

حقہ ہے جیوں نوشدار و کا ادھر تیرے خوشاب
مانند ہونٹ

آپ مکھ آئینے تھے مو دل کا کریں سب زنگ دور
اپنے آئینۂ رخ سے میرے

بھی کدھیں زنگ اس کوں نا پکڑے تمی دیو آب و تاب
پھر کبھی کو تم ہی

نٹوے سد لا کان لیتے ہیں جیوں بول نت تاٹ کا
ناچنے والے مثل ہوا

پاتراں غمزے کتیاں دکھلاوتیاں مو نین خواب
رنڈیاں کرتی ہیں دکھلاتی ہیں میری انکھ ہیں

عاشقاں کوں نہیں ہے حاجت کچ سلح سنجو دسوں
سے لئے ہتیار جوڑنا

۲۹۰

تم نین بھالے ہمن دل پر رہیں حاضر جواب
تمہاری آنکھ کے ہمارے

اب معانی شوق کے موتی جھڑیں تج نیہہ پلو
ری کا پہلو

جوت اس موتیاں کے یوں دیسے کہ جیوں سمدر پر آب
چمک نظر آئے کے

(۱۴۱)

اے بہشتی حور تج کیا کم نقاب — دو ونی جگ میں روشنی تو مکھ کے باب

اس سبب دیوانہ و حیراں ہوا — مت پٹیں گے کس اوپر تم آب تاب

مستحقِ عشق کوں دیو زکات — تا اچھے فردا قیامت تم ثواب

باٹ مارے تیر پلکاں کی ہمن — کس سیتھے ای شیوے سکھ کرتے کباب

نینہ ترنگ چڑ کر کرے سب کوں شکار — میں پھروں پروانہ ہو دیو خطاب

عاشقاں سے جلتے ہیں پروانہ ہمن — کرتے ہیں بے رحمی و منگتے جواب

دین و دنیا کھوئے ہیں تج عشق میں — بے خبر ہوں لطف سوں سٹ نینہ بب

عشق کے پنتھ میں ہماری پند ہے — غیر کے باتاں نہ سُن ہیں بے حساب

دو نو جوبن ہیں ترے قصر بہشت ۲۰۰ — ڈاواڈھر نیرے ہیں جیون کوثر پڑ آب

یارب اس علوی کوں رکھ علو باں منے — آب نینہ میں رہ پلا کوثر شراب

حلقۂ نینہہ کا ہے معانی کان میں
عشق کے
راکھو اپنے حلقہ میں نا کر عتاب
رکھ

(۴۲)

سونے میں دیکھیا کہ پیتا ہوں شراب — عاشقاں کا دل ہوا اِس تھے کباب
دیکھا — سے

جو رکھولے روزہ شیخاں باس تھے — آ بجاوے میرے میخانہ رباب
سے — میں

میرے بت کوں پوجتے سارے بتاں — سبھی رمالاں کہو اس کا جواب
معشوق حسین

ٹُھکر و ٹُھکر و ٹُھکر لا کھاں ٹُھکر ہے — میری مجلس کوں ملک نا دیکھیں خواب
نہ — میں بھی

ٹھارتے کے نیں بوجھو چند سور کوں — ہور کے دھرتی مکھ اُپر بادل نقاب
ٹہراتے کیوں نہیں پہچانو چاند سورج کو — اور کیوں زمین کے چہرہ پر کے

چاند سورج تاریاں کوں منج عذر کہو — ایک تل نا ٹھار کے لئے نقاب
تاروں کو میرا — ٹہر لیو

آسماں کہتے کتنہہ مشکل بہوت — گر کہیں گے تو کہیں گے بو تراب
کا راز

تج نین تل میرے دل تل تل بسے — ۳۱۰ ایک تل انکھ نا اوچا چونا شراب[1]
بہت
تیری آنکھ کی میں ہر لمحہ — ایک لمحہ اُٹھا

[1] ایک تل انکھ کھول تاپچو دے شراب

عاشقاں کے شعر تھے جگ مگ اٹھے — میری آہ کا آگ ہے جیوں آفتاب

قطب شہ بندہ گناہ گار اب اہے

سب کرو یاراں دعا ہو گا ثواب

ردیف ت

(۴۳)

نھنی کے ناز مستی دیکھ کر سر تھے ہوا مست — بہوت نیکا برا گا مدعا کا کام منج دست

نین غمزے سیتی بیاری گلے میں بالے زنجیر — نجانوں کس جنس ہوگا منجھے اس مانس تھے رست

ترے مکھ صفحہ کے خط تھے جتے علماں سو بسر ہا — پڑن ابجد پے سب عالماں مکتب میں نشست

کنگی کرنے کوں کھولی کیس شیرینی کیسو شہر یا — کرے اس باس تھے میرا دماغ باد رست

وفا منگنے رہیں بے عقل شہر حسن میں اب — وفا کا باس نہیں اس شہر میں کیا ہی نیہ برست

عاشقاں کے شعر جگ میں جگ جگے — اُن اوساساں روشنی ہے آفتاب

درد تیرا ڈر آتا ہے یکیلا دیکھ کر مج — کروں جب یاد دکھ کی آہ سوں غم جاوتا پست
اکیلا مجھکو — سے جاتا

قطب شہ سب شہاں میں ہے شہنشاہی خدا کا
شاہوں
کھڑے ہیں رست انس و جا و و دربار کے بند دست
اس

(۴۴)

یوَن کی شاخ کوں لاگے ہیں پھل جوبن کے مست — ۳۲۰ صبا کا باو لجا عرض میری دست بدست
جوانی کو لگے — ہوا (جھونکا) لے جا

او بال پن میں دسیا جوبناں کا مکا سخت — او تول سیتیں سو دل بھانڈہ کاچ کا شکست
اس کے بچپن نظر آیا جوبنوں کونپل — اتاؤلا پن جلد بازی سے میرا برتن

نکو پلا منجے ساقی پیالہ بھر بھر کر — کہ پیتے ہیں ہمیں دایم پیالہ اس کے دست
نہ مجھے — ہم ہاتھ سے

روا ہے گرچہ سبھی طاق ابرواں کوں نماز — تو طاق ابرواں کوں جن نماز کیتا جہت
تیرے جو کرتا

دلیل پایا ہوں تو زلف سیتیں آب حیات — اچھے جو زندگی کا نیر تیری زلف میں ہست
تیری سے — ہے پانی ہے

ترے تجلی کے مرغاں ہوئے ہیں جگت پنکھی — تماری یاد سوں بےخبری تھے مرغ دل مست
پرند — تمہاری کی سے میل

ن[۱] آہ ۔ ن[۲] معانی

نکو کرو پنکھی تم بال و پرسوں مغروری
کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا الحوست الست

تماری یاد بغیر نیں ہے بزم مور نگیں
کہ میرے بھاگ لکھیا ہے عیش و زالت

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کی کہتا ہے
قطبؔ شعر نزا تو لکھے ہیں و بد ست

(۴۵)

میرا رے پیارا سو سرا پیک جو دولت
میں تو کہ کیا جانوں کوں بخت سوں بولت

انچل تو بکبیا رن گنا موتی سو تارا
نا بیک و پیا موتی سُر یا نم جھولت

دو جوگ ٹلا موتی کُنل بیکھرے تارے
مکھ نور کہہ جوں سورسنار یا کوں سو رولت

اُبھری ہے من رنگ خماری کی گلابی
مدپیک گلے لاگ جوبن کھول کے بولت

ساقی تو اُبار یک ٹکا مو پہ سراسٹ
گل گشت چمن پیالا لہتا لیک سو سولت

دونین تو رکھے دشٹ نپٹ میرے خیال و
برہے کی کتابوں سوں دلا لیکھ امولت

سب دن تو منتا اچھے معانی کہ نکر غم
رہ
برہے کی شکایت تو کسی دھیر نکھولنت
فراق　　طرح نہ کھول

(۴۶)

مج تیرے لال لب کے چمن سوں سو کام دیت　　خوش دل مو ہو گا تٹ سو آباری کا جام دیت
مجھے　　میرا
تو نانوں یاد و دل تھی سبھی یاد دل تھی دھوت　　و و نانوں ورد کرتے سو و و جگ میں نام دیت
تیرا نام　سے　سے دھوتا ہے　　اس نام کو　دینا
یک چھن سو مج کوں صبر تیرے مکھ بنا تو ناہ　　کس دھر کہ کس دھر آکھوں دلا مو نہ رام دیت
لمحہ　مجھے　بغیر نہیں　　طرح　دینا
ٹک دیکھ اب تو حسن بلکاوں تو اُسے بہار　　اب تیرا حسن دیکھ منگیں مجھ کوں دام دیت
مجھکو
مشکیں کر نگ دل میں سدا رکھے کرب خیال　۳۴۰　میں دام کس وضا سو بچھاوں کو فام دیت
باہر　رکھے　　وضع　فہم
کوئی تو محرماں کوں رضا نا ہیں چند و صال　　عاشق بیچارہ کیا کرے کو نا پیام دیت
کہو

کیا تائیں توں غم کرتا معانی انند کر
کس لئے　تو
قلقل پیالہ بھر ندا ہاتف مدام دیت

ا۔ قطب شہ۔

(۴۷)

مدن مست بدل مست کچن مست پری مست — ہوئی مست پون مست لگن مست پری مست
عشق کا دیوتا بدل نازو انداز — ہوا

چڑھی مست بہی مست ڈلی مست رہی مست — مکھا مست سدا مست سُہن مست پری مست
چہرہ سجتی ہے

کھڑی مست انچل مست ڈھلی مست اوڑھی مست — گزک مست نقل مست بچن مست پری مست
وہ

پری مست پیون مست سُرا مست ہوی مست — ملی مست کچی مست رسن مست پری مست
شراب — زبان

کُھپا مست پھلاں مست کجل مست کھلی مست — لٹاں مست نین مست دیکھن مست پری مست
پھولاں کاجل — زلف آنکھ دیکھتی ہے

تلا مست طرا مست دھری مست دھڑی مست — شکر مست چُمن مست ہنسن مست پری مست
ٹیکا — چومنا ہنسی

چولی مست کھلی مست کمل مست بھنور مست
کنول

قطب مست کری مست پون مست پری مست
جوانی

(۴۸)

مکھ تیرا دیکھ کر ہیں آج مست ۳۵۰ تیرے مکھ کے تیئں ہوا ہو بت پرست
چہرہ

مکھ عرق ہیں زور مستی ہے عجب — میری مکھ زردی ہیں رنگ لعل بست

داکھ وانے انگلیاں کی بوٹ ہیں — رنگ بوٹاں ہیں میئے عناب ہست

زاہدا کیا پند کہے اے بے خبر — رب کی حکمت ہیں سو گنج حکمت ست

میرے آکھر ہیں لکھے سونا پھرے — خوش لکھے ہیں عشق سطراں رت رت

جانتے دارو حکیماں درد کا — نیہہ دوا ہوسے نہ ہر گز ان کے دست

ہر یکیں میں مستی ہر یک صفات ہے

قطب معنا مست از روز الست

(۴۹)

تمہارے مکھ کے گھر تھے سو نور پایا بہشت — عدن چمن میں تن جھر کا ہوا ہے کشت

پیا کے حسن تھے سورج چھپا ہے مغرب میں — گلے میں طوق سو مکھ چاند کے مرا یہ سرشت

۱؎ بوستاں ۔ ۲؎ ترکماں ۔ ۳؎ معنا ۔

رقم ہوا ہے مرے خیال میں سچا تو خیال
تیرا
نہ حک تھے جائے نہ آب زلال تھے او نوشت
سے وہ تحریر

تو مکھ کے باغ تھے مو آرزو کے پھول کھلے ۲۶۰
سو[1] اس نہال کوں بسلائے باغبان نشست
سے بھلائے

سو باس تیر تھے اپ دل میں لالہ داغ دیا
تیرے سے میری
خوشبو
پھولاں سو باغ میں تج بلج دستے ہیں سب زشت
تیرے بغیر نظر آتے ہیں

نہ کر خیال ہی پی شراب مست ہولے
سے اپنے
خودی
کہ مکھ کے پانی ترے تھے سدا ہیں منہ بہشت
سے

پیا کا حسن معانی[2] ہے جگ میں جیوں[3] اوتار
سپنا ر جالوں لگے مت[4] او سے کسی کی دشت
جلاؤں آنا نہ لگے اسکو نظر

(۵۰)

خال ہندو کا بھلا کر مجھ کیا ہے بت پرست
مجھے بنایا
سب خیال اپنے سٹ کرتا ہے میرا خیال دست

وو طلسما خال تج در بند ہے ہنج جیو کا
کس نظر اس حال پڑ پر پایا کہ ہش بند تھے نجست

مادہ قابل دیکھ کرتا اس زمیں کو کھان دار
وہ تیرے میرے دل
مادہ کان
میرے دل کی کھان تھے گوہر نہ پایا بالعل مست
سے
کان سے

---

[1] سو اس نہال کوں بسلائے باغباں کا نشست [2] قطب شہ [3] جوں [4] او سی مت [5] کدہی ۔

جن چہرے چارا وو دانے کا اچھے معمور سب — دایم الایام پیالہ عشق کا ہے اس کے دست

عالماں سب خضر کے تج سبز خط تھے خط لکھیں — جدلاں اس زلف کے میرے دل او پر نقش لست

علم کا عالم پڑھایا نہ یہ کی آیت منجے — آیت اس پر کار کا پر کاری سوں منج دل نشست

کن کمر باندھے نین لہو رنگ انگے سیک تل — اُجلا پیلا ہو رہیا بیچارہ نرگس سب بس پست

نین کے تیز آب تھے چوتے ہیں منج نیناں تھے بند — وو بنداں دریا کے موتی ہو لکاتے درست

قد الف ساقی توں ہت لے جام وضع دال کا — رے نمن قد میرے کون سید کر توں اپنے ہست

بادشاہی مرتبہ پایا ہوں تم درگاہ تھے — یے رقیباں دیکھ کر دکھ تھے کئے اپ جیو پہ جست

اے معانی توں چھپا کر کاہے پیتا ہے شراب
کوتوالاں لکھ رہے باتاں تریاں سب رست

(۵۱)

نظر تج پہ ہے کیا تماشا کا حاجت — نہیں سبز خط آگے چھپیا کا حاجت

اختلاف نسخ
۱ کا ۲ نون ۳ یے قطب شہ ۴ نہیں سبز خط انگے خضرا کا حاجت

طبیباں کریں منج کوں[1] بالی سوں دارو — کہ بالی[2] ہیں موہن ہے بالا کا حاجت

بیری سے

ہمیں نیشکر تمنے الجھے ہیں بند میں — نہیں ہور ہمنا[3] کوں جالا کا حاجت

ہم کی طرح پھنسے قید — اور ہم کو جال

تمھاری نین تھے کھلے پھول جیو میں — نہیں موکو دونا و بالا کا حاجت

آنکھ سے دل — مجھ

مرا دل ہے زر بفت کا کارخانہ — نہیں منج کوں بازار والا کا حاجت

مجھے

تو کہنیاں کتاباں کے جیو میں لکھیا ہوں — ۳۰۰ — معما ہے نین کھول کہنا کا حاجت

تیری کہانیاں — نہیں

انگوٹھی سلیماں کی تج ہات نیں ہے — سکندر کے درپن اجالا کا حاجت

دل — تیرے ہاتھ میں نہیں — آئینہ

مرا دل کندن حسن کا کھان ہے تو — نہیں ہے سناری تقاضا کا حاجت

کان

ہمن مدعا مدعی نا بوجھے کچ — نکو بحث کرنیں ہے اعدا[4] کا حاجت

ہمارا نہ سمجھے کچھ — نہیں

معانی[5] ترا زرگری کوئی نہ بوجھیں

کہ اس علم میں نیں ہے دانا کا حاجت

نہیں

---

۱ تس کوں ۲ کہ اس بالی کوں نہیں ہے بالا کا حاجت ۳ ہمناں ۴ غوغا ۵ قطب شہ

(۵۲)

نہ جانوں کیا اُتم ہی رات پایا اُس کا میں صحبت

دعائے صبح میرا اب دکھایا ہے اپن قدرت

اچپل کا ناز کا جب چھانوں پاڑی منج پہ او چنچل

سبھی بھاگاں میں دِستا ہے مرے بخت نہہ کا دولت

بہت دن تھے لگیا ہے پیاس تیرا آس کا منج کوں

پلا دو نیر اب ہونٹاں کا ہے او نیر مُنج جنّت

نزاکت حسن تیرے کا نہ آوے جیب سوں کہنے

اے پاتاں سُن کہ سب پکڑے ہیں تیرے شوق سوں حالت

تمارے مکھ کے چھاواں تھے ہمیں روشن ہوے ہیں سب

اے چھاواں دیکھ کر دوتن کوں پکڑیا تاب ہور دہشت

دیکھو تم عاقلاں کا عقل کہتے جام کوں چھوڑو

۳۹۰

کہ رگ رگ بھید پائے دیوانگی کا اُن کوں سب علت

منجھے پائے ہیں ہم بن پن کھوتے اس چاہِ زنخداں کا

کریں کیوں ترک اے مذہب ازل تھے پایا یوں ملت

ہمیں ہیں شیعہ کر کرتے خوارج دشمنی سب سوں

علی ابن ابی طالب ان کوں مارو بہت ضربت

معانیؔ عاجز و بیچارہ ہو آیا تمن در کوں

کھولو دروازے لطفاں کے کرو مو پر نظر رحمت

(۵۳)

یک چمک ناز کا دیکھیا ہوں رات جن سُنے دین کا گنوائے بات

۱؎ قطب شہ۔

سوہوناں کا پھسی برہ آگ پر — آگ سرنا او چائے سب جنّات
اُٹھائے

چھاوں انجل بٹھیاں نین کی پتلیاں — ان نہ چمکا طلسم ہے ہیہات
بیٹھی ہیں آنکھ

برہ کی اگ کھلا سمندر کوں — میں ہما ہوں کھلاؤ منج نابات
مجھے

فراق
قد رعنا و ہور لٹکنا چال — پایہ ڈوضع تھے دو جگ لمعات
اور — سے

پایا
زلف سحراں میں طالباں ہلیجے — باطل السحر نہیں ہے اس ابیات
کے جادو بھنسے — نہیں

نین دریا میں اُبلے ہیں موتی — ۳۰۰ — عشق گدڑی بکاوے ہاتے ہات
آنکھ کی

حسن کے دعوے ہور کی کرتے — اس دئے ہیں ازل تھے حسن برات
اور کیوں — اسکو — سے

شعر تیرا معانی صدقے نبیؐ
لکھ لیتے ہا ہات گاتے پلات
تے
پلاتے

(۵۴)

رُخ کئے میخانہ رُخ لے پیالا ہات — ڈگمگی چالاں سوں سب کس کوں بھلات
کی طرف — میں — سے — ہر ایک کو بھول جاتے

نعل جنگی کے تھے ہوا پیدا اے نور | چاند سورج جگ میں اس نوراں سہات
جنگاری سے یہ — اسکے نور سے زیب دیتے

تھا ازل تھے اس بی ہور رہنما میں راز | کیوں[1] کہوں نیں ہات میں ہے اس کا آت
نہیں

میری آہاں جوت سے تھے بوجتا دِوا | کیا پکارے تج پکاراں ہوئے صحات
سے اور ہم — سے بجھتا چراغ

کیا کرے گا نیشکر کا توں مٹھائی | پایا اس اَدھراں سیتیں شاخ نبات
تو — ہونٹوں سے

داکھ کے تھنواد سے نجے تیرے باغ | عیش و خوشیاں کر سدا دو نو سرات
انگور بچے اُگے

حسن تیرا لکھے ہیں قدرت قلم | کیا کم آوے تج مشاطا کا رجھات
لکھے — تجھے رجھانا

موگرا چنپا جتا خوشبو اچھے ۱۰۴ | کیس کے پیچاں منیں پیچ ہے رات
جتنا

تیر مارے سو معانی[2] پھر نہ آئے
ہے بال میں

ہے عجب تیر مار کر لیتے پھرات
پھیر لینا

---

[1] کیوں کہوں ہے ہات میرا اس کے ہات
[2] قطب شہ

ردیف ث

(۵۵)

کرے سب شے اپے اوتار احداث — مٹھائی اپ او دھر ولدار احداث

آپ ہی وہ معشوق — اپنے ہونٹ

ایس مکھ پھول ایسے رنگ بھرے تھے — کیا ہے جگ ہیں سب گلزار احداث

اپنے چہرہ سے

ترے دو زلف ہیں جے کفر رنگ کے — کیئے عاشق کے تئیں زنار احداث

جو

سلونی روپ ونتی جیو کی پیاری — ہمن پر لی (لے) کرے ہی پیار احداث

بلیغ خوبصورت

بچن اس کے کریں راویں کے سم کیوں — کہ ہے اس بات میں گلزار احداث

مٹھاس برابری — اس کی

خداوندی اُسے سہتی دو جگ کی — کیا اپ پیار سوں سنسار احداث

زیب دیتی — سے دنیا — اپنے

نبی صدقے قطب شہ دل ہیں کیتا

کے سے کرتا

محبت حیدر کرار احداث

(۵۶)

اپ حسن سوں لٹکے جو توں مردے سبھی پاویں بعث
اپنے سے چال تو زندگی
سوکے سو پھُل تج دِشٹ تھے تازے ہو کر لیاویں بعث
سوکھے پھول تیری نظر سے لاویں

سب عاشقاں تج عشق میں جوں پھول بن تازے اچھیں
تیرے مثل ہوجائیں
موراں، پپیہے، کویلاں تج شوق تھے گاویں بعث
تیرے سے

۴۲۰

تج نین تھے سُکھ چین سب پائے ہیں آدم ہور ملک
تیری آنکھ سے سکھ اور
امرت بنی سیتی سدا تج ہونٹ برساویں بعث
آب حیات سے تیرے

نابات ہور البوچ تھے، دھرتی ہے میٹھائی بہت
نبات اور مصری سے دنیا میں
تیرے بچن تھے پائے ہیں میٹھائی سب راویں بعث
سے مٹھاس

بھواں کماناں، تیر پلکاں، سانند کر مارے جو توں
کمان ابرو جوڑ تو
ہر تیر سوں لاک جیو سو تن میں الجاویں بعث
سے لاکھ الجھ جاویں

جب توں کرے یک دشٹ اپن دونوں جگت سب جی اُٹھ

تج نین نرمل روپ سوں تل تل کوں دکھلاوین بعث

صدقے نبیؐ قطبِ زماں عیسیٰ نمن بولے بچن

چوندھر تھے جیوَن کے بدل عالم اُپر چھاوین بعث

(۵۷)

سکی چھند کوں ترا ہے ناز باعث
منجے تج عشق کوں ہے راز باعث

پیا مِٹھ بول تھے، ہور اُس ادھر تھے
ہمیں ہیں مست، نیں چنگ ساز باعث

نین تیرے کے کیتے دِشت چاڑی
چھپے کیونکر کہ ہے غماز باعث

نظر جیو کوں پیا بھل مکھ سبب جوں
پرم مد کوں ہے خوش آواز باعث

بچن بولے رنگیلی جیسے موتی
کہ جس موتیاں سوں جیو دم ساز باعث

کھلے ہیں پھول نیہہ کے مرغ من کوں
ہوا ہے اُس تھے اے پرواز باعث

نبی صدقے ملیا قطبؔ زماں سوں

ملا — سے

اوپیوجے چھند میں ہے ورساز باعث

وہ — جو — قریب

(۵۸)

گنوانے دین کوں پیئر نین بتخانہ ہے باعث

یے زمزم کی ندیاں کیا کم مینجے مینخانہ ہے باعث

آنکھ کا — میرے لئے — یہ

موآہاں کیے پیئر پر دوڑتا ہے عشق کا پانی

ہزاروں شکر کرتا ہوں نہ اس پیمانہ ہے باعث

میری آہوں — (نہیں) عشق

بچھایا ہوں پلو میں آرزو کا کام دیو مکر

توں نا دیوے توکن دیوی دو تل کا دانہ ہے باعث

کون — وہ

برہ شہراں منے جب تھی سٹیا ہوں بیچ میں نہہ کے

ہر یک پھولاں ورق میں ہاتے پرت شاہانہ ہے باعث

فراق — میں — نے ڈالا — عشق — کے — میں — محبت

نین کی چلبلائی میر دل کے بن منے پنچھیا

پڑے بلبل فسانہ کی منج او افسانہ ہے باعث

باغ میں آ گلے — کیوں — مجھے — وہ

نہ ماریں دم ہمیں ہرگز کہ مت دم نکلیگا اس کا

ہمیں کیا کام ماریں دم ہمن جانانہ ہے باعث

معانی کے پرکھنے پر ہنساں کیا کام کرتے ہیں

ہنس

نکو لیاؤ دو گھڑوں موتی مو یک دُر دانہ ہے باعث

مجھے — نہ ملا

(۵۹)

تیری نین کے چوٹاں منج پر کیا حوادث ۔۔۔ ساقی دے منج پیالا جاوے صبا حوادث

انکھ مجھ ۔۔۔ مجھے دل سے

پلکاں کے بال بھالاں نا مارو بیر تن پر ۔۔۔ آسان اُساساں تھے دل میر لیا حوادث

کے بھالے نہ ۔۔۔ امیدوں کی آہوں سے

کیا کام آوے منج کوں لے لال داکھ مستی ۔۔۔ مو سر منے چڑھیا ہی نیہہ مے پیا حوادث

مجھے یہ انگوری ۔۔۔ میرے میں چڑھی عشق کی شراب کی

باتاں کتے ہیں لوگاں دشواری ہور غم کیاں ۔۔۔ غم ہور محبت اپنے دل پر لیا حوادث

کہتے اور کی ۔۔۔ اور

تم ناز حسن سکہ ہے دل اُپر ہمارے ۔۔۔ رقیباں رقم نہ بوجھیں ہی لے جیا حوادث

تمہارے کا ۔۔۔ یہ

دل دل کی بات کہنے کوئی کھول کہنہ سکے ۔۔۔ کھل کھل کتاباں پڑہتے دل کوں دیا حوادث

نہیں سکتا ۔۔۔ کھول کھول کر

او طاق ابرواں دیکھ مو پی معانی نیت

وہ

بے کیف جیونا ہے جگ میں دیا حوادث

جینا

(۶۰)

مرے جیو بادشاہی کا سدا تم ہی اچھو وارث ۔۔۔ عریضہ اپ بندی کا آنگک کن دھر سنو وارث

دل کی ہو ۔۔۔ اپنے یہ ذرا کان دھر کر

تمہارے عشق کا ہیں دودن پن تھی پیا جو سوں — منجھے سب عاشقاں میں اب بڑا ہے گن گنو وارث

دودھ بچپن سے دل سے — سمجھ کر شمار کرو

نہ سکے دے واکن عشق درداں کا کدیں ہرگز — طبیباں سب ہوئے عاجز کہ یک دارو کہو وارث

سکے کوئی کے کبھی

گنگا ابلیا ہے میرے نین کے انجھواں کے بنداں تھے ۔ ۵۰ — منجھے ڈر کیا ترا ونہار دریا کا ہے تو وارث

ابلا آنکھ آنسوؤں بوندوں سے — ترانے والا

تمہارے نور تھے پایا ہوں میں پنتھاں عشق کے سب — رقیباں پکڑے ہیں دنبال اس تھے تم رکھو وارث

راہیں — وجہ سے

او در امید کا ہے توں پکڑو و زور یک چت سوں — او در کا حلقہ کن میں پا کے ہیں تیرے انو وارث

وہ تو اسکو دل — اس کان میں ڈال کر

معانی کوں و دانگن کا گر و عنبر تھے ہے خوشبو

کے لئے اس صحن سے زیادہ خوشبودار ہے

منجھے پھولاں کا بو کیا کام آتا ہے جو او وارث

خوشبو وہ

(۶۱)

تو حسن کا جھمک ہے جیون کی دیری حارث — تو یک پکڑ کھیا ہوں تم ہیں ہمارے وارث

تیرے زندگی — تیرے قدم کر کھیا

اپنے نین کی کِدنا یا تے کمست کر گل — کھنچیں نہ اپ طرف کیا ان کوں ہوا ہے باعث

اپنے

مسجد نمن کیا ہوں اس ابراں کوں سجدہ — میں بندہ ہوں گنہ گار بخشو مرا خبائث

مانند ان کو

پرکار منے پکڑے تو زلف دور میرا ....

مانند تیرے

دیتے ہیں خوبریاں سب کے نین میں جلوے
مکھ خال نقطہ منج پر کرتا اہے حوادث

آنکھوں چہرے کے خال کا مجھ

نیناں کے دھار اوپر خوبیاں سوں ناچتا ہے
کہو اے رقیب کا ہے تم ہو رہے ہیں ماکث

آنکھوں سے کیوں

بوجھیا اہے معانی راز و رموز پیو کا

۴۶۰

ہر کوئی فہم کر کچ ہوتے اپس میں ناحث

کچھ اپنے آپ

(۶۲)

بچھڑی کے درداں کوں تم ہوٹھاں کا منج کوں مے غیاث

فراق تمہارے مجھے

او اثر سر کوں چڑے تو منج کوں ہے او مے غیاث

وہ چڑھے ہے میرے لئے وہ

میرا سُدبُد سب لے کر کے ہور نیا تے ہیں جُدا

اور

دل کے آساں ہور اُساساں کا ہوا ہے نئے غیاث

آہوں

وصل کا دیوے خبر جن دے کر واپ جیو کا

جو اپنے دل

تو فرشتے آئیں کہہ دیویں منجھے پے پے غیاث

دیں

جوش غم پکڑیا ہے دیو نہہ کا لنگر تمیں
آس کی کشتی ہیں بیٹھا ہوں کر دتم سے غیاث

ہیں پلک اوپر پلک نا مار کھو تا عشق باٹ
منج کوں اپنا ہیو کہے توسب منے او ہے غیاث

حسن رنگ کا مے پلائے منج کوں نھن پن تھے پیا
دین ہیں کچ نا پوچھوں منج کوں ہے دین مے غیاث

تیری یاداں کا معانی کرتا ہے تسبیح نت
مصطفےٰ ہور مرتضےٰ تھے ہے توجی لے لے غیاث

(۶۳)

مومنیں ہور دل میں لگیا ہے مدام بحث
چپ رہ توں عقل کرتی وودوں کلام بحث

کہہ مطرباں کوں ساقی کہ اب صوت کم کرو
کن رکھ سنو کہ کرتے صراحی و جام بحث

بوسے کے تول سیتی نہ آئے اے جیو سم — ہر کن کرے وو بحث اہے اس کا خام بحث
دل مقابل — سے

رستم ہے حسن کا بکٹ اپ نہہ فن منے — کیا کام آوے ایسے وقت زال و سام بحث
وہ
ہمارے عشق کے میں — میں

لازم گناہ کرتے ہیں کوتوال و قاضی سن — میں شرعی ہوں کی کرتے اہیں لوگ عام بحث
سنکر

نازک ہوا ہے شیشہ تھے دل اس رکھو سنبال — لا گیا ہے ہم تمن کوں ازل تھے مدام بحث
کو سنبھال — سے — تم کو سے

لکھے اچھیں معانی کے انگار نج رقوم
لکھے ہیں
نج ہور یا د آوے تو وہ ہے حرام بحث
کچھ اور

(۶۴)

اس کے شکیں خط کا میرے دل پر کھو لو حدیث — عالماں عاجز ہوئے ہیں ایک تل بولو حدیث
ایک لمحہ

بات میری کہہ قیباں دھر لیے طاقت مرا — تم سلیماں ثانی ہیں کن دھر سنو یک مو حدیث
کان دھر کر — میری

تیرے طاق ابرواں کا کن میں بابا حلقہ سن — اب منجے زیبا ہی کہہ بولو پیا یک دو حدیث
کان ڈالا

عالم اپنے علم کا کرتے ہیں سب لوگاں میں لاف — تو نین کے جام کا مے پیکر پڑتا ادھر حدیث
تیری آنکھ — پیکر

تیرے تل ہیں میرے دل کنٹھال کے موتی صحی   کرتا ہوں تسبیح اس موتیاں کا تم اکھو خدمت
مالا سچے   کہو

شمع تم مجلس میں قصا اپ زباں سوں بولیا ۔ ۴۰۰   رشک آتا ہے منجے کیوں بولتا ہے تو خدمت
تمہاری قصہ اپنی سے بولا   مجھے تیرا

سب گنہ تیرے معانی دھو گئے اس پال سو
اسکی سے
نقش کر اپ دل منے توں دو جہاں میں خدمت
اپنے میں

(۶۵)

جنے پیوے او نین جام اسے جام عبث   زلف پھاندے منے الجھیا ہوں منجے دام عبث
جو پیئے اس آنکھ سے   کے پھندے میں پھنسا میرے لئے

بزم میرا سو تمن یاد تھے روشن رہے جم   جیو کی دوری بندھیا ہوں بھیجنا پیغام عبث
تمہاری سے ہمیشہ   دل باندھا

جیو کی آرسی میں کن نہ دیکھیا تمنا کوں   اس کا ناتوں نا لیو و کوئی لینا ہے او نام عبث
دل کے آئینہ کوئی تم کو   نام

عشق کا ملک تری یادستی جیتیا ہوں   دستے ہیں میرے انگے رستم ہو کہ سام عبث
سے جیتا   نظر آتے آگے وہ

تمہارے عشق میں جوں موسی گگن لگ انپڑیا   اس تجھے پر چڑھیا ہوں بھی منجے ہے بام عبث
آسماں تک حائل کیا

تمہارے حسن کا دیوانہ ہوا ہوں جگ میں   اس تھے جھگڑا کریں ال خاص بھی ہور عام عبث
سبب سے اور

اے معانیؔ توں پرت شوق کا پایا ہے لذت
تو محبت کے
قند نا بات مٹھائی اہے تج کام عبث
تیرے حلق کے لئے

ردیف ج

(۶۶)

طبیباں دیکھ کر مو درد نا بوج — کہ دارو مد دھیتر کا یو نا بوج
میرا نہ پہچان سکے
ملن کا سد دیا بوجک سنارا — ۴۹۰ — ولیکن فتنہ جیو کا تو نا بوج
وصل کا یاد دلایا بتلانے والا
کوں شعلہ تھا کینا رخ جو مج من — کہ عاشق غیر عاشق کوں جو نا بوج
گیا بحرا لکی طرح
وہاں تھے باس خوش بار لے آیا — ولے مجہ باس مخفی تو او نا بوج
سے میری اسکو
گگن کہتا جو دو تن تجھکوں دیکھیا — ادھر پر چین دانتاں کا مو نا بوج
خراب گن غیر (رقیبا) ہونٹ نشان میرا
کتے ہیں تم کہ عاشق دیکھیا مج مست — جنوں تھا دور پیران کا سو نا بوج
کہتے دیکھا مجھے

نٹ طبیباں نا ڑ میری دیکھ نا بوج — دیویں دارو جھٹیں سو دریو نا بوج
نا ڑھی

رات کو

معانی[1] مست تھا او ترک اُس نس

میری

مو باتاں عرض کی نت یک دو نابوج

(۶۷)

تمہارا مکھ سو کعبہ من دِسے مجہ آج دو جگ کے لوگ سب آویں کہ قبلہ حاجت آج

کے مانند نظر آئے مجھے

تمہارے مکھ کے نِرمل جل میں مچھ عجب تِرتی خضر کا چشمہ تمن روتی ہے رکھو سر تاج

صاف پانی مچھلی تیرتی ہے تمہیں حاصل

تراوِدن سو دیا نور حور جنت کوں بھوں[2] تیری سو اعرافیاں کوں دینے داج

چہرہ

تمن دو اِنر مکھ ہے نگیں سُلیماں کا طیور و انس و پری پر کرو سدا تم راج

تمہارا چہرہ

ازل تھے عشق کے پاڑے کتیں کیے مج ہٹ ... ۵ فقیہ و زاہداں میانے منجھے کیے ہیں سراج

سے میں مجھے

ہمارا درد تمن دوری تھیں ہے گاڑا سخت سو درد دوری کا اپ وصل سوں کرو مو علاج

تمہارے فراق سے فراق اپنے سے میرا

نبی کا داس معانی[3] ہے عرض خوب سنو

غلام

سکل تہاں سنے شاہی کا منج کوں یوراج

تمام میں مجھے

---

۱ قطب شہ ۲ بھونک ۳ قطب شہ۔

(٦٨)

ون ازل تھے جیو تاراں سوں بنیا ہوں خیال تج

روز سے دل کے سے بنا تیرا

نقش بندی خیال میں مو دل ہوا ہے خال تج

میرے میں تیرا

نین پتلیاں یاد کے دریا میں غوطے کھاتے ہیں

آنکھ

نیہہ کے طبلاں بجا درپن دکھا ہو گال تج

عشق آئینہ مجھکو تیرے رخسار کا

اُس کے نیناں کی سیاہی میانے ہے آب حیات

آنکھوں میں

کیا بوجھیں غواص زیبا حسن کا ہے حال تج

پہچانیں تیرے

عشق کیاں باتاں سمجھنے ہر کسی کوں آوے نا

کی

جانے وو اپ دل میں بسلایا ہے بیرت ڈال تج

وہ اپنے بٹھایا محبت تیری

مکھ تیرا دیکھ کر پایا خوشی دل مو صباح

میرا

ایک چھن کر صبر دیکھوں مکھ مصحف خال تج

لمحہ

تیری باساں تھے ہمارا جیو دایم تازہ ہے
ناچ کر ہور بوسہ دیو ؤں میں ترنگ کا نال تج

شکر کر چھن چھن معانی آپنے پروردگار
نیہہ باغاں میں گلابی پھل کھلے ہیں لال تج

(۶۹)

چند امکھ پر سکی کن دیکھنے باری تھے بالاں کیچ
غصے سوں اس پر کھینچوں کماں ابرو ہلالاں کیچ

تمارا حسن میرے دو نین میں نقش باندیا ہے
جے کوئی دیکھیں تمن کوں کج ہوویں انکے نہالاں کیچ

نہ آوے سرو کوں ہرگز کدہیں او ناز کا ڈلنا
سہاتے ہیں انوں کوں ناز ہور چالے و چالاں کیچ

۱۔ جی کوئی دیکھوں۔

جیتے ہیں سمند ہور خشکی کوں بھی کیا جیتے منگتے

اور
حمائل نمنے بائے ہیں گلے میں کنٹھ مالاں کچ
کی طرح ڈالے مالے

گنوانے غم گیا میں باغ میں دیکھیا عجائب کچ
دیکھا

پیا کے پاؤں پڑنے تیں ہوئے ہیں پھول ڈالاں کچ
کے لئے کچھ

دو دل ہور پونگ کے موتی تمن کن میں کرے باناں
اور تمہارے کان

اسی تھے ہو کے زل ڈلتے ہیں خوباں کے گالاں کچ
سے

معانی عشق کے تاراں سوں بنتا ہے سراسر سب

سراسر کن نہ بن سکیں انوں کے ہیں خیالاں کچ
کسی سے سکیں ان

(۷۰)

رقیباں ناز دکھلاتے دکھو رنج
دیکھو

توں اپ پائیں سوں اچھ ان تھے نکو رنج
اپنے کے ساتھ رہ سے نہ رنجیدہ ہو

تمارے ناز جھلکاراں کا نیں تاب
نہیں

کہ عاجز ہوں منج او پر نا کرو رنج
مجھ پر

ا ے قطب شہ

پیا منج خاص خیلاں میں گنے ہیں — کہ ہے منج شب نویساں تھے بہو رنج
مجھے — مجھے بہت
خدا اپ صنع تھے دیتا ہے تم ناز — پرستش نا کرے اُس دل رہو رنج ۵۲۰
اپنی صنعت سے کو — نہ کے ہیں رہو
منگے عاشق جر او پھول حسن سنگنے — کہ اپنے جیو کتاباں پر لکھو رنج
چاہیے اُس کو نگھنے — دل کی
ازل تھے حسن کا دل کارخانہ — کہ اُس کے تار پوداں کا سہو رنج
سے

معانیؔ[1] کوں تمن غمزاں تھے نیں ہوش
کو تمہارے سے نہیں ہے
نچھل صوفی بندا ہے نا رکھو رنج
اٹل بندہ نہ

(۷۱)

او چشمۂ حیات کوں نا لا خدا توں رنج — اُس وہن تھے عاشقاں کو ملیا ہی پیت کا گنج
اس نہ دے تو — عورت سے کو ملا محبت
مو درد کا علاج کرن توں حکیم ہے — مو آہ درد دیکھ حکیماں کدہیں نہ رنج
میرے کرنے کے لئے تو — میری کبھی
یوسف کا ہور قصہ زلیخا کا جگ بھریا — ہم تم کوں دیکھ کاٹ لئے ہات جوں ترنج
میں مشہور ہوا اور — مانند
سوبیں اپر بھنواں کا انکس کا ہے راکھتی — نیناں کے شہر میا نے بندھے ہیں ہنجے سینج
میرے سر پر کیوں — آنکھوں میں باندھنے تجھے

---

[1] قطب نسخہ

تو ناز کی سوں جا نو نا کس کا بھلاں کیے دل — پیشانی ٹیکا لائے ہیں بیند و رجیو سُمبج

تیری سے بھولے — اچھے رنگ ڈالا

مو سر منے چڑیا ہے خمار ی او یار کا — اس یاد سیتی پیالے پلا ساقی چار و پنج

میرے میں چڑھا اس کی میں

تو نین قصہ حُسن کے معانی ہوا ہے مست

تیری آنکھ کا

۵۳۰

اب نینہ کی ترازو میں کھکر توں اسکوں سنج

عشق تو تول

(۷۲)

مُبج جیو منے ازل تھے ہی جاناں کا احتیاج — غم کے جنگل منے اہے رضواں کا احتیاج

میرے دل میں سے — میں

پیرت کا ناز راز تمن کو عیاں اہے — روشن ضمیر کوں نہیں داناں کا احتیاج

عشق تم — کو

تم لعل ادھر تھے پائے ہیں یا قوت رنگ سر — سو رنگ بھرے کوں نہیں اہی پاناں کا احتیاج

تہمارے ہونٹ سے اچھا رنگ — ہے پان

تو نین دشت تھے نہیں ہے صبر کوں قرار — تج کفر زلف تھے نہیں ایماں کا احتیاج

تیری آنکھ کی نظر سے — تیری کافر

مو خاک کوں تمہاری محبت سیتیں گھڑے — ہم تم ہیں اس تھے نیں اہے پیماں کا احتیاج

میرا سے — وجہ سے نہیں ہے

مو نین میلنے بیس کیے بھی کیے نہ آدتے — مجلس ہماری کوں نہیں درباں کا احتیاج

میری آنکھ میں بیٹھ کر بھی کیوں نہیں آتے — کو

ملہ قطب مشتر

ہونٹاں کے نیر پی کے معانی دسے خضر
پانی نظر آتا ہے
دربار تیرے کوں اہے شاہاں کا احتیاج
کو

(۷۳)

سکی آج پیالا انند کا پلا منج
خوشی مجھے
دیا قوت اودھراں کی مستی دلا منج
اور جیسے ہونٹوں مجھے

محل دستے ہیں نور کے ات صفا سوں
سکی لب سجن کوں منا کر بلا منج
لے آ کو مجھ پاس

گگن سے طبق موتیاں سوں بھری ہوں
نظر آتے بہت سے
موتیوں سے
پیا آرتی تائیں پیو کوں ہلا منج
کی پوجا کے لئے پیا

ترے نیہہ بن جیونا منج نہ بھاوے
عشق کے بغیر جینا مجھے نہ پسند آئے
مسیحا نمن آپ دم سوں جلا منج
کی طرح اپنے سے مجھے

ادھر تیرے بن منج نہ بھاویں عقیقاں
ہونٹ بغیر مجھے پسند آئیں
بدن تیرے بن نیں ہے نیکا طلا منج
بغیر نہیں اچھا سونا

ترے حسن بن ہور منج نین میں کد
کے بغیر اور میری آنکھ کوئی
نہ آوے کہ ہے اس سیتیں ابتلا منج
سے

نبی صدقے قطبا علی مہر سیتے
سے
بندھا دل کہیں نیں ان بن ولا منج
نہیں ان کی بغیر محبت

(۷۴)

دنیا کے کارخانہ کا نہیں زر بِنا مول کچ — سُنے کے تارجب جانگے نکل کر تب رہسے وُچ
بیش قیمت کچھ — سونے جائیں گے رہیں گے دو سرا چیز

سودھن میں کو نپلیا پیچے سو لیو کو نپلیاں بہت — تو اس تھے مدعا پاکر دیسے گا عاشقاں میں کچ
اچھی عورت پھوٹے اپنے ہاتھ میں — سے نظر آئیگا

ترے قد سدرہ و طوبیٰ تمن سہلا سہاتا جو — لگے تو رس بھرے میوے رنگیلی تجکو ں اودو کچ
کے مانند سجا زیب دیتا — تب تجھے وہ پستاں کچھ

سینے کے باغ میں تیرے بہشتی میوے چنتا ہوں — کہ تازے میوے کے انگے سو کے سو میوے ہے سب بچ
سامنے سوکھے ہو ہیچ

اُمید اں باغ میں تج کوں لگے ہیں تازہ میوے سب — شُکر کر میوے کھا کر توں دکھ اپنے جیو تھے او لچ
سینہ کے تجھے — تو ہیچ دل سے نکال دینے

بنگی شاخاں اُپر مالی رکھے آرا غصے سینے — رکھے گا سیدھی شاخاں پر اگر آرا تو ہو گا لچ
ٹیڑھی

سمومی باد اب ہمنا ڈراتا کیا ہے گرمی سوں — ۵۵ ہمارے باغ کوں نیہہ باد لگتا، باد تیرا ہیچ
سے باد سموم ہم کو — کو عشق کی ہوا ہوا ہیچ

(۷۵)

بِرہ منج جاجتا ہے سائیں تم باج — مرے مندر تم آدیو وصل کوں راج
فراق مجھے جگاتا تمہارے بغیر — مکان

جو عاشق سائیں کارن جی چھپاوے — اُسے نیں عاشقاں کے صف منے لاج
کی خاطر — نہیں ہے میں شرمندگی

جنے ثابت قدم ہے عشق میانے ———— دھرے گا پیم اُس کے سیس پر تاج

جو ہیں ———— محبت سر

جنے کامل کیا ہے پیم اپنا ———— غنی ہے دو جگت میں نیں وہ محتاج

جس نے عشق ———— نہیں ہے

پرت کوں جان عاشق جو اہے فرد ———— توں یوں بُوجے تو تج دکھلائے منہاج

محبت سمجھکر ہے ———— تو اگر بوجھے تجھے

پرت تج کوں کرے گر تیر باراں ———— توں اپنا سینہ کر اُس تائیں آماج

محبت تجھے کی بارش ———— تو کے لئے آماجگاہ

نبی صدقے قطب شہ دو جگت میں

علی کا دھر تج سر دُرۃ التاج

تیرے

ردیف ح

(۷۶)

اگر تو دین میں ہے ٹیلا لاونے کوں مباح ———— پیشانی ٹیلا لگا دیو تا کہ پاؤوں نجاح

تیرے ٹیکا لگانے جائز ———— ٹیکا نجات

تو جن کی پتلیاں کے بتخانہ کوں کیا سجدہ ———— فقیر و ناتواں ہوں میں کروں اسی الحاح

آنکھ

کھولے جو کیس کنگھی کرنے کوں دسے ظلمات ———— جو سر تجے پائے پھر اکھو نیہ کھ دسے صباح ۶۰

بال کے لئے تو نظر آئے ———— پھر سے چہرہ چمکے

تمہارے ہونٹاں کا یک بوسہ نوش دارو ہے — کہ سر تھے ہوؤں جوان اس تھی پاؤ قوت راح

بھواں کماں نین تیرے تھے کنیں نہ چھوٹیا — ہدف ہو بیٹھے ہیں مارو نہ مارو تم ہے صلاح

تمہارے ہجر دریا میانے پایا نیہہ کشتی — ہلیا ہے ذوق کا بارا نہ جانے کن ملاح

پیا کے لکھ ہیں و سے جوت خضر و موسیٰ کا — کہ اس کی یاد کوں توں ورد کر مسا و صباح

ہمن سیتی نہ کرو ہٹ میا کرو ساقی — خیال بزم میں یک دو پلاؤ منج اقداح

معانی بھید پیا اس یاد نور تو دل میں
اسی تھے دستا ہے روں روں ترا کہ جیوں مصباح

(۷۷)

ساقی پلا پیالا منج کوں ہوا ہوا صبح — دو تن کی چاڑی ڈر تھے منگتا ہوں میں دعا صبح

سائیں کا راز مستی تج پر پڑیا دعا کر — شکرانے کا دو رکعت کرتا ہوں میں ہوا صبح

مجلس ہوا معطر اس زلف عنبریں تھے — کیوں یک دو پیمانے پیوں دستا ہے صفا صبح

باتاں عشق کیاں منج یوں وو لگر نہ پوچھو ۷۵ غم کی سیاہی دھویا یک چھن منے صبا صبح

کی مجھ سے کہکر

دو دل سیتی تمن سوں جن کوئی کیتے پیرت جیو کے نین سوں ہرگز نا دیکھے دلکشا صبح

سے تم سے کرتے محبت دل آنکھ سے ہیں

میرا خمار توڑو اپ حسن کی نگہ سوں جیوں مے پرست کرتے پیالے سیتی دوا صبح

اپنے سے جس طرح سے

تسلیم کر معانی او طاق ابرواں کوں

اس

گدا کا حاجت بر آیا ہے کو اصبح ......

(۷۸)

ترے ہوٹاں کے رتن تھے سنیا ہوں بات صحیح عالماں اس کوں نہ مانیں تو دسیں سب میں قبیح

سے سنا

دل کے باتاں بوجھے معشوق پیرت کے حق میں کہ نجانوں نہیں کہتے ہیں منجے کھول صریح

پہچانے کی محبت نظر آتے ہیں

تمہارے حسن تھے دستا ہے ہمن مکھ پر نور تو ہمن علم کو کہتے اہیں سب لوگ فصیح

سے نظر آتا ہمارا مجھ سے

سینہ چھلیے گیا ہے باد اُساساں تھے پیا ہوٹاں کا پھونے ملم لاو کہ تا ہوئے ملیح

آہوں سے ہیں

زندگی نیر اُپر میل نہ کرسوں ہرگز مے تمن ہونٹ کا ہووے جو ہمن جیو کا مسیح

آب حیات مرہم تمہارے ہمارے دل

دل کے سینے میں بھریا تیری محبت کا مے — اوخماری چڑی منج سر میں صحیح ہو صحیح

بھرا — چڑھی میرے وہ — اور

تو کنک دشٹ تھے ہوا ہے معانی سنا

تیری ترچھی نظر سے — سونا

نہیں حاجت ہی نبی جو دہ کوں کرنا تشریح

(۷۹)

نین تمہارے کرے ہیں ہمن سوں بات صریح — خدا کا شکر کہ سب کوں کیا ہے بات صریح

آنکھیں — ہم سے — کو

لوچن کے بھالے چبھے ہیں تو عاشقاں دل پہ — اساس آہ کی باتاں تھے دیسے رات صریح

آنکھ — تیرے — سے نظر آئے

لوچن اپر بندے ہیں تم خماری کا پردہ — عشق کا آپ توا باندھی ہی دھات صریح

آنکھ — باندھے — نیا

ہوا ہے نقش مرے دل میں جیوں تمن صورت — خطا ختن میں نہ لکھیں تمہارا گات صریح

تمہاری — جسم

تمہارا خیال لوچن نیر میں تیرے مچھ ہو — کہ سبھی ..... میں تو منجے دکھات صریح

آنکھ پانی تیرے مچھلی

بہوت ہیں رمز کی باتاں پیا او سائیں میں — دو تن غرض کیا تیری ذات ہی کجات صریح

بہت — اس — رقیب — بری وفاتہ

معانی تج کوں محمد غلامی ہے شاہی

تجھے

توں غم نہ کر کہ مناجات میں نجات صریح

تو

(۸۰)

تمہاری یاد میں نس گئی پلاؤ ساقی صبوح — او یک قطرہ لہو تا میں توڑیا توبہ نصوح

رات — وہ ایک

رتن ہونٹاں کا پلاؤ تمیں منجے جلاب — کہ سر تھے ہووں جو اس تھی پا و قوت روح

تم مجھے عرق — پھر سے — سے

تمہارے پاس بھیجیا ہوں خیال کا حاجت ۵۹۰ سنے جو یک چھن او عرضہ ہوئے منجکو فتوح

بھیجا — ایک لمحہ وہ

تمہارا حسن دکھیا جب ہوا ہو جیوں جمشید — تمہارے ذکر تھے پایا ہو عمر میں جیوں نوح

نظر آیا — مانند — سے — مانند

معانی کوں نہیں ہے ڈر اندھاری راتاں کا

کہ رات دن دسے اسکوں پیا کا مکھ جیوں لوح

نظر آئے

(۸۱)

تمن کوں آمین اچھو ساقیا دعائے قدح — کہ مطرباں کرو مجلس نوا برائے قدح

تم — قبول ہو — نئی

خبر لے آؤ تمیں میرے تیں پرت جاسوس — کہ میرے سر میں رہیا ہے اچھو ہوائے قدح

تم پاس عشق کے — رہا اب تک

اسے نہیں ہے سورج چاند پیالے کی پروا — تمہارے ہونٹ اچھنگے جسے بجائے قدح

کے — ہونٹ تیرے جس کے لئے

شراب خانہ صرا تھے چڑھے نہ مستی ہنج
ہوا ہے نین کے لعل تھے ابتدائے قدح

ہماری مستی نہیں تیرے پیالے تھے ساقی
دو ناؤں سیتی پلاتا ہو وہیں فدائے قدح

ہوا ہے مست معانی صرائے بحر تھے
کہ پیو کے نین کے دستے اہیں لوائے قدح

(۸۲)

تو مکھ کی نازکی ہور باس تھے سمن مجروح
کئے ہیں ہیرے پہ جو پھر تھے کانٹے تن مجروح

بھنڈی کے خم تھے پلا دہاں کوں لعل مد
ہمارے ہونٹ ہوئے تم کو بے چومن مجروح

ہوا ہے جہا خیالاں تھے شیشہ مو دل کا
نہ دیکھوں نور سوں مست بینگے نین مجروح

موتن کو کئے ہیں جیو بیل زلف کی پھانسے
انجھو تھے پاکتہ کر مالی کا وطن مجروح

ہمارے سائیں کو ظاہر ہیں دل میں کی باتاں
دو تن کی بات کہوں تو ہوئے دہن مجروح

کمال ہجر تھے چھوڑے اہے محبت تیر
ہزار شکر کروں بھی نہوئے بچن مجروح

معانی کوں نہیں ڈر غم کی موج طوفاں تھے
سے
پیا کا لطف نہ کرسے کدھیں ہمن مجروح
نہ کرسکے کبھی ہم کو

(۸۴)

ہونٹاں کے بوسہ تھے پایا جیا روح — ہونٹاں کے نا دمیانے ہے دواروح
سے دل — مانند درمیان

نگین تمنے ادھر کوں چین پکڑے — نجانے چین میں او چین کا بہا روح
کے مانند ہونٹ نشان — اس نشان قیمت

شکل بن آرسیاں جاگہ کیا ہوئیں صاف — دیکھو مکھ آرسی دیسے صفا روح
آئینہ کی — چہرہ آئینہ میں نظر آئے

پیا کا شغل مستی کس نہیں سر — اُنوں تھے ہے بگانہ آشنا روح
جھکے سر میں نہیں — اُن سے بیگانہ

نین پتلیاں ہوئے ہیں بھوت اَنانی — حسن پانی کے پیالے میں دکھا روح ۶۱۰
آنکھ کی بہت

ہوا درپن سکندر تم تھے روشن — کروں کیوں جام جم پریں فدا روح
آئینہ کا سے

معانی دل بھرے تو حسن کا گنج
کے تیرے
کرے نت نت خوشیاں سیتی نوا روح
سے نیا

ردیف خ

(۸۴)

پڑوں بلبل کے تمن حسن کا قصا سب شاخ
جن نہ سمجھے یے قصا سینہ ہی اُس کا سنگلاخ

بات دو تن کی تمن کان منیں ہے محرم
اُس ہوا ہے تمن آرزو تھے تو گستاخ

جب کنگھی بلجے تمن کیس منے ناداں سول
عاشق او نیش کنگھی دیکھ کا ہوتا سوراخ

مصطفےٰ اٹھانوں اَزل تھے ہوئے ہیں حیدر
جنے شک لیا دیکھے جیوں کہ تنورِ طبّاخ

نار کے نور کا پیالا دے منجھے ساقی توں
پھکنا اغیار کا دیکھ کپڑ باہی موں نفاخ

حال نمنے دِسوں ہیں عاشقاں ہیں سب تھے پیا
بات چوگان لیو و نہہ کا میداں ہے فراخ

پیو کے درداں تھے معانی اچھے کیوں دور کہو
اس کی یاداں سیتی جنتا ہے عشرت کا کاخ

(۸۵)

چندنی مکھ کے اُپر مکری کا ڈلنا گستاخ ۶۲۰ جب رکھے کان اُپر تو دسے ہمنا گستاخ

باس پھولاں کا تمن کیس منیں ہے محرم
تمہارے بال میں
کنگھی اپ شوخی سوں تم کیس میں ہنا گستاخ
اپنی سے تمہارے بال

پوچھنا عاشق و معشوق کی باتاں مشکل
پہچاننا
بے معما ہیں دو تن بات کوں سننا گستاخ
یہ رقیب کی

تم ادھر تھے پائے ہیں پانی سو رنگ لعلی کا
تمہارے ہونٹ سے خوش رنگ لالی
وو اودھر باج اودھر ہور رہے چُمنا گستاخ
وہ ہونٹ بغیر اور دوسرے چومنا

حسن باغاں میں کھلے پھول بہو رنگ رنگ سوں
تمہاری باس تھی بھی پھول ہے سُنگنا گستاخ
سے سونگھتا

ہرن کا نافہ تمن باد تھے ہوا خوشبو
ہرن تمہاری سے
نافہ میانے تھے دوجا نافہ کوں چھنا گستاخ
میں سے دوسرے کو گستاخی ہے

تمہاری یاد تھے ہوا ہے معانی مجنوں
مجنوں اگے ہے پرت کہنے کو کہنا گستاخ
سے کے سامنے محبت

(۸۶)

غیر جب لیوے تمن نام ہووے میرا دہن تلخ
تمہارا
شکر و شہد پلاویں تو نجاوے وو سخن تلخ
وہ

بھالے پلکاں کے تمہارے اہیں جراح قلم جیوں
ہیں قلم بال ہوا ہوں کرد مو پہ بدن تلخ

دل لہو رنگ تھے یاقوت رنگیلے ہوئے ہیں سب
کے کے سے
جن کنکر جوت نہ پاوے اہیں اس کے سو پچھن تلخ
مجھ چمک ہیں

پھول کلیاں کئے مجلس خوشی سوں مل چمناں میں ۶۳۰ دسے یک بیل کوں یک پھول مٹھا ایک سمن تلخ

نظر آئے

عاشقاں کئے ہیں منج کوں ہد ہویت پیر میں — بن تمن تیر اہے منج کوں دوجا تیر دیکھین تلخ

مجھے پیا کی محبت — بغیر تمہارے تیر کے مجھے دوسرا دیکھنا

تیرے نگھار کے موتیاں تھی پڑیا جگ میں اجالا — دسیں اس جوت کے انگے تارے ہور رین تلخ

سے — نظر آئیں روشن اور

چاکھیا شیرینی معانی تمہارے مکھ مٹھائی کا
تو ادھر تھے چوو مٹھائی نہوے کدھی بچن تلخ

چکھا — تیرے ہونٹ سے کبھی

(۸۷)

نیناں کی شوخی میں دیکھیا ہوں آج نوا تلخ — پلکاں کے بچن سوں نہ کرو میرا ہیا تلخ

آنکھوں نئی تلخی — ذکر سے دل

ہم درد کا گانا ہے تمن بزم منے راگ — پیو نیہہ کے کھوٹے بنا ہے میرا جیا تلخ

ہمارے تمہارے میں نغمہ — پیا کی محبت بغیر دل

تم ہونٹ مٹھائی تھے ندی بہتی ہے منج ہو نٹ — اپ نیہہ مٹھائی تھے مٹھی منج پہ کیا تلخ

تمہارے کی سے تیر میں — اپنے عشق کی سے شیریں مجھ

پیرت کا پیالا پلائے منج کوں ازل تھے — ساقی چھپاؤ میرے انگے شیشہ سرا تلخ

عشق مجھے سے — سامنے شراب

شہ کر گنے ہیں عشق کے شہراں منے منج کوں — صندل کھو سر پر نکر دکدھی ہیا تلخ

شاہوں میں شمار کئے میں مجھے — کبھی محبت

عاجز ہوا اس فن منے سب ساحراں کا سحر
ہیں
دو تن گنداں تھے ہوا ہے سب ہی فا تلخ
رقیب کی تھے

جم عیش سوں کر راج سکل جگ میں معانی
ہمیشہ سے سب دنیا

کیتا ہے ترے دشمناں کا کام خدا تلخ ۶۴۰
کرتا

ردیف د

(۸۸)

سہیلی نہ کر توں ہمن سیتے دند
تو ہم سے دشمنی
کہ میں بوجھے ہوں تیرے سب چھند بند
سمجھتا

نظر پڑتی ہے دوتی پیو دشٹ پر
غیر پیا کی نظر
کہ زیبا دسے اس نین اپنے چھند
دکھائی دیتے ہیں اسکے آنکھ کو

سکی چال نا کر مو پیاری سیتی
چال نہ میری سے
کہ سلتا ہے منج سینہ میں تیرا دند
کھٹکتا میرے

پیا کوں سچا نیہہ بھاتا اہے
عشق پسند ہے
دو تن اس کے نیں پیو انگے ارجمند
رقیب اس وجہ سے نہیں کے پاس

نہیں دیکھے ہیں کس چمن میں کدھیں
کسی کبھی
سجن قد ایسا سرو کوئی بلند
کی طرح

محبت پیالہ پریاں لے کھڑیاں
کا کرکھڑی ہیں
دسے یوں اُنن ہت میں جیوں سور چند
نظر آئے ان کے ہاتھ جسطرح سورج اور چاند

محمدؐ غلامی تھے قطب زماں

سکیاں گل میں بابا ہے اپ نیہہ کا پھند

(۸۹)

پیاری بھنواں ہیں تیریاں جوں کہ چند — اُسے دیکھنے میں ہیں عشاق بند

توں سولہ سنگاراں کوں جب پین آئے — تجے دیکھ کر پائے عیشاں انند

ہوئے عاشقاں بے خبر دیکھ تج — تجے کون سکلائے اے مست چھند ۱۵۰

بہوت بھید سیتی تو فتناں سو آئے — نظر نا لگے نیوں کر د اُن سپند

سُہاتی ہے مہتاب کی رات چھب — کر اِس نور کی پتلی سوں مل انند

پیا گھر میں دن دن صفت عید ہے — کہ عیداں ہوباں اُن تھے سب ارجمند

نبی کی غلامی میں ہے قطب شاہ

صفت اُس کے ہے ناؤں کی چاروں کھنڈ

(۹۰)

ہمن سوں بک ہو غم کرتا ہے فریاد — کرو ہم دو نو کوں اس غم تھے آزاد

ہم سے — کو سے

سٹیا اُمید کے تخماں زمیں میں — میرے سب تخم کوں تم کرنا آباد

ڈالا

کہ ہے منج روح تم باساں سوں زندہ — کرو بادِ صبا سوں منج کوں ٹک شاد

میری تمہاری خوشبو سے — سے مجھے

لہو رنگ کا بسنت لیا وو کہ کھیلیں — ہمیں اس کھیل عاجز ہیں توں اُستاد

لاؤ — ہم ہیں اور تو ہے

خیال اُس حسن کا منج جیوں سوں پکیا — پکیا بن آگ سوں تم دیو ٹک داد

کے میرے دل سے لگا — بغیر سے ذرا

نہ بوجھے آدمی اُس نار کا ناز — ۶۶۰ لکھن وو ناد نا آوے کس اوراد

لکھنا اسکی طرح نہ

کتے ہیں گوہراں سوں حسن دستا — وو خط و خال کرنا منج دل آباد

کہتے کر سے نظر آتا — وہ میرا

ہنر ہور بے ہنر ظاہر ہمارا — محبت کا قبا پہنا ہوں میں شاد

اور

پیا کی یاد سوں پیتا ہوں میں مے — ہمارا حال کیا جانیں گے سکھ زاد

ہیں

اُساساں آس سینی کرتے ہیں بات — ہمارا آس بر لیا قد شمشاد

آہاں اُمید سے — برلا

معانی بے خبر باتاں توں کہنا

ولیکن رکھ خدایا توں اپ امداد

(۹۱)

مو عمل بنیاد نا جانوں کہ کیوں کیتا ہے بنیاد　　　مرتضیٰ کا با نظر بنیاد تینا ہوئے فریاد

رنگ میرا کس رنگاں تھے نا پکڑے رنگیا ٹاک　　　سب رنگاں تھی دھو گیا ہو یا علی منجکوں کر آزاد

مستی کی باتاں کہو یا رات کی باتاں کہوں اب　　　دونوں قصہ کھول کہتا چوکن بخشو تم ہیں استاد

اے ہما میرے خیالاں کی ہوا میں اڑنہ ہی توں　　　گھر کہاں ہے تیرا دکھلا تا کروں میں گھر کوں آباد

جیقہ کی یاواں تھے بجتیاں ہیں نفیریاں صد ہزار　　　۶۷۰　　　اس نفیریاں میں کریگا کن نفیری منجکوں یاد

لکھ رکھے ہیں سب ہی ابجد میں الف بے کی کتیاں　　　تم پڑھاؤ موکوں ابجد تا دسوں میں سب ارشاد

صح کرے ہیں سبھی استاداں اس ابجد کی کتیاں　　　جن بوجھے وو علم سب علماں تھی ہوویگا ان آباد

بے نقط اعراب سوں کرتا ہے تعلیماں منجے ان　　　میں اگر چوکوں گا اس میں تم نہ پکڑو وہم پہ ایراد

اے معانی سب کے بولاں دہر ہیں شکر و لیکن

بات تیری پھول نمنے اس نمک شکر حلا داد

کے مانند ہیں

(۹۲)

سکی کے ہات کنگھی کیس دیکھ کرتا ہے فریاد
اُٹھیا فریاد از حد دیوٹک ہماں کوں تم داد

بال ہم

نین پتلیاں چنچل چاپک سواراں جو کہے منج
جناورہیں ہمیں تیرے ہمارا توں ہے صیاد

آنکھ تو

سکی تج ناک کی پھلڑی کہ ہیرا یا قوت کا دانہ
کہ سب دانے بسر کرمیں ہوا او دانے تھی آباد

تیری سے اس

لٹر میری گاں کا تج نین پتلیاں میں ہلجیا
پلچ رہ کر ہوا ہوئیں تو اس کا ماں میں اُستاد

آنکھ کی پھنس

الف ہور میم و عین بن جگ مینے ہور کچ نجالو پچ
کہ میں ہوں خاک تج رہ کا کرو موخاک آباد

اور بغیر دنیا میں اور کچھ میری

اپن شیریں سو شیریں کیے سب کام شیریں
کہ میں لڑتا ہوں غم پہاڑاں سوں جو لڑتا ہے فرہاد ۶۸۰

اپنی ہے جسطرح

بسر کر قبلہ میں تم طاق کوں کرتا نماز اہل
ندیوں داد میرا کس کروں میں داد و فریاد

پھول

کیسے گھانس پر توں چھاؤں سٹ اپنے کرم سوں یا
کہ جیوں سٹتا ہے چھاؤں اپ گھانس پہ دو قد شمشاد

سایہ ڈال جسطرح ڈالتا سایہ اپنی وہ

دنیا کی دھرپ آنچاں تھی معانی توں نڈر تل
دُکھاں کی آنچ تھے تج کوں خدا کیتا ہے آزاد

(۹۳)

جنے رکھے قدم اب کام بھی نکو فریاد
جو کوئی قدم رکھے کج باٹ میں سواُن افتاد

تمہارے کام میں مو کام کا نقیب بجیا
پڑیا ہے کن میں وو آواز سب آواز آباد

تیری کمر کوں سرائے ہیں باد تھے نازک
او باد گانٹھ کیے عقل تھی کدیں نکشاد

گنوایا دین تمن بت پرستی میں اپنا
او پوجنا تھا یقیں اُس تھی میں ہوا آباد

گدا ترا ہوں کروں میں گدائی کس در کن
سوال کرنے دو دینے تھے میں ہوا آزاد

وال کرنہ تم اپنا کدھیں نکو چھوڑو
ترا نصیب ازل تھی لکھیا ہے یوں استاد

کہیں معانی کوں بھنواد عاقلاں سارے
ہجے بسرا ہیں ابجد کے کرتے سر تھے یاد

۶۹۰

(۹۴)

کہو کس نور تھے یاراں ہوا ہے نور پدید — میں نجانوں تمھیں پوچھو کہ کون ہے یے عید

اب تو تج دیکھتے سُد بُد تو مرا کھوئے گیا — کس کی مجلس کوں معطر کرے ہوئے کس کی رشید

اُس چومن تھے موچومن دور خدا یا نہ کریں — کہ حیات آب و لب ہے مرا دل اُس پہ کشید

ہے بڑائی جو ہمن شمع پہ تم نور پڑے — پوچھو خورشید کو کس تھے تجھی یے نور رسید

نیند بھانے سو نین جب تم ہی اپنے مو پچے — ساحران کا سبھی سحر اُسی لحظ درید

کیمیا وشت دم عیسیٰ ہور بھاگ میں فتح — ایسے دُر دانہ کہے ہات میں ہیرا سو کلید

کہو یاراں کہ معانی ہوا دیوانہ سو اُس

ہوئے انجان سوں یو جانوں کدھیں اپ نشنید

(۹۵)

ہوت و ن تھی ہیں منگتے دا کھ لعلے ساقی کہ درد — چیکا کر اپ نین تھے لعل مدیحانہ کوں پر درد

تمن ویسا موتی کن جوہری پایا نہ ہو رہا ہے　　غوطے کھا کر ہوویں حیران غواص انیں کن ہر مرد

نین ونکا ہے جھگڑا کن کہے دھر کہتا بہوت مشکل　　اگر آکھوں تو ان کے جیو میانے تھے اٹھے گا گرد

یوں ان کے حسن پر ہو سوار دیکھیں آرسی ہت کی　　عجائب تنخمنی میں کھیلتے آپ حسن سیتی نرد

تمن کوں حکمتاں کن سکھلایا کہ پوچھیا پیو کوں　　سکھایا ہے حکیم او منج جنے تصویرن کا گرد

علم سو گیان تھے کرتا ہوں تو میں وارے عالم میں　　انداز کیا ہے سنم کا کہ کہو سب میں ہوں فرد

اگر منج پر اچھے دایم پیا کا فیض یک چھن میں　　نہالا نہہ کہے پنچاں دو کروں گا دکھ کے پھول لاسرد

جے کوئی اپ حسن کا کرتے ہیں جگ میں لاف دعوی سوں　　وِسیں منج مکھ کے مہتاب آنگے انکے مکھ کے دیو زرد

رقیباں اپنے ناز پو دمیانے نلجے غم سیتی　　خدایا انکے بستر کوں نکر ہرگز کدھیں گستر د

ادھر کے پھول چننا عیش ہے وانتاں کے چھٹے سوں　　دو چھپانا دھن نا فہمے اس کے دل اچھو سو درد

طناباں تمنے کا ہے تاب دینتے زلف کوں کھینچنا

ازل تھے نہہ تمہاری میں معانی کوں خدا پرورد

(۹۶)

جنوں کے دل میں او صورت ہی انکو ہے آنند
دیا ہے روشنی تحقیق حسن اُسی تھے بلند

عشق کا جزو ہوا چھند بند سیتی تمام
ای جزو کوں نکرو ہور جز سیتی پیوند

بنی مو تن کا تمن نور تھے ہوا روشن
کہ تل تل اسکوں نہ کترو ان تھی ہی خرسند

جی کوئی کہ عید کے دن پیو کے پگ پہ رکھے ہاتھ
ہر روز ہر مہ ہر سال اس نہیں مانند

زاہد کی باتاں مکر کیاں ہیں پلا ساقی
کہ ایک دو پیالے پیکر ہو سوار نہہ کا سمند

شراب فائدہ نیں کرتے ہیں لوگاں سب
تجھے ای بس کہ کیا ہی خلاصی عقل کمند

جو عالماں نہ رکھیں مدد سے تھے بہار قدم
سو آکے سیکھتے ہیں میخانہ پیر کن سب پند

قلم کے تینے جنے ہے تمہارے فرماں میں
پلاؤ چاؤ سوں شربت او سے محبت قند

معانی کوں نکو دیو یاراں خاص و عام شراب
سو اس کے نہہ کا مد پی ہوا ہے دولت مند

(۹۷)

تم کی ادھر کے پھومی سیتیں باندہیا ہی گلہ قند　　یک چھن ہنسی تھے نیشکر اب کیتا بند بند
ہونٹ　سے　باندھا

گر منگتہ ہی کہ لہو کے دریا میں نہ تیرے توں　　خوباں کے کسی میانے وفا ہی کہ دل نہ بند
منگتا　　سے　کرتا

طوبیٰ کا پھل نہ آوے ادھر پھل کے سم کدھیں　　اے بات میں حدیث سیتیں کہتا ہوں بلند
ہونٹ　مقابل کبھی

گر غصہ کرتے ہیں تمیں گر ناز کرتے تم　　اس کے ہمیں بندے ہیں جسے دل کرے پسند
سے

پکڑیا ہے جوش شوق کا دریا کہا ہی فوج　　تل تل اتاروں تر تری نو اروں گا مور سپند
اور

سائیں کی سیوہ فرض ہوا ہی معانی تج
سیوا　تجھے
او فرض کوں ادا کریں ہور نت کریں انند
وہ　اور

ردیف ذ

(۹۸)

پیا کا روپ نرمل ہے سدا میرے نین تعویذ
آنکھ کا　چہرہ صاف
پیارے کا پرت پیاری کے بھن پن تھے من تعویذ
محبت　بچپن　سے دل کا

سجن کے ہونٹ امرت کا لذت یک دیس چاکے تھے
کے آبحیات ون چکھنے سے
سو دو لذت کوں اجنوں لک کیا ہے منج رسن تعویذ
وہ کو اب تک میری زبان

پیانکہ کے قلم سوں خوش نویسی کرنے منگتے ہیں
ناخون سے کیلئے مانگتے
ضرورت ہے سکی پیو ہت میں دینا اپ جوبن تعویذ
سے پیا کے ہاتھ اپنے کا

سکی منج لب پہ دیسی سو نشانی بوجتی ہے کیا
نظر آئی پہچانتی میرے
دسے میرے ادھر کوں پیار سوں پیو کی رسن تعویذ
نظر آئے ہونٹ زبان

عجب تاثیر ہے تج ناوں میں پیاری جو سن نے میں
تیرے نام سننے
سکیاں بھل جا کے لکھ لکھ لیکے کرتیاں ہیں اپن تعویذ
بھول اپنا

مرے بازو کوں جب لالن پکڑتے پانچوں انگلیاں سوں
کو سے
سو انگلیاں ہیں سکیاں منج بازو کے کندن تن تعویذ
میرے

پیا کا نیہہ لگیا ورنہ رو منج کھو بند گویاں کوں
عشق مجھے
کدھی کچھ بیر چیت ناہوسے ہمن پر اپ تمن تعویذ
کچھ موثر نہ ہوسکے ہم تمہارا

۳۰

پیا جس دن نہیں لگنے گلے منج سوں تو دکھ ہے منج

مجھے مجھ سے

گلے لگنا پیا کا ہے سو میرا دکھ بھنجن تعویذ

توڑنے والا

نہ جانوں کسکوں اپ نیہ پھند میں پھنسانے منگتے ہیں

کو اپنے عشق کے پھندے پھانسنا چاہتے

سنی ہوں میں کہ لکھتے ہیں اپس ہاتوں سجن تعویذ

اپنے ہاتھوں سے

منگی تعویذ پیو کن وصل کا نیہہ تے دیوانی ہو

مانگی کے پاس عشق سے ہوکر

ہوا سے میری دیوانی جب دیئے منج کوں للن تعویذ

مجھے لالن

سجن یک دن بسر کر منج سلاماں لے کے لکھ بھیجے

بھول کر مجھے

سو اس کاغذ کوں جیو منے جتن کر کے ہوں تعویذ

کو دل کی طرح احتیاط ہونے

بسا تو برس لگ قطب زماں اس جگ منے جینے تیں

تک جینے کیلئے

ازل دن تھے دیئے لکھ کر دیا تھے بخشش تعویذ

سے کرم سے

(۹۹)

میں اُس بت ہندی کے رکھیا ہوں دل میں لکھ بچن تعویذ
رکھا لکھکر باتیں

وو منج تھے دور نا ہوے تیوں کیا بُج پر بندن تعویذ
وہ مجھ سے نہ بازو بندھن

دعا ہور منتراں سیتی وو چنچل منج کوں سنپڑے کر
اور سے وہ شوخ مجھ کو ہاتھ آئے

بندیا ہوں اُس کے دو زلفاں سیتی میں جیو کمن تعویذ
باندہا سے دل کو کمند

پرت ورزو زدھن ورزو ز ہور ورزو زنازا سکا
عشق عورت اور

بہوت پر چیت کا ہونا منجے نصرت کرن تعویذ
بہت اثر مجھے کرنے کیلئے

عشق کے بھار میں جانے کوں منج دل کوں نہیں کچ ڈر
بار بوجھ کو مجھ کو کچھ

کیا ہوں اُس کی پیرت کوں میں آپس کا سومن تعویذ
عشق اپنے لئے دل کا

پرت کے قول دیتی ہی و لے منج کوں پتیارا نیں
عشق مجھ نہیں

پتیارا تو ہووے منج کوں جو دیوے منج چمن تعویذ
بھروسہ مجھے مجھ چومنے

۷۔۴۔

وبروا بیت کٹرا بیت ہور چالاک اچپل ہے
اور شوخ
نظر میں کس نہ آوے تیوں رکھے ہے دو جوبن تعوید
کسی کے اسلئے کو بناکر
محمد ہور علیؓ کا نانو لے کر قطب شہ جینیا
اور نام جیتا ہے
سو چنچل کے دو جوبن گر اتس اوپر کے بھی تن تعوید
شوخ تنکر

(۱۰۰)

سکی دیتی ادھر کا جام احناذ
ہونٹ
لذت دکھلاتی ہے منج کام احناذ
میرے حلق میں

مرا دل تھا بہت ہشیار اول
کنتی ہے مست منج ہر کام احناذ
کرتی مجھے

ہوا ہوں مست میں اس نانوں تھے جم
اس کے نام سے
منجھے دیتا اہے او نام احناذ
مجھے وہ

ہزاراں شیخ کوں ات شوخی سیتے
زیادہ سے
کئے بے ہوش تج بادام احناذ
تیرے (آنکھ)

کرے ہے عاشقاں کوں مست بے سد
سکی کا کام صبح و شام احناذ

سکل عشاق کوں متوال کرنے
سب
دیتے تج ناز ہور لٹ لام احناذ
تیرے اور زلف

قطب مدن نہیں گمتا ہی یک چھن

شراب پرنغمہ کے بغیر گذرتا لمحہ

دیا ہے ہنج علی کا نام احناذ

مجھے

(۱۰۱)

سکی دل جگ میں تج فرمان انفاذ ۔۔ سبھیں خوباں میں ہے تج شان انفاذ

کی دنیا تیرا سب ہی تیری

ادھر تیرے جو ہیں قدرت کے یاقوت ۔۔ انن کے حکم تل سب کھان انفاذ

ہونٹ ان کے تحت کان

ترے بوسے تھی ہے جیواں کوں راحت ۔۔ ترے لب تھے اہے درمان انفاذ

سے دلوں کو سے

نیلم ٹیلک ترا تل حجر الاسود ۔۔ ترا مکھ کعبہ ہے ایمان انفاذ

چہرہ

عجب معجزا ہے تیرے بچن میں ۔۔ کہ ہے تیرے بچن دل کان انفاذ

خوش آوازاں جتے اس جگ منے ہیں ۔۔ انن پر ہے ترا احسان انفاذ

جتنے میں ان

نبیؐ صدقے علیؑ کا داس قطبا

کے سے غلام ہے

تو اس فرمان ہے سب ٹھان انفاذ

جگہ کا

(۱۰۳)

سُندر کے اَدھر ہیں شکر تھے اَلذ
ہونٹ سے
ترے بوسے نابات تر تھے اَلَذ
نبات سے

چَندر تو اہے جوت میانے لذیذ
چاند
ولے مکھ سکی کا چَندر تھے اَلَذ
(پے) چاند سے

دکھاتی سکی جھگد کا ن نَین میں
آنکھ
ترا بی (بے) ہنر سب ہنر تھے اَلَذ
سے

گھنگر والے تیرے لٹاں کے کھباں
بالوں
۷۰. دِسیں نیر پر کی لہر تھے اَلَذ
دکھائی دیں پانی لہروں سے

کمل پھول پر تو بھنور ہی لذیذ
کنول
ولے مکھ پہ تج تِل بھَنور تھے اَلَذ
چہرہ تل کا بھنورا سے

ترے مکھ بَرَن سم سو کنچن نہ آئے
رنگ مقابل سونا
ترے کیس ہیں مشک تر تھے اَلَذ
بال سے

خضر نیر تو جن پیوے سو جیوے
تیرا آب خضر جو پیئے جئے
ولے تج اَدھر ہیں امر تھے اَلَذ
تیرے ہونٹ امرت سے

گہر کوں تو ہی رنگ ہور جوت لے
اور کئی
ولے تج دَسَن ہیں گہر تھے اَلَذ
دانت سے

ترے دو کچاں پر سجن نکھ کی لکھ
پستان خاوند کے ناخونکی لکیر
سُہاتی بچتر چِتر تھے اَلَذ
عجیب تصویر سے

سو رنگاں ہیں لے لذتاں ہیں وے
اچھی رنگ کی شراب کئی
تری دِشٹ ہی مد اثر تھے اَلَذ
نظر شرابکہ سے

خبر تو ترے وصل کا ہے لذیذ تجے دیکھنے ہے خبر تھے اَلَذ
تجھے میں دیکھنا سے

نبی صدقے تج نہہ شہر میں ہی قطب
کے سے تیرے عشق کے

نہیں کوئی شہر اُس شہر تھے اَلَذ
سے

(۱۰۳)

سکی تج اَدَھر تھے پلا مُنج نبیذ چُمن کے نُقل سوں پلا مُنج نبیذ
تیرے ہونٹ سے مجھے چومنے (بوسہ) سے مجھے

جیا کوں دیا ہے صفا نہہ شراب دیا دل کوں کوثر جلا منج نبیذ
روح کو عشق کی کی میری

مرے نین جوں سور پُر نور کر دِلا کوں دلا کر کھِلا منج نبیذ
آنکھ کو مثل خورشید دل کو میرے

تری نین تھے منج چڑیا ہے اثر دیا تج تلا کی کلا منج نبیذ
آنکھ سے مجھے چڑھا تیری تل مجھے

جوبن کی صراحی قطب ہت بِیو
سے کے ہاتھ

بشارت دیا قلقلا منج نبیذ

(۱۰۴)

دو جگ منے منج کوں اہے کرتار معاف — بندا ہوں اُسی کا وہی ہر ٹھار معاف

میں مجھے ہے خالق — جگہ

اُمت ہوں محمدؐ کا کروں شکرِ خدا — تو ہے منجے جم احمدؐ مختار معاف

مجھے ہمیشہ

پایا ہوں ملک کوٹ اُنن پیار تھی ہیں — مُنج کوں ہے سدا حیدرؓ کرار معاف

اُن کے سے — مجھے

پنجتن کا منجے داس کیا پیا تھے حق — پنجتن ہیں ازل تھے منجے ہر بار معاف

مجھے غلام سے — سے میرے لئے

اللہ محمدؐ علیؓ ہور بارہ[۱۲] امام

اور

یو سب اہیں قطبا کے سو آپار معاف

یہ ہیں اوپر

(۱۰۵)

رقم دیکھو اپس پر جب پیا کا نیہہ بچن کاغذ — گلابی رنگ سوں نازک ہوی جوبن کے سُمن کاغذ

اگر لکھ رکھو اپنے پاس عشق کی بات کا — سے پھول

تھوڑی پڑوی تو نہیں ہی پرت کے ر از نیناں کے — وو حرفاں ہیں تجے دستے ہیں اُسی سیب ذقن کاغذ

نہیں محبت آنکھوں — وہ نظر آتے ہیں

بڑائی منج ہی بس ہی پرت کے نیہہ بازاں میں — پیا لیکر رکھے اپنے نین اوپر ہمن کاغذ

مجھے محبت عشق بازوں — آنکھ پر ہمارا

نین پتلی لکھن ہارے سیاہی کاجل انکھیاں لے　　　اچھر تج حسن کے اُس کوں سفیدی سوں تن کاغذ

آنکھ　لکھنے والے　کا　　　　حروف تیرے　آنکھ

توں حسن کاغذ اُپر کرتا ہے نقطا دلنوازی کا　　　جھمکتا ہے او سب کاغذاں میں جو رتن کاغذ

نقطہ　　　　(؟)　وہ　مثل

لکھے تا صُنع کا کاتب خدا کے وصف مصحف کوں　　　سو اُس تیں لیکے آیا ہے بہت رنگ کے چمن کاغذ

کو　　　　لئے

نبی کا مدح لیکھیا ہے قطب شہ جیو کلک سیتی

لکھا　دل کے قلم　سے

تو اُس خوش مدح کوں سُہتا ہے جم سورج برن کاغذ

زیب دیتا　کے رنگ کا

(۱۰۶)

شہد و شکر نبات تھے ہے تج ادھر لذیذ　　　لاگے تو قد سرو کوں سو جوبن ثمر لذیذ

سے　تیرے ہونٹ　　　لگے　لے

امرت ہے چشمہ تھڈی ہے ناسک پہ چمپا کلی　　　تو بینی آئے نیں ہے الک کے بھونر لذیذ

آب حیات کا　ناک　　　نہیں　زلف　بھنورا

سنگ باس چنپئی کا رہے مکھ موڑ الک بھونر　　　پایا نہیں بھونر مگر اُس کا اثر لذیذ

سونگھ　زلف

پنکھی نجانے بات سو اُس باس چنپئی کا　　　اُس چنپئی باس راس پچھانے بشر لذیذ

پہچانے

مکھ کے کنول پہ چھائے ہیں چھند کے بھونر　۷۹۰　متوال ہو کے جھلتے ہیں وو بے خبر لذیذ

چہرہ　ہیں　فریب　　　وہ

کاوڑ بھواں ہی پتلیاں سنپاسے ماسید ہے ناگ چوٹی ناگ سُہے ناگ سر لذیذ
ٹیڑھی
گھمتے ہیں بھونری سورسوں سراں کی سُراں پکڑ مکھ دیکھ کرتے ہیں سورسر بسر لذیذ
گھومتے آفتاب رخ
والئے بلان منتر کہ اگھٹ مار گار ڑے ونت چھند ادھر پہ ہی سومنتر کی اچھر لذیذ
شکل دانت ہونٹ حروف

صدقے نبی کے رات دنا بھوت انند سوں
رات دن بہت آرام سے
امرت ادھر پلاتے قطب کوں سندر لذیذ
آب حیات ہونٹ سے کو

(۱۰۷)

یک دو پیالی پیار سوں منج ہات تھے لے یار خذ
ہاتھ سے لے
اپنے ادھر امریت ہیں منج لب نقل کے ٹھار خذ
سے میرے
ہونٹ کے آبحیات میرے کے

تج سات مدھل پینے کوں بھووں تھی دھر تا ہوں ہوس
تیرے ساتھ شراب ملکر کو بہت سے
اب نہہ مدپیالے کے نیں منج ہات تھے یک بار خذ
اپنی محبت کی شراب کے پیالے کو میرے ہاتھ سے
تج سنگ ہیں جب شوق سوں لاگوں گلے اے چھند بھرے
سے لگوں فریبی
کچ سک نکو منج لب سیتی توں بوسے دو تن چار خذ
کچھ سکھ نہ چاہیے میرے سے تو تین

مُنج من اُتالا ہے اَدِک اے نار تج سنگرام کا
میرا دل جلدباز زیادہ عورت تیری وصل

لٹ پٹ ہوا ات پیم سوں منج باہہ گے کُلہار خُد
بہت محبت سے میری بازو گلے کا ہار

عشاق اپن من پیش کش لیاتے ہیں تیرے زلف تیں
اپنے دل لاتے کے لئے

ٹُک دیک کر خاطر میں لیا اپنے زلف سوں آیا رخُد
ذرا دیکھ لا اپنی سے

بہو دن تھے نیں سنیا بچن تیرے ادھر امرت تھے میں
بہت سے نہیں سنا بات ہونٹ آبحیات سے

۸۰۰

عشاق کے تیں اے پری اپ لب تھے کہہ گفتار خُد
کو اپنے سے

تج عشق کا میں برہمن ہو کر سو آیا تج کنے
تیرے تیرے پاس

اجھوں کتے ہیں کے مُنجے منج زلف تھے زنّار خُد
آج تک کہتے کیوں مجھے میری سے

سنگار تج سینے کا ہے اپ سینے تیں توں نا چھُپا
تیرے اپنے کو تو

منج نلّ کیرے ہار کوں اے چنچلی دلدار خُد
میرے

صدقے نبیؐ کے آج دن ہے عیش ہور عشرت اَدِک
کے اور زیادہ

قطبا نبی سوں کر لیّاں ہور خطائی چوسار خُد
کے ساتھ عیش اور

(۱۰۸)

سکی تج زلف ہے جیواں کے آخذ — دسن تیرے اہیں رتناں کے آخذ
تیری دلوں — دانت ہیں موتیوں

تری نیناں تھے پیچے ہیں نظر سب — ترے نازاں ہیں سب ستھراں کے آخذ
آنکھوں سے نکلے

سہے تج سیس پر انچل سہیلی — سہے سب عاشق دراں کے آخذ
زیب دیتا ہے تیرے سر — زیب دے دریاں ؟

تری پتلیاں بھلائیاں ہیں جگت کو — نین دو مست ہیں مستاں کے آخذ
بھلائی دنیا کو — آنکھیں

نکھاں تیرے ہیں تج جوبن کے مشتاق — ادھر مہرے ترے بوسیاں کے آخذ
ناخن تیرے — ہونٹ بوسوں

علیؑ ناؤں سو کہیا یو غزل قطب
کے ناموں کہا یہ
علیؑ ناؤں ہیں سب کاں کے آخذ
کے نام

(۱۰۹)

خدا تج حسن کوں دیتا ہے تعذیذ ۸۱۰ ہمن من کوں اوسوں کیتا ہے تعذیذ
تیرے — ہمارے دل کو اس سے کرتا

نہیں آتے سنگاراں تج نظر تل — تجے اپ حسن کا بھاتا ہے تعذیذ
تیری تلے — تجھے اپنے

کیا مکھ نور چپارا منج نین کا — وہی منج نین کوں سُہتا ہے تعذیذ

رخ میری آنکھ — میری آنکھ کو زیب دیتا

ردیف ر

(۱۱۰)

خیال سوں سورن پکڑنے کوں ہیں اس آ پکر — مچھلی کے نمنے چمکتا اہے مو دِشٹ کے گھر

مانند میری نظر

شوق کا جالا سٹیا ہوں سو سمند عشق میں بھر — آس بندھیا ہوں وو جالے میں تجھی کیا ہوئے مظہر

ڈالا سمندر — اس سے ظاہر

سر چڑھا نینہ کی مستی متی کج چپڑائی — ان یکا و اُسکے اُپر پڑکہ دموں ہیں صرصر

عشق — پڑ کر دم کروں

عشق کا چھچہ سٹے ہیں بھید سوں منج راہ منے — پنتھ یو بوجھوں ہیرے پنتھ کا سواہی توں داور

مگر جھجھ سے میری میں — راہ

ہر دن یک ناز کا پیچ پیرتے ہیں دل میں مرے — کہو کس نازستی باندھوں مو جیوا ہے سرور

سے میرا دل

چمنے چمناں تو نزاکت نخے جھڑیں پھول ورق — باور نشکاں تھی انوں سب کوں کیا ہے ابتر

تم

چمن چمن سے — سے ان

تو طلب کا کرے تسبیح معانی دن رات

تیری

مرتضیٰ نور تھے یا رب کریں مو گھر انور

کے سے میرا

(۱۱۱)

خدا جیو کی جان کوں دکھا ٹک بار ۸۲۰ دُکھاں عرضہ کر غم کروں خوار و زار

دل کو ایک اپنے دکھ

سمند ناز کا گرد سُرمہ کرو کہ انکھیاں دَچکنے سوں ہووے قرار

اُتا س آمن کا باٹ باندھیں میں سب نزاکت چپل چلبلی نین نار

آنکھ آہ

کہ جیوں ذرہ یک پُف سیتی بند ہول اگر پُف کریں سب میں ہوؤں گا خوار

مثل سے

کرے کن دلیل وو لائل سوں عشق دلبلاں میں اُلجے ہیں عالم ہزار

کون سے گرفتار

جھلک مِن شمشیر تھے توں نہ ڈر نمک چاک کر ہم ہوئے اختیار

آنکھ کی تلوار سے تو چمک

کرے یوں کا تِل تِل میں بیلا ہمن وو تِل باج مجھیں ہور تِل موا دھار

ہم کو لحجہ اُس کے بغیر اور میرا سہارا

کرے نالہ تج تار زُلفاں تھے جن وو مجلس تھے کرنا ہے اُس کوں بہار

سے جو اُس سے کو باہر

معانی کا وھا گا باندھی زلف سوں

سے

اُسی تھے دیئے مصطفٰےؐ وو انار

سے وہ

(۱۱۲)

صورتاں سب مرے نیناں تھے کئے ہیں باہر
جیوں مجنوں ہوا مرتے ہی تمہارا ذاکر

سے — مثل — پھر سے

باندیا احرام کہ تیرا کروں گا جیوں سو طواف
لعل رنگ انجھو ہمن کوں نہیں ہوتا تا صر ۸۳۰

باندھا — دل سے — آنسو ہم کو

نین پیچاں منے بلجے ہیں مرغ سب جگ کی
خانگی مرغ نہ بلجے تو کرو اس قاصر

آنکھ کی پیچوں میں گرفتار — بھٹنے

اپ پیشانی پہ دھریا داغ غلامی کا ترا
کھرا کھوٹا نہ گنو اس کوں کرو تم وافر

اپنی — دھرا

دو انچل ناز میں جب ہات چڑھیگا میرے
او انچل پر ہے منجے میں اڑوں گا جیوں طائر

وہ — اس — میرے لئے — مانند

عیسیٰ دم پھونک کے مرے کوں کرے زندہ و لے
تو نزیک آئے میں مردے ہوتے ہیں ظاہر

تیرے نزدیک

تیری یاداں سیتی کد آہ نہ ماروں ہرگز
آہ ماروں تو کہیں نہیں میں نہیں ہی صابر

سے — کبھی — عشق

میں کتاباں تو علم کیا پڑیا ہوں بہوت و لے
گال خط مشکیں جتا پڑتا نہ ہوتا آخر

کی پڑھا — بہت — جتنا

کرو بیے ناز معانی کے جیا میں تیرا

دل — یہ

کد بجا سے او رقم بیٹھیا ہے اس کے خاطر

کبھی سکے وہ بیٹھا

(۱۱۳)

کھلیاں ہیں کلیاں یوں مستی سیتیں جیوں نو بہار — مجے پلا ساقی ہوا ہوں سر تھے میں بے اختیار

مثل سے — کھلی

دیدا او پر جب دید ہووے ہے غنیمت وو گھڑی — سب گھڑیاں کوں نا بوجھوں ہے وو گھڑی منجکوں شمار

بچھڑ سے — ہے شمار میں — وہ

کیس تھی ظلمات پیچے مکھ کے پانی تھے حیات — ۸۴۰ یک دو بنداں تھی کرو تم کام میرا خوشگوار

وہ — سے — بوندوں سے

میرے جیو کا دھاگہ اس کے موتی باندیں یا پیچ — دن ازل تھی کیتے ہیں قسمت مجھے یہ روزگار

بال سے — نکلے — کھینچ

دو نین کی چلبلائی کھیل ہر یک وضع سوں — کس سوں دل باندھوں کہو دو تو تھے ہوں بے قرار

دل — سے — کرتے — سے

میرے دل کا بھید نہ سکیں سمجنے مدعی — عاقلاں میں وستے ہیں اس تھی اوں سب شرمسار

آنکھ — سے — سے — سے

سکیں — نظر آتے ہیں اس وجہ سے وہ

تیری یاداں سوں معانی پیتا ہے پیالا مدام

یاد میں

آپنے پیاراں سیتیں توڑو تمیں اس کا خمار

سے — تم ہی

(۱۱۴)

تیری طلعت تھی نہوے کم جو کرے منج پر نظر — ذرے سب تیرے سو مکھ نور تھی ہوتے ہیں قمر

سے — مجھ — سے

راز جھو سال کا میرا کئے آنجھو ظاہر　　　کیا گنہ انجھواں کا ہن دریا اُبلیا دِگر

طوفان　انسو　　　آنسوؤں　آنکھوں کا　اُبلا

موتی انجھواں کے رکھیں کان میں صاحب خاں　　　صبر کر راز ترا لکھتے اُنو دھر سر سر

آنسوؤں

تا بوجھیں بھید ہمن جا سوساں کا مورکھ کد　　　کچ نہ بوجھ جھوٹے کوں پکڑیا کپٹ سیتی وو ڈر

نہ پہچانتے　ہمارا　نادان کبھی　　　کچھ نہ سمجھکر　دغا　وہ　وہ

کیوں پڑیا گرد چمن کا ترے امن پہ پیا　　　ڈھلیں وو گرد کی خاطر انجھواں نین تھی بہر

پڑی　　　اس　آنسو آنکھ سے باہر

پھول سم ہونے کوں منتر سکے میں کانٹے سب　　　باطل السحر نہ جانوں نہ تو پڑتا منتر

کے مقابل　سیکھے

قد ترا دیکھ پگلتا ہے گلا قند کا سب　　　کیا اندازہ کہ تیرے سم آوے بیچارہ شکر

مقابل

کلک قدرت تھے لکھے حسن ترا اول تھے　　　کس قلم سوں نہ سکے کوئی لکھیں تیرا چتر

سے　　　تصویر

یاد تیری تھے ہوا نام و نشاں مو ظاہر　　　عاشقاں حسن کا گنوائے ہیں سبھی آپ خبر

سے　میرا

عشق کے پنتھ منے ہلیجے ہے مالی منگل　　　عاقلاں دیکھ انوں کوں ہوئے ہیں سب ابتر

راہ میں پھنستا　　　اُن　کو

درد میرے کوں طبیباں کا دوا حاجت نیں　　　منجے ہو یاد کی مد تھے چڑیا ہے سر کوں اثر

کو　نہیں　　　شراب سے چڑھا

اب معانی کوں نہیں ڈر دند ہور دشمن کا
اور

پڑتا ہوں جیو سیتی ناد علیؑ کا مظہر
دل سے

(۱۱۵)

لوچن دکھائے جیو دلم حنا نہ خانہ کر
عشق تو ج تنم زن و مستی بہانہ کر

آنکھ میرا دل تیرا عشق میرے

ای وضعہا کہ کل جو کیا تازہ اے صنم
او غمزہ تازہ تازہ ترا عار فسانہ کر

یہ وہ

جے دشت عشوہ کا کہ زنہار واں کرے
او دل گسستہ میرا ایگانہ کر

جو نظر سے

لے چابکت ابرشت اے ناز کے سوا ۸۶۰
منج سینہ میانے اسپ ترا تازیانہ کر

بہتر میرے میں

بیدار ہم تمن سوں ہماری کہانی ہے
او چشم ساحرانہ ترا ٹونہ ٹانہ کر

وہ

پیوستہ یاد یا تو معانی عروس عیش

قلقل کی صوت بجتی ہے مجلس شہانہ کر

(۱۱۶)

کافر سلاح سجاب سُرا ایک آیا بہار
صاحبقران اپ تو مرے جیک آیا بہار

سجلے شراب باہر جی کے باہر

جینقہ سو جو ہراں کا وضا سیس پر رکھا
سو جینقہ لاکھ مجنوں گندا ایک آیا بہار

سر گرز ہا باہر

عاشق ہے ناتواں نہ کرے یاد ے وفا
مجنوں لیار کر لے سار یک آیا بہا

بھول وہ ساری باہر

دُکھ دینا بے وفائی اُن کا تو عادت ہے   عادت بسر کہ مست سُرا ہیک آیا بہار

اُن   بھول   شراب پی کے   باہر

اس کانٹے کے جفا سوں معانی یک رہیا

سے   ایک   رہا

آخر سو خار سات تو پھل نیک آیا بہار

پھول اچھا   باہر

(۱۱۷)

دیپے جو گاہ سور گہے ڈوبے کیا ہے ڈر   مکھ سور حور نور سدا دیپے میرے گھر

چمکے   سورج   معشوق کے خورشید چہرے سے نور کا نور   چمکے

تج مکھ جھلک کی ساج تے رزن پچند اسورج   ٹک مکھ دکھاویں لاج چھپیں ناویں تیرے سر

تیرے چہرہ   سجاوٹ سے   چاند   ذرا چہرہ دکھائے تو شرم سے   نہ آویں

قدسی لکھے ہیں دل میں تمن نور کے برن   جھلکا دکھا دنل میں حبرنت جیقہ موج پر

تمہارے   رنگ

تج انگ باس من منے پھل ہو کھلے سوہن   سو باس نا سمن منے نا مشک و نا عنبر

تیرے جسم کی خوشبو   دل میں   پھول   خوشنما سہاوتا   ایسے   میں

حوراں طبق سو نور کے لیا یا ہیں چاؤ سوں   ۸۷۰   آرت نتارے سور چند اکر لے تج اوپر

سے   لائی   نذر   سورج چاند   تجھ

عاشق کہتے ہیں باغ کو بہلانے جائیں دل   کیا بوجھے پھول زاغ مگر بوجے تو بھنور

کہتے

گھنگرو و گھنٹ مست جھنک ساز کر چلے   سونا و نسک مست منی جائیں ہار ڈر

ہنسن سکیاں سو گھنٹ سُنت گر پڑا اُٹھیاں　　باور گیند تنت پچھانیاں سو سر بسر
ہنسنے والی　گھنٹہ　شکر　اُٹھیں　اصلت　پہچانی

قطبا تو دکھ لبار بحق علیؑ ولی
بھول جا
لے ہات کھرگ مار کمر خارجی جنسر
ہاتھ میں تلوار

(۱۱۸)

تمہارے مکھ کی تجلّی تھے پایا نور　　تمہاری چھاؤں تھے چند اُپنیم ہوا سنپور
چہرہ　سے　سے　چاند　پورا

تمن پرت کری بیچاں پڑے ہیں ان دل میں　　ملا ٹکاں مقرب سُندر بہشتی حور
تمہاری محبت

میا کی دِشٹ سوں یک دن لٹک عدن میانے　　مُرداں جلاؤ اُدھر کے زُلال تھے بھرپور
محبت　نظر سے　ناز سے آ　میں　مُردوں کو　ہونٹ　سے

نچھل جل آرسی تج مکھ میں قوت روح دسے　　ہمن حیات سو جاگا کیا بااذنِ غفور
صاف　پانی　آئینہ　تیرے　نظر آئے　ہماری

خدا کے پیار تھے پایا ہوں میرے من کی مراد　　اسد اللہ کی کھرگ تھے ہمارے دند چُور
سے　دل　تلوار سے　دشمن

تمن خیال منے ہیں نہ بوجوں مسلہ چک　　۸۸۰　پڑیگی عاشقاں میں مسلہا حل کروں مشہور
تمہارے　میں

بچن معانی ہیں گوہر کے دل جو اول تھے
سے

سجن نظر کی کرن تھے سدا دپے جیوں سور
کی　سے　چمکے　مثل سورج

(۱۱۹)

ہندوئے ہند جب نہ کرے مجھ جان لے آرام پر
نبات مصری مصری سوں ہیں اوس اسکے جام پر

سے

ساقی اُبار یا جام دے ہی او مجھے آبِ حیات
پی کر او جھوٹا ہیں کروں رقاصی جنت یام پر

وہ وہ

نیناں کے پانی میں سدا مجھ دل تراوے من کر
کوڑیاں تپلیاں سوں چرالے جائے اُسنہ فام پر

آنکھوں

میرے سرانے تجھے کہو آن کیا سرایا جائیگا
پایا ہے او پرورش جنات کے احکام پر

سراہنے سے انکو سراپا سے وہ

قصا ہی جگ میں لیلےٰ و مجنوں ہور فرہاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے ترے پیغام پر

قصہ دنیا اور

گالیاں ستے او نازمیں مجھ یاد کرتا کر سنیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر

کے ساتھ وہ مجھے سنا

ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نکہہ پوچھ صمد
ہم کام میں تج کیا غرض رہ دھیان لا اپ کام پر

ہم کو نہ کہو ہمارے تجھے اپنے

دنیا کا حکمت نا پوچھیں ہرگز حکیماں علم سوں
گاوو ترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر

نہ پہچانیں ترانہ رات

سے

شعر معانی آن بندے موتی ہیں جگ میں حسن کے

۸۹۰

ہر دے صدف موتی جمیا اپ وارا بند نام پر

دل کی نثار کر کے

(۱۲۰)

سورج من پیالے میں ساقی شراب پور کر
مو غم دبر سالہ کوں یک دو قدح سوں دور کر

سائیں کے مکھ گلال تھے مستی عشق اپ چڑھی
دور کروں بنفشہ رنگ سپہر من آج پور کر

میرے خیال کھیل پر ہنستے ہیں عاقلاں سدا
جانو نجانو کھیل کچھ کھیل پیا کے سور کر

باد سحر کتا کرے بیہدہ بیدوا دوی
یک دو خبر خوشی کی لیا مو دل جاں سرور کر

میری سو آہ تھے شفق چھایا ہے رنگ شام کا
برق من جھمکتا ہے شعلہ بطور نور کر

گوشہ کروں مو جیو کوں گوشہ تھے سر برون کرے
خاصہ و عام میں منجے اب تو اپس حضور کر

مست نگاہ ہو سدا اس بن نازنیں اپر
مو دل دردمند تھے صبر لجائے گھور کر

سو نہ بھائے دیکھنے یک تل اگر او قد دکھو
باوں اُساس دمبدم شوق سوں ہات جور کر

صبر نیں ہے نیتجھا صبر توں نیک جھن دکھا
اب تو معانی عشق سوں درد و جہا ظہور کر

(۱۲۱)

اندھارے شہر پر خورشید تاباں ٹک منور کر ۹۰۰ اُبھالاں آہ کے داٹے ہیں مُنج سینے منے در کر

کھیا عرضہ سنو مَیں ناز سوں کھئی کام ہی منجکوں غروری آہ کرتے ہیں کتا اب حسن کے زر گر

کرے ایراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم مدن کانٹیاں پہ سوتا ہو بہاتوں دیکھ سر بر کر

سو اُس نہ بجیر زلفاں سوں کتاں کوں ل کر باہند مسا داغ غلامی دے منجھے مجمر میں عنبر کر

ہمارے عکس تھے روشن ہوا ہے چاند سب جگت میں وگرنہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک بر سر کر

غباری خط سدا اُس مکھ پر عجب خطی جو بنچا ہے سو پڑنے اُس ورق نا سک رہی ہت جو ہر ہر کر

ہماری آہ کی شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی اُسا ساں دود میرے تھے اُپر چھایا ہے منظر کر

خدایا لطف کا باراں بھیج اُس شعلہ کے اوپر کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سُر در کر

رقیباں کہنیاں سُنکر ہماری ہوتے ہیں حیراں
معانی آپنے دل میں علیؑ کا مہر مظہر کر

(۱۲۲)

ہمیں ہیں بے ہنر گر ہوے نظر یار ہنر داراں ہیں ویسیں گے ہنردار
نظر آئیں

طلب کر تے سونہیں ہے منج نظر یا ۹۱۰ نین ہوتے ہیں اس تھی موتیاں بار
نہیں ہیری آنکھیں سے

نظر تج پر الٰہی کا ہوا ہے تو بیٹھے ہیں تہاں سب ہنر دربار
تجھ

دنیا کا پھول انچیا ہے جفا سوں پنہ میں رکھ خدایا منج اس آزار
آنگا پناہ

سے مجھے سے
محبت ہے دسے اس مکھ صفا ہیں ہمن پیالے میں مے بھر ساقی گلنار
کی نظر آئے اسکے چہرہ کی ہمارے

دیا استاد منج تعلیم کچھ ہور ہمیں کچ دیکھ کر باندھی ہیں زنار
مجھے اور ہم کچھ

صراحی کے اوپر پیالا اچھا ہے کہ اس پیچھے بغیر پیچھے ہیں بے کار

درد جانے حکیم خوب دانا ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار
پہچانیں گے

معانی پر نظر اس یار کا ہے
سدا اس نیہہ سوں ہے بیدار دیدار
کی محبت سے

(۱۲۳)

مو نظر سامنے نہیں ہے یار — نین پانی میں تیرتا دلدار

میری گے — آنکھ کے

پلک پریں پلک جتا موندو — دوں بھی نکلے بھر اُبھالی مار

جتنا

قبلہ کا نیتھ نہ کوئی دکھاوے ساج — منجکوں چوندھر نماز بیک قرار ۹۲۰

راہ سچا — چاروں طرف ایک

سامری سحر میں جتا کہ کروں — باطل السحر ہے بچن در کار

جتنا

دارو کرتے ہزار وضع طبیب — توں دکھا غمزہ ناز سوں یکبار

تو — سے

غم کے خواراں میں نین مند بھر لے — تجھ سٹتا ہوں تا کیوں آوے یار

ڈالتا — آنکھیں لوند

عشق ناگر کیا زمیں دل کا — سٹوں انجھو کہ ہوئے شجر دربار

گراؤں آنسو

بار دِہ میرے جھاڑ کوں یا آز — پھول و پھل ہووے تا سبھی گلزار

دے کو

ہے معانی گناہگار بندا

رکھ محبت نظر سوں تج دربار

کی سے تیرے

(۱۲۴)

سکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور | ہمن شاخ بن پانی ہوتا ہے سرور

ہندو ریت کوں چھتے ہیں تم رو ایاں | کہ تبخانہ تمنے ہے تو بی ہمن سر

تری یاد کا بحث غم سینے کرتے | ہمن جینت نا اسک وو کرتا ہی عمر

میں اُستاد تعلیم تھے سر نہ کھینچیا | جنے کوئی کھینچے پکارے گا جیوں خر ۹۳۰

ہوا ہے ہمن قصہ یک بے سینے بند | جے کوئی سمجھ نا جانے ہی خر تھے کمتر

بلائی مُنج او نازنیں مست ہوکر | سدا را کھ یارب وو مستی کا شکر

کلا قند و نابات کا کیا کروں گا | سو مکھ چھوئی تھے باندھیا گیا قند تھر

صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی | تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

ترے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے زور | نہ دستا کہاں پیوں اللہ اکبر

ترے عشق کے نیر تھے میں ہوں زندہ | ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقرر

معانی کی ثنا خاں کوں نبات لاگیا
وو میٹھائی رکھتے ہیں شہراں میں گھر گھر

(۱۲۵)

ہونٹاں کے چین میں توں چومن رکھیا ہے پُر کار
چومن وو منجکوں دے زی کر توں خدائی یکبار

منج دیکھ کر بکیلا غم کا ہے کرتا فریاد
تو عشق منج کیا ہے سب خسرواں میں سردار

قرآن کی ہے آیت سب سینی را جوٹ کر
اس پنتھ میں ہوں دیوانا لیجا منج اسکے دربار

تج دیکھ کر بھولے ہیں سب کافر و مسلماں
نا جانوں ریت کیا ہے اس کا ہے گرم بازار

کھوٹے ہمارے پیکے بازار میں نہ چلتے
گر ہوئے نظر تمہارا ہم زر چلیگا سنسار

اب عشق کے نگر کی کتوالی دیو منجکوں
پنچیا ہے بہت تمنے میرے گلے وو زنار

آیا ہے وقت مہدی ہادی جگت میانے
جس کوں اچھے گنجینا اسکوں کھلیں گے اسرار

اس یاد میں ہے جے کوئی اسکوں نہیں کدھیں غم
غم توں نہ کھا معانی تج کوں خدا ہے غم خوار

(۱۲۶)

پیا مکھ تھے چوتا شراب منوّر — پلا ایک دو پیالے ہمن ساقی بھر بھر

اپنے رُخ سے ٹپکانا — ہمارے

چکا نقل ہوٹاں کا مستی سوں منجکوں — خوشی سات غم کوں بساروں گا از سر

تجھے سے — کے ساتھ بھول جاؤں گا

شمے یے شرم نور ہیں ہے دھواں تج — تپٹ کور دل اس سوں ہوئے برابر

شمع تیرے — سے

ترے کام میں گام راکھیا ہوں میں تو — دیا عشق شاباشی کی منج کوں چپادر

رکھا — مجھے

تجے آگ کوئیلیاں کی کرسے نہ تاثیر ۹۵۰ — ترے عشق کی آگ کا ہوں سمندر

کوئلے کرسکے

سنا نو نبی کا نہو سے مرے سم — گھڑیا عشق کندن سنتی منج کوں زرگر

سونا سکے مقابل — گھڑا کے سونے سے مجھے

براہیم کا قصہ پیچیا ہے جگ میں — نکو لیا وُ بھی کوئی کہانی آذر

پھر

عشق کے منارے اوپر جیو و دل سوں

پر روح اور دل سے

معانی نے کہے بانگ اللہ اکبر

ردیف ز

(۱۲۷)

سبز کھ پر دمیا ہے سبزہ ہو امتی خیس سبز — آرزو مد جو دے منج جو تے تجھی جیوں گلریز

دایرہ تا دحریفاں پکڑے ہیں دنبال — ہوش سوں راکھ قدم کانٹے ہیں تج تیغ خونریز

کیوں چھپا پیویں ہیں مے پھلاں گلزار منے — کہ صراحی کرے قلقل اس اوپر قاضی تیز

دل کباب آساں اساساں تھے ہوا ہے میرا — لھو سیتی دھویا گیا پیرہن لھو آمیز

دنیا کے پھول میں تو تی یاں وفا کا نہ منگیں — کہ سبی پھول کوں جو پھر لگے ہیں کانٹے دکھ آمیز

کہاں کیخسرو دارا و سکندر جمشید — دل پیالے میں بھریں ساقی شراب لبریز

شعر تیرا دُر و گوہر ہے معانی سب میں

شعر حافظ کے سرا و پر ہے تاج پرویز

(۱۲۸)

دیکھیا ہوں سُہنہ کہ میخانہ کا ہوا دریاز
کروں گا شکر گزاروں گا سو دُگانہ نماز

بجانے سو بجنتر کیا کم آوے گا مجھ کوں
ہمارا او ہے بجنتر کہ آوے خم تھے آواز

ہمیں سو عجز کریں او کرے بڑائی کی بات
سوال نا دینے سک کرتا ہوں او دریہ نیاز

مو دل کا بات کھیا نیں کدھیں کسوں نا کس
نہیں ہے کہنے کہ حاجت عیاں ہے انکوں راز

نہ لکھ سکیگا کتے شرح منج کتاباں کا
ہمارا علم ہے سب عالماں میں جیوں اعجاز

برہ کا درد کرو سُنج پرت کی باداں سوں
اے دو نوں مل چلیں گے تو کریں گے ہم پرواز

سینے ہیں میری دو نوں انکھیاں بھری کے نمنے
انکھیاں کھلے تو تجھے دیکھ کر ہو انتہیاز

تمارے مکھ کے کعبہ کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاونے کو تا بہ حجاز

معانی آس تمیں کیا بوجھیں اے میخوارا
تماری بزم میں کرتا ہے شمع بات حجاز

ردیف س

(۱۲۹)

تج روپ دیکھ پاتے ہیں ہیت کجے نین امس ۹۷۰ استت تری کرن کرتے تل تل بچن امس

تیرا دل آنکھیں — تعریف کرنے کے لئے ہر لمحہ بات

تج حسن کیرے دور میں رقاص ہوے کر — کرتا ہے رقص مستی سوں پاکر گگن امس

تیرے — سے آسماں

جس دیس تھے تج دیکھیا اس دن تھی بے سدھو — بھی تج سوں ملنے تائیں کرے جیوتن امس

دن سے تجھے دیکھا سے بیہوش — پھر تجھ سے کے لئے دل

ہے لیے بہار تن سکی توں تو ترے اوپر — آپس کے تئیں نوار لے کرتے رتن امس

اے سکھی تو — اپنے تئیں نثار کرتے

تیرا امس سکی کدھیں جا سے نہ منج سینے — راکھیا ہوں دل کے طبلے میں تیرا جتن امس

کبھی جاسکے تجھ سے — رکھا حفاظت سے

تج مکھ کے نیر تھے سو تری پائے کر سدا — پاتے ہیں تازہ ہوے کہ سب پھول بن امس

تیرے عرق سے

صدقے نبی کے قطب سدا عشق باز ہے

اس کام میں منجے دیتے ہیں پنجتن امس

مجھے

(۱۳۰)

اے نار پرہوسی نار ہے تیرا سرس درس — جس ہن پر جو دشٹ کرے ہوئے ہوا او پرس

دل لوٹے پاج تل رتی نہیں شوخ سندری — دل لوٹنے کے کام میں تجکوں بہوہے جس

ناجانوں تج درس میں سکی کیا منتر اہے — لیلی تجے سو دیکھ کہ مجنوں کئے اپس

تیریں ہج نوں و خسرو شیریں ہج تیرا ناؤں — فرہاد ہو کہ جیو کرے تج پیری ہوس ۹۸۰

یوسف حسن ترا ہے زلیخا ہے دل مرا — تج منج پرت کسوٹی پہ دیکھیا ہوکس کس

معشوق ہور عاشق ہمیں مل کے دونوں ہیں — نا آ دو تن ہمن منے نیرا ہے ہنگ لبس

صدقے نبیؐ قطب کے دل میں جو عشق ہے
او عشق ہے جگت منے سینسار کا کلس

(۱۳۱)

تج مکھ کمل پہ پھرتا ہے بھونرا ہو کر اکاس — دیوے پہ جوں پتنگ پھرے ہے خبر اکاس

تج عشق کے وفا ہیں کمر باندیا ہے کر　　　چند سور کا سو بابہ اہے زر کمر اکاس

تیرے　باندھا　　　چاند سورج　ڈالا ہے

بہر خدا نہ دیکھ بجھا آسماں کدیں　　　تج نین دولتی ہوتا زیر وزبر اکاس

تیری آنکھ　دولتی ؟

تو میری باس ہے سکی ہور تیری باس ہیں　　　پھرتا ہے ڈاواں ڈول کدھر کا کدھر اکاس

اور

تج درس دیکھ دور تھے بے تاب ہوئے کر　　　سر تج چرن سوں لانے کوں آوے اُترا کاس

تیرا درشن　سے　　　تیرے قدموں پر

چند سور کے انکھیاں سوں تج دیکھنے کے تیں　　　لایا ہے نور نیر نین تھے بچھڑا اکاس

چاند سورج　سے　تجھے　لئے　　　پانی آنکھ سے

کرتا ہے شاہی قطب محمد کے ناؤں تھی

نام سے

۹۹۰

توں داس ہو رہیا ہی محمد کے گھر اکاس

تو　غلام　ہو رہا

(۱۳۲)

ہر بار منگتا جیو مرا تج لب سیتی اے نار بوس　　　ہر ٹھار دے ہر بار منج اے نار دو تن چار بوس

مانگتا دل　تیرے　سے　عورت بوسہ　　　جگہ　مجھے　عورت

روز ازل تھے مست ہیں دو نہیں آنا سکے　　　توں مست ہی ہیں مست ہوں مستی سوں دے ابار بوس

نہ آسکے　　　تو

مستی میں سٹ... کے بوسے نہیں دیتے منج　　　مانگیا ہوں عاجز ہوے کر تج پاس کیتے بار بوس

سے　گرا　کیوں　مجھے　　　سے　مانگا　کتنے　بوسہ

بوسیاں کا لذت آسکی اس کج منے تو بھوت ہے
امّا لذت و صفرنا ہے کج تیرا سو شکر بار بوس

تج بوسے امرت کا لذت منج باج ہور کوئی جانا
میں جانتا ہوں قدر وتے تل تل منجے دلدار بوس

تج بات ہور گفتار میں ناجانوں میں کیا ہے منتر
منگتا ہے تِل تِل کوں آدل شکر تیرا گفتار بوس

تج لب منے عیسیٰ کا دم ہور خضر کا امرت ہے
صدقے نبی کے قطب کوں دے اے سندر جو سا بو

(۱۳۳)

اے خیال لجا وو تو خبر میری پیا پاس
منج تا ہیں طلب زندگی کا نیر ہیں الیاس

دل توں پنکھی ہو مار پنکھاں عشق کے پنتھ میں
چوندھر تجے خیال اُسکا منجے پڑیا ہے ہیں پاس

مقصود کی باٹ آہ بہوت دُور دسے منج
نا مار پلک پر پلکاں ٹھا وہوں تج آس

دن رات جا لا اچھے او دن توں دُعا کر
مقبول دعا تیرا ہو غم جاوے کہ سب نھاس

شکر کی صفاں کھینچ کہ غم آیا ڈرانے
کیا ڈر ہے منجے ہات میں ہے کھڑگ جیوں الماس

دل آس وہنے سو سر سینی ہیں رقیباں — دو جگ میں کرین لعن انوپر کہ ہیں خناس

درپن ہے سکندر کا ترے مکھ کی صفا میں — دیکھیں دیو مکھ تا کہ دسوں کا ہے قیاس

آئینہ

دکھ درد کی فریاد نہ کر صبر کر اک تل — ہے یار ترا سب ہیں حکیماں منے جاماس

میں

رشتہ ترا اس رشتہ سوں ہے بند معانی

اسکے — سے

شادی و خوشی کر کر اہے مشتری تج راس

تیرے لئے

(۱۳۴)

راز رس کا تم سیتی کہنا ہوس — تیری بات انکار کا سننا ہوس

سے — رات

لے کچی کلیاں بھری باغاں منے — رس کی کلیاں باغ باغ چننا ہوس

بہت — میں

بزم تیرا دستا ہے رنگین بہشت — یک دو باتاں پیالہ سو کہنا ہوس

نظر آتا — سے

کیسے ہوتی ڈھال نظراں سوں ڈھلے — ۱۰۱۰ — اسکوں ہی نظراں سیتی بندنا ہوس

سے — باندھنا

کنولی ڈالی کوں لگے پھل رنگ رنگ — اس پھلاں سیتی طرا گندنا ہوس

پھول — پھولوں سے — گوندھنا

سب بہشتی حور اس باسا جیو یں　　روح کوں اس باس ہی ہنگنا ہوس

سونگھنا خواہش

شاعراں پڑتے معانی شعر لیک

لیکر

شعر حضرت مج پر پڑنا ہوس

ردیف ش

(۱۳۵)

ہوا ہے فرح بخش ہور ساقی سرکش　　سمند ناز چڑ باندی ہیں کس پہ ترکش

اور　　چھتنگر

سو اس نعل کا گرد عنبر ہے جیو کا　　وو خوشبوی سُنگ ہوتے عطار بے غش

سونگھ

نھنی[1] کوپ ہیں کو نپیلی گُچ کا پچ ہے　　لکھیا ہات قدرت سول صورت منقش

پستان　　سے

سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر　　ہمن ہین کا نور ہے توں پری وش

تیرے　　ہماری آنکھ　　تو

کُھکتا[2] ہے تن پنجرے میں جیوں کبوتر　　کھٹکنا ترا صبح کا ہو گا دل کش

---

[1] ن: نوی روت　[2] ن: کھکتا اُسے۔

ادھر تیرے کا عکس[1] پیالے میں جھلکے عجب ہے کہ دستا ہے پانی میں آتش

(ہونٹ) (نظر آتا)

بہت دن تھے تھا آرزو منجکوں جیو میں کہ پیووں سرنگ آگ کا پیالہ لے غش ۱۰۲۰

(مجھے دل) (ہے) (خوش رنگ)

دلا اہل مجلس کوں ساقی سماعاں کہ تشریف تج دیووں گا لالہ رنگ وش

(تجھے)

معانی[2] ریا ترک کر عیش سوں اچ

کہ سنپڑیا ہے تج ہات آنچل سبز وش

(رہ) (حاصل ہوا ہے) (تیرے ہاتھ میں)

(۱۳۶)

منجے اس دھات سوں کیتی او چنچل چھند بھری بیہوش

(مجھے) (طرح) (ہے) (کرتی وہ)

کسے یوں آج لگ جگ میں کیتی کوئی پری بیہوش

(ابھی تک) (دنیا) (کرتی)

جوا ہر نہیں کہیں تج سار کا خوبی کے دکاں میں

(نہیں) (تجھ جیسا)

جو آوے مول کرنے تج تو ہووے جوہری بیہوش

(قیمت) (تیری)

ن[1] عشق ۔ ن[2] قطب شہ ریا ترک کر خوش اچھیں جم ۔

عجب کچ سحر دھرتے ہیں سکی تج نین ساحر دو[2]
کچھ کرتے تیری آنکھیں

کہ تج نیناں کے سحراں دیکھ ہوئے سامری بے ہوش
تیری آنکھوں

اگر محمود ہور فیروز بے ہوش ہوین عجب کیا ہے
اور

ہوے تج وصف نا کر سک ظہیر ہور انوری بے ہوش
تیرا نہ کرسکنے سے اور

پون مورت اہے تیری نہ آوے چھا تو جوں ہت میں
ہوا کی ہے کی طرح ہاتھ

ترے پاواں کے سبگا کی تھے ہوے دھر مری بے ہوش
سے (دھر تری۔ زمین)

نہ منج مد کی پیالی اس جتن بے ہوش کیتے ہیں
میری شراب طرح کرتے

دکھا جھلکار اپ مکھ کا کیتی وہ سندری بے ہوش
اپنے کرتی

نبی صدقے قطب کو ندیا بچن اچھی ثریا سے

فلک پر یو غزل سن سن کے ہوئے مشتری بے ہوش
یہ

---

(۱۳۷)

نہیں تج نین پتلیاں سار اوباش ۱۰۳۰ یکس تھے ایک ہی عیار اوباش

تیری آنکھ کی کی طرح ایک

ترے دو زلف ہیں سحراں میں ماہر ترے دو لعل ہیں خونخار اوباش

خونخوار

لکھے تج سیس ازل تھے چھند چالے زستا پائے تج رفتار اوباش

تیرے سر سے چالاکیں تیری

جگت میں تو بہوت اوباش امّا نہیں تج سار ہی کوئی یار اوباش

بہت لیکن تجھ جیسا

انکھیاں پتلیاں و پلکاں ہور بھوّاں اہے یک ٹھار میں دو چار اوباش

اور جگہ

نبیؐ صدقے قطب سوں راستی ہے

سے

اگرچہ ہے ادک او نار اوباش

زیادہ وہ عورت

(۱۳۸)

منج تج میں جے کچ راز ہے کس سوں نکرے نار فاش

میرے تیرے درمیاں جو کچھ

اے راز ایسا ہیں جو کہیں کوئی جا کرے ہر ٹھار فاش

یہ نہیں کہیں جگہ

پیرت کوں کہتی نار ہے آماتہ کوئی دیکھیا اوسے

اس نار کوں ہر تل گھڑی کرتا ہے تج مکھ نار فاش

لمحہ تیرا

میں راز اپنے جیو کا تل تل چھپاتا ہوں و لے

دل ہر گھڑی

آپس سیتی او راز اپے ہوتا اہے اظہار فاش

خود سے وہ ہے

ازبس نزاکت میں اہیں نازک ترے دو نو ادھر

ہیں ہونٹ

بوسیاں کی نیشانیاں کیئے او لعل شکر بار فاش

کرتا ہے

کہتی پیا تیرا ہوں میں سنبھال توں اس راز کوں

۱۰۴۰ تو

دو تن سنے گی بات لے کس دھر نکر اسرار فاش

رقیب یہ کسی طرح نہ کر

میں فاش کیوں تا ہو سکی تج عشق تھے دو جگ منے

تیرے سے

منصور سا عاشق ہوا آکر سو تیرے دار فاش

صدقے نبی کے قطب شہ منگ پنجتن سیتی مدد

مانگ سے

تج عشق کے میدان میں چالاک ہو رہوار فاش

تیرے

(۱۳۹)

دیکھت تیری نِچھل صورت نورانی ہور شکل نقاش
دیکھ کر پاک اور

گنواں سُد بُد ہوئے ہیں کم اپس میں اپ سکل نقاش
گنوا کر ہوش اپنے سب

سو دھن کا تن نِچھل جیو ہے یہی ہے منج کوں حیرانی
اچھی عورت پاک دل مجھے

کہ کیوں لکھنے سکے گا جیو کی صورت چپل نقاش
دل

نہ جانوں کس وضا سوں اس وضا کا نقش لکھیا ہے
وضع وضع لکھا

کہ ہرگز نیں لکھیا ہے یوں ابد لگ بھی ازل نقاش
نہیں لکھا تک

صورت لکھنے میں جب لیکھے نمونہ زلف کا تیرا
لکھے

بھونک یو ہے بسالا کر پری جھل جھل اچھل نقاش

جو دھن کا روپ لیکھے تو نقاشاں نقش چُنتے ہیں
عورت چہرہ لکھے

کہ دھن چھند ناز کوں کیوں لکھ سکے وہ کم عقل نقاش
عورت کے

پچھل تج روپ لکھنے تھے قلم جیو پائے کرناچ
پاک تیرا چہرہ سے جان

لکھے نشور ناما تج حسن کا بے بدل نقاش
نامہ تیرے

قطب دل کے صحیفے پر اول تیرا لکھیا صورت
لکھا

کیا منج پر کرم آخر دیا سوں وو اول نقاش
مجھ مہربانی سے وہ

(١٤٠)

منج دل منے جیو کے من تج نیہہ کیا ہر ٹھار نقش
میرے میں روح کی طرح تیری محبت جگہ

١٠٥٠

نقاش تیرے خیال کا کیتا ہے ...... نقش
کرتا

تیرا عجب کچہ نقش ہے دستا نہیں یوں نقش کیں
نظر آتا کچھ کہیں

اول نہ آخر لیکھ سے نقاش تیرے سار نقش
لکھ سکے طرح
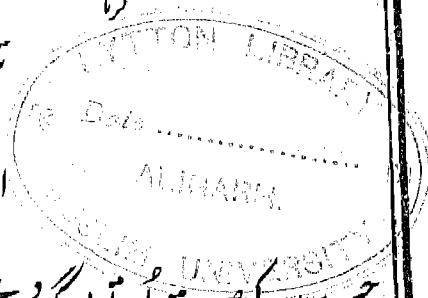
جس صدر کی صورت اپر توں پگ دھرے اے موہنی
تو قدم

تو جیو پا کر پھر لکھے تج نازنیں اوتار نقش
تیرا راج

جب نار لٹکے سوں چلے یوں نقش بیٹھے بھیں اُپر
عورت ناز سے بھونی زمین
گویا کہ پانی کے اُپر تیرا کیاں .... نقش

تج نکھ تھے تو چند نیچے آچھے شفق رنگ تن اُپر
تیرے ناخن سے بنا چاند نکلے
جوں پھول پر ریکاں سہیں تیوں تن پہ ٹھاڑے نقش
جسطرح لکیریں زیب دیتے ہیں اسطرح جسم پر جگہ جگہ

دیکھے نہیں کوئی نین تج توں سب نین تھے ہے چھپا
آنکھ تجھے تو آنکھوں سے
تیری سو نینکے حسن کا دستا اہے بسیار نقش
اچھے نظر آتا ہے دنیا

صدقے نبیؐ کے قطب شا اپ دل کے صفحے کے اُپر
اپنے
حضرت علیؑ کے حبّ کا لیکھا ہی جیو کے سار نقش
لکھا روح کی طرح

(۱۴۱)

پیا سوں رات جاگی ہے سو دستی ہے سو دھن سرخوش
کے ساتھ اسلئے نظر آتی نازنیں
مدن سرخوش، سین سرخوش، انجن سرخوش، نین سرخوش
کام دیو بستر سرمہ آنکھ

پیاری پیارسوں پی ہے پیالا پیم کا تو ہے

محبت　سے

دہن سرخوش، دسن سرخوش، رسن سرخوش، بچن سرخوش

دانت　زبان　گفتگو

نین متوالی ہو جھلتی، پیالی پیم پی پی کر

آنکھ　محبت کی

جوبن سرخوش ہے، من سرخوش، سو تن سرخوش، کرن سرخوش

دل　حواس

سکی لٹ سنبلستاں تھے بتائے باو پرمل تو

زلف　سے　ہوائے خوشبو

۱۰۶۰

چمن سرخوش ہے، بن سرخوش، سمن سرخوش، انگن سرخوش

پھول

چڑی ہے نیہہ کی مستی سکی کوں پیو کے سنگ تھے

عشق　پیا　قربت سے

چرن سرخوش، چلن سرخوش، ہلن سرخوش، ڈلن سرخوش

قدم　چال　ہلنا　پھرنا

مدن سو لٹ پٹائی سو عجائب کچھ ہے چھب وحسن کا

عورت　حسن　کچھ

ذقن سرخوش، چومن سرخوش، لگن سرخوش، ہے من سرخوش

بوسہ　محبت　دل

نبی صدقے قطب بہو گن رین دن عیش کرنے تھے

بہت خوبیاں رکھنے والا　دن　سے

یون سرخوش، مدن سرخوش، جگن سرخوش، مگن سرخوش

جوانی　کام دیو　جاگنا

(۱۴۲)

نین کے سحر دستے ہیں ترے گالاں جھلک تھے خوش
آنکھ نظر آتے کی سے

سہاتے ہیں ترے عشاق .... لک تھے خوش
زیب دیتے

سکی چندر مکھی سوں مل تجے مد پینے کے تائیں
چاند جیسا رخ رکھنے والی سے ملکر تجھے شراب لئے

سنوارے ہیں ہزاراں مجلساں رنگیں فلک تھے خوش
سے

عجب دستا او مکھ چند سور سے اوپر تلک روشن
نظر آتا وہ چہرہ چاند سورج تک

جھلکتی ہے پشانی سندری کی اس تلک تھی خوش
پیشانی ٹیکے سے

او قد رفتار سہتا ہے ہر یک بیک دکھ تھے یک بہتر
وہ زیب دیتا سے

او چند رخسار دستا ہے ..... الک تھے خوش
وہ چاند جیسا رخسار نظر آتا ہے سے

جھلک تیرے دسن الماس کی تج لب تھی ہیں رنگیں
دانت تیرے سے

ڈھلک تیرے نین مخمور کے ہیں چھند پلک تھے خوش
آنکھ ناز سے

دوتن کا ناؤں منگتا ہوں لیائے کہ زباں اوپر
غیر — نام نہیں چاہتا ہوں — لانے کبھی
کہ اس کا ناؤں سب ناواں منے دستا ہے جگ تھی خوش
نام — ناموں میں — نظر آتا ہے — سے

نبی صدقے قطب کا دل اماماں نیہہ سوں ہے روشن
کے عشق سے — ۱۰۷۰
موجیو کیچن کے تیں اے بارہ ناواں ہیں مجک تھی خوش
میرا دل — لئے — نام — سے

(۱۴۳)

پیدا کرے دو جگ منے سنگار کی روش
میں
یک ٹھار اچھے کے دھرتی نوں ٹھار کی روش
جگہ رہکر — رکھتی ہے — تو — جگہ

وعدا انپیارے کا تو مجے دے ہے پیم سوں
بھروسہ — تو — مجھے دیتی ہے محبت — سے
بارے دیکھیں سکی تری گفتار کی روش

اپروپ روپ سات کرے جگ کوں باولا
یوں دل رجھانے کوں اہے اس نار کی روش
عورت

ناکچ ہیں کوئی دیکھیا ہے ناکیک ہنس منے
میں
اس نار میں جو دستی ہے رفتار کی روش
عورت — نظر آتی

لیلے .... چل کے روش ولے
تازی روش اپس سکی چوسار کی روش
اپنی

جیواں کے مانکاں کے گلے ہار پینی ہے
دلوں — موتی — پہنی
کوئی آج لگ کیا نہیں یوں ہار کی روش
تک

تج سات یاری کرکے قطب شہ بچھڑے سے

تیرے ساتھ سکے

یاری ہیں لہو تج اچھتی اپے یار کی روش

اس طرح رہتی

(۱۴۴)

چنچل چھبیلی چھند بھری رفتار پکڑی ہور روش

شوخ ناز اور طرح سے

ساری روبیناں چھوڑ کر او نار پکڑی ہور روش

وہ عورت اور

سب مذہباں کی بھیس لے یاتا ہوں اس سوں بیٹھنے

دل دیتی نیں ہے منج کوں دلدار پکڑی ہور روش

نہیں مجھے اور

جگ خون کر بھی خوں کرن ٹیلا پشانی لای لال

کرنے ٹیکا پیشانی پر لگائی

۱۰۹۰

ناجانو کس عشاق تئیں اتبار پکڑی ہور روش

نہ معلوم کے لئے اور

دو زلف سیاہی رنگ ہیں تج گال کیبرے ہال پر

سیاہ تیرے رخسار

جگ بس چڑانے نیں سو دھن ہت مار پکڑی ہور روش

زہر کے لئے حسین عورت ہاتھ میں اور

دھن ہات کی لالی نہ یو مہدی کے رنگ تھے لال ہے
عورت ہاتھ یہ مہندی سے
رنگیں کئے اپ ہات او خونخار پکڑی ہور روش
اپنے وہ خونخوار اور

سب جگ کی ناریاں کے تیں ٹک دھرتی فتوا دیو نے
دنیا عورتیں لئے
کل کار پر اختیار ہور پر کار پکڑی ہور روش
اور اور

بوجھیا نجائے کس کوں لچھن تری سنپڑیا ہوں میں
سمجھا نہ جائے
بولی کہ اے قطبا پتی اتبار پکڑی ہور روش

ردیف ص

(۱۴۵)

ہوئی تج نین پتلی دل میں رقاص
تیری آنکھ کی
سدا منج نین کی منزل میں رقاص
میری آنکھ

تہیں منج خواب و بیداری میں دیسے
تو ہی مجھے نظر آئے
جدھر دیکھوں کھڑی تل تل میں رقاص

بھواں کی طاق میں سجدا کروں میں
ہوے سائیں مری محفل میں رقاص

نین من ...... سو ہے بھونرجوں   انچل او جھل گھنگر پایل ہیں رقاص
جس طرح

قطب شہ پائیا ہے بے بہا دُر
پایا

ہوی اپ ناچ تھے کامل ہیں رقاص
اپنے   سے

(۱۴۶)

سکی کا مکھ برن جھلکے کنچن حساس   ۱۰۹۰ کرے پھل پھانک کسوت اپنے تن خاص
رنگ   سونا

ہوا غرقِ عرق شرموں تھے پھل نیر   کھولے ڈورے سکی تن یاسمن خاص
سے

دو پیاری ناری قدرت کی سنواری   سُہاتا اُس کے تن تھے ابہرن خاص
وہ   عورت   سے

نہ تھا کچ روپ رنگ اُس نو کرہ کوں   چڑیا خوباں تھے رنگ اس ہور برن خاص
کچھ   چڑھا   سے   اور

نین تھے سیت آ سیت نیلم و موتی   ادھر تھے لعل رنگ مانک رتن خاص
آنکھ سے   ہونٹ سے

ہوا خط سبز تھے رنگیں زمرد   وجہ رنگ سیت پایا نس دسن خاص
سے   دانت

نبی صدقے ترکماں کوں میا تھے   دیتے دکھن کی شاہی پنجتن خاص
کو

(۱۴۷)

تیری زلفاں کے قلابے میں الجھ دستا ہوں خاص   بتسی کھینچو نہ کھینچو الجھا ہوں میں تو اخلاص

پھنسا نظر آتا   بتیرے

نامراداں کی مراداں کوں اگر بر لیاوے   سبھی خیراں منے او خیر ہے خاص الخاص

کو بر لاوے   میں رہ

تری نہہ راوتاں میں کوئی نہیں ہم بیرے   تج کی سوں نہہ میں ہوں میں جوں سعد وقاص

عشق مقابل   عشق

توں گھری گھر نکو پھر ہور نہ منگ کس کن بھیک   بھیک اس گھر کنے منگ شوق سوں تو اچھ رقاص ۱۱۰۰

تو نہ اور مانگ کسی کے پاس   مانگ تو رہ

مشک نافا تری کھونپے تھے ہوتا ہے ظاہر   عقل نا بوجھ چہر بد کوں جھوٹے کرتے قصاص

نافہ سے

چین و ماچین کے نقاش صورت لکھتے کتے   صورتاں کھینچے تو کیا لکھ نہ سکیں تیرا خواص

کہتے ہیں

تیری بیعت میں معانی کا قدم ثابت ہے

اے

سیس اوپر ہات صندل کا دھر کر غم تھے خلاص

سر   سے

(۱۴۸)

ازل تھے ہے تجے خوباں سوں اخلاص   ابد لگ جج ہے محبوباں سوں اخلاص

سے تجھے سے   تک تجھے سے

لے قطب شہ۔

اگر توں عاشق صادق ہے طالب
نکر توں باج مطلوباں سوں اخلاص
تو نہ کر تو بغیر سے

سکی کا حسن کیتا جذب مولود
اُسی تے تُج ہے مجذوباں سوں اخلاص
کرتا سے مجھے سے

پیاری کے چھنداں ہیں سب کوں مرغوب
تجے لازم ہے مرغوباں سوں اخلاص
فریب مجھے سے

جو ہے مکتوب مانند خال و خط سوں
دھروں ہیں اس تے مکتوباں سوں اخلاص
سے اس لئے سے

نین ناری کے قلا بے ہیں مشہور
دھروں ہیں اس تے مقلوباں سوں اخلاص
لئے سے

نبی صدقے قطب شہ کہت ہے
سدا دھرتا ہے تو خوباں سوں اخلاص
سے

۱۱۱۰

(۱۴۹)

ہوا ہوں ییک چت سوں جیو سیتی یار کا مخلص
نہیں مج باج کوئی دو جگت اس نار کا مخلص
ایک دل سے جان سے میرے بغیر

حقیقت پرت ناہوں نیں مجازی عشقبازی ہنج
دیکھا و چکہ درس مج ہیں تمن دیدار کا مخلص
برتنا نہیں ہے مجھے دکھاؤ ذرا دیدار مجھے تمہارا

کروں تن من تماری ونرٹ پر چھی آرتی چھن چھن
فدائی ہو ہوا دیدار کی تروار کا مخلص
تمہاری نظر سے لمحہ بہ لمحہ تلوار

ردیف ظ

(۱۵۰)

سکی توں ہر گھڑی منج پر نکر غبط — محبت پر نظر رکھ کر بسر غبط
تو مجھ نہ کر — بھول جا

کپٹ کیناں کی پرجا ایں دے دول — بساتی کے توں اپ دل میں نکر غبط
کینہ — تو اپنے نہ کر

نہ دیکھیا کس پہ پیو دھرتی پر اتلیا — کہ جوں دھرتی ہے توں میرا پر غبط
دیکھا — تو مجھ پر

اول تج نین میرں دیکھنے تھے — سو اب منج دیکھتے ہیں دل دھر غبط
تیری آنکھ سے — مجھے

......ہو مجے واجب نہیں یوں — اپس عاشق پہ کرنا بیشتر غبط
مجھے — اپنے

ذتا منج دل میں آتا ہی اپل بھر — جتا کرتی ہے توں منج سر بسر غبط
اتنا ہی میرے — جتنا تو مجھ پر

نبی صدقے تجے سوں ہے خدا کی
تجھے قسم
قطب سوں آگلے لگ چھوڑ کر غبط
سے

(۱۵۱)

ترا کنٹھ سُن کویلاں پایں حظ ترا ننگ ڈہن دیکھ کلیاں پایں حظ

گلا

چنچل تج نینا کی چمکار دیکھ تت اسمان کیاں بیجلیاں پایں حظ

تیری آنکھوں شوخی کی بجلیاں

ترے تن کیرے پھول کی باس لے ترہ جگ کی جیو کی رکھیاں پایں حظ

خوشبو تینوں عالم

جے رلیاں جو کرتے ہیں توں ناز سوں تجے دیکھ سو ہے رلیاں پایں حظ

تو سے تجھے

جو

مناسب تج انگلیاں کا دھرتے ہیں کیر اُتم مونگ کیریاں پھلیاں پایں حظ

تیری اچھے

رین دن ترے نقش کوں دیکھ دیکھ چترسال کیاں پتلیاں پایں حظ

رات کو تصویر خانہ کی پتلیاں

نبیؐ صدقے تلنتل ہنسی میں اُتر

ہر وقت

قطبؔ تج کوں گر گدگلیاں پایں حظ

تجھے

(۱۵۲)

جن پیو تجے بچھڑے ہیٔ اُسے سنسار میں نیں کوچ حظ

جو پیا سے دنیا نہیں کچھ لطف

جس ٹھار میں وو پیو نیں اُس ٹھار میں نیں کوچ حظ

جگہ وہ پیا نہیں جگہ نہیں کچھ لطف

اے چاند جانا کی توں یوں جھلکارتا ہے آج نس

رات — کیوں تو

اُس پیو بن منج کوں تری جھلکار میں نیں کوچ حظ

پیا کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

جس ٹھار جاتی ہوں پی بن کچ وقت گمتا نیں مرا

جگہ بھی کچھ گذرتا نہیں

۱۱۳۰

انگن دیسے کونڈ بار سو ہور دار میں نیں کوچ حظ

نظر آئے بند کرنے کی جگہ اور دروازہ نہیں کچھ لطف

ہر حال میں اُس حال سوں خوشحال ہوں میں اے سکی

سے

کی یوں توں منج سنگارتی سنگار میں نیں کوچ حظ

کیوں تو مجھے سجاتی نہیں کچھ لطف

گا ہے منجے گلزار میں لے جاوتی توں کھینچکر

کیوں مجھے جاتی تو

اُس سرو بن ہرگز منجے گلزار میں نیں کوچ حظ

کے بغیر مجھے نہیں کچھ لطف

ہیں اپنے پیو کے پیار سوں دھرتی ہوں دو جگ میں غرض

پیا سے

گر جگ کئے بی پیار منج اُس پیار میں نیں کوچ حظ

اگر دنیا بھی مجھے

میں قطب عاشق ہوں کوئی پند کی نکو گفتا منج

مجھے

عاشق کوں کس کی بندگی میں...... نہیں کوچ حظ

نہیں کچھ لطف

ردیف ع

(۱۵۳)

عشق پھولاں توں گوندے ہے مرصع ۔۔۔ نوی چونیاں سوں کیتے لے مرصع

گوندے ہے ۔۔۔ نئی سے کرتے بہت

بہوت چھند بند سوں مجنوں رچھانے ۔۔۔ کیتی ہے آپ وو لیلے مرصع

بہت سے کو مائل کرنے ۔۔۔ کرتی خود کو وہ

سکی پہنی سراسر چھند ابھرن ۔۔۔ گلے کنٹھ مال پیے ور پیے مرصع

پہنی زیور ۔۔۔ ہار و

پرت کے نورتن کا لائے طرا ۔۔۔ سکی پینے نقل سوں مے مرصع

محبت ۔۔۔ سے

عشق پتلی کوں اتہ چھند سوں سنوارو ۔۔۔ او سے کسوت بناؤ و لے مرصع

کو بہت عشوہ سے ۔۔۔ اُسے پہناؤ بہت

لیاؤ و اتہ چاؤ سوں مجلس کے میانے ۔۔۔ طنبورا ہور کماج و نے مرصع ۱۱۴۰

لاؤ بہت سے بیچ ۔۔۔ اور

نبی صدقے سو ترجگ دیکھ کہتے

تینوں عالم

قطب شہ کا سو مجلس ہے مرصع

(۱۵۴)

پیشانی پر سعادت کی لکھیا کیراں ازل طالع
رقم میرا سکل طالع کی کیتا ہے اول طالع

پیشانی — سب — کرتا

کیتک کہتے ہیں طالع کوں ہمیں کیوں آزماں دیکھیں
دنیا جوں آرسی تس میں اپے دستا تجھل طالع

کتنے ایک — کو — ہم — آزما کر — مثل آئینہ ہی جس میں خود ہی نظر آتا

دنیا کوں ہیچ کرجے کوئی خدا کی باٹ پکڑے ہیں
او تو افضل ہیں سارے یاں میں ان کا ہے بدل طالع

کو — سمجھکر جو — راہ — وہ — سب — اُن کا

دیا کی مہر سوں دیکھیا ہوں طالع کی اونچائی میں
سکل طالع میں ٹینکاں ہور سو میرا ہے جبل طالع

کرم — سے — بلندی — سب — ٹیک ٹیلا — اور — یہ

مجے جو نیر ہے سو تس طالع کی خدمت کوں
دیا کے حکم سوں خدمت کوں دیتے ہیں سکل طالع

اس — کے لئے — کرم — سے — کو — سب

نبی کے ہور علی کے گھر کا سو توں بندا اہے قطبا
نکو کچ فکر کی غم کر کہ نیرا ہے نول طالع

اور — تو بندہ — نہ کچھ — نیا

(۱۵۵)

نجھا تجہ نین دیکھیا حسن تو ہوتے ہیں پلک طالع
کہ جب تج گال دیکھن کے تو واں ہوا الک طالع

تیری آنکھ دیکھا اے عورت — تیرے — دیکھنے کیے — وہاں — زلف

سکی تج کیس نس ہور دانت سارو مانگ موتیاں کی
اجالا مکہ کا دیکھ آپی سو ہوتا ہی تلک طالع

تیرے بال رات اور — آپ ہی

سو دھن کے دیکھنے مکھ کوں پھرے چند سو درن راتا ۱۱۵۰ سکی نا دیکھنے چند سور مکھ ہوتا جھلک مانع

سو کیا جب عاشق اپنے لیے ات کر دھن آونے کوں سب سکے نا دیکھ سکیں چاند سورج رخ کو

سو تو توں پہن لکھڑے کوں تس کیتے تا ئیں رک مانع

گلے لگنے کوں منگتا ہوں و لے دھن کیا کہے گی کر جنتا و ھنسا ہوتا اپنے کوں سو رہتا ہے شک مانع

چنچل کے پگ کا عاشق ہوں منگے چھوین پاؤں پڑنے کو سو تس کے پاؤں کے پینجن کا ہوتا ہے جھنک مانع

قطب جوبن پہ سٹنے ہات آتے ہیں ادھرس تے
سو تو لے ہات کوں ہوتا ہے چنچل تج پہ یک مانع

(۱۵۶)

ازل تھے کئے مکھ دھن کوں مرصع کہے جائے تس کے بدن کوں مرصع

سکی سیام کیساں میں پھولاں سے یوں کہ تاریاں سوں کیتے گگن کوں مرصع

بہوت پی سکی مد اسی تھے ہوا ہے سرنگ لعل کا سب نین کوں مرصع

سکی دانت چھلنا لگا پان کھاوے کندن کر کئے جوں دسن کوں مرصع

نِرمل موتی ہور پاچ یاقوت لاکر — کئے دو علیفاں جوبن کوں مرصع

صاف — اور

دسے یوں زر بناں نِرمل دھن لباں پر ۱۱۶۰ — کئے پھول سوں جوں چمن کوں مرصع

نظر آئے — صاف عورت — سے جسطرح

قطب شہ نبی صدقے آپی کیا ہے

آپ ہی

نوا طرح جگ میں بچن کوں مرصع

نئی طرح سے دنیا میں شعر کو

(۱۵۶)

ترے درس کا دھن نین ہے متابع — کہ جیوں نین سوں مل انجن ہے متابع

دیدار اے عورت — آنکھ — جسطرح آنکھ سے مل کر سرمہ

نکی رنگ ترے مکھ کے دو زلف یوں ہے — کہ جیوں دیس سوں دو رین ہے متابع

چہرہ — جسطرح دن کے ساتھ راتیں

ادھر لعل یاقوت تھی ہے نرمل تج — ترے لب کا دل تجھے من ہے متابع

ہونٹ — سے زیادہ صاف ہیں تیرے — سے

رنگیل لعل کیسے پھانک پر رکھے جوں ہے — سو جیوں تج ادھر میں شکن ہے متابع

پنکھڑی — کلیاں جسطرح ہیں — اسطرح تیرے ہونٹوں

تری بات نا بات سنکر دھلیا ہے — سو نا بات کا نو رسن ہے متابع

مرا ہاتھ کرتا سلگ جوبناں سوں — کہ جوں جوبناں کا کسن ہے متابع

زبان — کھینچنے کی قوت

نہ جانوں کہ کیا ہے سحر تج کنے دھن　　مٹھے تج بچن کا یو من ہے متابع

تیرے پاس آ عورت　　تیرے شیریں　یہ دل

تجے ڈر نہیں کچ سکی ہور سکیاں سوں　　اپے آپ تیرا سجن ہے متابع

تجھے　کچھ　اور　　خود ہی

سو بارہ[۱۲] اماماں مدد ہے قطب کوں

۱۱۷۰

اُوسی تھے یو سارا دکن ہے متابع

اسی لئے　یہ

(۱۵۸)

سکی لکھ صفحے پر تیرے لکھیا راقم ملک مصرع　　خفی خط سوں لکھیا نازک ترے دو لوں پلک مصرع

کے　　سے لکھا

قلم لیکر جلی لکھیا جو کوئی بھی نا سکیں لکھنے　　لیکھیا ہے دو کد دھن لکھ تیرے صفحے پر الک مصرع

لکھا　　لکھا　زلف

نزاں کر خوشنویساں ملک کے کینتے ہیں سم ہوئن　　بہت چھپ چھپ کے لکھتے ہیں نظر ٹک دیکھ کر مصرع

ملک کرتے ہیں مقابل ہونے

سو لکھ لکھ کر پریشاں ہو قلم لٹ آپ کہنتی ہیں　　مقابل او سکے ہو نہ لیکھیں گے گر دو لک مصرع

زلفیں　　ہو نہ سکے لکھیں　دو لاکھ

نزاں کر دیکھ لکھ دھن کا دوانی ہو یہاں سوں　　کیے سب خوشنویساں سٹ قلم لکھ نیں سک مصرع

ڈال　نہ لکھ سکنے کی وجہ سے

قلم کھڑے سوں نا سک لے لیکھے ہے لکھ سرخی سوں　　جو کوئی بھی دو لکھ کہنتے ہیں لکھیا ہے کیا خوب لک مصرع

چہرہ سے　ناک　　سے

سکی کیچ پہ نازک خط نہ بوجھے کوئی کنے لکھیا

کس نے لکھا

پرستاں

قطب کوں پوچھے تو یوں کے لکھیا ہے میرا نک مصرع

کو کیسے لکھا ہے ناخن

(۱۵۹)

لکھیا ہوں وصف مکھ تیرے کا اے دھن خوب اول مطلع

لکھا رخ عورت

دبیا مطلع بی ہو سے ناکہ او ہے بے بدل مطلع

اس طرح کا پھر نہ ہو سکے وہ

جتا اپسے سنواریں گے انچل بن کچھ سُہاسے نا

جتنا اپنے سے کے بغیر زیب نہ دے

ترے سنگار میں اے دھن اول ہے سو انچل مطلع

کیتاں کوں خوبصورت ہور نیں چھنداں کی آتوں کامن

کتنا کہوں دوسرا نہیں

اُتو کیا کام آویں جو اوتوں کوں نیں آل مطلع ۱۱۸۰

وہ ان کے پاس نہیں ہے

جو کوئی ہے چھند بھری اے دھن سکیاں میں سُن چنچل کہنے

سُہاتا ٹک چھنداں کا ہے لگر تج کوں نچل مطلع

زیب دیتا کہہ کر تجھے

ترا مکھ دیکھکر اپسے غلاماں میں چند لکھیا
رخ خود ہی چاند لکھا

جتنے ہیں عاشقاں لکھ لے کے پڑتے ہیں نچھل مطلع
جتنے پڑھتے صاف

چنچل تج ناؤں کے بیتاں کوں دل میرا کیا ازبر
تیرے نام

سو تیرے ناؤں کا دل میرا پڑتا ہر محل مطلع
نام

تری چھاتی پہ دھن قطبا لکھیا ہے بھو قلم سیتے
اے عورت بھوں کے سے

اوسی تھے ڈھانک رکھتے ہیں سو موتیاں کے اوجھل مطلع
اسی لئے چھپا

(۱۶۰)

چنچل مکھ ترا دیکھ ڈھلتا شمع
سو عاشق ترا ہو کے ڈلتا شمع

ترے حسن کوں دیکھ شرموں سیتے
شرم سے
عشق کے بہانے تھے گلتا شمع

ترے زلف کی دیکھ پریشانی کوں
دیکھ کر
پون جوں پریشاں ہو جلتا شمع
ہوا کی طرح

ترے نین کا کاجلا دیکھ دھن
آنکھ کاجل دیکھ کر اے عورت
اپے کاجلا ہونے جلتا شمع
خود کاجل بننے کے لئے

گھرے گھر ڈھونڈتج چنچل رات کوں — ترے تن عکس ہو نکلتا شمع

لگنے جوں ہولے سورج سامنے ۱۱۹۰ — تجے دیکھ دھن ڈول لگیا شمع

قطب آئے جب صبح اس کے مندر
تسلیم کرنے کوں چلیا شمع

(۱۶۱)

مُروت میٹھے زبانی ہے یار کا متاع — خوش شکل خوبصورت دیدار کا متاع

لیے دل ہو سو دل کوں دیدارین نہ رکھے — بھی ہونا دل کوں رکھنے دلدار کا متاع

منگتا جو کوئی سنوارے مجلس کوں شوق پیتے — مے جام ہور سکیاں ہیں سنگار کا متاع

میرا پیار دھن لے دل میں پیار تیرا — دونوں کے دل میں ہوتا ایک سار کا متاع

میرے گلے میں پھولاں کے ہار کیا کروں میں — دھن ہار ہونا میرے گلہار کا متاع

پایل پینجن جو گھنگرو دھن پین کر جو لٹکے — آگن بھی خوب ہو نار فتار کا متاع

باتاں کی لے نزاکت بن شاعراں نہ بوجھیں
دیتا خدا قطب کوں گفتار کا متاع

(۱۶۲)

تیرے مکھ پر سہاتا ہے لعل انچل کا دھن برقع
کہ جو رنگ رنگ پھولاں کا لیا ہے سر چمن برقع

نکو منج تھے چھپا دھن کیا مے پی کیا جا گی
پچھانیا ہوں جو پینا ہے خماری کا نین برقع

چنچل توں ہیں مکر کوں سو جانیا ہوں سبب کا ہے
سو تل تل ہات مکرے پر کرتی ہے دہن برقع

توں ہے جیو میں و ایہم میں ترا جیو سو یک ہوں
ہیلی سو جیو حاضر ہے و لے پینے بدن برقع

سکی ہو نیاں کی جالی میں دکھے کچ تیری یو منجکوں
کتیاں کے من تپانے تیں کیا تیرا جوبن برقع

بجر کا جو اگن تیرا پھولاوے نا کتیاں کے دل
ترے پگ کی نشانیاں کا جو پینیا ہے اگن برقع

دولت شہ تیرے انچل کا ڈو ... دیکھنا نہ منگتے

کہ جوں حاجی مکہ کا آ کے منگتا ہے دیکھن برقع

(۱۶۳)

دھن مکھ پہ تیری لٹ ہے رَنِس شاب کا طلوع — رَنِس لٹ میں مکھ دسے جو مہتاب کا طلوع
اے عورت چہرہ پر زلف رات — شب زلف چہرہ نظر آئے

مد دھن جو پی لئے ہیں پلکاں ہے میں مل مِل — جاگے چنچل نَین میں ہے خواب کا طلوع
شراب

دھن مکھ تجھل ہے دن جو ہور صبح تجہ پیشانی — تس پر سوانگ جوں ہے آفتاب کا طلوع
عورت کے رخ صاف اور تیری — اس

عاشق شفا کے تائیں تج لب کا پانی پیوے — یاں تجھے مگر ہے زم زم کے آب کا طلوع
لئے تیرے — سے

دل منگتا ہے جو دھن لب ترا جو من کا ۱۲۱۰ مکہ تیرا خم سو تس میں شراب کا طلوع
چاہتا اے عورت (چومن)

چنچل اچھل جو مکہ پر کھس کر لٹ بو تجھے آوے — چند پر بدل کا جوں ہے حجاب کا طلوع
چاند بادل جس طرح

صدقے نبی قطب شہ یوں شعر بولے مرن

دریا کو روز جوں ہے موجاب کا طلوع

(۱۶۴)

تج کیس رین اندکار کا کرتا ہے مشک تر طمع — تج لب کے امرت نیر کا و کرتا ہی اسکندر طمع
تیرے بال رات اندھیر — تیرے آبحیات

دل کوئی دھرتے رہیا طمع اس چھند بھری کے ناز کا
تس ناز ہور گھونگٹ کے تیں دھرتا اپے چادر طمع

اور

جھلکار پر جھلکار کر یو مکھ دکھاتے چھند سوں
عاشق اپے ہو دیپ کر دھر کر کھڑا چند طمع

پہ

سے　　　تو　　　چمک

باتاں مٹھی دھن یو کرے جگ کڑوے میٹھے ہور
باتاں کہے تس کے دھرے نابات ہور شکر طمع

جو

جب کھول مکھ باتاں کرے انبریت تو باہر جوے
تس پانی کے یک بوند کا دھرتا اپے کوثر طمع

پسینہ

شاعر کے پگ ڈونگر پریں جوبن سوں تشبیہ دیو کر
دھن کے جوبن تائیں کھڑے دھر کر سدا ڈونگر طمع

قدم پہاڑ　　　کے لئے

بندا نبی کا قطب شہ دھرتا طمع خد کوں یو

محبت　　　کیلئے　　　بندہ

جوں کرنے خدمت شاہ کا دھرتا اتھا قنبر طمع

جس طرح　　　تھا

ردیف غ

(۱۶۵)

دھڑی ہونٹاں کی مکھ میرے دل منے دیا ہے داغ ۱۲۲۰
خوشیاں تھے پھول کھلے ہیں میرے جیو کے چراغ

میں　　　سے　　　دل

تمھاری بندگی کا حلقہ کن میں پایا ہوں
تمھارا عشق جسے نیں ہے دیو داغ پہ داغ

کان ڈالا　　　جسکو نہیں

تمہارا حسن سو قدرت تھے روشنی پایا
حوراں کا حسن ترے حسن اگے جیسے چراغ

شراب پھول کھلے تیرے باغ نوخط میں
پلا توں ساقی سرمست منجکوں ایک دو ایاغ

برہ کا باؤ منجے باورا کیا ہے اب
صبا کا باؤ معطر کریں توں بیرا دماغ

تمہاری یاد تھی بھانیا ہوں کہ اپس دل تھے
خوشیاں کا وقت ہی شادی کریں ہمیں بفراغ

ہمارے پھول کے جھاڑاں کوں پھول پھل لاگے
ثواب ہے تجھے مالی اوڑا مو جھاڑ تھی زاغ

خمار پکڑیا ہے منج نین کوں ترا سر تھے
پیالہ ناوے ہمن سینی کرتے کیتا لاغ

معانی شکر خدا کر نہ کر توں غم ہرگز
نبی کے ناوں تھی آیا تو تجھے خوشی کا سراغ

(۱۶۶)

سرج چاند تج مکھ تھے پاتے فروغ
اپے دیپ جگ میں دپاتے فروغ

ن ۱ قطب شہ ن ۲ آیا -

دپن ہار جیتے ہیں اس جگ منے ۱۲۳ نہ دپ لاج تجھے سب چھپاتے فروغ
چمکنے والے جتنے میں — نہیں چمکتے شرم سے روشنی

اگر تو بنچینے نہ اس جگ منے — سورج چاند یوں کاں تھے لیاتے فروغ
پیدا ہوتی میں — اس طرح کہاں سے لاتے

ترے پال نمنے ترے گال پر — ابھالاں ہو کر چھپند سوں چھاتے فروغ
کی طرح — بادل سے

جو شہ کوں بھلائے کوں جاتی ہے لوپ — تو قدرت تھے تج مکھ پر آتے فروغ
سے تیرے چہرہ

اگر دل پکڑتا نہ تج زلف کوں — تو مکھ نیر میں اس ڈباتے فروغ
تیری — چہرہ پانی اسکو

نبی صدقے قطبا کوں تل تل سکی
ہر گھڑی
جھلک مکھ تھے تیرے بھلاتے فروغ
سے

تج مکھ کوں دیکھت سورج چندر تھے ہوا فارغ (۱۲۴) لے لب میں ترے دو لب شکر تھے ہوا فارغ
تیرے چہرہ کو دیکھ کر چاند سے — سے

توں پاو چھونا باندے ہور پینے رتن تن پر — تاریاں تھے ہوا ہے دل انبر تھے ہوا فارغ
تو پاؤں میں اور پہنے — آسمان سے سے

بادل ہو تری نیہہ میں پھرتا ہوں گلستاں میں — الحمد للہ یارے بن گھر تھے ہوا فارغ
عشق — سے

تج خوبی سوں یک آیت سکیا تو ہوا اب مطلق — افسون سحر ٹونے منتر تھے ہوا فارغ
تیری سیکھا — سے

لاگیا ہے لذت جب تھی تج لب کا بکی تب تھی ۱۲۴ امر بیت نہیں بھاتا، کوثر تھے ہوا فارغ

لگی — سے تیرے سے — آبحیات — سے

تج جوڑ کے ڈہلک نیکا دیکھ تھاٹ سکی چنچل لطف نوڑے لب کے رب جنت تھے ہوا فارغ

تیری — اچھی دیکھکر — سے

(۱۶۸)

اے نار ہے اس جگ منے تج مکھ عجب روشن چراغ

عورت — میں تیرے چہرہ کا

دیکھے نہیں اجنوں کہیں اس دھات کا نو کھن چراغ

اب تک — طرح — آسمان

حاجت نہیں جو سور چند دن رات یوں نکلیا کریں

سورج چاند

بس ہے دیا ہے دو جگت تج مکھ کا درپن چراغ

چمکانے — تیرے چہرہ — آئینہ

مُلّا ہے خدمت گار تل، دھن مکھ کی مسجد میں

عورت کے چہرہ — مسجد

پلکاں بتیاں کاجل دھواں دیتا ہے لوبن چراغ

لوبان

دھن دیکھنے کوں آئے کی یک دس تو لے ان سبب

کیوں — دن — نہیں

پھولاں کرے شعلیاں سیتے روشن ہوا گلشن چراغ

کے رے شعلوں سے

عشاق پروانے ہوکر چوندھیر تھے پڑ نا لگر
چاروں طرف سے کھرکر

اپ تن اُپر ہر یک زتن جھمکائے ہے سودھن چراغ
اپنے پر ہوتی حسین عورت

کیا رسم ہے تج فام نیں اس عشق کے مندہیر میں
تجھے فہم نہیں مندر

جو عاشقاں ستمیں اپے آجالتے اپ من چراغ
ستم کرکے خود آکر جلاتے اپنے دل کا چراغ

صدقے نبی کے جو تلک روشن ہے یو گگن تو تلک
جب تک آسمان تب تک

روشن اچھو جم قطب شہ جگ سایں کا روشن چراغ
رہے ہمیشہ دنیا کے مالک

(۱۶۹)

مدنیر تھے پھولیا ہے سکی تج نین باغ
آب شراب سے تیری آنکھ کا

بو سے کے پھولاں بار لے آیا ہے دہن باغ

ردیف ل

(۱۷۰)

اچپل پیارے کے مندھر منگتی جو توں جالنے چنچل
مکان چاہتی تو

تو یوں چھپے چوری سوں جاجی کوں جالنے چنچل
اسطرح سے

۱۲۵۰

دو تیاں گے پر چو طرف تاریاں نمن بھر ہے چندا
اغیار مانند چاند

تس پر برستا چندنا سو تجکوں دکھلائے چنچل
چاندنی تجھے

توں کیس کے نس بھیس او جھل چھپ جا چھپے دیکر تمن
بال رات

جو چھانوں تج دیکھیں گے تو منگتی ہے سنپڑانے چنچل
تجھے

بل کیک پتیا کر چھانوں کوں ناوے خبر چک پا کے تو

دنیاں لگ گر پانو پڑ آوے گی پچھلائے چنچل
پیچھے

سن سرگ بن تھے حور اپن کھن بن تھے تٹ تارے نمن
جنت خود آسمان سے ٹوٹ کی طرح

سو لک فریاں کھائے کے جو آئے سکلانے چنچل
سو لاکھ سکھلانے

چت کر دو چت یک چت ہو چت لا چلی ہے پیو سوں
یکدل پیا سے

سو نس چکا پیو مکھ اُپر یوں نور برسانے چنچل
رات

پیو اج سورج آیا ہے دیکھ نس میں سورج دن نور لیا
رات

چند اپنم کے چھانے نے پگ دھوتے ہیں.... چنچل
چاند پونم چھانواں قدم

تس پیاری کوں گل لائیا شوقوں سوں لے بوسے دیا
گلے لگایا سے بہت
ہنس مانکوں لیا نے سیج چک تو لاج لے آئے چنچل
(مانک) لانے بستر شرم سے
حضرت نبیؐ صدقے پیا قطبا رکھیں ہو خیال اُس
لک بھاؤ سوں سمجا تجے آتی ہے ریجھانے چنچل
لاکھ سے سمجھا کر تجھے دل لبھانے

(۱۷۱)

تیرے دو نین ہیں مد مست متوال
آنکھ شراب کے متوالے
ترے دو گال ہیں خوبی کے گلال

ترے مکھ کی لٹاں نیں ہیں کہ دو ناگ
چہرہ زلفیں نہیں مگر
سلیماں کی انگھوٹی کے ہیں رکھوال ۱۲۶۰
انگوٹھی

بھواں تیریاں کوں کیوں لکھیگا نقاش
تیری لکھے
کماں دو کھینچیا ہے سخت اشکال

سکیاں کے ہات میں دیکھ پیالی مد کی
ہاتھ دیکھے شراب
نہیں دیکھیا اگن کے تیں جو سیال
دیکھا آگ کو

توں موتی بے بہا ہے تج بہا نیں
تو تجھے قیمت نہیں
جگت کا مال ہے تیرا سو پامال
دنیا

جہاں ہے سیمیا کا نقش اس تھے
اسی لئے
کہے ہیں عارفاں سب اس کوں تمثال

نبیؐ صدقے قطب جم عیش کر عیش
کہ تج در پر کھڑے ہیں فتح و اقبال
تیرے

ردیف م

(١٧٢)

پیو مکھ کی آرسی میں دیسیا ہے سچ آپ نام — جے کو تجھا یقین سوں دیکھے من پائے کام
نظر آیا، اپنا — جو، سے، دل کا

متاں کوں جائے پوچھو تمیں راستی کی بات — نیں ہے غلط یہ بات انو کن ہے راست جام
جاکر — نہیں، ان کے یہاں

او مرغ وحشی رام نہوئے آپ دانہ سوں — ہر چند بچھاویں دام نہ پنجڑ کسی کے دام
سے — نہ پنجڑ

تج سیس اوپر ہے چھانوں ہما کا نہیں ہے ڈر — مرغان خوش کلام تب آویں سو تج سلام
وہ، تیرے سر — تجھے سلام کو

روزی ہوا وصال تجے یک دو جام پی — ١٢٧٠ — اس تجے بہوت طمع کرے ہے درد سر مدام
تجھے — سے زیادہ

انجانی میں جوانی گیا پند نا سنیا — قران ہور حدیث سوں ترکیب کر کلام
نہ سُنا — اور

ثابت رہے آپ کام میں دنیا کوں نیں وفا — آدم کیا ہے کوہ سراندیپ پر مقام
نہیں

ن: آپ

باندیا ہوں عشق میں کمر آساں اساں سوں | نن پن تھے میں ہوا ہوں ترے نیہہ کا غلام
ہا | عشق

مکھ کعبہ کوں طواف قطب[1] شہ کرے سدا
آہ سے | بچپن سے

سب حاجیاں میں ہیں حجِ اکبر کیا تمام

(۱۷۳)

ہنج اس گلے کا حمایل ہے دام | او یک جوت جو ہر سورج پایا نام
مجھے | وہ

تو مکھ صافی میں نور کا ہے نشاں | اوسی تھے گیا چھپ کہ جمشید جام
تیرے رخ | اُسی سے کر

نین تیری کوں باو انپڑ کاں سکے | قبولیا ہے تو چاکری جیوں غلام
آنکھ | پہنچ کہاں | تیری | مثل

سر او ہے کن اس نار کی ناز کی | کہ عاجز زباں ہور قلم ہے تمام
سراہے | کون | عورت | اور

طلسماں تھے مشکل ہے نیہہ کا طلسم | جے[2] راکھے قدم بوجھے افلاک کام
عشق | سے | جو

دو تن گوند کر ڈاولی کے نکھو ۱۲۸۰ | نین کس چٹک لاگے کیا جانے عام
ڈالی (؟) | آنکھ | لگے

---

[1] معانی [2] جکوئی بسجے بوجھے اواسمان نام۔

معانیٔ[1] عشق جنیا ہوں کر نہ کہہ
جنے عشق جنیا کہے او ہے خام
　　　　جو　　　　　وہ

(۱۷۴)

تج شہر کا سو کیا ہے پری بول منجکوں نام
احرام اس کا باندھوں گا ہور پکڑوں گا صیام

　　تیرے　　مجھے　　　　　　　　　　　اور
جن نام و پنتھ نا بوجھے وو[2] گن و گیان کیا
کن[3] نا بوجھے سو عقل انوں کا سبھی ہے خام

　　نہ پہنچانے　　　　　　　　　　　　ان
تج یاد تھے ہوئے ہیں سبھی طالیاں کباب
ساقی پلا انوں لطف سیتی اب تو[4] یک دو جام

　　تیری　سے　　　　　　　　　　　　تو
ایسا پلا شراب کہ سب دل تھی جائے دھوئے
وو نقش کار قوم[5] کریں میرے دل مدام

　　سے　　　　　　　　　　　　　　وہ
انگار خاک باد کیا تج تو جیو دیا
جب[6] تھے دیکھیا ہوں تو تھے کیا ہوں تجھے سلام

　　　　　　　　　　　　　　سے　　تب سے
عالم مجھے سکھاویں گے کیا آپنا سو علم
وو نانوں کے حروف ہمن دل میں ہیں کلام

　　　　　　　　　　　　　　وہ　نام　ہمارے
کرتے غروری اپنے بغل میں سو رکھ کتاب
وو نیہہ کا سو باس نکلتا ہے ہم مشام
　　　　　　　　　　　　　　اس محبت　خوشبو

---

[1] قطب شہ　[2] ن وو کان وکیان　[3] ن جے　[4] ن نگار　[5] ن جیو دیکھ اُس پہ بھیجیا ہوں توں اپنا سلام ۔

دوڑایا ہے عقل جتا اتنا دوڑیا — دوڑائے ناتو بھی دیوے دشنام میرا کام
جتنا

ہے پند گو معانی۱؎ کوں کیا پند کہتی ہیا — ۱۲۹۰ اس کام باج آپ پہ کیا ہے سبھی حرام
یہ — کے بغیر

(۱۷۵)

کرے ناز ہیں ناز سوں منج کرم — عشق بات سوں مو۲؎ اچیا یا علم
سے مجھ پر — سے میرا

ازل کے قلم تھے پیشانی لکھے — سدا اس کا ہورہ اچھے تج بھرم
سے — رہے تیرا

تیرے ہندسی دل پر گنت جو کوں کیں — حساباں میں آیا ہوں ہیں باج قلم
گنتی بھولوں

میٹھے لب سیتی ناوں میرا لئے — ہزاراں شکر ہے کرے منج کرم
سے نام

ترے مکھ کا مکرا کرے لب سوں بات — دو محرم نہ کیوں آپیا در حرم
سے — دو

انجو جو ہو دوڑیں تری بزم میں — توں مکھ دھوے تو ہوگا شرف منجکوں جم
آنسو — تو

ہمن سیتی آڑے ہوے جان بوج — سنگھاتیاں سوں پیالے پیتے دمبدم
ہم ناراض — ساتھی سے

بچھایا ہوں میں سفرہ امید کا — بھر و صحنکاں نعمتاں محترم

بہوت دن تھے ساقی مو ہمسایہ ہے — پیالہ نہ دیتا منجے یک دم
سے میرا — ایک

۱؎ قطب شہ ۲؎ منج۔

اچھو عیش و عشرت سدا بزم میں ... ۱۴۰۰ معانی گدا کوں دلاوو درم

ن قطب شہ

(۱۷۶)

ترے قد تھے سرو نازہ ہے جم — اوچایا ہے یا نو چمن میں علم

سے — اٹھایا

توں ہے چند تارے ہیں لشکر ترے — توں ہے شاہ خوباں میں تیرا حشم

تو چاند

ورق صنع پر نیں لکھیا تج سا ہور — ازل کے مصور کا ہر گز قلم

نہیں بھی اور

سکندر کوں تھی آرسی جم کوں جام — ترے ہست ہی درپن ہور جام جم

ہاتھ اور

ترے مکھ کے پھل بن کوں دیکھ لاج تھے — چھپایا ہے مکھ آپنے کوں ارم

پھول شرم سے

سدا تج اُپر دھیان تارے رکھوں — سدا تج سوں کھیلوں نویلا پرم

تیرے ساتھ — نئی محبت

نبی کے میا فیض تھے قطب شہ

کی محبت کے سے

محبت کے پھلبن کا پایا ہے سم

پھول بن — مقابل

(۱۷۷)

کیوں لکھے بینگی تری لٹ کا صفت سیدا قلم — ہے نوا چاند بہوت تیرے بھواں چاند تھے کم

ٹیڑھی زلف سیدھا — نیا بہت — سے

نازکی مَیں نہیں ہے پھول تیرے مکھ کے نمن　　　چند سورج مشتری تیری کیوں تج سیتے ہم

چہرہ کے مانند　　　تیرے ساتھ برابری

مکھ دکھایا ہے رنگ روپ عجب لالی تھی خوب　　۱۳۱۰　　قد اوچایا ہے ہریا سر تھے بھی اچھا علم

سے　　　اٹھایا　ہرا　سے

کیوں نہ جیویں سدا عشاق نیرامرت نمنے　　　تیرے گالاں کے سو خوی تھے چوتا ہی جیو کا نم

آب حیات کے مانند　　　پسینہ　سے　ٹپکتا　حیات کا پانی

غمزے تیرے جو پلک مارتے ہیں زخم کریں　　　اُس کوں کر میٹھے بوسیاں کے شہد سیتے ملم

بوسوں　سے　مرہم

ایک چھن انپڑیں پیا سو منین میں رکھیں پگ　　　باند کر پلکاں کے پردے کیا ہوں تیرا حرم

محبت سے میری آنکھ　قدم

نبی کے صدقے کہے قطب زماں خوباں میں

تجھا دیکھیا نہیں ہی کوئی تیرے حسن کے سم

مقابل

(۱۷۸)

سو دھن کے لب تھی منگیا تو میں تو پوچھی نام　　　جو کہیا نام اُسے بولی نام دے دشنام

نازنیں　سے

ہنسی میں سٹ کہ اپس مستی کے بہلنے سوں　　　دکھا کہ چھند چلی ہت میں لے صراحی جام

ڈال کے　اپنی　سے　　　غمزہ　ہاتھ

شراب پیکہ سورج کر دکھائی اپ توں سچ　　　اول تو نین ستاریاں سوں مکھ بتھا یہ تمام

پی کے　　　تیری آنکھ ستاروں سے

جو پھول پن کھڑی دھن سو جو نہال کھلیا — سرگ میں سرو نہ تج سا اے سرو گل اندام

پہننکر عورت جیسے طرح کھلا — جنت تجھ

سمن پہ وال سنبل یا دیکھا کہ تل راکھے — جیواں کے پنکھی پڑنے الک کی مکہ پر دام

دلوں کے پرند کے لئے زلف

بین پہ لبد کر او لب خنداں ازل تھی کہے — ۱۳۲ — ابد لگوں منجے تج سوں ہے تج کوں مج سوں کام

سے — تک مجھے تیرے سے تجھے مجھ سے

نبی کے صدقے قطب شہ لگیا ہے دھن کے گلے

لگا عورت

جوں لام الیف نمن ل رہے الف ہور لام

الف کی طرح اور

(۱۷۹)

ترے ہونٹ خرما نین تج بدام — ترے تل اہیں دانے ہور زلف دام

آنکھ تیری بادام — اور

عجب ناو شیشے کے قلقل ہیں ہے — کہ اس ناو پر رقص کرتا ہے جام

ترے لب نقل سوں ہے مے منج حلال — تیرے نین نرگس بناں ہے حرام

سے مجھے — آنکھ کے بغیر

نین مرگ تیرے ہیں ہور سو کے شاخ — چند اکھ نرا ہے سو ہور لٹ غمام

آنکھ ہرن اور خط سرمہ — اور زلف

اپس زلف تاراں سے کیتیں نا ہلا — ہوے ہیں حکت جیو پنکھی اس سوں رام

اپنی — دنیا کے دلوں کے پرند

توں خسرو ہے شیریں بچن ہیں ترے سنیریا نیں ہے فرہاد ایسا کلام
(سنیا) نہیں

نبیؐ صدقے قطبا کوں جم عیش ہے
کو ہمیشہ
مدد ہیں اُسے آٹھ ہور چار امام
اور

(۱۸۰)

رین چندنی ہیں سائیں سوں پیو وجام سجن من ہات لینے میں ہے آرام
رات چاندنی کے ساتھ پیو کا دل ہاتھ میں

کرو روشن انندان شمع چھب کوں ۱۳۴۰ کہ راکھے ہیں پیا منج بزم میں (جام)

پیا بن کیوں گئے نس منجکوں ساری موہن مکھ تھے یہ لیوں سکھ جب وام
کے بغیر گذرے رات مجھکو کے چہرہ سے

پیا گل باہنہ دے کنٹھ لا رہوں گی بلا کر میں کھلا و ول نصّ بادام
کے گلے

سو اس نس نین نا کھولوں کہے ہوی صبح پیا کے نانو بن نا لیو کوئی نام
رات آنکھ نہ نام کے بغیر نہ

موہن مکھ چند ہور سکیاں ہیں تارے ہمن دل مرغ ہور پیو زلف اُس دام
کا چہرہ چاند اور ہمارا اور پیا کی اسکے لئے

نبیؐ صدقے محمدؐ قطب شہ جم
ہمیشہ
پرم پیالے پیوے نت صبح ہور شام
محبت کے

ردیف ن

(۱۸۱)

ساقیا آ شرابِ ناب کہاں — چند کے پیالے میں آفتاب کہاں

عاشقاں منگتے ہیں سماع کرن — چند گانے کہاں رباب کہاں

مد کے پیالیاں کا دور پھرتا ہے — نُقل مد کا کہاں کباب کہاں

او کنول مکھ میں نیر ہے سنپور — اُس کے انگے تنک سراب کہاں

سو کہ دیکھو کنے ہیں ساجن کوں — ولے میرے نین کوں خواب کہاں

نیند کی ہے خماری نیناں میں — او کنول مکھ دھووین گلاب کہاں

صبح کے بن لے پھول کھلائے ہیں — شُرب کا وقت ہے شراب کہاں

پردے میں کیوں چھپے گا او چھل کاں — سور کے نور اوپر نقاب کہاں

سکی مجلس شہاں سنوارے ہیں — مجلس قطب کامیاب کہاں

(۱۸۲)

منگیا جو توبہ کتے میں صبح استخارہ کروں
(چاہا — لئے — (میں))
ہنگام توبہ توڑن آیا کیا میں چارہ کروں
(توڑنے کا)

درست بات کتا ہوں نہ جاسے منجہ تے دیکھیا
(کہتا — مجھ سے نہ دیکھا جا سکے)
شراب پیوں حریفاں و میں نظارہ کروں
(اور)

سجن کے مکھ تھے کھلے ہیں امید پھول مرے
(سے)
دنیارے کے سرکوں خنجر پر پچھاڑ پارہ کروں
(دشمن)

شراب خانے کا مکیں ہوں دیکھ مستی میں
کہ لاڑ انبر پہ کروں حکم تل سو تارہ کروں
(آسمان — کے ماتحت (کو))

جو منج میں نیں اہیں پرہیزگاری کے کاماں
(مجھ میں نہیں ہیں)
شراب خور کوں اہانت سو کیوں اشارہ کروں

پھولاں کے تخت پہ بسلاؤ میرے سلطاں کوں
(بٹھاؤ)
سنبل سمن کوں گلے ہانس کر سنگارہ کروں ۱۳۵۰
(کی ہنسلی بناکر)

(۱۸۳)

پیا تج آشنا ہوں میں توں بیگانا نکر منج کوں
(تیرا — نہ کر مجھے)
رتی نیں یک رتی تج یاد بن توں نا بسر منج کوں
(رہتی نہیں — گھڑی یا لمحہ — تیری — کے بغیر — نہ بھول مجھے)

ترے پگ تل رکھی ہوں سیس ازل دن تھی ابد لگ بھی

پانوں تلے سر سے تک

عجب کیا ہے جو زنت سر تھیں دھریں ساتو انبر منجکوں

زمین پر رکھیں ساتوں آسمان بھی سامنے

جہاں توں واں ہوں ہیں پیارے منجے کیا کام ہے کس سوں

وہاں مجھے کسی سے

نہ بت خانہ کا منج پروا نہ مسجد کا نہ منبر منج کوں

مجھے

جنت ہور دوزخ ہور اعراف کچ نیں ہے مرے لیکھے

اور اور کچھ نہیں قسمت میں

جدھر توں واں مرا جنت جدھر نیں واں سقر منج کوں

تو تو نہیں میرے لئے

جنت کوں ہور دوزخ کوں سو مسجد بت خانہ کیا

اور

کیسے ناجانوں میں معلوم نیں کوئی تج بغیر منج کوں

نہیں تیرے بغیر مجھے

ترے نینہہ مد کا میں سرمست ہو متوال ہوں پیاری

شراب عشق

کہ اس مد باج نا چڑسیں بھی ہور مد کا اثر منج کوں

شراب کے بغیر نہ چڑھ سکے پھر دوسری شراب

نبی صدقے قطب شہ کوں نہیں آدھار کا حاجت

کہ دو نو جگ منے آدھار ہے خیر البشر منج کوں

عالم میں سہارا مجھے

(۱۸۴)

سکی آپھل اُچھالیں ہور سٹیں مد بہیانے عرمیں ۔۔۔ سورج کی کھول کر کھڑکی سٹیں نو طرح انبر میں

پھول ۔ اور ڈالیں شرابِ عشق ۔۔۔ رکھیں نئی ۔ آسمان

اگر لشکر لے آوے غم جھگڑنے عاشقاں کے سیم ۔۔۔ ہمن ہور ساقی ہو ہمدم سٹیں گے شو اس گھر میں

ساتھ مقابل ۔۔۔ ہم ۔ اور ۔ ڈالیں

سٹیں گے لال مد میانے برت کے خوے کا گلاب ۱۳۶۰ ۔۔۔ پون خوش باس ہووے تیوں سٹیں سکر کوں مجمر میں

شراب میں ۔ محبت ۔ عرق ۔۔۔ خوشبودار ۔ اسلئے ڈالیں

جو ہے تج ہات میں تاتناں بجا مطرب خوشی تاناں ۔۔۔ خوشیاں سیتے لویں لاگاں انند ہور عیش ہے شر میں

تیرے ۔۔۔ سے ۔ اور

صبا توں باٹ دکھلا ٹک ہمارے یار کے گھر کی ۔۔۔ کہ شاید آوے وو لالن یکایک تیر منظر میں

راہ ۔ ذرا ۔۔۔ وہ

کتک کرتے بڑی باتاں کتک کرتے خرافاتاں ۔۔۔ چل آواں اولے جاویں کہ ہے سب حکم داور میں

کتنے ہی ۔ کتنے ہی

اگر جنت توں منگتا ہے تو آ میخانے میں منج سوں ۔۔۔ کہ تجم نزدیک تھے میلیں اوڑیاں خوش حوض کوثر میں

چاہتا ۔ میرے ساتھ ۔ سے

رتن قطبا کے ہیں نرمول نہیں کس شہر میں مول اس

بے قیمت

لیکر آووں جو بکھرا توے اس کا شہر حیدر میں

(بکری۔ خریدی) ۔ حیدرآباد

(۱۸۵)

باغ میں آکہ بھنور پھول سوں کہیا یو بچن — نازکم کر کے کھلے پھول بہت تیرے نمن

پھول ہنس کر کہیا سچ نار تجھ سوں ولے — عاشقاں نا کہیں معشوق کوں یوں سخت بچن

گر ہوس ہے تجے اس لعل پیالے تھی شراب — پلک کے انیاں سیتے بیند توں مانیک رتن

حشر لگ باس محبت کی نہ آسے اس کوں — جن پیشانی سیتیں جھاڑیا نہیں میخانے انگن

بہشت کے باغ میں گل باو کے ات لطف سیتے — ۱۳۷۰ لٹ سنبل کا سو بکھریا ہے سحر کا پون

ہوں کہیا جم کے تخت کوں کہ ترا جام کہاں — جواب دینا کہ توں چپ ہو گئے لے ایسے قرن

عشق کی بات نہیں او جو زباں میں اس کی — ساقیا آکہ پیالا دے کہ بس کر یو بین

قطب کے صبر سوا انجھواں دیئے دریا کوں اچھک

کیا کروں عشق نہیں دیتا ہے یو بات چھپن

(۱۸۶)

کہاں ہے چھانو شاہی ہر یک پنکھی کرے پنکھ میں

ہما کے پر میں ہے اے مہ تبا سارے طیوراں میں

یہ

ہمن شوقاں کے آہاں کے جو نابیں بھریا ہے دھن

عورت

نہیں کس بان میں او تازگی ہور کس طنبوراں میں

تیر وہ اور

پلک پر میں پلک مارے نلک سو دل چورانے میں

نہ چرانے

نہیں دیکھیا ہوں اے پنکی کسی نیناں کے چوراں میں

یہ آنکھوں

نبی صدقے قطب کے شعر کی بحراں میں ہے بازی

اگرچہ شاعراں باندے ہیں شعراں لے بحوراں میں

کئی

(۱۸۷)

سکیاں جیواں چرانے اب نوی ترزاں نپایاں ہیں

دل نئی طرز

چرا کر عاشقاں کے جیو لٹاں میں لے چھپایاں ہیں

دل زلفوں

جو کہتے آج لگ جگ میں نہیں کوئی جیو کوں دیکھے کر

تک روح

سو مج آنکھیاں دیکھ ادھراں وو تھے جیو آں پایا ہیں

میری ہونٹ اُس سے

جو جگ عشاق عاشق اس لباں کے ہو دیئے جیواں

دل ۱۳۸۰

سو جانبازاں ہی عاشق کر اچھوں پیار پایا ہیں

اب تک

جو توں کھا اپ نمک لب کے بدل بوسے لیں جیو عاشق

اپنے

بدل بوسے جیواں لیکر نہ دے بوسے تپایاں ہیں

دل

عجب وعدے دروغاں ہو دغا دیں عشق بازاں کوں

بیکس ہیں ایک لا دعوی جو مج پنس دن جپائیاں ہیں

رات

سہیلیاں پی سرنگ پیالے دھڑیاں دنت جھلنے کیاں لا کر

شراب کے دانت کی

نئے چاند ا...... پنس میں دن سوراں دیپایاں ہیں

رات سورج پچھلا

نبی صدقے نوادیاں، تاریاں نوے شیویاں کے نو قصے

نئے تیئے شیوول

نول قطبا سو کہتے وو نپایاں سو نپایاں ہیں

نئے سے وہ

(۱۸۸)

ترے گل گال تھے اے دھن ہوے میرے نین گلشن

سے عورت آنکھ

سو پتلیاں بھونرے ہو پھرتیاں دیکھتا اوس گلشن

وہ دل کو گم کرنے والا

سکل گلزار کے پھولاں کوں مانند تیرے مکھ کے کر

سب

لگے مرغولتے بُلبُل مرے جیو کے بھرن گلشن

دل

کھیا پھُل غنچہ دھن تیرا دہن ہی کر خوش ہو کیئے

سرانے تھے دہن میرا ہوا تیرا دہن گلشن

سراہنے سے

جو لے ہت آرسی پیاری دیکھن تیں اپنا مکھ تو

دیکھنے کے لئے

ہوا ہے سر بسر زلمل ترے درپن کا تن گلشن

دِسے یوں پاچ رنگی پاپ میں زناں سوں تن دھن کا

نظر آئے

سمن پیا تا ہیں سہتا تیوں سُہے دوں تن رتن گلشن

اس طرح

سرگ بن کا تہال ہے کر کہے ناری کوں دیکھ نیناں
باغ جنت

۱۳۹۰
لٹکتی جیت جو ہنس ہنس کر تو ہوے منج گھر انگن گلشن
ناز سے چلتی

میرا
نبی صدقے قطب شہ آج یو بھیداں عجب دیکھیا
یہ
جو کھلیا دھن کے نیناں تھے طرف چار و لگن گلشن
چاروں

(۱۸۹)

پیا سے گرچہ میں تج بن نہیں تل رہنے سکتی ہوں
تیرے بغیر لمحہ
ولے لوگاں کے ڈر تھے ہی اپس تیں کو نا رکھتی ہوں
سے خود کو مقید

چھپی چوری کدہیں تد میں بیٹ پاتی ہوں کہیں تج
کبھی اکیلا کہیں تجھ
تو دیکھ تج مست ہو جیوں مہر اپس ہیں آپ ٹھکتی ہوں
مور خود ہی آپ

دیکھ کر تجھکو
لگی تھی میں انا چینی گلے تج پھول سوں یک دن
سے تیرے
نہ دہاں تھے سر تلے پاواں لگ اچھوں خوشبو مہکتی ہوں
تب سے پھر سے پاؤں تک اب تک

مرا بس ہوئے تو الٹ پٹ ہو تج تیں جیو دیتے ہیں
تیرے ہاتھ دل
کہ فرصت نیں کروں کیا فکر اس غصہ تھے پچتی ہوں
نہیں

سے
نسوں ہیں بات کرتی تو تھی و وتن ہپٹ سوں اس تھے
تجھ سے غیر رقیب قریب سے
نہ پتیا چھانوں کوں اپنے کھڑی جا گا دپکتی ہوں
پھر و بسہ کیا جائے

و وتن کے جھوٹ کوں سچ ماننا توں یو تو واجب نیں
رقیب اس طرح نہیں
وو کیوں کے جھوٹ آنج کوں بری جا اُمن سٹکتی ہوں
وہ کہیے تجھ
قطب شہ مست ہوں اس وقت پر تو رن بخش ہو منجکوں

نہ جانوں کیا کہتی ہوں ہیں نہ جانوں کیا پھر کتی ہوں
کہتی

(۱۹۰)

کوپ سوں آئے ہیں شہ میرا نگن — چند من جھمکتا او مکھ سسن
غصہ سے — چاند کی طرح
کیا ہوا ہے سہو سائیں منج تھے کو ۱۴۰۰ — تا ز چھند سوں کی لگی لال ان رُسن
مجھ سے کہو — سے کیوں زبان

سب سہیلیاں مِرے ستی تانا تانا دیاں — ناہو سکے منج تھے کدہیں ابال پن

طعنہ — نہ ہوسکے مجھ سے کبھی یہ بچپن

ایک چِت سوں پیو کوں بوجھی ہوں میں — لائی ہوں پیو پنتھ میں تو دیوے نین

دل سے کو — پیا کی راہ چراغ

مصطفےٰ احمد علی قطبا سینتی

سے

او پری ہور اری شہ پر نور تن

وہ اور

(۱۹۱)

پرت دعوے ون کرتی سہیلیاں — ولے ہرگز نہ بوجھے عشق باتاں

محبت کے بغیر

جسے رُوں رُوں میں بھریا عشق مستی — تو اس کوں نیہہ کی پنتھ میں سراناں

روئیں روئیں بھرا ہے (کی) — عشق راہ سراہنا

بہو چنچل چپل گن گیان گاتیں — کہ نا پیو کے ادھر تج دیو جاماں

ہونٹ سے تجھے جام

جوبن دے کر پیا چت سوں ملا چپتا — کہ دیوے تج سجن اپ حسن رنگاں

پیا کو دل سے دل — تجھے اپنے (کے)

نبی صدقے قطب من پھول کھلیا

(کے) دل کا کھلا

تو چوندھر سب مہکتا جیو باساں

چاروں طرف دل کی خوشبوئیں

(۱۹۲)

نھنا جیو باندی لبہو تیرے میا سوں — کہ بیچا کیا دل مرا تج ادا سوں
چھوٹا دل باندہی — بیچا (گیا)

بہوت وھات سینی بھلائی سجن کوں — کہ ہیوں اُدھر کا پیالا صفا سوں ۱۲۱۰
بہلائی — ہونٹ

سکل سُدبد کھوی ساجن پرت میں — او مکھ شمع پر بھولی ہوت جیا سوں
سب — اُس

عشق کا بچھوڈا انگیا رہا ہے منجکوں — اُتارو اپ دھرالکے دارو میا سوں

نبی صدقے قطبا کی لبہو نہہ کی ماتی

تو پائی اتن وصل نس دن عا سوں
اُلکا رات

(۱۹۳)

پیا روپ تیں نین ماتے اہیں — سجن کے نین میں بھلاتے اہیں
کے چہرہ آنکھیں متوالی

سرج نمنے جب ..... نیکلے — چندر تارے اس سوں وپاتے اہیں
سورج کی طرح — چاند سے چمکاتے

او نازوک قد سر جب ڈولتا — تو چمناں کے پھولاں سہاتے اہیں
ڈولتا — چمن زیب دیتے ہیں

اجت کے کرن سے رومالاں کئے تیں — چند مکھ کے خوباں اڑاتے اہیں

پرم کی رنیھا اَر بسے ہنس ہنس — کلیاں نیہہ کی سب کھلاتے اہیں
(چاند جیسے چہرے / پیار)

پیاری سو مُہنتر پرم دیکھ کر — سکی من سوں اپ من ملاتے اہیں
(محبت / عشق / کے دل سے اپنا دل)

قطب شاہ کی سیج سنگرام پر
(محبت / بستر وصل)

نول مل کر دو تن کھجاتے اہیں
(نئی / رقیب شرماتے ہیں)

۱۴۲۰

(۱۹۴)

یک چھن خبر کرا ے صبا مو ہند ہندُستان کوں
(میرے ہندوئے)

اپ زلف کے جنگل منے الجھائے مُنج نادان کوں
(اپنے / میں / پھانسے / مجھ / کو)

مو درد مند عشق کوں ہرگز دوا کرنا کبا
(کبھی)

گر پوچھے مُنج کیا کام ہوئے تج حسن کے ریحان کوں
(مجھ)

تج شکر ایسے بول تھے نرخ شکر سب کم ہوا
(سے)

شہر بدخشاں میں نواروں لعل ادھر کے دان کوں
(میرے / جیسے)

جب نغمۂ داؤد توں گاوے سو نینہہ کے بن منے

عشق ہمیں

سن کو ملاں الحان تج سجدا کریں فرمان کوں

تیرا

اغیار سیتی بولئے کیوں بات منج جیو انس کا

میرے دل کی محبت

یک تل کی صحبت میں پیا بسرے ہمن پیمان کوں

لحہ

رنگِ محبت نا دکھیا پیہو مکھ میں تینا میں چھپیا

دیکھیا

کیسے دعا و سحر سوں اپنا کروں جانان کوں

سے

شعرِ معانی پر سدا کرتے ہیں اعدا سب سماع

اس یاد سوں یک دو قدح ساقی پلا خاقان کوں

سے

(۱۹۵)

بھلیا بھنوا دمنے جیو میرا اشکر نبان سوں

بھولا بچہ کی طرح دل سے

کہ جیوں ہلجے مکس کے پر محبت شہد اساں سوں

جس طرح پھنسے ڈھیر سے

کتا پر مار یا ان نے کہ مت پاووں خلاصی میں

کتنا

مگر دیوے خلاصی منجکوں اپنے نینہہ کے ہاتاں سوں

مجھے محبت ہاتھ

خیالاں کے سو پچھانیا سوں دیکھیا ہوں دل ہیں نہہ کا ۔۱۴۳ سعادت کا سو خال اس کہہ او پر دیپے یو تاواں سوں

نہیں ہے کچ اے جیو گرنا بوجھی اس پیچ کوں دو جگیں (محبت) اگر بوجھے تو پوچھ ہور سوجھے علم جاناں سوں

ٹھگا فین کی جو میرے مو موکوں ہیو ین کچ میں ازل تھے خاک میری کوں گھڑے ہیں عشق فرماں سوں

(سے)

ترنگ نیہہ چڑ کر آج جولاں دیو میداں میں کہ کھیلو ڈاو یک تم داو ستی اپنے منتاں سوں

لئے جنباؤں ڈاواں کا گئے ہم بھاگ گردن تھے کہ دل کو ہوک لگیا ہے تمارے ہات چوگاں سوں

(تمہارے)

بہوت دن تھی تمن سوں آرزو تھا ڈاو بولوں کر ہوا جب دید پر منج دید بسریا آہیں جاں سوں

(بہت سے)

معانی کہتے ہیں لوگاں پریشاں حال ہے تیرا

کہ لبدیا جیو میرا باز اس زلف پریشاں سوں

(۱۹۶)

کجل آنکھ کا علم پکڑیا ہے روں روں دو روں روں کا تڑا لایا ہے گردوں

جے کوئی یک روں تترا اکھے آپ سر کہ ہووے سب شہاں میں جیوں فریدوں

(جو طرہ اپنے — مثل)

فلک پر کا دیا نیں شعلہ جاوے ۔ کہ اُس شعلہ کے انگے کیا ہے جیچوں
مقابل

بھٹی کی پھوکنیاں پھوکیا ہوں دل سوں ۔۱۴۴۱ اُسی تے ہیں تیرے نیناں پُر افسوں
سے

منتر پر راکھ پر چونڈ صرستے ہیں ۔ عجب ہے یے نہ بوجھے راکھ مضموں
یہ

تمن نوراں تھے ہے بے نور حوراں ۔ تمارے نور تھے جنت ہے موزوں
سے

نزاوے آس کے پانی ہیں منجکوں ۔ کہ غم دائیا مگر میٹی لے میچوں
مجھے

دنیا کا باٹ منجکوں دور دستا ۔ خوشی سوں پی تو یک دو پیالے گلگوں
نظر آتا سے

ہمارا عشق ہنستا عاشقاں پر ۔ نہ بوجھے عشق مو لیلیٰ و مجنوں
میرا

تری سبزی تے دمنتے سبز و رفاں ۔ گلالی رنگ سے چوتا ہے اجنوں
سے ٹپکتا اب تک

معانی کے بچن تے پنچے نایات
سے

دسے سب شعر میں میٹھائی افزوں
نظر آئے

(۱۹۷)

وو نازک نازکی جھمکار ستیں کرتی ہے بے دیں
وہ سے
کہ اُس جوتاں کی جھلکاراں سوں باندے دل منے آئیں
سے میں

تمن مکھ روشنی شابان سورج چند دیتے ہیں تاواں
بچارے تارے دیسے کاں تمن نور انگے اے سائیں
نظر آئے کہاں آگے

ہمارا قصہ ہے شیریں کرو ہم قصہ پر تحسیں
۱۴۵۰
کہ کہتے خسرو شیریں ہمن آنگے نہیں شیریں
ہمارے آگے

لکھیا تج ناؤں دل میں جب ہوا مقصود جیو کا تب
تیرا نام
تدھاں تھے شعر میرا سب ہوا ہے گوہر رنگیں
تب سے

محبت پنتھ کوں جو کر نواریا آپ کوں تو پر
تجھ
لیجاؤ تم خضر ہو کر منجے اس کعبہ کے تائیں

نبی کی بندگی لوڑیا صفاں سب کفر کیاں توڑیا

عشق کے صدر اُپر جوڑیا تکیا بھو عزت و تمکیں

رقیباں میری باتاں کے کریں کو توال کوں آ کہہ

مو دل بیٹھا ہے شاہنشہ وسوں تو جوت سوں پر دیں

نین اُس کے ہیں دو نرگس بھویں کانٹے اسے چوندس

وو کانٹے کا چوبے نا بس کلیاں دستیاں ہیں جوں نسریں

معانی ہے گنہ گار رکھیں یا رب آپ آدھارا

رکھیا سر تیرے دربار آ کریں اُس کا دعا آمیں

(۱۹۸)

نین کی بنداں نجھے چوتا ہے شراب ارغواں
غم کے کپڑے پھاڑ سٹ کریں ہوا سر تھے جواں

لعل تیرے کھاں تھے یاقوت کا پیالا پلا
نقل اُدھر کا سکے ہے منج جیو پر اے دلستاں

سام سیس ان بھنواں کا چک اُچانے نا سکے
منج اُپر کیوں کھینچتے ہیں غصے سوں زوریں کماں

میں بنجانوں بہشت جنت میں تو ں کس جنت کی حور
کافر و مومن کریں تج دیکھ کر جیو سوں فغاں ۱۲۶۰

تیری میٹھی بات تھے پیجی شکر دو جگ منے
تو جہاں میں ادل جو چاد سوں بکا تا ہی رواں

تاب دوری کا بہوت میرے اوپر کرتا ہے زور
شربت اس قند کا چکا وا دھر تھے منج دہاں

تیرے کہنے بن جے کوئی ہنگامہ میں کہنے بڑے
بہو عجب ہے اے کہ نیں ہوتا ہی گنگ اُس کا زباں

کرتے ہیں باتاں خیالاں سوں ہمیں تمنا سنگات
میں کہا ہور تم کہا جھوٹے کریں لوگاں گماں

اے معانی تیرے رازاں تھی ہوتے ہیں آگاہ سب
تاج توں رکھ سر او پر ہے اماماں کا نشاں

(۱۹۹)

عشق بازار میں او نین جو خمار اچھیں
ساقیا پھاڑ و ورق غم کا کہ ہشیار اچھیں

بول آن بول کے چلتے ہیں ہمن سینی پیا
پھر ہم پرنہ کریں پیو وے ہم یار اچھیں

چند سورج گال او پر دیسے جھن کا پھاوو — ابر سوں اس کوں برابر نہ کریں عار اچھیں

چاند (جیسے) نظر آئے — سے سمجھیں

تمہارے نین سیاہی منے ہے نیر جیون — اس تھے اس چشمے میں الیاس و خضر یار اچھیں

آنکھ کی میں آب حیات — اسلئے

جن جنم تاں بند و بتخانہ کے لوگاں منجکو — ۱۴۷۰ — میری گردن میں کرن کے زنّار اچھیں

جنیو نہ باندھو

برہ تیزاب کا تروار بہوت تیز اہے — ڈر نہیں منجکوں سپر تمنے جو و دلدار اچھیں

فراق کے

کیوں کروں چاند سورج تاریاں سوں تشبیہ تمن — دم بدم چرخ تمن حسن پہ ایثار اچھیں

سے تمہیں — تمہارے

میرے درداں کا دوا ہے تمہاری دشٹ سیتی — سو حکیم آویں تو اس کام میں بیکار اچھیں (۱۰۰)

نظر سے

نجانوں کس گھڑی کینتے ہیں معانی پہ نظر

کرتے

اس کے دل میانے علیؑ مہر کا گلزار اچھیں

میں رہے

(۲۰۰)

پیرت کے ڈاواں کھیلنے تج سوں کدیں نا ہار سوں

محبت تجھ سے کبھی نہ ہار سکوں

تن میں رکھوں کیا کام جیو جو عشق پر نا وار سوں

کس کام کے لیئے دل نہ وار سکوں

جوں مُنج بسرتے ہیں تمیں تم نا بسرتے ہیں

جس طرح مجھے بھولتے تمکو نہ بھول ہم

ہمنا تمن بن ناگیں جیانا بہوت دشوار سوں

ہمکو تمہارے بغیر گذارا نہیں جانا بہت دشواری سے

جوں جیو سینے مل ہے تن ووں جیو منگے تج سوں ملن

جسطرح روح سے ملا ہوا ہے جسم اسیطرح دل چاہتا ہے تجھ سے ملنا

ڈو نین پیا تج دیکھن بچھڑا نہ اپ دیدار سوں

آنکھوں کو تیری دید اپنے سے

کیوں رہ سکوں تج سوں یکٹ جانا مجے ہر تل یکٹ

تجھ سے تنہا جدا مجھے لحہ دشوار

لائے ہیں چوڑلے اچوٹ تم آپ لتے پڑار سوں

وارنے کیلئے

داٹے مَدن صاوے منجے پانی نہ آن بھاوے منجے

مجھے کھانا مجھے

یک تل برس جاوے مجے کیا پوچھتے تکرار سوں

ایک لحہ برس کی طرح گذرے مجھ پر پوچھتے ہو بار بار

جب تھے جگت میں آئیا جیو منگتا سو پائیا

سے دنیا آیا دل چاہا پایا

۱۴۰۰

ڈوریا ذکر کا لائیا ہیں حیدرِ کرار سوں

ڈوری تسبیح لایا

جب لگ ہے تن میانے جیا تب لگ رہوں تج سوں پیا

جب تک میں روح تک تیرے ساتھ

قطبا جیا دل باندیا حضرت نبیؐ دربار سوں

جی سے باندھا

(۲۰۱)

پیا جوں ملے تیوں تمن دو تن دل داغ جالی میں
رقیب کے دل پر جلائی
سراسر دو تنی کے تیں کری جوں زاغ کالی میں
رقیب کو مثل

پیارے آج کل آویں گے کر لے آس لارہ کر
ہریک تل کوں قرن کر کر گساں میں باج ٹالی میں
لمحہ کے بغیر

جیوں میں جاگنے میں تج، سیوں سپنے منے بھی تج
یاد کروں تجھے دیکھوں خواب میں تجھے ہی
جنم تج دھیان میں گھٹیا نہیں موں تج تھے خالی میں
تیرے تجھ سے

تمن بن دیس منج نس ہے تمن سوں رین منج دن ہے
تمہارے بغیر دن میرے لئے رات تمہارے ساتھ رات مجھے
کھڑی اک پانو پر جوں سرو ملنے کی اوتالی میں
مثل

نبی صدقے قطب کن ہیں بچن کہہ جانی کے منکر
کے پاس
سکیاں سب گواہی ہیں تو بات کرتی دیکھی حالی میں

(۲۰۲)

کسائیں پاس تیرے ہے کہ دیکھی آج سپنے میں
اٹھی جب ہڑبڑا کر مین دیکھی سیج اپنے میں

پیا کی چھاتی لگ کریں ہی تھی چھپ کے چھاتی میں
تہاں تجہ دو تن کاٹے جو مت دیکھی تو چھپنے میں
جہاں سے یہ رقیب نکالی

نہ بوجھوں تج پرت میانے میرا چینت کیوں بر آوے گا
نہ منج میں صبر تا تج بہر جاویں قرن جینے میں
تیری محبت میں

تماری سوں تمن کوں میں کدہیں بھی یاد آئی تھی ۱۴۹۰
تمن جینے تھی نس دن میں تم چند جوں کھپنے میں
تمہاری قسم تم کو کبھی
تم کو یاد کرنے سے رات

نبیؐ کے صدقے رے قطبا بھریا ہے عشق کا بازار
چکیچ منگتا ہے سوداگر نفا کچ نیں ہے تپنے میں
نفع کچھ نہیں ہے بھاؤ کرنے میں

(۲۰۳)

پیا تج عشق کوں دیتی ہوں سُدبُد مور جیو دل میں
تیرے اور
ہنوز یک ہوک نیں ملتا کسے بولوں تو مشکل میں
ایک نہیں

خوشی کے انجھواں سینتی بھرائی سمدراں ساتو
آنسوؤں سے سمندر ساتوں
کرشنہ کے وصل کی دولت کرے دُرگنج حال میں

بھونر کالا کیا ہے جھلس تیرے مکھ کمل کے تیں

و لے اُس بھونرے تھے بیتر پتیر میں ہوی سو کال میں

سے محبت

ازل تھے سائیں کا دل ہور میرا دل کئے ہیں یک

سے اور

بچھڑ کر کیوں ہوں ایسے جیون پیارے تھی یک تل میں

سے دلی

نبی صدقے رین ساری دو تن جوں شمع جلتی تھی

رات رقیب مثل

جو تارے کے تمن رہی تھی قطب شہ چاند سو ل میں

سے مانند رہی

(۲۰۴)

اپ نیہہ کی کسوٹی پہ شہ منج کسیا نہیں
دل بات کھول کہہ کہہ کدیں ٹک ہنسیا نہیں

اپنی محبت مجھے کس کر نہیں دیکھا (کی) کبھی ذرا ہنسا

منج جیو منے ازل تھے ترا نیہہ یوں بسیا
من دھات بھی کسی کی جیا میں بسیا نہیں

میرے دل میں سے عشق کے دل

پلکاں کے تیر مارے جہاں سائیں ناز سوں
منج باج سینہ کرنے ہدف کوئی دھسیا نہیں

سے میرے بغیر

مُہر با زلف سنپولا گھیا گاڑے عجب
اس دھات کا سنپولا بھی کس پڑسیا نہیں ۱۵۰۰

تا سک کے ناک کر کا سو دھن بھون کا بھونک — لیے سد ہو کہ ٹھار اُپر تھے کھسیا نہیں

ناک — جگہ پر سے

دو تن جدائی پاڑنے تدبیر کی ولے — سائیں ہمارا ہم تے کدھیں بھی رنجیا نہیں

ڈالنے — سے — رنجیدہ ہوا

صدقے نبی کے ویپے مرا بھاگ سور تھے

چمکے سورج سے زیادہ

پنجتن کے چرن باج قطب سر کھسیا نہیں

قدموں کے بغیر

(۲۰۵)

پیا کس سات جیو لائے کہ سمجھے کس کوں جانا نیں

عاشق ہوئے — سمجھے کسی — نہیں

جو آنسوں پوچھنے جاوں اُسا ساں بات آتا نیں

آنسوں — آہ

پیا تو شرط بولے ہیں کہ میں تج سیج آووں گا

تیری (پر)

ولے منج سیج آئے باج میرا دل پتیا تا نیں

میرے (پر) بغیر — بھروسہ کرتا

کتے ہیں باغ میں گئے تو گنوایا جائے دکھ دل کا

کہتے

ولے مکھ باغ پیو کا دیکھے بن منج دکھ جاتا نیں

بغیر میرا

پھولاں سب باس کے بن میں کھلے ہیں من بھلانے تیں
دل کے بہلانے کیلئے
ولے پیو باس عرق بن باس پن ہر باس بھاتا نیں

محمدؐ ناؤں دل میں رکھ محبت سوں محمدؐ نوں
کا نام　سے اے محمد قلی
علیؑ کے عشق بن کچ کام بھی تجکوں سہاتا نیں
کے بغیر کچھ　پھر تجھے زیب دیتا

۲۰۶

سکی نیہہ کا نین مندر کیا ہیں　جیا جیو جیو کا جیو کر را کھیا ہیں
کی محبت آنکھوں کو　رکھا
جیسے رول رول مرا تج نا میں نس دن　۱۵۱۰ تجے جینے تھے دو جگ میں جیا ہیں
یاد کرے رواں تیرے لئے رات　تجھے یاد کرنے سے زندہ رہا
نین سپنے میں باندی تیری صورت　تو تیرے نور اپر نیناں سیا ہیں
آنکھ خواب باندھی　آنکھیں
خدا جو راکھیا مجھ ہور تج کوں　جدائی جانتی نیں ہوں پیا ہیں
رکھا مجھے اور تجھے　نہیں
دیا ہوں دکھ کی باتاں دکھ کے تیں　جے کچ سنگ کے بچن تھے سولیا ہیں
جو کچھ
نبیؐ صدقے فنا نا جاسے قطبا　محبت میں بقا پیالا پیا ہیں
(کا)

(۲۰۷)

اُجالا جگ منے جھمکیا جو باندے بال بھولی جوں
ہیں باندھی
ہوا پھر رین اندھارا بندے سو کیس کھولی جوں
رات کی تاریکی باندھی ہوئے بال

لٹکتے جب چلے سو دھن سکے ہیں چال ہنس کی کاں
تازنیں سیکھے کہاں
بنے بن پھول سب بھرئے جو ہنس کر بات بولی جوں
ہر بن میں

منجے جب دیکھ کر سو دھن دسن تل لیائے لب ولسے
مجھے دانت کے نیچے نظر آئے
دسن نا بات آدھر امریت کے پانی سوں گھولی جوں
دانت مصری ہونٹ آب حیات

کر و اب عاشقاں دل گھٹ بچن معشوق کا یک نیں
وفا کے اچھراں جو تجے سو اپنے دل تے دھولی جوں
سے حروف

محمد کا محبت آکیا ہے ٹھار منج دل میں
جگہ میرے
علی گھر بھیک منگنے تھے بھری منج دل کی جھولی جوں
سے میرے

(۲۰۸)

تج بن پیارے نیند ٹک نیناں میں منج آتی نہیں
تیرے بغیر ذرا آنکھوں میری

۱۵۲۰

رینی اندھاری ہے کٹھن تج بن کٹی جاتی نہیں
رات تیرے بغیر

تیرا خبر اے موہنی منج کوں کیا ہے بے خبر
مجھے

دل تھے خبر کی یاد سوں اپنے کے جلاتی نہیں
سے کیوں

ہاوے پہ پاوے روم روم بجتے ہیں تج پاونت
تیری

او نادپاویاں کا منجے کے یاد دلاتی نہیں
مجھے کیوں

کیتا صبوری میں کروں جوں مین پانی تھے بچھڑ
کتنا (مچھلی) سے

توں گل سنائی ہے و لے کے منج گلے لاتی نہیں
گالی کیوں مجھے

کیتا اپس کوں ناز ہور چھند میں پوانگی لے سکی
کتنا اور

آ سیج پر پل پل گمیں تج بن منجے راتی نہیں
گذاریں تیرے بغیر مجھے عیش سے گذرتی

اے دھن گھونگٹ میں ناز کے کیتا چھپا کے آپ سے
عورت — کتنا
کی منج نین تاریاں میں تج مکھ چند جھمکاتی نہیں
کیوں میری آنکھوں کے تاروں — تیرے چہرے کے چاند کو

خانا نبی صدقے قطب عاشق کہاتا ہے ترا
خاندان — کہلاتا
اس بن یقین پہچان توں بھی کوئی تج ساتی نہیں
کے بغیر — پھر — تیرا ساتھی

(۲۰۹)

او لالے عشق کے دل میں ہلا او جاں سوں کرتے ہیں
سے
نجانوں اے او لالے ہم سوں کس فرماں سوں کرتے ہیں
سے — سے

ہمیں بیٹھے ہیں غم کشتی منے باد موافق کاں
میں — کہاں
صبا توں باد طالب لیا کہ جنگ طوفاں سوں کرتے ہیں
سے — تو — لا
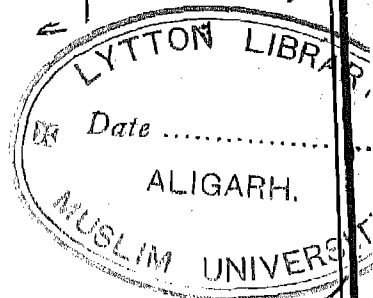
سکندر کا ہے درپن ہات تج سب راز دستا ہے
نظر آتا — تیرا
ہمارا راز جان انجان ہو یاتاں سوں کرتے ہیں

بساط دنیوی ہے بڑبڑا نون جیان اے غافل

۱۵۳۰

وفا اس میں نہیں گر عشق سوں کامان سعی کرتے ہیں

پرت گلزار میں سب بلبلاں الحاں سوں کہتے ہیں

ہوا خوش دیکھو بانان رات دن پھولاں سوں کرتے ہیں

مرا صاحب سلیماں تخت سیّارہ حشم جگ میں

غروری اپنی شاہی کی ہمن موراں سوں کرتے ہیں

ہمارے شاہ کی شاہی عجب حکمت ہے لقماں کن

پیاتے دوستاں کوں دوستی وندیاں سوں کرتے ہیں

شراب تلخ دے ساقی کہ رنگ اس تھے شفق پاوے

او تلخی کا اثر میٹھا ہمن مستاں سوں کرتے ہیں

اس

جوانی کا عجب ہنگام ہے پھر کر نہ آوے او

کہ اس ہنگام کی خاطر بہوت درماں سوں کرتے ہیں

منجے تج عاشقاں کی بزم میں ٹھارا نہ تھا لیکن

مجھے تیرے جگہ

پرت بازی ہماری سب پرت بازاں سوں کرتے ہیں

عشق عشق

حرارت عشق کا تیرا کیا منج پے عیادت کر

جراحت پر سلا یہ نازکی مژگاں سوں کرتے ہیں

سے

نکو جاتی سلیمانی ہمن مرہم پری رویاں

دوا سب عاشقاں ہیں منج اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں

اپنے

معانی نا بوجے خوبی برائی پیسم دارو کی

ہزاراں شکر مو دارو اپس ہاتاں سوں کرتے ہیں

میرا علاج اپنے ہاتھوں سے

(۲۱۰)

خدا کا لے ناتوں پت پیر پھل کھلائیں ۔۱۵۴ تو تازے اپرتاتے بھی بار لیائیں

لیکر نام محبت کے پھول پھر پھل لائیں

یک یک بھاؤ ہی مو ریک ٹیک پرت سو مکھ شہر میانے یک یک کو جلائیں

اور اپنا

سودھن آسمانی انچل اوڑی ہے
سورج چاند رخسارں ان جگمگائیں

منیجے ایک کر جانوں ناچار کر
منیجے ڈھونڈ نہ جیو جوتی سو پائیں

صراحی ہی ناسک ادھر بنجیریاں
نین سوگی زرغت سوں نپہیہ بھرائیں

صراحی سنیلا جگ منور کرے
پیالے سو ہت مور ہو کر دپائیں

قطب نیہہ کے دعوے سکی کرنی تھی
نبی صدقے اسکوں اپیال آزمائیں

(۲۱۱)

پتلیاں مصلی طاق بھوں اس بے نیاز کوں
احرام باندکر سو کھڑیاں ہیں نماز کوں

پلکاں طواف کرتے اہیں کعبے نین کوں
تا مدعا بر آوے اپس دل کے راز کوں

ہاتاں کو دیکھ بجھکتے سو جوبن کوں جیو ہے
بھٹیں نین سوں دیکھتے ہیں ہات باز کوں

باندے ہی کھینچ جوڑے ہیں سیاہی ابھال دھن
بوند خوی برسیں سیاہت نمن سرو ناز کوں

کرتار ہر یکس کوں دیا ہے ہر یک کام — لاگیا ہے کام عشق کا منج عشق باز کوں
خالق ہر ایک کو ایک — لگا
بھو منتراں سوں پالے سنپارا سو ایک ناگ — رُوں رُوں سنپولے لبد سے ہیں اس غمزہ باز کوں
بہت سے سپیرا — مجھ ہر رویں میں

حضرت علیؑ کی لے کہ درازی اہے تمام
(پیٹے) (لی)
صدقے نبیؐ کے قطب کی عمر دراز کوں

(۲۱۲)

کنگی چھوٹ ہات تھے دھن کے رہی یوں سیام بالاں میں
چھوٹ کر ہاتھ سے نازنین اسطرح سیاہ بالوں
کہ جوں چندر ابر د کراں سوں مل دستا اچھالاں میں
جسطرح چاند سے ملکر نظر آتا ہے بادلوں

نین تیلی سیہ جوں مشک جو ہر جام بھیتر پا
آنکھ کی کے اندر
جڑے ہیں جوہری نیلم تجھل لیا موتی ڈھالاں میں
لا

کریں جوں سیر پانی میں بھونگ یا ہی ایس میں آپ
دسیں تیوں عکس بالاں کے سو درپن صاف گالاں میں
آپ
نظر آئیں اسطرح بالوں آئینہ کی طرح گالوں

گلابی لال پھانکاں دو آدھر پروال ہیں دھن کے
ہونٹ
تنن جھلکار جوں دامن چمک ہیں پھول مالاں میں

پتنگ دل عاشقاں کے بل رہے جلبل کجل ہوکر
جل بل کاجل
سو تس بھیتن تو جھبو کوئی جوین نوری ہلالاں میں

پون جوں بیچ کھا ڈنڈ لاے صبح ات تنک پن تھے
ہوا ڈھونڈے سے
دیسے نازک کمر تج وو ں خماری ڈول چالاں میں
نظر آئے تیری اسطرح ڈلتی چالوں

عجب کچ کھان مخفی تھے سو پرگٹ قطب شہ دل
سے ظاہر
جواہر سمنڈراں ابلیں ہر یک تازے خیالاں میں ۱۵۰۰
کے سمندر

(۳۱۳)

تیری دوری تھے مردل کوں نہیں یک دم قرار
فراق سے
تیری مجلس کا سو باقی پیک پریاں مست ہوئے
تلچھٹ پیکر

مچھلی نمنے تلملاوں موتا جو لد مد دور توں
مچھلی کی طرح کبھی
ہشت جنت میں تھے کس جنت کی پیچخل جور توں
سے

سب بیماریاں کے نین تھی پردہ تھا تجہ نین پر — تیری دشٹی تھے اڑیا پڑا عجب دستور توں
آنکھ سے بیری — نظر سے

تج نین بجلیاں تھے بجلی سب سہیلیاں کی چھپی — سیچلی دستی ہے سندر جیوں طور پر کا نور تو
تیری آنکھ سے — نظر آتی سچی

سب فقیہاں مل الف تا پڑک کہتے پے پڑو — میرے دل کے شہر کوں دایم رکھے معمور توں
(ل) پڑھکر (ب) پڑھو

پند گویاں تھی ہوا ہوں عاجز و بیہوش میں — میں سو عاشق با نوا و علم میں سنپور توں
سے — اور کامل

کوئی بوجے رمز تجہ بن قطب کا

لب شکر ساقی پیالا بھرکے ہے فغفور توں
کہ

(۲۱۴)

بھواں کی کو نشکی جب تھی تمیں چڑاے کماں — سوار رخش ہوئے جیوں کہ رستم دستاں
سے تم چڑھائے — مثل

تماری ناز کی جیا وسن جیو کے باغ پڑی — چوٹے وو اوس تھی ہر دم شراب لعل رواں
تمہاری دل (میں) — ٹپکے اس سے

وو باس اپنی پری مل سوں چھید تا دم دم ۱۵۷۰ — ہر یک پھول اپس وضع سوں دکھائے کتاں
وہ — اپنی

بڑائی کرتے ہیں سب پھول اپنی باساں کی — یکایک آئی تمن پھول باس اونوں کا میاں
خوشبو — تمہاری ان کے درمیان

تمارے چھن کے کرشمے سوں علم سب عالم — بغیر سحر سوں کھینچے ہیں طالباں کوں دل

تمارے نین کوں نرگس سوں کرتے لوگ تشبیہ — کہاں بوجھیں اُنوں جھڑتا ہے اس تھی دو نو جہاں

نماز و روزہ سوں اچھنا کہ دل میں ہے میرے — دکھاتے شیوے عجائب منج اس زماں کے بتاں

شراب صاف میں دھوکیڑے ہور غسل کیا — رقیب کے مکھ اوپر توڑتا ہوں تال تتاں

کہ سات سمند منس سمسکرت علم بہے — تو توڑے جیر وہ کار ہی دکھاوے اسکے گتاں

بھولیا ہے جیو مرا اس کے تل کے خال اوپر — کہ پڑے ہیں منجے چو ندھر تھے اُسکے مو خطاں

ہزار شکر الٰہی کا کرتا ہوں ہر دم

دمامے فتح کے بجتے معانی شاہ نشاں

۲۱۵

بلبلاں کرتے ہیں باتاں خوشی تھے پھولاں سوں — منج وسے تج دسے سم نا آویں گے جاناں سوں

کر سو ناسو میں راستی کی بات کھیا ۔ ۱۵۰۰ — نینہہ تراز و منے جو کہ کر کھیا ہوں تمناں سوں

مے او دھر لعل تھے منگتا ہوں پینے بہو دن تھے — کون اُڈ دن اچھیگا پیالہ پیویں ہمنا سوں

تخم پیت کا ازل تھی پیڑ ہیں دل میں مرے — تو تمن بات کوں جا و بیگ کروں پلکا سوں

عشق کے باغ میں گل باو محبت کا ہلیا — کروں اسپند لے ڈرتا ہوں اُس پاتا سوں

آپنی آرسی کا لاف سکت در نہ کرے — تیرے ہت آرسی دکھ گم ہوا اپ ناما سوں

عشق کا بات نہ آوے کتے ہور لکھنے میں — ساقی پیالا پلا ہور رقص کرو ہمنا سوں

تمارے شہر میں بیٹھے ہیں ہت ہوکہ ہمیں — کی نہیں کرتے نیر اندازی اپس نینا سوں

صبر گز رہا ہے صبوری تھے معانی تیرا
برہا تند ہوا لطف کرو نازا سوں

۲۱۶

جدہر دیکھوں تو دسے حسن تیرا مہر جبین — کہ دل چمن میں تمارا ہی باس جیسے سمن

پیالہ سر تھے پیونگا قدح کے ہت تھی — کہ مستی سر کوں چڑہا کر پھر اونوں کے انگن

نھنڈی کے رشک بیر تھے جھڑ بن باغ کے سیب ۱۵۹۰ تو زیب دیکھ کے یوسف چھوڑیا ہے اپ وطن

تو نار جھاڑ تھے پھل چننے ہات تاں اُتڑے پرت میں ڈال ہو اقد عصا کی چننے رتن

خبر ہو بھاگ کا بھیجو نمن کے جا جب سول تماری یاد تھے چنتا ہو سب خطا و ختن

او بت کا ناز دسے کچ ہر یک کے نیناں تل نظر ہمارا سو کچ دیکھ کر لیا ہے چومن

کرے سوال معانی تمن تھی سال بسال

کہ سوال دیویں تو کیا کم ہو یگا حسن ٹمن

۲۱۷

دیس آنند کا تو یاراں طرح عشرت کیتے ہیں خوش مکھاں جا کر تو تج پھل زار صحبت کیتے ہیں

گوشہ پھل جھاڑ خوب ہے اب میں ہم ساراں مست یک بکے پھل جھاڑ تل او جھلک خلوت کیتے ہیں

کام پڑیا اب تو عاشق کوں کہ اس جنگل و باغ چند ریاں ہر روز مجلس کوں سو نوبت کیتے ہیں

آہ ایسے نیناں کہ جو اپچے جگت آئے بھر سو ہمارے تائیں سو زنگاں سوں فروت کیتے ہیں

وقت او آیا کہ اس عالم میں ہت آوے پھٹ — پی شراباں کیوں کہ کانٹے سوں ملامت کینے ہیں

وہ

دوستاں رکھو وضع مے پیاں کا کہ دشمن نزیک — اس زماں میں مست اس جام محبت کینے ہیں ... ١٦٠٠

منڈ ر باقوتاں کا نوں جانے نہال گل کلاں — اس کتے تائیں مجلس صاحب مروت کینے ہیں

تب کہ مست ہوا نکھاں اس لطف ازل رکیا امید — واں کہ حاضر تھا ہوں میں جیو وقت جنت کینے ہیں

رکھا

پیالہ ڈھان کیا کر معانی تانہ لیوی نام کو

ڈھانکا

کیمیائی آن سو کراں سوں حیلت کینے ہیں

(٢١٨)

میں عاشق بیباک کھیلوں عشق بن آدھار سوں — پیریت کے لالا پراں پن دل جیو کتوں نا وار سوں

وار سکوں

مستی سوں تم گالی دئے میں بھی تو کچ کہتی ولے — یک حرف کہتی مست رسیں گر چپ رہے ونشوار سوں

کچھ

آگھر مندر میں تج لکھی مج جیو میں تج صورت بسی — لوچن میں روشن توں دسی پتلیاں جیوں دیدار سوں

طعام و پانی باج میں کیوں رہ سکوں تج پیار بن — مج جیو کا آہار ہے تج یاد کی آدھار سوں

میرے دل — تیری

مج اس ازل تھے لکھ رہے ناداں سکیا کیا پوچھنے　میری زباں عاجز ہے تم سنگ نبولنے تکرار سوں
سے

پنکھی ہزاراں جگ منے بن نت جو اڑتے ہیں ولے　تو جوت مج پر چھائی تو جگ ناہوی چوسار سوں
پرند　میں

ذرے سکل جگ بھر رہیں تج عشق کیرے گرد میں
سب دنیا میں

تو نور تھے ذرہ معانی ظاہر ہے انوار سوں　۱۶۱۰
تیرے　سے

(۲۱۹)

جاں تھی عشق بن بوجھے نداں دیکھے تج اپنے میں　سگل سدھ بدگنوا بوجے رہے تج ناوں جپنے میں
تیرا نام

(اسکے بعد دیوان میں صفحات چھوٹ گئے ہیں)

ردیف و

(۲۲۰)

پیاری کے چکر بال کوں ہیریں عجائب سو　بنا مالی کنا پالی رہیا تیری عجائب سو

غباری کا خطاں پڑہنے سو چشماں سواں نکھی　قلم بال سوں ہنت منع رقم کیری عجائب سو

معلم سو نمرن آئے دکھا حرف نوا خط سوں　جگا جگ میں ہوا بحث عنبر بھیری عجائب سو

نھنی کیس اپجنے کا معمّا سو بوجو شیخ — کہ ہر کیس تجھے لکھ وضع تیرا یری عجائب سو

سُہن بال چمن مکھ پہ لٹک تیری سنبل جھیلے — اُو تو لاں سو کھیلے پھول ہر رنگ تیری عجائب سو

چڑھیا تیری پکار اٹھیا سو چوندھر جیو برق — یوں منی کجل انکھ میں چمک تیری عجائب سو

سکل کیس ملا کھوپ بندی کو پ معانی پہ
نبجن کو پ دلا کوپ تجھ دےری عجائب سو

(۲۲۱)

کہیا کہ بوسہ سیتی ہمن تم جواں کرو — کہیے پرت کی بات تمن جیو کا جاں کرو

کہیا کہ آفتاب کرن آئی قول کوں — کہیے کہ قول جوت سوں لکھ کروڑاں کرو ۱۶۲۰

کہیا ادھر تمارے جیون کوں جلاوتے — ہنس کر کہی یہ بات نکو تم بیاں کرو

کہیا کہ حق پرستی کرو بت پوجن سٹو — کہیا کہ دونو بات ہیں ایک امتحاں کرو

کہیا کہ آدمی کا مروّت نہیں تمن — کہیے کہ بس ہے عشق تمارا نہاں کرو

کہیا کہ عاشقاں کوں کھانے کا بھید کیا — کہئے کہ عاشقی منے گونگی زباں کرو
کہیا کہ مرگ لالی جلا دیوے جیو کوں — کہئے ازل تھے مست ہوں تم ناسماں کرو
کہیا کہ مرحمت کی نظر سوں نواز و مجھ — کہئے ہماری پنتھ منے جاں فشاں کرو

کہیا تماری سیو امعانی کا دولت ہے
کہئے کہ تم بھی سیوا برابر شہاں کرو

(۲۲۲)

حسنِ بعضے دکھو ہور حسن اے محبوب دکھو — زمین اسماں تن فرق اہے خوب دکھو
سبحہ دین دکھو ہور جین جنم کفر دکھو — خرقۂ زہد دکھو جامۂ مشروب دکھو
قصۂ یوسفؑ دکھو ہور حمیٰ یاراں دکھو — پیرہن باس دکھو دیدۂ یعقوبؑ دکھو ۱۶۲۰
دوری دیکھو سو تماری وو ہمن صبر دکھو — خندۂ ناز دکھو گریۂ ایوبؑ دکھو
درد میرا دکھو درماں سو اس کر دو دکھو — اس غروری دکھو ہور منج مژہ جاروب دکھو

آبِ زمزم دکھو ہور اُس ٹھاڈی کا نیر دکھو | صافی چشمہ دکھو نا اُب منسوب دکھو
سرو کا قد دکھو ہور اُس لٹکن چال دکھو | عشق کا آہ دکھو منج دل مجذوب دکھو
ناز کا ناز دکھو ہور انچل اُس سیس دکھو | سو کے کے بھالے دکھو سینہ مطلوب دکھو

نیہہ کا زی دکھو ہور مو دل مجنوں دکھو
کوہکن دیکھو معانی دلِ مکتوب دکھو

(۲۲۳)

آہواں پائے خطاء کی زلف مشکیں پاس تو | کچ عجب ہے راز اُس کی پاس پرتھے وار مو
منج کرے مجنوں و دیوانہ پیا اپ نیہہ سوں | بھی کیئے زنجیر زلفاں سینی دلکوں بند تو
دو دو کے ٹھنواد ہیں مو نین تیلیاں چلبلیاں | تو لبد کیتی ہیں تیرے بیٹھے جو میاں سینی خو
مستی ہے تج ناؤں کی ہیرے سو سیس اوپر سدا | تاج وافسر ہیں کیا اس مستی کوں کیا کینگے گو
طوفِ طاق کعبہ کرنے دے منجے فرصت خدا | خاک سرمہ کر دماغ اپنے کو دیو دن عود بو

منج محبت اُس ترک کا میل ہے اسکا شکار　　میں شکاری ہوں کھیا ابرو کماناں ناندے دو

باز جنگل باگ کا سیمرغ کوں کرتا شکار

اس کے چنگل میں معانی ہے بچارا مور و مور

(۲۲۴)

مرے مذہب کی باتاں کھولکر اب کیا پوچھینگے کو　　ہمیں جانے و مذہب اے رقیباں کیا غرض تمکو

پھولاں کی شاخ پر بیٹھا ہے بھنورا نیہہ سوں جھلتا　　بھریگا شہد سوں اب تو ہمن اللہ جیو کا جو

ابرؤں روں کا چھایا ہے ترے مکھ سور اوپر　　او ابراں تھے جو ڈیے مہ بتاں اس تھے دل کیا ہے خو

کئے بنیاد مستی کا تمن دکھ زاہد و جاہل　　کروں کعبہ میں سجدہ ہر کد ہر کوئی کہینگے مو

ازل تھے ہم تمن میں یاری ہے اے ہر پیتا　　عجب کیا ہے چھپا کر دو مئے منجکوں پیالی دو

مو میں یک بات و دل میں تا ایک میری نہیں عادت　　تمیں سنگ دیکھو انگ ہیرا کہ یک یا نہ کیے مد تھے بو

ہمارا عشق کا مجمر سو سر تھے روشنی پایا　۱۲۵۰　اگر ہو رعود و عنبر سونگھ کر ماناں کوں کروں خوشبو

کروں تعریف میں کس دھات سوں میویاں کے رنگاں کا
(کے)
یوون جوبن کے ملکیاں کوں لگیا ہے میوہ رنگیں ہو
(جوانی کے — مو لکوں کو)

بہشتی میوے ارزانی ہوئے ہیں اب معانی کوں
رقیباں لے برائی دیکھکر جاتے ہیں جگ تھے ہو
(یہ — سے — تو)

ردیف ہ

(۲۲۵)

شبیہ ہتی روں کا نوش تج مکھ پہ ہوا چردہ
باندھے ہیں حماری کا اس نین اپر پردہ

تھا حکم سلیماںؑ کا خاتم ستیں جن اوپر
مکھ حکم ستیں حکماں دو جگ میں سدا کردہ

نور نبویؐ مکھ پر تیرے سوا دیتا ہے
دانش کی نظر میں ہے اس نور تھے پروردہ
(سے)

بے دانہ و پانی تھے آدمؑ اچھے کیوں زندہ
(سے — رہتے)
مکھ دانہ ازل تھے سیج منج جیوں میں آوردہ
(سے — سونچکر — میرے دل کے لئے)

دانے اوپر انچل کا دو جھل کر ہے نہ کا
کیوں جاؤں چرا چرنے دو دام ہے گسترده
(وہ — دو)

اس دانہ کتیں میرا دل دانہ ہوا چُھننے
دے خمس وو دانہ کا مو نیر خضر خوردہ
(چارا — وہ — میرا)

تج عشق کے پنہاں میں مکین معانی ہے
یا جوت نین منج پر تا دبیسوں کرو پرہ

(۲۲۶)

تمن روشنی بن ہمن روشنی ناہ　　۱۶۶۰　　تو دیدار بن سبھی دیدار ہیں کاہ
تہماری　　　تیرے
سبھی جھاڑ کوں پت جھڑی باؤ آیا　　　جگر کھانس پر ہے نظر تو دسوں شاہ

تمن خیال سیتی ہمیں خیال باندھے　　　رقیباں نو جھیں بے با آہ ہے آہ
تمہارے　سے　　　یہ
نمازاں کروں راتدن ملنے کیا ہیں　　　ہوا منجکوں روزی ذو الحمد للہ
لی
اندھارے کیے یا دل منجے بڑی جو ہر　　　خدایا تو بھیجیں ہمن یاد دلخواہ

کتا صبر فریاد کر چپ نرہ توں　　　کروں آہ آہاں توں نہیں ہوتا آگاہ

ہوا بیقرار آہ آہاں تے میں اب　　　نظر یا منج او پرسو نگا کہ جیوں ماہ
سے　　　ڈال مجھ پر　نظر آؤ نگا
کریگا اگر یاد وو منج دکھی کوں　　　کروں یاد اگر کس کوں استغفر اللہ
وہ　　　کسی

معانی ہے عاجز تری خدمتاں میں
نہیں سُدبُد اسکوں توں کر سب تھے آگاہ

(۲۲۷)

نیناں کے بند میں الجھیا ہوں کن نہیں ہے آگاہ
نا بوجھ سک کہنتے منجکوں دیوانہ گمراہ

نیہہ کھرگ دھار اوپر چلنا بہوت ہے مشکل
چل نا سکے اس کے اوپر کھوئی ہیں سب اپنی راہ

پیارا عشق کا ہو کر تیہہ صف میں ڈرتا ہوں
ہے مدعا یہ میرا سجدا کروں وو درگاہ

ملّہ پھول آسماں میں دستے ہیں تارے جو ہر
اپ کام میں ہیں پھرتے نہیں کس تھے کوئی آگاہ

ہیں مات تیرے جسم انگے کیتقیا دو رستم
چیرے بندے ہیں تیرے ہمکوں رکھ اپنے دلخواہ

کن لکھ سکے حساب تیری صفت کے یا رب
منشی تو جھیں انشا قلماں ہوے ہیں جیون کاہ

کافر کہو منجے کوئی یا زاہد و مسلماں
احرام باندیا اس کا نا سوجے ہور درگاہ

تج نیہہ صور کوں جھارن کوئی جگت میں (؟)
یک رنگ ہوے سو جھاڑے تو دیسے رب جیا

ترکیب ہے ہماری ترکیب لے ترا کیب ٹک نوش دارو بھیجو ترکیب ہوو لگا شاہ
بہت

ہیں طفل مو تمہارے مکتب تھے علم پوچھیا تو دیویں عالماں سب شاباشی منجکوں گہ گاہ
سے

پیے سرفرازی بس ہے دو جگ منے معانی
میں

منج سیس پر لکھیا ہے اسم محمد اللہ
میرے سر

(۲۲۸)

رکھے ہے منج کو شہ میں اپنے دلخواہ ۱۶۸۰ ہزاراں شکر کرتا ہوں تا سحر گاہ

ہمن بزم میں نہیں ہے شیشہ کا حاجت کہ دل شیشہ کرتا ہے قلقل شہنشاہ
ہماری

کیا ابتدا ظلم تم حسن کا اب منج اس ظلم تھے اپ پنہ میں رکھ اللہ
سے اپنی پناہ

اٹھیا باد چوندھر تھے تج عشق کا یو گئے ذرہ اوڑ میں رہیا ذرہ درگاہ
سے

ہمن کوں ہے تبخانہ او خال ہندو کروں سجدہ اسکوں دکھاوے منجے راہ
وہ

نھنے پن تھے رکھیا ہوں تج در پر سر کہ پایا ہوں دولت اسی تھے کمیں گاہ
بچپن سے سے

معافی گنہگار ہے بخش یارب
بندیا دل ترے مہر سوں توں ہی آگاہ
(باندھا)

(۲۲۹)

عشق گھر میں کرے اپ آشیانہ — سجن تجکو سہاتا ہے اسے خانہ
(اپنا) (سجا) (یہ)

ہنسی میٹھائی سیتی دل بہلائی — نبوجے کن کچل انکھ رکھے دانہ
(سے)

تن باساں سیتی پنکھی ہوا ہیں — نہ لے گی بوج بلبل منج فسانہ
(سے)

چڑیا ہوٹاں کی مسی کا اثر منج ۔۱۶۹ — اسے مستی نہیں ہے کس خمار خانہ
(چڑھا) (مجھ پر) (یہ) (نہیں)

دیکھوں جب آس سوں ہوئے آہ پڑدہ — ہوا ہوں اس تھے میں سرتھی دوانہ
(سے) (پھر سے)

سنار و پیے کی چوری میں نچاؤں — چرا تا ہوں اد یا قوت خزانہ
(سونا روپیہ) (وہ)

ترنگ تج ناز رستم نا سکے چڑ — تین تیز آب سوں کرتے نشانہ

کشش بڑی اپر کن چل سکیگا — ہزاراں لرزہ ہی اس کارخانہ

فلک قلاب سوں باندھیا ہے سیڑی

معانی تو دِسے شاہِ یگانہ
اسی لئے نظر آئے

(۲۳۰)

میں دعایاں پڑوں کیتا نکرے منجکوں نگاہ   ٹیلا پیشانی پہ لا جاؤوں گا اس کی درگاہ
کیا

مے ہے مجلس منے کن لاف صبوری مارے   اسے عاقل نہ گنو تم وو اہے سب میں تباہ
میں   وہ

نور ہو قد کے بچن بولتے صحبت میں تی   جل نکلتا ہی دھتواں تج تھے سحرگاہ پگاہ
سے

عرضہ کرنے کوں پھولاں کن تھی صبا آوے باد   کیمیا دشٹ کروتا دھریں سر پر سب شاہ
سے   نظر

پگ ہیں نازک ترے ہور ناز کا رفتار اہے ...   سر ہیک پا پہ کھڑا اہے کہ ہمن بخشو گناہ
قدم   اور   ہمارے

مستی سوں جب ... بگڑی بھنواں اوپر کچ   میں دعا کرتا ہوں یا رب کہ اس اپنی پناہ

پکڑے اغیار نپٹ اب تو معانی دنبال

صبر گزریگا تو ہشیار ہمیں مارینگے آہ

ردیف ی

(۲۳۱)

سہیلی کہی یوں کہ تج نیہہ تھی بالی — سو مدمست ہو ملنے کی ہوی اوتالی
تیری محبت — ہو کر کیلئے جلدباز، مشتاق

مدن بان سانٹے پاکاں تھے چھندسوں — کہ جیواں ہرن پر ہرک زلف کھالی
تیر مارے سے عشوہ سے — دلوں کے

پیا بن برہ دکھ ستاوے سدا منج — پیا سوں ملاوے سو دھن منج جو آلی
کے بغیر فراق ستاوے مجھکو — نازنیں مجھے

سجن کے درس تئیں ہمن تیں پیاسے — دکھا کر پیا کوں سگھڑ منج سنبھالی
درشن کیلئے ہم — دکھا مجھے

مرے دل میں نس دن تھے ہی پند بستا — کہ نشہ کے چرن تھے نہ ہوؤں نرالی
رات سے — قدم سے جدا

سہیلی توں خاطر پیا کا پکڑ کر — سجن کے خیالاں ہے سب لا دیالی

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہو سرسوں
شروع سے
جوبن ناد نانخ چولی میں کھالی

(۲۳۲)

نہ بچھڑوں سائیں تھے یک تِل سہیلی ۱۷۱۰ پیا کی رنگ سوں میں ہوں بکیلی
سے لمحہ — سے اکیلی

سدا پیو جوت سوں میں جگمگاتی — پیا نیہہ کی چھب سوں ہوئی ہوں چھبیلی
پیا کی جھلک سے — کی محبت سے

سکیاں پیاریاں متے میں پیو کی پیاری — ہوی پیو نیہہ سوں پھل جوں نویلی
میں — پیا کے عشق سے پھول

سجن قد سرد سوں منج دل بندھایا — پلیٹی روکھ کوں جوں کونلی بیلی
کے سرو جیسے قد سے میرا — درخت کو جیسے

پیا مطلق منجے دل تھے بسارے — پیا بن کیوں جیووں کہہ ری سہیلی
مجھے سے بھلا دئے — کے بغیر زندہ رہوں

سینے تھے منج پیاری نیں اُتاری — کیے رنگ رس سیتی منج نت نویلی
سینہ سے مجھ نہیں — سے مجھے

نبیؐ صدقے قطب شہ سیتے
سے

بچھوڑے سیج پر منج کد یکیلی
مجھے کبھی اکیلی

(۲۳۳)

پیاری سُہاتی ہے ابھرن سوں بھاری — توجا گا کرے من میں چھند سوں پیاری
جگہ — عشوہ سے

او چنچل کوں دیکھیا ہوں ہو گن ہیں ماہر — بھلائی ہے تو عاشقاں کوں اوتاری
وہ دیکھا

محباں کے من لبدے ہیں تج سوں دایم — کھلی اُن نین ہیں برہ کی خماری
دل مائل ہوے تیری طرف — آنکھوں فراق

مدن بان ساندے ہی چھنداں سوں موہن — ہوئے عاشقاں دل کے اُس تھے شکاری ۱۷۰
عشق کے تیر مارے عشووں سے — سے

نین سوں نین لاکھ موہی ہوں بیو پر — کہ تن من ابس اُس کے انگ پر تھے واری
آنکھ سے آنکھ ملاکر فریفتہ ہوئی ہوں پیا پر — اپنا جسم سے

سجن کے چرن پر رکھی سیس اپنا — جگت کوں پیا دھیان ہیں من بساری
قدم سر — دنیا کو پیا کے خیال بھول گئی

نبیؐ صدقے قطبا پچھانیا ہے تجکوں
پہچانا تجھے
کہ سب میں ہے توں اُنگی من کی پیاری

(۲۳۴)

پیا کا عشق ہے میرا یار جانی — بن اُس نیہہ کوں جیو کریں نجانی
بغیر اسکی محبت کے کس طرح جیوں مجھکو معلوم نہیں

محبت ہے منج جیو چمن کا سو میرا — پرت پھول رنگ رنگ کے اسکی نشانی
میرے دل میں — محبت کے

ہوے عاشقاں روپ لیلی نہ مجنوں — ولے ہوی ہمارے وقت او کہانی
وہ

عشق پنتھ میں جن نہ بے تاب ہووے
اُسے عاشقاں کہیں نہیں او سیانی

محبت کی سلطانی ہے سب جگت میں
کہ اُس سم نہیں کوئی گیانی و دانی

سمج سے نا ہر کوئی معنے پرت کے
نہیں فہم ہر کس کوں یہ اپچانی

نبی صدقے قطبا کوں پیا مکھ بن
نہیں دستا ہور مکھ یوں نورانی

(۲۳۵)

چھبیلی ہے صورت ہمارے سجن کی
کیا پوتلی اس کہوں اپ نین کی

نہ دیکھیا پچھل کوئی اس سار صورت
سراؤں سکتے زیب اپنے موہن کی

چندا سا دیکھیا مکھ اس سرو قد پر
تو ہوئی ہے شرمندہ پتلی گگن کی

ترا حسن پھل بن تھی نازک دسے تو
نہ دسے ترے آنگے چھب کوئی بن کی

نین تیرے دو پھول نرگس تھی زیبا
نزاکت ہے تج مکھ میں رنگیں چمن کی

ترے زلف پھنداں میں دل عاشقاں کے
رہے ہیں سو عاشق ہو پیو کی نین کی

نبیؐ صدقے قطبا سوں او پیو ملیا ہے
تو کیا کہہ سکوں بات اس مکھ سمن کی

(۲۳۶)

چندر کوں سائیں کے مکھ تھے سہائی
بخت اس کے جن اس چندر کوں منائی

او خوش ہت جو چندنی کوں لا دوں گلے
کہ منجکوں مرے روٹھے پیو سوں ملائی

انگن کانچ پر موتی چونی بچھاؤں
کہ سائیں کے پھل پگ اس او پر بنائی

چندن ہور عنبر کدم کر لگاؤں
کہ موہن کوں خوش باس تیں تن بھائی

گلاب آچھے انگن میں چھنکا و کے
پیاری ہو مندر کوں چھنڈا سوں آئی

بچھاؤں صدرت جو ہیرے کا جوں
سُہے میرے لال کوں اچھب کہ جائی

نبیؐ صدقے قطبا پیا مکھ کنول کل
بھونر منے منج دلکوں تل تل ہلائی

(۲۳۷)

مرے چاند کوں چندنی کی نس سہاوے — کہ جوں نور کسوت سوں سورج پناوے
چاندنی رات زیب دیتی ہے — پہناوے

موہن چھند بھرے کوں منا لیا ؤ ہم گھر — کہ ناپنے چھند بند سوں مومن رجھاوے
ہمارے — میرا دل

پیا سوں کھیلی نیہہ ات بال پن سوں — تو رنگ رنگ سوں او گڑ بھر یا مج بھلاوے
کے ساتھ محبت بچپن سے — سے وہ مجھے

سجن بول تھے پھول جھڑتے ہیں جیو کے — عجب کیا جو اس باس سوں مج بھلاوے
سے دل — سے مجھے

جکوئی اُس دو نرگس کے سرمت ہیں — او نو کوں نین رنگ کا مد پلاوے
جو کوئی — اُن کو آنکھ کے کی شراب

توں سورج ہے چند تارے تج تھے سہاوے — ۱۰۵ کہ جوں ..... اپس نور سیتی سہاوے
تو چاند تجھ سے — اپنے سے

نبیؐ صدقے قطبا کے تیں نت نویلی
انند راگ نیہہ مطرباں ہت گواوے
کے عشق کے مطربوں کے ہاتھ سے

(۲۳۸)

گوری سر پناری بہو چھند سوں اپ نواری — تو سائیں کے سومن میں ہوئی ہے وو ناری پیاری
بہت عشوہ سے خود کو — اسلئے وہ

سُہنتا ہے رنگ لن بر اُس بانین یا ہر اُس
پھل پگ ہے یا چرن اُس یا زلف یا نسکاری
پھول جیسے قدم

یاقوت دو ادھر ہیں دو گال پھل نظر ہیں
ہونٹ پھول
یا نس ہیں جوں قمر ہیں کیوں لکھ سکے چتاری
رات مثل کسطرح مصور

خوباں کا من ریجھاوے پیاری کا دل بھولاوے
مد رنگ نیں پلاوے جس نا اچھے خماری
یہ سے زر ہے

رخسار گل گلالی دو پھول ہیں ہلالی
بہو رنگ سوں بن کہ بالی مد بزم کوں سنواری
سے بہت

شیشے رکھے بھرا کر نقلاں بیچ بنا کر
نا پیوے اپ پیا کر پی ہے مست تاری
پیا سے مست ہے

صدقے نبی قطب شہ تج سوں ملی آ بالی
تجھ سے یہ
جس حسن کا ہے جگ میں چوکھنڈ شور بھاری
چاروں طرف

(۲۳۹)

ہمارا سجن خوش نظر باز ہے
تو اُس دل میں سب عشق کا راز ہے

گلے یا ہتہ دے کھیلے ناریاں سوں کھیل
میں ہاتھ ڈالکر عورتوں کیساتھ
۱۷۶۔ جیوں کھیلے پیا وو سرافراز ہے
جس کے ساتھ پیا وہ

ادھر رنگ بھرے سُہتے مانک تمن
ہونٹ رنگین زیب دیتے موتیوں کیطرح
کہ یاقوت رنگ اُن تھے وارا ہے
سے

سکیاں سائیں چھند سوں نپوا آپ — تمن حسن کے تیں سو او ناز ہے

تمہارے

سنوارے ہیں مجلس پیا روپ سوں — مدن مطرب اس میں خوش آواز ہے

اپنے چہرہ سے

سنوار یا ہے من موہنیا اپنے تیں — پیا کوں اینو سوں تر کتاز ہے

سنوارا اپنے لئے — ان سے

نبی صدقے قطبا پہ آنند دار

عیش کا دروازہ

علی کی میا تھے سدا باز ہے

محبت سے

(۲۴۰)

سجن کے نین پھانسے مستی کے ڈھالے — اس اوپر سہے نقش چھند بند جالے

پھندے — زیب دے

پیاری سوں ملنے کا پھانسا پڑیا ہے — سکیاں من تو ہیں اوسی تھے او تالے

سے — پڑا — سکھیوں کے دل — اسی لئے

لٹک چال سوں جب چلے سرو قد سوں — او چھب دیکھ کر سرو اپ تا سنبھالے

سے — (جیسا) لیکر — وہ — خود کو

پرم رنگ رسیلے کوں گر سوں رچھا کر — لگا دوں گی چھاتی پلا دونگی پیالے

محبت کے — سے — کو

چکا ونگی اس حسن ماتی نین کوں — پرت بین سوں سائیں کا من بھلا لے

حسن کی دیوانی آنکھ کو — سے — دل

سہیں دو ادھر رنگ بھر آچھی ہو کے دیسیں دو تو او گال جوں پھول ڈالے
زیب دیں ہونٹ نظر آتیں وہ

نبی صدقے قطبا کہ اس پاس سہتے
پرم مد کی مجلس میں مے ویتے پالے
محبت کی شراب کم عمر

(۲۴۱)

پیا کے نین میں بہوت چھند ہے او دو زلف میں جیو کا آنند ہے
بہت عشوہ وہ آرام

سجن یوں میٹھا ئی سوں بولے بچن کہ اس خوش بچن میں لذ قند ہے
سے

موہن کے او دو گال تشبیہ میں سورج ایک دوجا سو چوں چند ہے
وہ دوسرا چاند

نول مکھ سہے حسن کا پھول بن نین مرگ ہور زلف اس پھند ہے
آنکھ ہرن اور پھندا

او کسوت تھے جیو باس مہکے سدا تو او باس ناریاں کا دلبند ہے
اسکی سے زندگی کی خوشبو وہ خوشبو

پیا کوں بلا لیائے ہوں اپ مندر دو تن من میں اس تھے ہمن دند ہے
اپنے مکان میں رقیب کے دل میں اسوجہ سے ہماری مخالفت

نبی صدقے قطبا کوں اپس سیج لیای
تو چوندھر خوشیاں ہور آنند ہے
اپنے چاروں طرف سے اور

(۲۴۲)

میں اپ پیو سوں آج رین جاگی ساری ۔۔۔ ۱۷٫۰۰ پلک پر پلک شوق سینتی نہ ماری
اپنے پیا کے ساتھ رات — سے

پیا بن گمے ناں منجے ایک تل خوش — پیارے کوں یوں جینا سُن میری پیاری
کے بغیر گذرے نہ مجھے لمحہ — یاد کرنا

او مکھ سم چند انیں ہے جھلکا رچھب میں — او نیناں کے انگے چھپے رُج تاری
اُس چہرے کے مقابل چاند نہیں ہے — ان آنکھوں کے مقابل

پیارے کے کنٹھ لاگ آنند سوں رہنا — زمانے کے کاماں کوں نیں کچ پتیاری
گلے لگ کر عیش سے — کو نہیں ہے کچھ بھروسہ

نہ رہ سک سوں یک چھن پیا تھے جدا کب — کہ ہرگز کدہیں پیو تھے نیں ہوں تیاری
نہ رہ سکوں لمحہ سے — کبھی پیا سے نہیں

پرت کا تیر اہا وا جس کوں لگیا ہے — جیا اُس کا تج سوں بندایا ہی بھاری
محبت ہوا کو لگا — دل تجھ سے بندھایا

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل کر رہوں گی
کے ساتھ

او شہ کے چرن سینتے ناں ہوسوں نیاری
وہ قدم سے نہ ہوسکوں جدا

(۲۴۳)

پیاری کے نیناں ہیں جیسے کٹارے — نہ سم اُس کے انگے کوئی ہیں دو دھارے
برابر آگے

اثر تج محبت کا جس کوں چڑے گا ترے لعل بن اُسکوں کوئی نا اُتارے
چڑھے ہونٹ کے بغیر

دو لوچن ہیں تیرے لنگ چور راوت او نو سوں دلیری نکر سب ہی ہارے
تیری نہ کرے ان سے

سُہاتا ہے تجکوں گماں ہور غروری ۱۷۹۰ کہ ماتے اہیں تج حسن کے پیارے
اور تیرے

سکیاں میں ہی توں مرگ نینی چھبیلی سجن تو نہیں ہوتی تج تھی کنارے
آہو چشم تجھ سے جدا

عجب تے چنچلائی ہے تیری تپن میں کہ کھنجن نمن ایک تل کیں نٹھارے
شوخی آنکھ کی طرح لمحہ نہ ٹھہرے

نبی صدقے قطبا سوں مل پیو جم جم
کے ساتھ

وو چند مکھ کہ جس مکھ تھی جوتی سنگارے
وہ چاند جیسے چہرہ والی کے چہرے سے روشنی کو آرائش ہے

(۲۴۴)

نین ہیں دو پیاری کے جیسے مولے بھنواں کی ترازو سوں بہو چھند تولے
سے بہت عشوہ

کُندن کی ہے پتلی جیوَن کی ہے مورت تو سُہنتی ہے امرت بچن اس امولے

چمن پھول سب باس خوشبو کا پائے سُگھڑ سُندری جب اپس کیس کھولے
اپنے بال

دسن جوت ہیریاں تھے آلے دیے تب
دانتوں کی چمک سے اعلیٰ چمکے
سکی جب ادھر لال تھے موتی رولے
ہونٹ سے

نین کوں کیاں ہیں دو کھنجن پیا کے
نین کوئی کیاں چلبلاتے سپنولے

نظر جوت پایا ہے اُس مکھ صفا تھے
چہرہ کی سے
کھولے دل کو اڑان جو ہو بات بولے
دروازے

نبیؐ صدقے قطبا کی دشٹی پرم تھے
نظر محبت سے
سکی مکھ تھے جوتی اہیں نور سولے ۱۸۰۰
سے ٹپکتی ہے

(۲۴۵)

ہمن سوں یاری لو لائے پیارے
ہم سے استوار
کہ یک تل ہم سوں مل سکوں بسارے
لحہ سے مگر بھول گئے

پیا گل کنٹھ مالاں تھے نسو ہی
سے
کہ اپ جوتاں تھے کنٹھ مالاں سنوارے
اپنی جھلکوں سے

کوں پریل چنڈں ہیو رنگ مہکے
کہ اُس باسوں ہوئے سرست سارے
خوشبوؤں سے

کجل نینی تجے مستی سہاوے
تجھے
کہ تج نیناں تھے ٹٹتے لعل تارے
تیری آنکھوں سے ٹوٹتے

سورنگ تنبول تج ہوٹاں بنیاں تو
خوش رنگ تیرے
کہ قدرت ہت سوں پھل پھنکڑی نگارے
ہاتھ سے پھول کی

ترے مکھ تھے دیپے اپس اوجالا — او جھلکاراں کوں دیکھ چند سور ہارے

چہرہ سے چمکے — اُن — چاند سورج

نبیؐ صدقے قطب سائیں سوں ملکر

سے

کرے خوشیاں اسی تھے ٹک نٹھارے

اسی وجہ سے ذرا نہ ٹہرے

(۲۴۶)

دوتی ہمن سیتے برائی دیکھاتی — جکچ دھرتی اپ من میں بھاتی

رقیب ہم سے — جو کچھ اپنے دل باہر ڈالتی

پھتر ہات نا ہوسنے تانبے کے کام — کسنڈ کوں سنے نا دکا ہے بناتی

پتھر کے ہاتھ سے سکے — سونے کی طرح کیوں

برے کوں لنگسے سو کوئی خوب کرنے — کھٹیل اپنا زرگر کوں کاہے دیکھاتی ۱۸۱۰

نہ سکے — کتھل کیوں

دیکھا نا فلک اُنکے تیں جو برے ہیں — پلک پر پلک مار لگ ہاتی ہاتی

جو

گنوائی ہے دوتی جنم سب برائی — بھری ہیں سکیاں دشمنائی سوں چھاتی

رقیب — سے

جو کوئی دھیاں ہور گیان میں دل رکھے ہیں — خدا تھے سدا اُنکوں خوبی سہاتی

اور — سے

نبیؐ صدقے قطبا کی دوتی کا مکھ ہے

رقیب

سدا تیلا پیلا کہ او ہے کہاتی

وہ بدذات

(۲۴۷)

مرا من کُندن ہے مُنجے کی کساتے — بنی کم سنائی ہے تس آزماتے
مجھے کیوں کستے

محبت منے یں موں جوں پاک سنا — کہ سنگار سکیاں کے منج تھے سہاتے
میں سونا — مجھ سے

برہ موس میں دوتی کوں باک گالو — کہ گن اُسکے پیو پیاری کے تیں سنتاتے
فراق رقیب کو — ستاتے

دوکھاں کے ہتوڑیاں سیتے خوش سنواری — کہ دوتی کے چھند بند نیں پیو کوں بھاتے
سے — نہیں

جہاں لک ہے من موہنیاں کی سنگار — پیا مکھ کہن جوت تھے رنگ پاتے
سے

برے سُنئے کے نمنے دوتی کوں جالو — ۱۸۲۰. برہ آگ میں کرتی ہے اپنی بہاتے
سونے مانند غیر کو جلاؤ — فراق کی

نبیؐ صدقے دوتی کے ہت سوں قطب شہ
غیر ہاتھ سے
پیاری سوں ملکر ہوے راتی ماتے
سے — رات کو

(۲۴۸)

آج کل نیں تھا ازل تھے عشق کا مکتب منجے — تو ابد لک یوں پھبیا ہے عشق کا مذہب منجے
سے نہیں بلکہ سے مجھے — تک اس طرح مجھے

عاشقی کے علم کا دیکھ عشق سب عشاق مل
معشوقی استاد کن بسلائے روز و شب منجے

تو ہوا عالم میں پھر عالم میں نیہہ سوں کر عمل
علم سارے میں علم ہو کر کنے جگ تب منجے

پڑ کیتیاں کے تحقیقی عشق یک بحث سوں
نس پہ لکھ شلے سکھائے چھند بند دو لب منجے

نیہہ کی نگری میں چڑ دل تخت جیو ڑا کہیا
لامکاں میں کا مکاں بی آج دستا سب منجے

عشق پیچا پیچ لے کر مار پیچاں پیچ لاکھ
دھن سوں ملنے تئیں سکھایا روز و شب یارب منجے

عشق سوں بولیا غزل حضرت نبیؐ صدقے قطب
صافی کے اوصاف میں کے صوفی کی مشرب منجے

(۲۴۹)

پھلئے رین یا متارے کھن یا بھو ترے مکھ لے موگری
یا نیلمی تاراں سوں بھر موتی پروے سو کری

سروں ہے او یا سینوتی پھل یا سینپیاں جو ہریاں کے
یا چند نو دکان دیکھ پائے جگ جوہری سنو کری

۱۸۳

بھواں ہے او یا دو نو آن یا مد ہے دام کے
وو

یا چند نوی یا بھونرے پر نا سمج لیں جگ جو کری
چاند نیا

یا مکھ ہے او یا چند پنم یا سور شعلہ نور یا
چہرہ وہ چاند پونم کا سورج کا

یا درپن او یا جام جگ یا پھل سرک کی لوگ ری
آئینہ وو پھول

دھن کا دہن ہیریاں کا کھن لب لعل کند ہنی ذقن
عورت ہیروں کی کان

سنتے سینے پر کچ رتن نیں ایسی کیں کس یو کری
سونے جیسے سفید سر پستان کچ موتی نہیں کہیں

جو لے طنبورا ہات میں گانے لگے سہیلیاں سول
ہاتھ کے ساتھ ملکر

کنٹھ زیل اپنا تن کے جوں گھوڑاں گلے ہیں کھوکری

حضرت نبیؐ کے صدقے سن بانان قطب شہ مست ہو

کھیاکہ کر تا رات دن ایسی کی سوں بھوگری

---

(۲۵۰)

میرے صاحب نہ لوڑوں تیرے باوے (چاہوں) — بغیر از بھی منجے ہور کچ نہ بھاوے (اور کچھ)

تیری دوری سو ایسا کام کرتی — ولولاں منج تھے بولیا نجاوے (سے)

منجے امید واری وصل کی ہے (مجھے) — جتا دوری سجن کی ہاوے لاوے (جتنا فراق)

کلی من میا باو بن نا کھیلی منج (دل کی محبت کی ہوا کے بغیر نہ کھلے میری) — جو ین پھول بن ساجنا کملاوے

کدہیں بھی ہمیں اوت دیکھن ملاوا (کبھی) ۱۸۴۰ — ہمن آس پُروی پیا مندر آوے (ہماری امید)

اے ساتوں ستارے انداں سوں ناچیں (یہ ساتوں خوشی سے) — ہمن بزم میں آکے زہرہ سو گاوے (ہماری)

نبیؐ صدقے قطبا مینگے یو خماری (یہ)

کہ تن من محبت کی مدسوں کھلاوے (شراب سے)

(۲۵۱)

پیا بن پچھانی کہو کن سو مانی (پہچانی کس سے معنی) — رکھی ہے تمہاری سو مکھ پر نشانی (تمہاری چہرہ)

گلالی نین راتی ماتی ہین بھاری — تمن مکھ تھے مین بھید نس کا پچھانی
آنکھ — تمہارے چہرہ سے رات

لٹاں مکھ کی جوتاں او پرتوں سہاو — کہ چندر پہ سنبل سہانا کہ جانی
زلفیں چہرہ جھلکوں پر اسطرح زیب دیا — چاند سنبلہ

پیاری کوں لیاؤ سکیاں تم منا کر — کہ منج پر رین آج بھاری بہانی
لاؤ — مجھ رات

سجن کے بچن تھے جھڑیں موتی نگ رنگ — ولے نا بجھے اے بچن کوں ابانی
سے — نہ بوجھے انا بات

سجی باتاں سائیں کئے ہیں ہمن سوں — او باتاں سوں منج کوں کئے ہیں سیانی
ہم سے — ان باتوں سے مجھے

نبی صدقے قطبا سوں سجنی ملی ہے

کہو عاشقاں دھراے رنگی کہانی
عاشقوں سے یہ رنگین

(۲۵۲)

جیسا دیوانہ گانڈا ہے تیری کھتنیائی — ۱۸۵۰ عاشق جنے چاکے سو بوجے اسکی مٹھائی
گنا — چکھے

معشوق وہی جن جو بوجھے عاشقاں کا قدر — عاشق بھی وہی آکے بجے پیم دِ مٹھائی
پہچانے — بوجھے

عاشق کوں سدا وصل سوں اچھنا نہیں لذت — پیرت کی مٹھائی سو دو نو میانے رٹھائی
رہنا

نیں بوجھتی تھی دوتی کچ پیم کے کاماں
پیرم کا لذت دوتی کوں ہیں آپی چکائی
نہیں پہچانتی رقیب کچھ محبت بہت رقیب خود ہی

ناجانو میرا کام پرت کا سو ہوئے کیا
سائیں کوں بلانے سہیلی ہیں سو پٹھائی

اول تھے نبوجی میں پیا پچھ پرت کا کر
ہیں بیو اپن ہاتاں تھے گریوں سوں گنوائی
سے سے

صدقے نبی کے قطب پیاری کیے نس دن
رات پیا کو اپنے

پیاری بہو چھنداں سوں پیا آپ ریجھائی
بہت عشوہ و ناز سے پیا کو خود

(۲۵۳)

جگ موہنی دو اتم سو ناری
نشہ پیم سیتی جھگڑتی ہے بھاری
وہ عورت کی محبت سے

امرت بچنی میٹھی زباں سوں
چھند بند بھرن سوں آپ سواری
خود کو

وو چھند بند بھری ہے پیار ریجھاتی
کی سوجتی اس سوں توں گنواری
وہ

گریوں سا کرتی ہے چھند چھپالے
ہے پیم کی ہنست ہیں وو ساری ۱۸۶۰
عشق راہ وہ

ہے مرگ نین کمبند گوئی
نیناں سوں کرے کماں داری
غزال چشم آنکھوں سے

دو تن توں نکھا ہوشیار بازی — پیاری و پیا ہیں ہے سوناری

رقیب — اور

صدقے نبیؐ ہے قطب کے مانی

سکیاں ہیں یوں ہی شہ کی پیاری

(۴۵۴)

مری پیاری سہاتی ہے تجے اپ حسن زیبائی

زیب دیتی — تجھے اپنے

بہت روپ ونت ناریاں میں دیا اللہ تج شاہی

تجھے

سرو قد ناری جب آوے لٹک مکھ نور جوتوں سوں

کی چمک سے

دیکھت سورج میں رتنکوں کلی چند مکھ دکھ جھائی

چاند رخ

اپن قد سرو دکھلا کر کئے شرمندہ سرواں کوں

اپنا

توں اپنی چال دکھلا کر ہنساں کے چال بسرائی

کی — بھلا دی

بہو گنونت ناریاں ہیں اہے گنونت ناری توں

بہت

پیاری ایسی بچناسوں سنوار اپ سیج میری آئی

باتوں سے — خود

قطب شہ پیارے کوں چھاتی لگیا چھاتی محبت سوں
لگا
جو سارا اُس کی دل کا دُکھ یک تل مانہ گنوائی
لمحہ میں

(۲۵۵)

پیاریاں لئے کہو منج دھراول تج مندر آئیناں کی
یہ مجھ پہلے چھوڑکر آتی ہیں کیوں
جو آرنجانی جا بو سیاں سوں پھیر منج چوکر لائیناں کی
مجھے ذرا لاتی ہیں کیوں

اول تھے اپنے ادھراں کوں دسن سوں دوستی لائے
سے ہونٹوں کو دانت سے
نشانیاں نیہہ کی لالی سو پاناں کی چھپاتیاں کی
عشق کیوں

نچھل خوے بند کے موتیاں ست نکھاں چاندا کے ہار تج
صاف عرق کے بوند ڈالکر ناخنوں (چاند جیسے) چھوڑکر
پروکر پیو تیاں یو خوشی سوں گل میں باتیاں کی
سے گلے ڈالتی ہیں کیوں

سکیاں کی نین عیسیٰ کا اثر دھرتیاں کھیا ہیں تو
چشم مسیحا دھرتی ہیں کہا
پھرا دے نین جیو اُس کا کرشمیاں سوں چُراتیاں کی
آنکھ دل کرشموں سے چراتی ہیں کیوں

عجب بے رحم معشوقاں ہے یاراں اس زمانے کے

جو عاشق کچ کہے سن کچ اپ بچن اس کی پھراتیاں کی

کچھ کہتا ہے تو خود کچھ اور سنکر بات اسکی کیوں پلٹ دیتی ہیں

جو اعراضی ہوا عاشق کہ سن یو سارے معشوقاں

دیئے تو آس کا وصل اس اگر نیں تو بلاتیاں کی

نہیں

نبیؐ کے صدقے خوش قطبا سکیاں کوں عشق کی باری

اگر ایسی ندیتا تو اونوں پگ پڑ مناتیاں کی

وہ تیرے پاؤں پڑ کر

(۲۵۶)

سکیاں او بھی ہوں میں سن خوش خبر پیو منداآنے کی

پیا کے مکاں میں

نجانو سپنے میں مل میں کئے چالے سو جانے کی

خواب چالیں کیوں

جو دن دل میں جتا تھا منج و تا اس رین کٹنی میں

جتنا تھا مجھے اتنا رات کٹا

مگر پیاری ٹھکانے نیں سجے آئی دو رانے کی

صبا کنیتا اشارت منج پیا ماتی ہو آتی کر
کرتا
مجھے
پیاریاں کیا کروں اب ہیں مرے تبو بے پچھانے کی

سو اپنے ہیں پیا مست ہو ہنستے آ گل لالہ
کہے کیوں پیاری کر بو جھتی سو منج جیو کوں لجانے کی
میرے دل
کدھیں بھوں سوں نین سوں کدکدھیں لب سوں نین سوں کد
کبھی سے آنکھ سے کبھی کبھی سے آنکھ سے کبھی
۱۰۱۰
بشارت دیتی ہیں چھند بندوں ہا یا من کا بانے کی
دل ڈالنے
سبج تھے جاب کچ دی نیں پیا سوں مسکتی ہو ہال
سمجھ سے جواب کچھ نہیں
کہے انتا کی یو سبج یا پیا تم کرتے بھانے کی
اتنا یہ بہانے کیوں
نبی صدقے سکی قطبا کوں ...... کنائی سوں
کیں ایسے زمانہ میں بہوت بات ہی سمانے کی

---

(۲۵۷)

نین تج کھنیر و تو عنتر پھر کے سٹانی کی
وے سو کے ٹکرے بجلیاں کے ان ہت کھا باتی کی

نکھنڈ انس گنٹھ جوڑی کوں جو کھوں بک سو نارے توں
خزینے جیو دلا مخزن ہے گھر تھے چراتی کی

نین عشاق کھوجی ہو کہ پا کر کھوج یو کھیلیں
جو پتلیاں نیں چراتیاں تو نین پر ماگ جانی کی

اوک ہا کاں کھکاٹی ہور زلف سنگ لے بچاونل
بجنتر یک پینجن گھنگرو کینتاں کشتاں پھراتی کی

نین عشویاں کے شہراں ہیں کرشمے تیرے کتوالاں
دے بنتیاں ناز کے غمزیاں کوں سو نوبت کراتی کی

بیتا دھٹیا گی کیا پیاری جو انکھ مج انکھ کھولے لک

جو اُن بے کنت لینے کوں نہیں تج عار آتی کی

اگر تج مد جوانی کا نہیں توں مست کیتا تو

قطب شہ کوں بیاں لک لک منا کر سیج لاتی کی

(۲۵۸)

سورج مکھ پھول پر پھیلئے ہیں عنبر پھول کنول کے

۱۸۹۰

نپائے یو عجب پھولاں سو مشکیں کیس اچپل کے

گھنگروالیاں چھب الکاں چھب نین پر فتنے کرتیاں لگ

سو جو نکے مست ہر نیاں گل زنجیر پائے ہیں..... کے

چکوراں ہور ادین ہنس سو رنگ سرخابی پھل دیکھت

چندر مکھ لب شکر تے سر سو خوبی ..... ندوانی چنچل کے

جو زرمل موتیاں چولی سوں جوبن دیکھ پوچھا ہیں
پوچھا
سو کے چھند سوں چھپا لیکر کہ آئے دن آج آنچل کے

پدک دھن پین چھند بند سوں پھرے دھن جواں ہو حیراں
پہن
مگر لیائے پکڑ سورج کوں موتیاں ہار نج گل کے
موتیوں کے ہار تیرے گلے میں

ترے جوں بام آجل میں دسے رو ماولی یوں اس
تیرے جس طرح مچھلی پانی نظر آئے اس کی
نجانے دے رکھے لہراں سوں کندن زیر زرل کے

چھبیلی سن غزل قطبا کی خوش ہوا بچن کن میں
کان
کہونگی ایک گر بوسے دو دے ہے اوچھل انچل کے
آڑ میں

(۲۵۹)

نیچھل کندن ترے لب کا کسن سو تل کسوٹی ہے
صاف
کہ یا او اہرمن کے ہت سلیماں کی انگوٹی ہے
وہ ہاتھ میں انگوٹھی

اُتم منگ سیس مکھ میں یوں دیسے جوں شاہ بیساں کے
نظر آئے شکل
پہن تس کا سو سنبل رنگ بھوں کا رنگ چوٹی ہے

زرینا سر تھے پگ سنیں کوں ناداں سو دسندراں کر
سر سے پاؤں تک پہننے کے لئے
لک زرگر کے ہت گھڑلے سو نو چند کی ہتوڑی ہے
ہاتھ سے نئے چاند ہتوڑی

جے توں ہت پگ نکھاں ہیندی زمرد رنگ سو رنگی سو
جو ہاتھ سے پاؤں کے ناخن مہندی خوشرنگی سے

۱۹۰۰

ہر یک نکھ رنگ ہیریاں پر لعل رنگ بر بہوٹی ہے
ناخن

گلالی تافتا بند پین چولی لعل رنگ تس میں
پہن کر
جوبن بالا چھپا کے منج ہر یک ہیر کی کوٹی ہے

سن اے بالی اپن بالے کے سینے پر توں ہو بالا
اپنے
نہ سن بیری دو تن تھے کچ کہ دو تن بھوت کھوٹی ہے
رقیب سے کچھ رقیب بہت

چنچل ناداں ہو دانا نہ کرنا دان کے چالے
توں سن قطبا سو ملنیں نیں بھولاں سوں تخت اوٹی ہے
ملنے کے لئے

(۲۶۰)

چھبیلی کیں کھب کھب دیکھ مرے نیناں خیالاں کے

بالوں

کہیں کجلی سنبل موجاں کہ ہندو سیام ڈھالاں کے

کھباں سوں کج سجل ہے کر نین پیالے ہو دوڑے سو

آنکھ پیالے بن کر

سو جل سم رنگ سراپاں ہی جوانی دھوپ چھالاں کے

پانی کی طرح کا سراب

چھٹ آ چھٹ سوں گھنگھر والیاں لٹاں نیناں پہ چلبلتیاں

چھوٹ کر سے گھونگر والی زلفیں آنکھوں پہ چلبلاتی ہیں

سو جوں دیں نیر کوں لہراں کنور نرپ چالاں کے

مری نیناں کی پتلیاں کے نین پتلیاں ہیں سامی سو

اہیں اوصاف جل درپن نین میں عکس خیالاں کے

آئینۂ چشم

جو موتی ڈھال ستروں کے نچاوے پھول گالاں پر

تو زلفاں کے سو حلقیاں کوں نمو لے کر لے بالاں کے

کرن پھل چاند جو پھر تارے موتی سو سنبل تارے

جو چاند آسمانی رنگ چڑیاں گ کندن برن دالاں کے

اچنبا بھید دکھلائی سندر منج آج آپ کن پر

ستارے سنبلا ہور چاند او جھل اپنی بالاں کے

سونوں مکھ سور راجے پر رومالاں زلف مشکیں کے

اوڑتا ہو محلدار آپ دیکھ چھنداس رومالاں کے

جوبن جیسے کمل اوپر بھونز بھیٹیں اہیں با دو

پہنے بیٹھے ہیں کنڈل کر جو دیکھیا راس مالاں کے

بھرے مے لعل پیالے لعل ہیں اپ لعل سوں پیتے

سو رس بند لعل مے تھے ہوئیں ادکھ رنگ لالے لالاں کے

اچنبے بھید تشبیہاں نویاں قطبا تھے سن کر سب

لگے کرنے صفت تیری چمن میں پھول ڈالاں کے

(۲۶۱)

پیاری پیاری سوں پیار کیئے — سو لباں تھے لب آپ پیار کیئے
(لباں سنتھے)

نقش ادھر پہ دسن سوں کر چھند ولا — چوم چوم گال اُرنگار کیئے
ہونٹ پر دانت سے کر چھند کیا تھا — بوسہ اُٹھا لے اکر رخسار پر نقش

نکہ سوں تصویر کرلے جوبن پر — کنچکی پھاڑ پھاڑ تار کیئے
ناخن سے

لیکھ یچ ہات کے ارم میں لیے — لے کہے کچ دیکھت انار کیئے
لکیر

خوش ہو پہنوا کہ نور تساں سوں — سر تھے پاک لگ سے سنگار کیئے
پہنوا کر — سر سے پا تک

کنٹھ مالاں پدک حمیلیاں لیا — کئے بوچھند سورکے نثار کیئے ۱۹۲۰
حمائلاں لاکر

سو نبی صدقے قطب دھن گل با
گلے میں ڈالکر
رات دن اُس گلے کا ہار کیئے
اسکو

(۲۶۲)

آئی ناری سلکھن چھند پشانی — ہندو لے چت میں لالن کوں بنگالے

بچن امرت کرنگ نینی سو ودمام | پرم کے ناؤسوں گھنگرو بجانے
سو ناری پدمنی ات چنچلی ہے | سندر مد گل سدھا کر مد جو آنے
فرشتہ دیکھ مکھ سد بھول جاوے | سرگ آچھر ہوئی ہے اس دیوانے
جنت کی پری | اسکی
پنکھی دیکھت سو مکھ پر واہوے | مرگ نینی مرگ تن میں ریجھانے
چہرہ | پرند | غزال چشم
سکی سندر نہیں اس سم جگت میں | چمک چمکا وے جگ من بھلانے
اسکے مقابل | عالم کا دل

اس غزل کے بعد دیوان میں سے کئی اوراق غائب ہیں جسکی وجہ سے یہ غزل بھی نامکمل رہ گئی ہے (مرتب)

(۲۶۳)

مے پیک موسنگات سوناشاد کرتا ہے | او ترکِ مست دیکھو کہ بیداد کرتا ہے
پیکر میرے ساتھ | وہ
رکھیا وہاں امید کہ جانیا ہوں آزمال | لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتا ہے
رکھا | یہ | ہات میں | مجھے
عاشق تو جیو تے یک تل اس کے دو آو دیں | ۱۹۰۳ | گلگشت سو بتاں پر یزاد کرتا ہے
جی سے قدم کے نیچے | ؟
شوخی کہ سر منے ہوس ترک لے و مُد | کیں کان میں نصیحت اُسنا کرتا ہے
میں | اور شراب
داغی موجیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا | او بزم جگ ترانہ کا بنیاد کرتا ہے
میرے دل | پھر | وہ

آگ فراق زور کری بجلی نمن آچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتا ہے

سب دھر نکھہ نوں قطب عاشق ہوں میں گکر

اے حال تیرا طور سو فریاد کرتا ہے

(۲۶۴)

کب لگ منگنا آچھے منگاؤں جو نا اچھے لورو نوں تو اس پاس انگاؤں جو نا اچھے

ہیرے ترے میا لنے بہوی کی کاغذاں دردے دل درو میرا ناب پراون جو نا اچھے

جس جاگہ چراکر دیکھیں دل ماہ پرستاں یکجا نہیں پاتے کہ سراون جو نا اچھے

وو..... برہ وول پاک رکھیا آچھے تو اچھے نرل ہو ہے دشت دیکھیاون جو نا اچھے

لیلی مجنوں کے سوگنا باں کی کہانیاں قصا تیرا نازک ہے سناؤں جو نا اچھے

یک جھلک جھنک نا جو غم عشق نپایا ۱۹۴۰ او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بدنکر او پار اُدم لکہ کا قطب شہ

پاری کہ نپا دے نہ سہاون جو نا اچھے

(۲۶۵)

پھل بن رخ یار خوش ندیسے ۔ بن مد پھلی جھاڑ خوش ندیسے
پھول کے بغیر ۔ نظر آئے
گلشت چمن و ہوائے کلیاں ۔ بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے دِنا سراب سوحالت ۔ بن ناربزار خوش ندیسے
بغیر معشوق کے
موبار سگر بنب و چنپا انگ ۔ بن چمن یار خوش ندیسے
ہیرا ۔ شکر لب (؟) ۔ جسم ۔ (اسکے بعد صفحات غائب ہیں)

(۲۶۶)

دو تن کے کدیرت کے گن نہ پائی ۔ دیوانی گانڈی میں نیں ہے مٹھائی
رقیب ۔ کبھی محبت ۔ گنا ۔ نہیں
سکی نیہہ کے نہالاں پھل کھیلے ہیں ۔ کہ پاس آنند کی جمناں تھے آئی
عشق ۔ پھول ۔ خوشی
پیا مورت رکھی ہوں یوں نین میں ۔ کہ اب تپلیاں کوں رشکوں نیں دکھائی
اس طرح آنکھ ۔ کہ خود اپنی پتلیوں کو بھی ۔ رشک سے نہیں
امو لک لعل رنگیں دو ادھر ہیں ۔ کہ جیو کے مدکار نگ رس ان تھے پائی
بے بہا ۔ ہونٹ ۔ زندگی ۔ شراب ۔ سے
سجن کنٹھ لاؤ پیاری کوں میا سوں ۔ پون منتے تمن نیہہ پنتھ میں دھائی
گلے ۔ وہ ۔ محبت ۔ ستہ ۱۹۵۰ ۔ ہوا کی طرح تمہارے عشق کی راہ

پرت مجلس کے تیں ہے زیب تم تھے — تو نیناں کے دیوے تم پنتھ لائی

محبت کی — لئے — سے — آنکھوں — چراغ — تمہاری راہ میں

نبی صدقے قطب شہ کوں چھنداں سوں

رنگیلی موہنی سُندر ریجھائی

(۲۶۷)

جکچ سنگار سوں تج کوں سُہاوے — عشق شیریں سوں تیرا دل گماوے

جو کچھ — تجھے — زیب دے

جو چولی نازکی نوں چینت پہنی — عجب نیں جو گگن تج گن کوں گاوے

چُست ؟ پہنی — نہیں — تیرے

چندر تج مکھ انگے کاں دسے گا — سورج بی تیری جوت انگے نہ آوے

چاند تیرے چہرے کے مقابل کہاں نظر آئیگا — بھی — روشنی کے سامنے

بجائے ہیں بہت راگاں سوں سازاں — کہ ساجن اپنی پیاریاں کو مناوے

پلاتے ہیں مدن پیالے میا سوں — سکیاں پیاری کوں تا پیو من کوں بھاوے

محبت سے — پیا کے دل کو

منتر او پر منتر کرتی ہے دو تن — سجن کے تیں اپس گن سوں ریجھاوے

رقیب — اپنے

نبی صدقے قطب شہ جن مدد تھے

سے — جنکی

جکچ مانگے سو او اپ من میں پاوے

جو کچھ — وہ اپنے دل

(۲۶۸)

ترے درسن کی میں ہوں سائیں ماتی ۱۹۶۰ مجے لاوو پیا چھاتی سوں چھپاتی

دیدار دیوانی مجھے لگاؤ

پیارے ہات دھر سنبھالو منج کوں کہ تل تل دوتی تج ماتی ڈراتی

ہات بڑھا کر ہر لمحہ رقیب تیری دیوانی کو

پرم پیالا پلاوو منج کوں دم دم کہ توں ہے دو جگت میں منج سنگاتی

محبت کا مجھ کو تو میرا

نہ راکھوں تج نین میں راکھوں دل میں کہ توں میرا پیارا جیو کا ساتی

رکھوں تجھکو آنکھ میں بلکہ رکھوں ساتھی

پیا کے دھیان سوں میں مست ہوں مست منجے برہے کے بیناں کی سناتی

مجھے فراق کیوں

اگر یک تل پڑے انتر پیا سوں نین جل سوں سپت سمدر بھراتی

آنکھ آنسوؤں سے سات سمندر

نبی صدقے کہے قطبا کی پیاری

لیجا دم دم ادھر پیالا پلاتی

ہونٹ کا

(۲۶۹)

سکی اپ حسن کا مندر بنائی عرق اپ مکھ تھے پیالا امر لائی
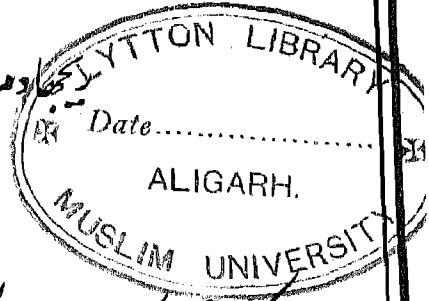
اپنے اپنے رخ سے شراب کا

دکھائی درس اپنا چھند بند سوں — میا دھر سائیں کوں اپ سیج لائی
دیدار — محبت دکھا کر — اپنے

چندر سورج دین دو گال دھن کے — کہ اس تھے پائی مجلس روشنائی
چاند — کیطرح چمکیں — معشوق — سے

جو تا لال مشتری پکڑے سید سات — ۱۹۷۰ انند سوں زہرہ پر مالاں سنائی

پرم کی بھیدبن میں کوکی کویل — سوناواں سوں پنکھیر وسنت بجائی
محبت

سبز رنگ کنچلی ناری کوں سہتی — کچا چلکو اُو چلکوی کوں نچائی
زیب دیتی

نبی صدقے قطب پایا او ناری
وہ عورت

کہ سب ناریاں ہیں او شہ من کوں بھائی
وہ — کے دل کو

(۲۷۰)

موہن لال تل سوں نیہہ لاوے — کرے توں جلیج او مرے من کوں بھاوے
جو کچھ — وہ

کہہ اے دل سدا منج سوں پرم کہانی — کہ تج وصل کا نیند منج نین آوے
مجھ سے محبت کی — تیرے — نیند میری آنکھ میں

عشق کیا کلیا جن نہ ہوں نیہہ بن ہیں — کہ منج کوں پیا باس ہور رنگ دکھاوے
کی — جھتا ؟ عشق نکے — مجھ — اور

پیا کا مورت آپ دل میں لکھیا ہوں
اپنے
کہ مو من میں بن پیو ہور نا سماوے
میرے دل بغیر پیا کے اور کوئی نہ

بہوت چھند سوں لاؤں آن سوں اپ من
اپنے دل میں
کہ او چھند بھر باچک موسوں نہہ لاوے
وہ ذرا مجھ سے محبت

موہن سات کھن کھن کرن نیہہ او کا
کہ او نیہہ تل تل انند سوں بجھاوے
اس کا عشق

نبی صدقے قطبا او من موہنی کوں
اس
اپس کنٹھ لاکر میا سوں مناوے ۱۹۸۰
اپنے گلے لگا محبت سے

(۲۷۱)

بالی سندر آلی اہے گلال کی ڈالی اہے
بالاں کی مہکاری سہیں جس مکھ گلالی اہے
بالوں خوشبو

ڈلنی مون ڈالی نمن آلی سجن نیہہ باو تے
سے
او چال دیکھ ہنس موہیا چنچل گھگر بالی اہے
وہ فریفتہ ہو گیا

بھری صراحی عشق کی کینتے او صراحی نقل اس
کی طرح
ساجن رنگیلے نین کی رنگ رس کی متوالی اہے
ہونٹ اپنے

جگمگ ستارے سوہتے ناری کے جوبن پھل اوپر
زیب دیتے
یا عاشقاں کے پھند میں موتیاں کی رے جالی اہے
پھانسنے کے لئے

صدقے نبی قطب زماں پیاری سوں ل عیشاں کرے
کیوں نا کرے نیہہ ملک میں تج عشق تھے والی اہے
عشق کے تیرے سے

(۲۷۲)

کونلی بالی نیہہ میں او تالی کھڑی
عشق او تالی سوں پیا تیں بھری

عشق

ایک تل نا ٹہیرے پیاری باج کد
چیت سجن کے عشق لائی نہ پری

لمحہ نہ کے بغیر کبھی دل میں

پیو بن تل بیلی لاگی ناری کوں
من نٹہرے باج اوس یک تل کھڑی

پیا کے بغیر لگی عورت نہ ٹہیرے

ساقی سچ مانو یقیں یکجہت سوں
میں ہوی دیوانی دل تج پنتھ دھری

تیری راہ میں

صدقے حضرت مصطفےٰ کے قطب شاہ

۱۹۹۰

نیہہ میں پایا ہے تج ایسی چھند بھری

عشق تجھ جیسی

(۲۷۳)

بیراپ تن او پر چولا نیہہ کا چڑائی
بہوت انگ انگ کر تاں کوں سجائی

عشق اپنے

بندیا ہے سجن خیال یوں میرے من میں
کہ اپ چولے میں اس خوشی تھے نیائی

باندھا سے اپنے

برہ کے او بالاں تھے نیں ٹہیر من کوں
کہ میں اپ جنم سب پیا سوں گمائی

فراق سے نہیں قرار دل اپنی زندگی کے ساتھ گذاری

پراو پیا نبھے چرت زر نگاری   سبھی شہ پریاں میں ادک موک پائی

نبیؐ صدقے قطبا سوں مل اپ ادھر
گلالی سورنگ مدانند سوں پلائی

(۲۷۴)

پیاری پرم ناز سینتی سہاتی   اپس حسن سوں عاشقاں دل بہلاتی

چندر نا ڈبلا پیشانی کوں لا کر   سو نس کیس تھے تارے جھمک دیاتی

گگن تارے اُس ہتوں تھے جھڑ پڑینگے   جو یوں لال کسوت مکلل بناتی

کدن کا طرا کان اوپر دہرے ہے   کہ یا چند نوا سورج انگے دیکھاتی

ترے نین آچھے ہیں رنگ ہے مدن کا ...   نچے چاک مستی ہیں ہنس کی سہاتی

مرے تن تھے سنتاپ سب دور کرتوں   کہ ہیں ہوں ترے وصل کے مد کی ماتی

نبیؐ صدقے قطبا کوں اپنی میا سوں
دیکھا کر چھبیلے چھنداں سوں ریجھاتی

(۲۷۵)

چھوڑو بہنے قطبا تمن پر تھے واری — کرو منج میا میں ہوں چیری تماری
بہانے تم سے — میرے ساتھ محبت باندی تمہاری

جکچ حسن تج ہے سو کن کوں نہیں ہے — تو پیو کی نظر میں ہے توں سب تھے پیاری
جو کچھ تیرا — اسی لئے پیا سے

پیا ہو رپیاریاں کی رنگ سنگ دیکھت — دو تن رشک سوں آپ سُد بُد بساری
اور — رقیب سے اپنا ہوش و حواس بھول گئی

سہیلی اشارت کرے نین چھند سوں — منجے یوں کہ سائیں کوں تل تل بچھاری
کہہ

پیاری کے طالع قوی ہیں پیرت میں — کہ ساجن او پر آپ تن من کوں واری
محبت

نکر بھانہ پیو مد دیو اپ لعل او دھر تھے — کہ اُس مد کی منج کوں لگی ہے خُماری
بہانہ اپنے ہونٹ سے

نبی صدقے قطبا توں اے رتبہ پایا
یہ
کہ تج دور میں دین کوں ہے اسنواری
تیرے

(۲۷۶)

پیارے سنو منج پرم کی کہانی ۲۰۱۰ کہ ہیں بھید تج حسن کے سب پچھانی
میری محبت — تیرے

عشق کے بدہاوے کروں یوں سجن سوں | کہ نا بوجھے تس دوتی مورکھ اَیانی
(نہ سمجھے اسکو رقیب میرا)

سجن کوں یہ بچھار اکھی ہیں اپنے من میا | ادہ پیو کوں نظر نا لگے تیوں برائی

کیا جب تھے پیو عشق منج من میں ٹھار | سجن ذکر تسبیح کر اپنی مانی
(سے، میرے دل، قرار، وہ)

گلے میں سو ہے پیو کوں موتیاں کے ہار | پنچھل ڈھال دھرتی سو اب صاف پانی

دو نین توں پرت میں اپس کی نپواتی | سکیاں پنچلیاں میں نہیں توں سیانی

نبی صدقے قطبا کی مانی ہوں میں نت
(ہمیشہ)
نہیں میرے من میں محبت برائی

(۲۷۷)

سرو قد پتلی ہے ساریاں میں تاری | توں سب چھند بھریاں میں ہے لالن پیاری

محبت کی ڈوری سوں باندی ہے اب دل | تو ساجن پہ رتنا کی طبقاں نواری

زلف پیکھے ہیں پیو کے دل کے ہنڈولے | نین جگ امولے ہیں کھنجن تھے بھاری
(اپنا، سے)
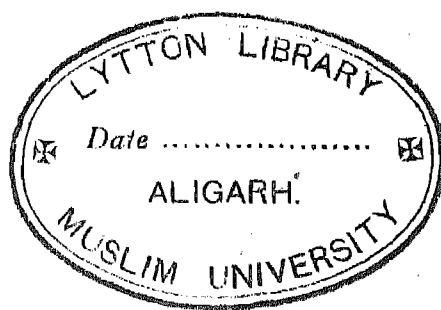
بلقیس زمانی

عشق پادشاہی سو ہے تج آج
حسن ملک میں نا ہے تج باج

(زیب دیتی ہے تجھے ۔ کی ۔ نہ زیب دے تیرے سوا)

تو چمنے مٹھائی شیریں کو نہ آئے
دیکھ اس مکھ تجلی سورج پکڑیا لاج

(تیرے چومنے کی ۔ شرم)

سچی اس زمانے کی بلقیس توں
انچل سیس سہاتا ہے تج جوں تاج

(تیرے ۔ سر پر ۔ مثل)

تو خدمت میں حوراں کھڑیاں ہات جوڑ
اُنن قول پڑا دے کرو تم ساج

(تیری ۔ گھڑتی ہیں ۔ ان کو)

کھنجن تیر کھنجن پہ کرتی بڑائی
تیری چوٹی گندنے ہوے مناط آج

(گوندھنے)

جوبن پیالا دے ست میں پیالا پلا
ادھر نقل سوں توں دے کرکال ساج ۲۳۷۰

(ہاتھ ۔ ہونٹ)

عرضداشت عاشق کوں معشوق پا
عشق ناراں سوں تم سجاو و کماج

ہے سر پانوں لگ توں کنبد لکی بہی
دو تن کوں توں نا دیکھ کر مکھ مانج

(عنبر)

نبی صدقے پایا ہے جنت کی حور
محبت قطب کر خوشیاں سوں توں راج

(ح)

۲
حاتم

جھلکار سہی

ناری سہے تجہ آنا لے چالا
زیب دے تجھے چال

سپہولی اُپر بھونگ ستیا چام
چھوٹے اُرکاں میں پھول بالا
لٹوں

زنّن تجھے ادک دمین ہوٹاں پر
سے زیادہ چمکیں
ادھراں کے اُپر جڑے سو لالا
ہونٹوں لال

دیکھ چندنی میں چند مکھی کوں
چاندنی
سورج کوں پڑے چھند سوں پیالا
سے

دن رات ہوا جو کھولے دھن کیس
عورت زلف
نس میں جو ہنسے پڑیا اوجالا
رات

ناریاں میں جو ناز بھاگ آنچل
انگ سنگ سوں کرے پیا نہالا

نت ہووے علیؑ کے صدقے حاتم

قطبا کے ادھر تجھے دے پیالا
سے

۲۲۸۰

(ج)

۳

بہمنی ہندو

اس بہمنی ہندو کا کس دھر کروں شکایت
نین لیکھے ہیں مورخ تاریخ اس حکایت

بے دام اس کا خدمت کرنا ہوا اپنے دل سوں
دیتے ہیں دام انوکوں مور کرتے ہیں عنایت
(ہمیں — ان — اور)

آساں اساساتھے سب نیناں سو لکھے ہیں تج
(امید کہ آہوں سے)
نین ہے صواب پانی دینا تمن ولایت

اس شہر کی سو ریتاں کن نا دیکھیا نہ سنیا
(کوئی دیکھا سنا)
ناکو تو ال قاضی ناکس کا ہے حمایت

غمزے کے سمند میانے تیر آتر ہنت دے کر
ڈوبن ہوئے ہیں اب تو تم ٹک کرو ہدایت

آہان اساس دل کا راہ خیال باندھیا
اب ناز رو دشتی با تا منجکوں ہوئے ترایت
(ڈال تا کہ)

تو انت میں جیو کا دوری کد مصیل نہ پڑ سکتا
تج حسن کے جھجی کا کوئی نہ بوجھی ہدایت

ل ان ۔

بیت
یک چھن اگر نہ دیکھو تج یاد کا جو شہلا — تج باج گمنا منج کوں مشکل ہے بنا
تیرے بغیر گذرنا مجھے

بیت
نیناں کے لال تجھے دل پکڑیا ہی جو تن بہار — سٹ چھانوں عشق کا منج توں آپنی لوا
سے

بیت
تم یاد تجھے ہوا ہے مومور تمنے مو تن — ۲۲۹۰ اب ناکریں تو ہم پر پہور کر بیں زعا
تمھاری سے — اور

کوئی نا سکے معانی اپ کی پرت بیاں کر

بیت
پڑتا ہے اپنے دل میں سب دن علیؑ روا

(ق۔ ج)

۴

ہندی چھوری

رنگیلی سائیں تجھے تو رنگ بھری ہے
کی وجہ سے

شکر سندر سہیلی گن بھری ہے

لٹکنا بجلی نمنے اُس سہاوے
کی طرح — اس کو زیب دے

وہ ہندی چھوری بہوچھند نشہ پری ہے
وہ — لڑکی — بہت

چندر مکھ موہنیاں جب ناچتیاں ہے
چاند جیسی صورت والی

وتن میں توں سورنگی جوں پری ہے
انہوں — خوش رنگ

سبھی حوراں نہ آسیں آج تج سم
آسکیں — تیرے مقابل

کہ توں بالاں میں سب عنبر بھری ہے
بالوں

اُبجتا ہے ترے مکھ تھے جے شابی
پیدا ہوتا — سے — جو — جدائی

او شابی تجھے سدا تج سروری ہے
اس — کی وجہ سے — تجھے

گگن منڈپ ستاریاں سوں سنوارے
آسماں

اوہاں گاوں سو زہرہ مشتری ہے
وہاں

نبی صدقے ریجھائے قطب شہ کوں

تو سکیاں میں توں جیسی شہ پری ہے
اس لیے

(ج)

۵

پدمنی

(۷)

تج ناک موتی مکھ اوپر دیتا ہے آب سوں

یا خضر کے چشمے منیں تر تا بڑ بڑا شاب سوں

وہ بڑ بڑے کا عکس تیرے مکھ اوپر یوں چھائیا

جیوں چاند کی جوتی منے مشکیں کلنک ہے دب سوں ۲۴۰۰

تجھ نین کی راوت چڑھائی بھنوں کماناں روس کر

سب عاشقاں میں منجہ اُپر راکھے چاپ ناب سوں

جب ناک میں کر اسہاگن ہین آئی جلوہ میں

وہ قفل دے منجہ گیان پر سکہ کرے نشتاب سوں

(۲۸۷)

جو دیکھی رنگ میں پیو کوں سو پیو کا چت بہاری ہے
کپٹ پھل گندے جیو کوں سو مالن دند ساری ہے

چھپے چند سور اجیالا نہ چھپیئے نور پیو کا لا
دو تن کے من حسد بھالا کہ تج سات یاری ہے

میرے ساتھ

بچھڑتے لاکھ دشواری بچھڑ تج مرن کاری
ولے پیو یاد کی یاری ہمن جیو تیں ادھاری ہے

دو تن لے گڑبڑاتی توں تِتر دکھ بھوں چڑاتی توں
بہت ڈاواں میں ناٹی توں ولے یہ ڈاو کاری ہے

اماماں کی دعا ور دھے دعا کا کوٹ چو گرد ھے
معانی قطب تج بر دھے علی کا حب حصاری ہے

ق

(۲۸۸)

گرو گھڑیں گرہ کیاں کئے اُو ترنے دو داں سوں بھرائی
چاند سورج کے پیالے آپنے گھڑیں بھرائی

عشق کے سو صدر او پر لے کھڑی ہت میں پر جب
بیڑی بیڑی میں دکھانی آب ہونٹاں کی چرائی

صدر او پر آ جھمکتی ہور ٹھمکتی ہے کھڑی ہو
نین کشیدے کے تاراں سوں مرے دل کوں برائی

ہے نھنی سب میں ولے دستی بڑیاں میں سب بڑی اون
اپچل او چھل میں دکھاتی ہے پریاں کی سب بڑائی

پریاں اوڑنے کی ڈلے پر نا ہلے اوڑنے کے تائیں
دیکھ اے رشک پرت تا تاں ہتوں سینی چرائی

۲۰۹۰

سب سکیاں تاتیاں چھلاں سیتی چڑھایا ہیں دکھوتم

آپ پیاراں سیتی مے بھر مجلس اپنے میں پلائی

قطب شہ سیتی جھگڑتیاں نا جھگڑ سک اس سکی سوں

اُس کے سیس اوپر لیکھے ہیں دن ازل تھے خوش لڑائی ق

(۲۸۹)

میں متوالا و توں متوالی متوالی کھلائی
نین پچھانیاں سیتیں پیا اب نین ہنڈولا جھلائی

تری لچھن بری لچھن کہ نا کر منج سیتیں بات
ہٹوں سیتیں ہٹوں سیتیں پیالا منج پلائی

وو چندنی چند نے کھ پر چندا کا ٹیلا لاہی
نوے غم رے نوے چھند سو میری ل روروں لکھائی

لگے ناچاک تیوں اکھے ہی اپنے کان پر طرّا
سپند کے پاتراں کوں تتہ تھے سیتی بجائی

چنچل ناداں دکھاتی ہی ہر یک بات آپنے دل میں
چو ہیا چومنے کی تو میاں سیتیں منج لذت چکھائی

پیارے گال ہیں تیرے مٹھے نابات تھے اکلے
کہ چھاتی سیتیں چھاتی لا اپس سوں منج ملائی

گروگروہے سہیلیاں کی سوچترائی منتے نس دن

محمد قطب شہ کوں دے ہے اپ نیناں کی دوائی

ق

(۲۹۰)

پرت پیاری پیرت جہتر سینتیں ملی ۲۱۰۰ ٹکرے کے پھول نمنے دل باغ میں کھلی

کونلی کلی میں جھمکی جھمکار چونپے سوں لاں تج لال ادھر کے پھل پر بیٹھا بھنور تلی

طرا رکھے ہے سر پر سر تھے نشان کا صاحبقراں سکیاں میں دستی ہے چنچلی

گر جیا ملہار ہریا جھینا اوڑی سکی اس انگ سو رجوتی جھینے میں جھلملی

تا بک کے پھل پہ پھلڑی مہ بیند جیوں رکھے ٹیلا جیوں پر پھوٹی جوڑے ہے سانولی

بوسا ہلا دے سینتی جنتیاں ہوں میں آ سے انجھوں نہیں سمجھتی نت پن کی جا ہلی

صدقے نبی تو بلی ناری سوں عیش کر

قطب زماں محمد دھن تجکوں آ ملی

ق

(۲۹۱)

نوی پیاری نوی نیہہ میں نوے چھند سوں پلاتی مے
جو بن چھجیاں او پر سیلم بھنور منتی سوں راکھی ہے

کہوں اس قد کہ یا صورت کہ یا اُس چونپ میٹھائی
گلالی گال تھے چوتی عرق کی بُند پے درپے

کری کسوت نوی چیند نی سو ماوے او پر چھپنے کا
جے کچ منگے خدا تجکوں دیا ہے توں دعا کرلے

جھمکتا رات کوں جگنا پیاری رات دن جھمکے
پیشانی پر رکھے جگنی کا ٹیلا کدنہ دیکھیا کے

۲۱۱

کرے جے دامنی سوں عشق او ہے عشق بازاں میا
اگر میں باورا ہوؤں تو کیا اُس ہت میں دارو ہے

کیتے ہیں شاہ کو سلطاں ولے ہیں ان مدن سلطاں

کیتے دھاتاں بجاوں کد نپو چھے کن بجایا نے

جَدھاں دیکھیا پیاری مکھ مصحف میں مبارک فال

تَدھاں تھے قطبؔ شہ جیتیا ہے شرطاں سوں ملک رے

(۲۹۲)

گت راگاں پیاری اب رگے رگ راگ گاتی ہے

کَہاری راگ گاتی مکھ اَہاراں سوں سُہاتی ہے

صَباحی راگ گا کر مُنج صبا کے تخت بسلاوو

دَھنا سِری کا کہہ دَھن منجکوں سو رنگ پیالا پلاتی ہے
خوش رنگ

مرے سنگ مل بجاتی سنکھ گاتی سنگھرا بھرنا

سری راگاں جو گاتی اُستری تو منجکوں بھاتی ہے

الاپے گر اگر ا لمکاں ہوں کا چڑائی ہے
عشق کی آگ میں ابرو کماں کو نشی سکاتی ہے

کہ گوری راگ جو گاوے تو گوریاں کا ملک جیتوں
سو سارنگ نینی سب رنگ میں رنگاں سوں سہاتی ہے

سبھی راگاں کے گل پھول ہار ریا یاہے سو ملہارا
جو گاوے رام گیری رام کر راواں رجھاتی ہے

میٹھے راگاں محمد قطب شہ کوں جم سہاتے ہیں
نبی دولت غزل میرا شکر نمنے چکھاتی ہے ۲۱۲۰

(۲۹۳)

ہمن پیاری پری صورت گری تھے — پریاں حیران اس صورت گری تھے
اپس ہاراں میں تپیاں عشق گوندے — حمایل چوسرہ جنجم گری تھے

بخت اس کے کہ پیاری سوں پیوے مد　　صراحی کر بھنواں میں مدبھری تھے

ہمن ہور اس بیچ میں نن پن کے بھیداں　　سہیلیاں بھید پایاں بلگری تھے

خماری باس تجھ نوتاں تھے ہکی　　چمک مینا منے خوش دلبری تھے

لجے مینا کی قلقل سیتی بلبل　　پریاں حوراں لجیں ہم شہ پری تھے

خدا پیاری دیا ہے قطب شہ کوں
دعا ہور بندگی ہور چاکری تھے

(۲۹۴)

میری بہیری بھیریاں میانے ہے سو بہیری　　لٹکتی ہے ناچ ہور گاتی ہے گوری

مستی حملے کا سو کن پکڑے عنان　　جیو جگنا جھمکتا ہے جیوں جگا جی

عشق سپنے میں دیکھیا ایک سپنا　۲۱۳۰　سا تو کہنیاں کہتے سننا میری کہنی

خسرو و شیریں کا ہے سو ایک دفتر　　زلف پینگاں میں پینگا تا ہوں مراجی

باس باساں سوں محبت گیند میلی — بہار پھل نالیوے میری نئی بالی

نبی صدقے رنگ رنگاں بھر رکھی رنگ

قطب شہ سوں مل رہی ہے اے نویلی

ق

(۲۹۵)

نر احسن حناں میں بھایا دسے — مدن پیالہ رنگ انگ سہایا دسے

نظر آئے

جیوں پیاری چھنداں سوں چند نا جتی — پلک تال سیتی رجھایا دسے

ہندو زلف کے میانے ہلجیا ہوں میں — نین پینک میانے پنکایا دسے

عشق نیند تج نین میانے سہے — صراحی پیالہ بھرایا دسے

انند نا دگر جیا ہے تج گج سیتیں — عشق تانت کا راگ گایا دسے

عشق بیج پیر یا ہوں دل باغ میں — انند پھول اس تھے کھلایا دسے

سے

نبی صدقے قطبا کے سر پر سدا ۲۱۴۰ — گگن رنگ کا چتر چھایا دسے

ق

(۲۹۶)

پیرم پیالا پیکے نون نہ لائی ہی کو کنگھڑی
دریا عشق میں تیر کر باندھے ہی اَپ گگلری

باندھے ہے عشق کے کو سواں کھٹو میں دعویکا نت
پر چھم پرم چاواں ہلے سہتے سکیا نمیں مہتری

پیرم کی باتاں سب سنیا کی پھراتی ہی نین
اپنی مین اُس نپتھ لااوڑ یا عشق کا چادری

ہم تم منے یک قول تھا او قول نا بسرو تمیں
پیت برن شرطاں اہیں تج منج منے اباوری

دیوا عشق روشن ہوا تج نین کیسے رہے شاب یوں
سا تو سُراں گا کر سکے آ لاتی آسا وری

اس پیچناں کی ناد سوں منج نیند جاوے نین تھے
کن وعا کس سحر سوں باطل کروں اے ساحری

قطب زماں سب شاعراں کا شعر میں شاگرد ہے
صدقے نبی باندیا کمر جیوں لشکریاں میں لشکری

(۲۹۷)

توں ہے لاڈلی لاڈ سوں آتی اہے ری
عشق چو نپے سوں من میں بھاتی اہے ری

عشق کی کٹ کی شیریں نا کر سکے کد | جوبن پیالہ سوں توں سہاتی اہے ری

کفر باغ میں پکڑیا تیری سوی کوں ۲۱۵. | چنچل ناد میں ناد گاتی اہے ری

عشق بھاو سوں تن سنگاری ہے سب توں | عشق چونپ سیتیں سُہاتی اہے ری

نہوں نہ کے تج لگ کہ پیچے ہیں تن میں | بُجھاری جوبن سوں ہلاتی اہے ری

اپس غمزے کی چادر اوڑی پیاری | نین سینتی صاحب بلاتی اہے ری

نبیؐ صدقے تج ہے خدا ترس خانے

گلے لگ پیالے پلاتی اہے ری

(۲۹۸)

چھندان سیتیں آتی ہے بھاواں دکھاتی | نین سوں ہمن رات ساری جگاتی

عشق بیم سوں انچل اوڑ کر کھڑی ہے | اے نادان بالی ہے بھاواں سُہاتی

توں جب روٹھ کر بول انکت بولتی | کہ سو ایسے گالاں اُپر چھند بناتی

نین بھاؤ سیتیں پکھاوج بجاوے   پرم چوری پر بند بھاواں دکھاتی

نبیؐ صدقے توں ہے پرم ......

قطب چھاتی لگ نیہہ کا دان دلاتی

(۲۹۹)

توں پھر نیم کر چیہر بناتی اہے ۲۱۶۰ سو مسکاتی اور رنگ لکھاتی اہے

کربوں تھاوے ہو ہو بنیتہ دیکھنے   پچوری چوری سائیں بجھاتی اہے

گناں پرکھتی اور بول چوکھتی   بھوری بہور چین جناتی اہے

کھسے کیس سو نکھتی ساجتی   نیکی کنٹھ کنٹھ مال سہاتی اہے

قطب پیاری کس تھے نہیں ڈرتی ہے

نبیؐ صدقے منج دان دلاتی اہے

(۳۰۰)

سہیلی مدن لال موچت بھاوے   کہ تل تل دل اس چھند پر واری جاوے

کسے چت بلاوے کسی رین جگاوے — کسے دل تپاوے کسی من رجھاوے

کسے نیہہ لگاوے کسے مد پلاوے — کسے روپ دکھاوے کسے پرم بلاوے

کسے لب چکھاوے کسے چھپ رجھاوے — کسے سیج مناوے کسے گرک ولاوے

کسے اپ دکھاوے کسے تخت سراوے — کسے پک تپاوے کسے چھب دکھاوے

کسے پرم لگاوے کسے چت بھلاوے ۲۱۷۰ — کسے بہر ولاوے کسے پان ولاوے

نبیؐ واس کر آب کے تیں پواوے

قطبؔ شہ سدا بیر مالاں گواوے

(۳۰۱)

اَچے کو کہ ہتا ہیں جام لی ہیے — سلطانی جسم مدام کی ہیے

پانی کہ خضر حیات پایا — مد گھر تھے تناک سو جام پی ہیے

لے دیوان قدیم میں یہ غزل دو جگہ لکھی ہے یعنی یہ غزل ردیف الف میں بھی ہے مگر اس میں صرف قافیہ و ردیف کا فرق ہے یعنی ردیف میں قافیہ جام مدام ہے اور یہاں لئے پیئے کئے وغیرہ اسی لئے درج کر دی گئی ورنہ اشعار وہی ہیں۔

سر دھاکہ جی مو کام راکھو — اے دھاکہ کرا سو نظام دی پیے

میں و مدو عاقلاں و تس پے — مو یار نین کون سوں سی پیے

باہر تو اودھر تے ساقیا نا — اس دور منے کو کام جھی پیے

او چن ترے شیو ہائے مستی — او وشٹ چنچل تھے وام لی پیے

ذکرِ مکھ و زلف تج ہمن دل — بو حسن تھے صبح و شام جی پیے

مو سینہ داغ درد دو کھوں — تج مکھ نمکی تمام دی پیے

اوچاہ تھڈی معانی کی جان

۲۱۸۰

تو حسن دو سو غلام کی سے پیے

(۳۰۲)

جے پیک مو سگانت سو ناشاد کرتہ ہے — وو ترک مست دیکھو کہ بیداد کرتہ ہے

راکھیا و ہاں امید کہ جا تیا ہوا ہے زماں — لیتا ہے ہات جام مجھے یاد کرتہ ہے

عاشق تو جیو نیتی پگ تل اس کے وو دو ہیں — گل گشت سو بتان پری زاد کرتہ ہے

شوخی کے سر منے ہوس ترل لی ومد — کب کان میں نصیحت استاد کرتہ ہے

واغ مو جیو سوختہ کوں تازہ بھی ہوا — او بزم جب ترانہ کا بنیاد کرتہ ہے

آگ فراق زور کرے بیجل نمن — اچھوں وو داغ کہنہ سو آباد کرتہ ہے

سب دھر نکہ توں قطب معانی کہ عاشق ہوں

اے حال تیرا طور سوں فریاد کرتہ ہے

۳۰۳

کب لگ منگنا آچھے منگاون جو نا آچھے — لو رونوں تو اس پاس انگاون جو نا آچھے

ہیرے تیرے میانی جھومیکے کا غذاں درد ہے — دل درد میرا تاب پڑھاون جو نا آچھے

جس جاگہ چرا کر دکھیں دل ماہ پرستاں — ۲۱۹۰ یکجا ہنیں پاتے کہ سراون جو نا آچھے

دو دیدہ و دل پاک کھیا آچھے تو آچھے — نرمل ہو ہے وشت دکھاون جو نا آچھے

لیلے مجنوں کی سو کتاباں ہے کہانیاں　　قصا تیرا نازک ہے سناون جو نا اچھے

یک جھلک جھلک نا جو غم عشق نپایا　　او دل سو کیا ہے صبر سماون جو نا اچھے

دل بدنکرا و یار آدم دکھ کا معانی
یاری کہ تپاوے نہ سُہاون جو نا اچھے

(۳۰۴)

پُھل بِن رخِ یار خوش ندیسے　　بن مدپھلی جھاڑ خوش ندیسے

گشت چمن و ہوائے کلیاں　　بن پیالہ کنار خوش ندیسے

ناچے دنا سرواب سو حالت　　بن ناو ہزار خوش ندیسے

مو یار شکر بنب و چنپا رنگ　　بن چُمن بیار خوش ندیسے

باغ و پھل و جل سُہے توا ما　　بن صحبت یار خوش ندیسے

ہر چند کہ جگ کی عقل ہندے　　بن چتر نگار خوش ندیسے ۲۲۰۰

چت نقد چکارہ ہے معانی

اس تائیں توار خوش ندیسے

(۳۰۵)

سکی کے مکھ پانی میں چندا سورج سدا جھلتے

اڑن چکوے سو دن مل اچھ رین چولی میں تھی کھلتے

رہکر

جو بن کھُل سائیں ہت دی ہڑ ہلاوے عشق کے کی ہے

کھول کر

سجن سنگ رات جاگی ہے سو لہراں نیند لے کھلتے

مدن مکھ گال پر لاتی، سو صورت یاد جو آتی

جیا کے باغ میں بھاتی، پھُلاں نکھ مکھ پہر کھلتے

پھولاں

گھلی مارد اپن جیو سک، برہ صحرا میں دیوا کھ

سو دیکھت تو رجھلکا چک، پنکھیر و مرگ سب بھلتے

معانی تج عجب کیا ہی کہ وحشی سُد بھلے گا ہے
فلک سارے برس ماہے پری کے نیہہ میں ڈُلتے

(۳۰۶)

دسے جیوں ٹُر بڑے پاقی نگاری خط اُپر تیرے
ارسطورا ہوا مج مَن دیا اَز یک رُخن دیرے

لٹاں کُھل مُکھ اُپر کھیئے علم جھبلے سوہُن دیئے
شَرف جمشید کی جیسے ہوئے اُس عاشقاں جیرے

دو رخسارے ہے خوں والے غرانے تانوا گھٹالے
ہے پلکاں تیرا بنالے سوناندے دل اُپر میرے

دو پتلیاں راوتاں تیری بندی اپاسپ کوں سیری
سو چوگاں کھیلتے بھیرے ہمن دل گیند کر گھیرے

۲۲۱۰

معانی نیہہ کے گھوڑے چڑ ہتوں لے جو بناکے گر

مرصع جیغہ لاکر پڑ نکی آئی ہے تج نیڑے

(۳۰۷)

مکھ رنگ تھے موتی جوتی نگاری لگی دسے
چندنی جیون چند پلو تھے سنگاری لگی دسے

لیلاٹ کے چمن میں ٹلا جیت دچونترا
موتیاں کے جل گون میں دو دھاری لگی دسے

سندر کے مست گال گلابی برن ہیں
یاقوت نین لال خماری لگی دسے

منج عاشقی کے نیہہ میں سو ثابت نہ پانچل
سب عاشقاں کے دمہ میں ساری لگی دسے

زاہد نماز کیسی کریں سونپٹ ریا
منج یاد تیری تسبی سو ساری لگی دسے

دو تن عجب کپٹ جو منج اوپر گندی سدا
سب جگ منے نپٹ سو گنواری لگی دسے

معشوق ہنس کہے کہ معانی کی عاشقی

منج جیو میں حب رہے سو پیاری لگی دسے

توحسن قدرت سوں لکھیا ہیکا دسے | جگ حسن پر تج نور جیوں تیکا دسے
مکھ نور تھے چندا سورج جھمکیں سدا ۲۲۲۰ | تج کیس بادل تھے فلک پھیکا دسے
سب جوہراں کا کھان مکھ یک ہی عجب | پھلری کا موتی ناک پر سبکا دسے
فتنا ہے موتی ناک کا فتنہ نکر | دیکھ آرسی فتنا ترا جیکا دسے

توں ہے پری یا حور یا ہے پدمنی
قطبا معما یو عجب ہیکا دسے

(۳۰۹)

نہ دیکھوں پیو چھن آدم نمن مج لاگ دوری ہے
رھیا پانسو برس آدم جدا اچ رج صبوری ہے
بہت دن جب رھیا تھا سائیں کا مکھ دیکھتے یک تل
لگیا ڈھلکا دیکھیا سہنا کہ جھلکا کوہ طوری ہے

پیا سوں عرض دکھ کہنے نہیں مارگ مگر خیالوں
کہ جیوں پھل پاس ہل رکھوال ہیں مج یار دوری ہے

تمارے ڈاو کے پیچاں کون بوجے کہ مشکل ہیں
معلم نا بوجھیں عاشق نہ سمجیں صیغہ پوری ہے

کہ جب من ہیں کے جب سکھ ہیں کہ جب دکھ میں کروں یاد اس
تو تب دو تن سمج جاوے عجب مکار پوری ہے

رقیباں جان توں ساجن ہمارا راز پایا ہے
پنواوے توں کتا تج مج بہوت انتر کی دوری ہے

نبوجے توسے گل مکھ کتیاں کے سنگ ہو بیدیں
معانی کہہ محمدؐ ہور علیؑ کا دین نوری ہے

۲۲۳۰

---

(٣١٠)

بن مست تج نین نھے پتلیاں کتا کھلاتی — اس کھیل میں بھلیاں ہو بھی کیا سرا پلاتی

تجھ مد اثر کی (تیری) مستی دایم ہمن میں (سے) اچھتی — کیا گن بدل حکیماں کے ہت دوا (شراب) دلاتی

جوبن کے طور اوپر مکھ نور تجھ دکھا کر — موسیٰ تمن بھلا کر عیسیٰ تمن جلاتی

کنٹھ ناگ سر بجا کر ناگاں کنتل کھلا کر — تنکر ادھر چکا کر مجھ جیو را بہاتی

کنٹھاں کنٹھ با کر انچل جھمک دکھا کر

معانی کا دل بہلا کر ہت میں ہت ملاتی

(٣١١)

مے لعلی تھے مکھ زردی ہمارا دور کر ساقی — مجالس زہرہ رقاصی سوں توں پر نور کر ساقی

پیا رخسار کرتا جلوہ مو شیشے خیالاں میں — رقیباں عکس کرتے ہیں توں یک چھن دور کر ساقی

لطافت پیش ہے دن دن سو اس سرو سہی قد سوں — پیالا آس کا میرا سو بھر سمدر کر ساقی

جکوئی ہے عشق میں ثابت سدا ہی جیونا اسکا — سو اُس کے ناؤں سوں میخانہ سب معمور کر ساقی

نجانوں روز محشر کیوں اچھیگا خاب پرسش منج ۲۲۴۰ — کہ میخواراں منے اب تو ہمن مشہور کر ساقی

بہشتی باغ میں کھلئے ہیں پھولاں منج مراداں کے — ہمن مجلس کوں مست نغمۂ طنبور کر ساقی

نظر کی مرحمت سوں دیکھ منج مسکین کوں یک پل — پیا کی کیمیائی دشت سوں فغفور کر ساقی

پیا کی سور کی کرناں سے منج دل کوں قلا ہے — ہوا ہے مدعا حاصل مے انگور کر ساقی

پلک کانٹے نین باندیا نجاوے خیال تیرے کن — رقم اُس خیال مو پیشانی کوں سیندور کر ساقی

محبت پیو کا منجکوں بڑد دریا میں کشتی ہے — اُس اوپر عشق بازاں میں منجے دستور کر ساقی

معانی شوق کے انجھو ڈھلیں مکھ پر کہ جیوں موتی
کہ یک تل جیو منج ہنس کوں نظر منظور کر ساقی

(۳۱۲)

ترے مکھ لعل تھے رنگ گوہراں کا بھانے جائے — جو ہر صاف تھے ہر کس کا گناں جانے جائے

پھولاں کا باس نہ ہر پنکھی سکی گا بوجھنے
بلبل او باس بوجھے گر خوشی سوں گانے جائے

تل کی آیت رکھے ہیں لکھ او پر ب علم سیتیں
عالماں کوں کدھیں تفسیر تو نا جانے جائے

داکھ کے باغ میں پھولاں کھلے کر ساقی ہمن
۲۲۵۰. خوشی و خرمی سوں پیالی مو پیلانے جائے

ملک دل میں دکھیا ہو ڈھونڈ کہ کاماں سو تمام
کام اختیار گیا دل تجھے توی دالنے جائے

پکڑے جب گھانس ہر یا ہوے تمن ہات سیتیں
قدرت اُس ہات کا دکھ جیو سو قربانے جائے

تنھ کے شہراں منے انگشت نما ہو ہر تھے
چُپ دو تن ڈر نہیں تیر انکو تر سانے جائے

مُنجے پیو یا دتھے آسائش و سکھ دل میں بھریا
عیش کا وقت رہے غم کا جنس رانے جائے

کلیّات محمد قلی قطب شاہ

تیسرا حصّہ

دیگر اصناف سخن

قصیدہ ۔ رباعی ۔ مرثیہ ۔ ریختی ۔ مثنوی
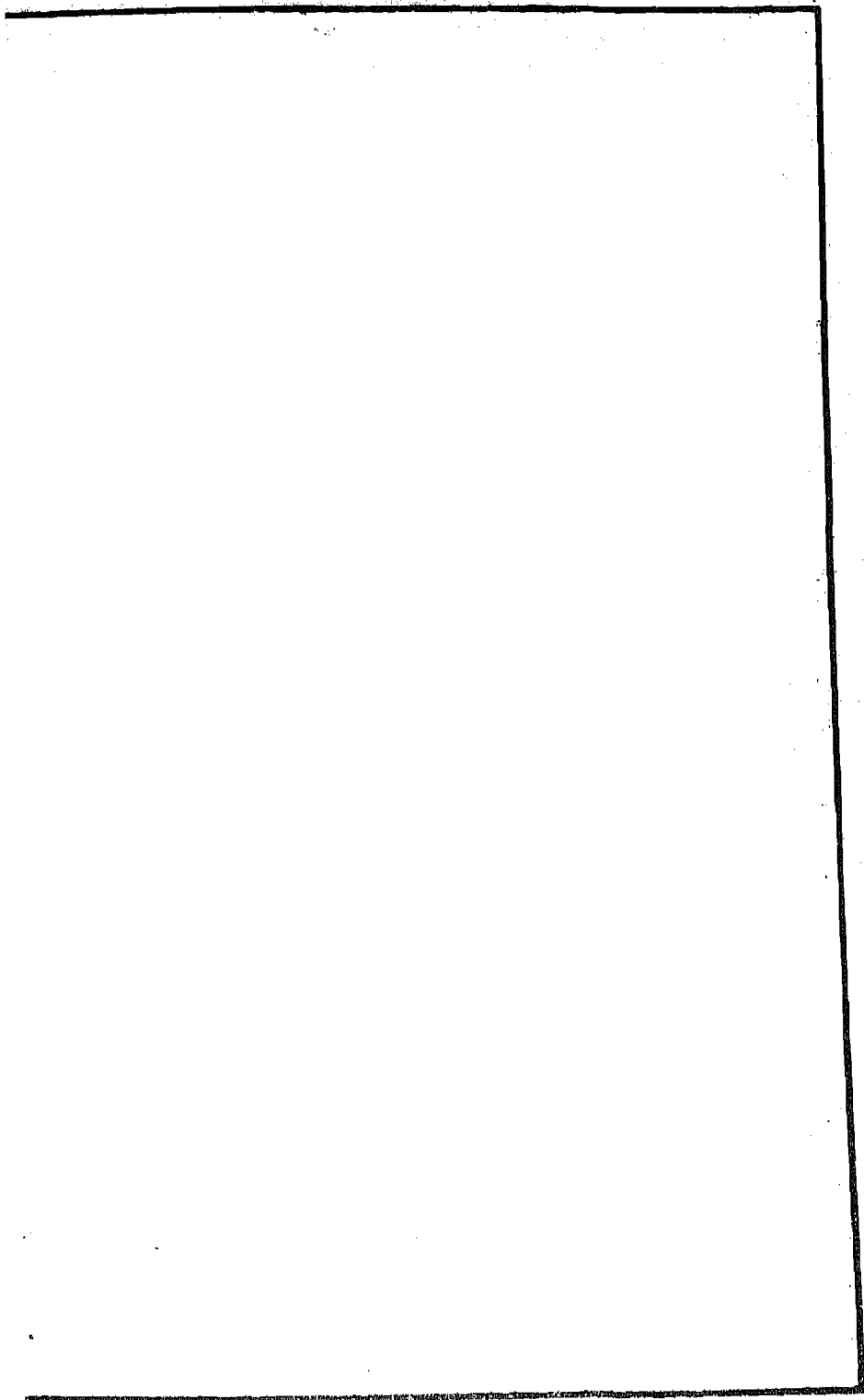
دیگر اصناف سخن کی تفصیلی فہرست

(جملہ ۶۳ نظمیں ۳۸۹ اشعار)

۱۔ قصائد (۱۲ قصیدے۔ ۲۱۶ اشعار)

دیوان ۔ تعداد اشعار ۔ صفحہ

۲۔ رباعیات (۴۱ رباعیاں ۔ ۱۸۲ اشعار)

۴ ۔ انپڑیا ہے علی ہنت تھے مدن جام منجے	ج	۔	۴۳
۵ ۔ اپ دوست سوں مل پیتہ کہیں جام منگوں	″	۔	″
۶ ۔ کہتی کہ تری ہوں گی نوار اندیشہ	″	۔	″
۷ ۔ نا بات او محبوب سندر کا کہے جائے ۔	″	۔	″
۸ ۔ کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات ۔	″	۔	″
۹ ۔ اس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتا نیاز ۔	″	۔	۴۵
۱۰ ۔ خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں ۔	″	۔	″
۱۱ ۔ احمد علی کے رتیے تھے نج ہے جو خیر ۔	″	۔	″
۱۲ ۔ تیرا اشرف ادراک ہیں نہیں ٹاک آیا ۔	″	۔	″
۱۳ ۔ جتیا توں دل وجیوں سوں قرآں دیکھے ۔	″	۔	۴۶
۱۴ ۔ جس ٹھار مے لعل پھرے دور پہ دور ۔	″	۔	″
۱۵ ۔ ہے پھول کا ہنگام مدسوں باراں حاضر ۔	″	۔	″
۱۶ ۔ کہئے کہ یکٹ ہو جو اچھے گا گھر میں ۔	″	۔	″
۱۷ ۔ کب لگ اچھے لب پہ زہد ہور دل میں جام ۔	″	۔	۴۷
۱۸ ۔ مستی کے ملک ہیں ہے جہانبانی منجے	″	۔	″

۳ ۔ مرثیہ ۔ (پانچ ۔ ۶۱ اشعار)

۴ ۔ ریختی (۴ نظمیں ۲۴ اشعار)

۵ ۔ مثنوی ۔ (ایک ۔ ۶ ۔ اشعار)

قصائد

عیدِ نوروز و روزِ عید

لایا روزِ عید پھر سے

نوروز لیایا ہے خبر روز ید سلطاں عید کا
سکھ کارواں سر بجتے لیکر آیا ہی ساماں عید کا

دنوں میں لائے اور

روز ید کا خوش عید ہے سٹ عید کے روزاں منے
باندھے کمر جیوں نشکر ہور لیایا تاواں عید کا

عید کی طرح

وہ کیا برستا نور شرعی اس مہینے میں نچھل
خورشید ناواں چھپ گئے جب دیکھتی تاباں عید کا

واہ صاف

اس عید اچھنے تھے سگل عیداں حیاباں میں رہن
حلقہ غلامیں کان باکڑے ہیں گلداں عید کا

ہونے سے تمام کان میں ڈالکر

شیراں و خرمے سوں کیے مہماں نبی کے تن خدا
عیداں کے بھاراں میں بنیے بھالا اور افشاں عید کا

شیر خرمہ سے کو

روز ید کے روزی پکڑتے ہیں ملک ہور آدمی
شیرہ شہد سوں سب فلک کھولے ہیں دوکاں عید کا

عید اور سے

تج عشق کا انت کوئی ناپایا ہے دنیا دیں منے
پایا سو ان لیکر گیا تاتاں بہ جھاتاں عید کا

حد میں وہ

روز ید کے پھولاں منے نوروز کے پھولاں کھلے
پھولاں کے باساں تے ہوا ہے جیو خواہاں عید کا

میں پھولوں خوشبو دل

دکھ پھول کھنڈ لے گئے انگے رہے بھاراں بھار تھی
آلاتی ہیں کوئلاں ہنستی سوں الحاں عید کا

باہر سے سے

روز یدیں امید کے پھولاں کھلے مانگو دعا ۱۰ سب ہی دناں میں دیتا ہے دن نمایاں عید کا

(دنوں دکھائی دیتا)

برسائو مہ آنند کا تا ہوئیں منج رو کھاں ہرے — دل کے چمن میں طرح سٹ بس لاوں بحاں عید کا

(مینہہ — میرے درخت — ڈال بٹھلاؤں)

نوروز ہور روز ید صیغہ بھائی پن کا ئل کہے — دونوں ہوئے ہیں ایک یو لیائی ہیں نشاں عید کا

(اور — اور لائے)

لاکھاں سلام و سجدہ ہے دایم ہمارے قبلہ کوں — منج تیں دیئے امن اماں سالاں بسالاں عید کا

(لاکھوں — مجھے)

انعام تیرے سوں اگھائے گئے زمیں ہور آسماں — انبر کیا روشن سورج چندر ہلالاں عید کا

(آسمان — چاند)

حاتم کی بخشش چھپ گیا ہے تیری بخشش کے انگے — گنجاں گھرے گھر بھر دیا ہے آج دوراں عید کا

(مقابل — خزانے)

تج حسن جنت حور تھی منشور نامہ لیا ئیا — منج دور میں بھر دیو تم جوہر و مرجاں عید کا

(تیرا — سے — رلایا — میرے)

بے منت انبر ٹیا ہے تمن نعمت پکھی آدم کے تئیں — دایم اچھو اپی شکر منج عیداں پہ عیداں عید کا

(نہیں)

ظاہر ہوا ہے شرع کا احکام تیرے خط منے — ترکاں کا ترکی ناچلے آیا ہے ترکاں عید کا

امرت کا پانی پیو کر ہیں جیو تے جگ جیو سب — برکت نبی اس نبر کوں کرتا ہوں مہماں عید کا

(ہر شکیم — جیتے — پانی کو)

تج عدل تھے یوں کانپتا عالم لوپن تھے پات جیوں ۲۰ آنند خوشی سوں راج کر ہور جنت ڈاواں عید کا

(تیرے — سے — ہوا سے پتہ جس طرح — سے)

آنند کے منہ تھی کھرے گھر موتیاں راساں بھرے
حوراں پڑیا بائے گلے میں کنٹھ مالاں عید کا

تج وشٹ کی تاثیر تھے مردے سو مر تھی جی اٹھے
کانٹے سو کیا پر دصر نظر تا ہوئے گلستاں عید کا

نہہ کا نزنگ کوئی نا سکے چڑنے کوں میرے شاہ سم
پیرت کئے میداں چڑے جوبن سو مالاں عید کا

چابک سواراں لے کھیلائے چابکی کس میں نہیں پیا
کھیلے بھوت ڈاواں الکھ سوں لیکھ چوگان عید کا

جیکو چڑے گھوڑے اوپر اسکوں سواراں میں گنن
تل ہور ہیسے کی گیند کر کرنے ہیں جولاں عید کا

دیرا دئے ہیں گنج کے جھنڈ انسوں کوہ قاف پر
موتی کے جالے سایہ بان جوڑیا ہے خاناں عید کا

تج دولت و اقبال شاہاں میں نہ دیکھیا کوئی کد
انس و ملک منگتے سدا تج پاس و اماں عید کا

میخانہ کوں دھو دھار کھیا چند ابراں و کھیت گلال
گلال سے گالاں سیتیں مد دیو منج واں عید کا

دھن دیکھ نا لیوں کد جیں میں میں کلالاں پاس تھے
لو چن سو رنگ کے رنگ تھے مد پیو احساں عید کا

میخانہ میرا ہور ہے پیمانہ مستی ہور ہے ۳۰
جوبن کے مدخانیاں سیتیں باندیا ہوں شرطاں عید کا

ن ۔ مسی ۔

پکڑیا گریباں شیشہ کا کتواں تجھ نا ڈر کے ہیں
بہو دیس کوں سنپڑیا ہی اب چھوڑوں واں عید کا

پیرت منے سنپڑیا سو حسن خبر جیا ہوں بس حسن بدل
باندیا ازل کے دیس تھی پیارے سو پیماں عید کا

حیدر نبی کے واس پن تھی قطب شہ کر عیش نت
مو نبیاں کی سنپڑیا چڑ کہ کرتوں دشت ایواں عید کا

جکوئی محمد دین کا دشمن ہے آیا ہجر اس
دندیاں کے دل ہور جیوں لا گیا ہے حرماں عید کا

احمد مدد تھے ہور علی صفدر کنے زور تھے سدا
دشمن کلیجے میں کھڑک کمار گھیا واں عید کا

نوروز ہور وزید کے خوشیاں ملے یک چاند میں
مارو رقیباں کے دلاں میں زہر پیکاں عید کا

دندیاں کا ٹکھ کا لا کیا اسماں ہمارے دند میں
سچے پیوتا ہوں شوق تھے نت آب جیواں عید کا

(قا۔ج)

۲

عید قرباں

تج ترنگ کے نعل تھے روشن ہوا جاں عید کا
اس کی باساں تھے معطر ہے گلستاں عید کا

عید قرباں کوں بڑائی شاہ کی مجلس تھے ہے
تو بڑائی بول کر آیا ہے سلطاں عید کا

رُت بسنت تھے پھول کھلیے ہیں سراسر نور کے
۴۰ تو کیا کسوت امولک شاہ ترکاں عید کا

دلربا مجلس دیا ہے عید قرباں کوں شرف
طفل نمنے آرزو تیرا ہے خواہاں عید کا

جلد پن تیرے ترنگ کا ہور کھڑگ جھلکا تج
عشق کے میداں منے جھمکائے جولاں عید کا

کھلّا مصحف میں جو دیکھوں فال تلتل صبح گاہ
ہر طرف منج نین میں دِستا ہے احساں عید کا

اس زمانے میں بڑائی عید اب کیوں نا کرے
کد نہیں دیکھے ہیں جم جمشید ایسے شاں عید کا

جب مورخ نا کرے تاریخ منج مجلس کے تائیں
قصہ خواں کیوں پڑ سکیں سو قصہ پایاں عید کا

رشک کرتے ہیں ملک ہور حور جیت بزم تھی
اب پلو تج کن پیاریں ہور منگیں پان عید کا

کر علیؑ ہور آلؑ کی برکت تھے نت شادی خوشی
تیری شادی تھے سو شادی ہے نمایاں عید کا

(اور — سے)

شادی ہور خوشیاں تجے دایم سوا زانی اچھو
تج بلا دور تائیں آپ آیا ہے قرباں عید کا

(اور)

عید کا ہے نانوں جگ میں عید تجہ مکھ تھے اہے
اس خوشی تھے گاوتے داؤد الحاں عید کا

(سے)

۵ ۔ سب خوشیاں عشرت تمن مجلس مِں باندھے ہیں کمر
اب سلیماں کے نمن تم دیو قرباں عید کا

(تمہاری — طرح)

عید اگر عیدی کا دیوے دان سکوں کیا عجب
تیری مجلس تھے اکھایا ہے سو دکاں عید کا

(سے)

تیری بخشش ہور کرم تھے عید شرمندہ ہوا
کاں دسے گا تیری ہمتا انگے ساماں عید کا

(اور — سے — کہاں نظر آئے گا)

تج محمدؐ نانوں تھے سُہنا ہے تاج احمدی
وو بزرگی دیکھ بگ پرتا ہے خاقاں عید کا

(تجھے — سے)

بخت و دولت تخت چو پھیر چوک جوڑے ہے سدا
اس خوشی تھے رات دن گرجے سولیواں عید کا

(سے)

روشنی پایا ہو میں یعقوب نمنے وصل تھے
تج دیا کی باس تھے بستا ہے کنعاں عید کا

(سے)

اِس قصیدہ پر معانی عید جم قرباں ہے
نیں کیا ہے آج لگ یوں کوئی درافشاں عید کا ق

(نہیں)

۳
عیدِ قرباں

تیرے مکھ پھولاں تھے تازہ ہے سدا بن عید کا　　مکھ کی پھولی تھے پھول کھلیا او پھول آدھن عید کا

قطب تارا کھینچتا آہن ربا کوں آپ دھر　　سب ہی تاریاں میں اوسے دیتا ہی بڑپن عید کا

عید خوشیاں سیتی قرباں ہونے دہرتا ہے ہوس　　او انندان سے جگت میں شمع روشن عید کا

نین و نبالے علم جھیلے کے تمنے جھولتے　　۶۰　　تازہ تازہ رونقاں ظاہر کیا فن عید کا

جن دیکھے یک چھن تجے سو عید قربانی کرے　　حور جنت کا ہے حیراں دیکھ جوبن عید کا

عید کی خوشیاں تھے نیں معلوم منجکوں راتدن　　ساقیا پیالی منے دکھلاؤ درپن عید کا

چاند سورج لاج کر یا دل منے پنہاں ہوئے　　جب نین جھلکار میں دکھلائے جھمکن عید کا

عید کی خوشحالی او ہے جو پڑے پگ شاہ کے　　اس خوشی تھے ہے ہوس سوں سب الاپن عید کا

خوش گھڑی او ہے کہ رکھیں منج او شہ پر یک نظر　　آئیا منج عیش کے ہاتاں میں دامن عید کا

جیوں ہما نمنے رکھیں ہیں چھانوں ہما پر تمیں
اس تھے پایا ہوں بڑائی ہور نشیمن عید کا

عید کی عیدی دلاؤ شاہ منجکوں پیار سوں
جیوں چومن طفلاں کوں دیو منجکوں چومن عید کا

عید نھن پن کا دیکھو ہور عید بڑپن کا دیکھو
ہے خوشی نت پن منے سو لک جھاڑن عید کا

عید مجلس میں کریں آور رقیباں کوں پسند
او سپند جالے اوپر پھٹا ہے ابرہت عید کا

وقت آیا ہے کہ غم کا جڑا و پاریں پیڑ سوں
صد ہزاراں شکر پایا ہوں میں وصن عید کا

حج اکبر دینداراں کے اوپر واجب اہے
میرا حج او ہے کہ دیکھوں تج سوں درشن عید کا

عید مجلس میں کرے جب یاد مسکیناں اوپر
کاج عشرت کا گھرے گھر ہووے گلشن عید کا

ہے محمد ناؤں تجھے جگ میں محمد قطب شہ
تو طبل اس دار پر گرجیں سو گرجن عید کا (ق)

۴

عیدِ میلادِ نبیؐ

نبیؐ مولود لیایا ہے خبر سر تھے خوشی کا ❊ سدا صلوٰۃ بھیجو سب محمدؐ ہور علیؑ کا

بڑائی ہے بہوت اس دیس ہمکوں عید انمیں سارے ❊ سعادت میں سعادت ہی سعادت اس گھڑی کا

سو ساعت کی سعادت میں دعا منگے جو کوئی ❊ لکھیں بخشش کا خط اُس کی پیشانی پر جلی کا

سُنی کافر کے بتخانے ٹوٹے ہیں اس گھڑی سب ❊ سو معجز تھے خوارج کوں ہی ہیبت گڑبڑی کا

نبی مولود ہی دیباچہ سب مولود میانے ❊ سو ہی نوروز عیداں میں اتندیے سروری کا

ازل تھی عید کیا خوشیاں جگت میں تھیاں ولیکن ❊ ہمارے دور میں دایم خوشی ہے ہاشمی کا

خدا کہیا پیمبر کوں حبیب اپنا دو جگ میں ❊ محبت سوں کیا داماد حیدرؓ کوں نبی کا ۸۰

کیا قرآں خدا نازل محمدؐ ہور علیؑ میں ❊ سدا جبریل لیایا وحی ہور رحمت ربی کا

پیمبر ہے ہمارا سروراں میانے سو سرور ❊ کہ صیغہ بولے ہیں جبریل سوں ملکراجی کا

اشارت کر چندا کوں پھاڑے جیوں کپڑے کیے نمنے
تو بوسا پانوں کوں دے نور پایا روشنی کا

خوشیاں کے فوج واٹے ہیں ہمن دل پر انند سوں
کہ چھن چھن جگ میں معجز دیستا پیغمبری کا

انوں تھے دین قایم ہے ہزاراں شکر کر تو
کہی بارا اماماں ناوں سدا سکندری کا

منگے پیغمبراں اپ تیں شفاعت نت خدا تھے
ہمارے مصطفیٰ منگتیں شفاعت امتی کا

مسلماناں محمد مرتضیٰ پر بھیجو صلوٰۃ
کہ تو ہوگا تمن روزی شراب کوثری کا

دیا ہاتف ندا منج رات دن جم جم خوشیاں کر
کہ بجتا ہے دماما دو جہاں میں حیدری کا

نبی کے نور تھے روشن ہوئے ہیں عرش و کرسی
علیؑ صدقے کیئے ہیں شیعہ کسوت زرزری کا

۹۰ پریاں حوراں سبد چندا چتیاں ہیں عرش اوپر
لکھٹے تال دھارے تال لیکر مشتری کا

بدل نمنے گرجتا ہے منڈل تلتل خوشیاں سوں
الا ہیں مشتری ہور زہرہ سُر لے ہنجمی کا

فلک سا تو بندھے آئیں ستارے چاند سورج
وو آئین طرح دیکھ حیراں ہوا عقل آدمی کا

خوشیاں ثنا دیاں اسی مولود تھے ہوتیاں ہیں ظاہر
زباں قاصر ہے حضرت وصف کہتے انوری کا

صفت کرنے پیمبر کا منجھے اندازہ کہاں ہے — ہوا مولود وصفاں تھے ہوس منج خادمی کا

ہوا ہوں شرمسار اپنے گناہاں تھے سدائیں — کرو تم حاتمی ناناوں جاوے حاتمی کا

نبی کے صدقے بخشنے گا خدا میرے گناہاں — علیؑ کا ناوں منج سرتاج ہے جم خسروی کا

پیمبرؐ کی سو بخشش تھے نہیں کن ذرہ نومید — کہ منج ذرے کوں دیو چاشنی تم لنگری کا

پیمبر ناوں منج تن پر سلح سنجو دائم — . . . .

خوارج مصطفیٰ کے غصے تھے ڈر جبو سٹیں — . . . .

نبیؐ کا ناوں ہے تیرا محمد قطب شہ نادر ۱۰۰ — قصّی موسیٰؑ و فرعون شیعہ کن ہے رہبری کا

خدایا منج سدا شادی سوں رکھ حیدرؑ کے صدقے

کرو غم تھے خلاصی دو دیو فرمان منج خوشی کا

۵

باغِ محمد شاہی

محمدؐ نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا

نام سے محمد قلی ہے

سو طوباں سوں سُہاتا ہے جنت نمنے چمن سارا

سے زیب دیتا مانند

دِسے فانوس کے درمیان تھے جوں جوت دیوے کا

نظر آئے سے روشنی چراغ

سو تیوں دستا دوالاں میں تھے میویاں کا برن سارا

سے میووں جسم

سنہے دم عیسوی دایم چمن میں گل رگا لے تیں

ہرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ہو پون سارا

سٹرک تھے باغ کوں دیکھت کھلے ہیچ باغ کے غنچے

سے دیکھ کر میرے

سو اُس غنچے کے باساں تھے لگیا جگ مگن سارا

سے لگا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مُکھ یاد آیا

سُہاتا تھا محمد پھل نمن اُن کا نین سارا

زیب دیتا ۔ مانند ۔ آنکھ

دِسے ناسک کلی چنپا پھواں دو پات ہیں تس کے

نظر آئے ۔ ناک

بھنور تل دیکھ اُس جاگا ہوا حیران من سارا

جگہ

سو تو شے داکھ لاکھاں کے ثریا سنبلا ہے جوں

انگور ۔ سنبلہ

سُہے اُس داکھ منڈوا سو جیا انبر گہن سارا

زیب دیتا ہے ۔ آسمان

اناراں میں سُہے دانے سو جیوں یاقوت پتلیاں میں

زیب دیتے ہیں

ہر اک پھل اُس اناراں پر سُہے سکّے نمن سارا

زیب دیتے ہیں ۔ مانند

کھجوراں کے دِسیں جھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے

نظر آتے ہیں ۔ گچھے

سپاریاں لعل خوشے جوں دِسیں دن ہور رین سارا ۱۱۰

نظر آئیں ۔ اور رات

دسیں ناریل کے پھل یوں زمرد مرتباناں جوں

ہور اُس کے تاج کوں کہتا ہے پیالہ کر دکھن سارا

اور

دِسیں جامون کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
مانند
نظر لاگے نہ تیوں میویاں کوں راکھیا ہے جتن سارا
لگے رکھا
صفت کرنے کوں سوسن بی کھلیا ہے دس زباں اپنی
بھی کھولا
دکھن سب سندریاں کے تیں کھلیا نرگس نمن سارا
جیتوں مانند
چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپے ہیں
اپنے
سو تس آواز سن حوراں کریں رقصاں اپن سارا
سُن کر
دکھت رُکھ مست ہو دھنک بجاویں پات ہاتاں سوں
دیکھ کر درخت ہوتا پتے
سو ڈالیاں ڈُلتے ہو متوال پی پھول ابرہن سارا

مگر شبنم کا مے ہے یا اَدھر حلاب کا پیالا
ہونٹ لعاب
یو بی خوب ہور او بی خوب تج سوں مل پون سارا
یہ بھی اور وہ بھی تجھ سے
اُمنگاں آپ اُمنگاں سوں اپس میں آپ مل ناچیں
سے
تننا کا تنن ناچیں، ہوے تن تن تنن سارا

(ناقص الآخر)

۶

عیدِ نورُوز

کہ بس دن عید ہور نوروز منج کوں نت خدا دیتا
رات اور
مرے دل مرغ کی خاطر پھولاں عشرت نوا دیتا

پھولاں کا عید ہے یک دِہر خوشی نوروز کی یک دِہر
انداں طرح کر ساقی طرب مو دل پیا دیتا
میرے کو
جو اپنے برج اوپر مشتری ہور زُہرہ آئے کر
اور
بڑائی اُن تھے پا نورِوز نوروزی صفا دیتا
سے
اے دل پنکھ مار ذوقاں سوں کہ نوروزی برات آیا
براتاں بیگ غم کی پچھاڑ سٹ او سب جفا دیتا
وہ جلد

۱۲۰

خوشی شب رات کی ہور عید رمضاں کا خوشی نِت نِت

شب برات — اور

اے دو توں عید کیاں خوشیاں خدا تج کوں سدا دینا

تجھے — کی

ہوئے ہیں جھاڑ سب ہرے خوشی سب جگ منے بھرئے

ہرے — میں

عجائب عید ہے شہ ہور گدا کوں کیمیا دینا

اور

خوشیاں سینتی غماں کوں بھا فکر خوشیاں کرو دایم

غم کو

اے نوروزی کے دیساں سب غماں کے تیں دوا دینا

دن

دعایاں تھے کھلے ہیں سب ہی اسماناں کے دروازے

سے

کہ حاجت اب منگو یاراں کہ سب حاجت فرا دینا

نہ آوے گنج قاروں کام کچ تج حسن کا گنج ہے

خوشی سوں تو گدایاں کوں پیا بخشش نوا دینا

نئی

تمہارے چھند بھرے چالے پورو کے جیو کی ڈوری میں

چالیں　پرو کر

دو تن کے نین ہور دل میں ای یاتاں سب ریا دیتا

رقیب　آنکھ　اور　یہ

محمدؐ کی غلامی تھے محمدؐ قطب شہ شاہ ہے

سے

اِسی برکت تھے دایم سب خوارج کوں بلا دیتا

سے

(ق)

۷

قصیدۂ منقبت

(تشبیب کے چند شعر)

آج شہ چیں چلیا شرق نگر تھے شتاب

سے

ڈھال فلک کی آچا او شہِ عالی جناب

اُٹھا وہ

باند خنجر کرن کی، زریں فرنگ ہات لے

باندھکر تلوار ہات میں لیکر

۱۳۰

صبح کے وقت آئیا پیک ِ دو پیالی شراب

آیا پی کے

چڑک ِ فلک فیل ِ مست مستی سوں مکھ لال کر

چڑھکر

گرم ہو چلنے لگیا دن، لے کٹک بے حساب

فوج

سو ہے غلط، یوں نہیں ہے یو قضیا توں سن

یہ قضیّہ تو

فتح و ظفر چند کا چرخ دیا اُس جواب

چاند

شاہ ختن سُن چلیا غرب نگر تھے لے فوج

سے
سنکر چلا

تِن کے تناں رین رنگ جیسے اہے مُشکناب

جن		جسم		رات کے		ہے

اتنے میں دیتا اہے صلح خدا تِن منیں

ان کے آپس میں

ہے تمیں نس دن کے تِسہ نا لڑو تم اتنے باب

تم		رات		بادشاہ

ہیں کیا تم دو کو شاہ یک سورج ہور یک ماہ

دونوں		اور

دھرتی تمیں دونوں جادونوں کوں سر پڑ اب

زمیں

دن کوں سُرج نِس کوں چند تدبھی کیا ہے ہاب

سورج		رات کو		چاند

چاند کو کیتا تجی سور کوں کیتا ذہاب

کرتا		سورج

۸

نوروز

پیا مکھ نور تھے ہے جاوداں ہم عید وہم نوروز
سورج آ و حمل یا نہ عیاں ہم عید وہم نوروز

مبارک پن ترے مکھ نور سورج تھے ہوا پیدا
خراجاں لیکہ آئے من شہاں ہم عید وہم نوروز

مبارک باد دینے آئیا نوروز تج دو بار
اد کھ سکھ تھے کریں تارے قراں ہم عید وہم نوروز

شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم وعشرت کا
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید وہم نوروز

۱۴۰

اتم طرحا نسوں باندے ہیں ملک آئیں سورج چندکوں

طرح سے

کرن رنگاں کے نخریر و نشاں ہم عید و ہم نوروز

پریاں حوراں مجالس دیکھنے آیاں ہیں چھنداں سوں

دلاؤ و پان پٹیاں باندے سواں ہم عید و ہم نوروز

فلک نو تھے سو آئے پیشکش اقبال ہور دولت

سے اور

خوشی شادی سینی غم بھنجیاں ہم عید و ہم نوروز

دے دم مشتری ہور زہرہ لیائے ہیں خبر نصرت

اور

جو نکلے داب سوں صاحبقراں ہم عید و ہم نوروز

پرم موتی سمندر دل تھے ابلیں ذوق سوں بھر بھر

سے

تو آیا سجدہ کرنے آستاں ہم عید و ہم نوروز

لجیں شب برات آتشبازی تیرے نورا وجالے تھے
شرمائے سے

او سے تعریف کرنے کہاں زباں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری بزم عشرت تھے اکھائے ہیں خوشیاں شادیاں
سے

سکے تاکوئی کہنے او بیاں ہم عید و ہم نوروز
وہ

تمن مجلس خوشیاں کے سم کروں کیوں عید کی خوشیاں

تھکت ہو کر رہے ہیں سب جہاں ہم عید و ہم نوروز

خوشیاں عیداں برس کوں کرتے اپنی جوبن کا پکڑا

دسے منج نت ہے سکھ پکڑا خوشیاں ہم عید و ہم نوروز
نظر آئے مجھے ہمیشہ

کیا کسوت زمیں نوروز پھولاں کو نپلیاں سینتی

۱۵۰

اوکسوت طرح دیکھ ہوتے لجاں ہم عید و ہم نوروز
شرمندہ وہ

محمدؐ ہور علیؑ کا ہے محمد قطب شہ داسا
(اور) (غلام)
کریں سیوا اوسے چو پھر پریاں ہم عید و ہم نوروز

سنیا ہے حسن تیرا طرح نوروزی کا عالم ہیں
نزاکت تھے کٹکنتیاں گوریاں ہم عید و ہم نوروز

ہما کا چھاؤں نا آوے تمہاری جیغہ چھاواں سم
سو چھاواں تل کھلیں مکھ چندنیاں ہم عید و ہم نوروز

سہیلی چیت پینے ہے سورج کی جوت کی چولی
(پہنی)
سُہاتا ہے ہریا اس پر چھنیاں ہم عید و ہم نوروز

کیا ہے حسن سبزہ سبز سے بن کے روکھاں کوں
(درختوں)
پھلاں کھاویں بہشتی بوستاں ہم عید و ہم نوروز

گندائے پھول ہاراں میں خطائی ہور اسلیمی

اور

پھولارے سب خطا کے ہیں نہاں ہم عید وہم نوروز

خطا دفتر او پر کھینچے الف لوچن کے کاجل تھے

سے

پری چین پائے حلقہ آپ کان ہم عید وہم نوروز

اپنے

نویلی دھن رنگیلی اب ہتھیلی میں نگاراں کئی

نگار اس کا نگارستان حیاں ہم عید وہم نوروز

صفت اس قد کروں یا اس جمال یا اس لٹکنی کا

پڑوں او قصہ سب جیوں قصہ خواں ہم عید وہم نوروز

وہ

جگت کے نین پائے نور تیرے حسن پانی تھے

سے

۱۶۰

او سی تھے کھیلتے ہیں پوتلیاں ہم عید وہم نوروز

اسی وجہ سے پتلیاں

یون کا نتھے نگلتا ہے میٹھائی جیوں رتن کاں تھے

جوانی کی کان سے — سے

میٹھائی مصر بسری مصر باں ہم عید و ہم نوروز

نوا نوروز نو ساقی نوا عشرت نویلی سوں

نومی خبراں سن آئے ہیں دواں ہم عید و ہم نوروز

اچھو ارزانی تم تے عید ہور ای مجلس آرائی

سے — اور — یہ

سپند باد ودو تن کے کھنجناں ہم عید و ہم نوروز

ڈالو

محمد کا غلامی منج خطاب سربلندی ہے

میرا

سورج کرناں سوں باندے سایہ باں ہم عید و ہم نوروز

تہجد کی نمازاں میں کرو منج تیں دعا دم دم

دعا دم کے اثر تھے ہوں رہاں ہم عید و ہم نوروز

سے

ہوا ہے سب کشف تمنا کتاباں بوجھنے حق تھے

سے

سبق لینیں کو آویں عالماں ہم عید و ہم نوروز

لینے

خوشیاں آئے محمدؐ دور تھے منج گھر انداں سوں

سے

یہوں کر شکر دایم ہیں سکھاں ہم عید و ہم نوروز

ازل کے دیس تھے آنند گھوڑے پر چڑ آئے منج

سے

خدایا او در تک رکھ میری راں ہم عید و ہم نوروز

وہ

جشن نت نت جشن عید ہور جشن نوروز کا کاجے

اور

سو ہے ماہی مراتب پانزاں ہم عید و ہم نوروز

جشن خاطر لگر آئی ہیں زہرہ مشتری تالا

۱۷۰

بھر آویں ترم ہیں پیالے سکیاں ہم عید و ہم نوروز

اچھوں دن دن مبارک عید ہور نوروز منج جم جم

رہے اور

بجاؤ گاؤ سب دن گاؤ تاں ہم عید وہم نوروز

گانا

سہیلا دوستاں گاوو کہ غم کا سب اثر بھاگیا

خبر لیایا خوشیاں کا یو زماں ہم عید وہم نوروز

یہ

خدا منج بخت دولت کا دیا ہے سب شہاں اوپر

مجھے

تو منج دربار پر گرجیں گجیاں ہم عید وہم نوروز

ہاتھی

میرے

پیا تج مج بولیا ہوں امید ہور آرزو سیتی

سے اور

تیری

دیو تشریف گنج لامکاں ہم عید وہم نوروز

تمارے وصف کہنے تھے ہوا منج شعر نورانی

سے

او شعراں کوں پڑیں سب شاعراں ہم عید وہم نوروز

ان

ہوا اس سر تھے غزل کہنے ہوس اس پوتلی خاطر
پھر سے — پتلی
رتن ہے شعر بوجھو جوہریاں ہم عید و ہم نوروز

(غزل) کرے نوروز کسوت پر نبیاں ہم عید و ہم نوروز
دکھت کسوت سہیلیاں وادیاں ہم عید و ہم نوروز
سنگاری یوں سکھی پیاری سکے تا اُون قلم لکھنے
سجی ہے چیر زر پھل تاریاں ہم عید و ہم نوروز
پیشانی چاند اوپر ٹیلا لگائی سور جوتی کا
دیوے دل بار کے تیں باولیاں ہم عید و ہم نوروز
چھبیلی سرو قد ناری کوں لاگے نار پھل جوڑا
۱۸۰
سو رنگ دانے اوپر پھند حسن لٹاں ہم عید و ہم نوروز
خوش رنگ

مسکتی ہنستی، ہنلی سچلی ہنس کی چال چلتی او

چمن پھل وارین اس پر مالیاں ہم عید و ہم نوروز

ترے رنگ نور تھے گوہر کے رنگ میں جوت چڑیا ہے

سے

تمن دھپ بن پھکے ہیں جوہراں ہم عید و ہم نوروز

تمہاری بھیکے

تمارا فیض بخشش کا بہوت ہے عام و خاصاں پر

ہمن بخشو عشق کے لاریاں ہم عید و ہم نوروز

خماری کے برس کا دور کر ساقی پیالیاں سوں

چڑوں گا تو مدن کی سیڑیاں ہم عید و ہم نوروز

تیرے

خدایا عید ہور نوروز شادی راکھ بہو برسال

اور

کروں تا خدمتِ صاحب تمال ہم عید و ہم نوروز

قصیدہ ہور غزل لیایا تمارے پیشکش تائیں
اور کے لئے
بھرو منج دور میانے موتیاں ہم عید وہم نوروز

میرے
دعاسوں ختم کر رنگیں غزل قطب زماں اب توں
کریں آمیں ملک ہور قدسیاں ہم عید وہم نوروز
اور

(ق)

۹

بعثتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت نبی پیغمبری حق تھے سو اِس دن پائے ہیں
جبریل کھن تھے مصطفےٰ اکن وحی لے کر آئے ہیں
(سے) (آسمان سے) (کے پاس)
سارے نبیاں پر سروری دیتا خدا حضرت کوں تو
قدرت تھے چتر ہوئے کر سر پر ا بھالاں چھائے ہیں
(سے) (بادل)

(ج) (صفحات غائب ہیں)

۱۰

بسنت

بسنت کا پھول کھلیا ہے سو جیوں یاقوت رمّانی

کھلا

کرو مل کر سہیلیاں سب بسنت کے تائیں مہمانی

بسنت کا رُت تجھایا ہے برہ اگ کوں خوشیاں سیتی

سے

نویلیاں مل کرو مجلس نویلا آج شاہانی

نئی

سکل جھاڑاں کوں لاگے ہیں جواہر کے نمن پھولاں

لگے مانند

سب

سو پھولاں سوں کرے تل تل پیا پر گوہر افشانی

بسنت پھولاں کا شبنم مے سو بھر ساقی صراحی میں

جو اُس مد تھے مدن چڑ کر ہمن رنگ ہوئے نورانی

سے

جو گرچہ مست ہو یا دل صراحی نت کرے غلغل

پیو و پیالا او غلغل ناد سوں ہے میگھ نیسانی

وہ آواز کے ساتھ

پلا ساقی سراسر مے کہ تا ہوئے کشف ہمنا کوں

ہم

کہ اس مے تھے دیسے منج کوں سدا سب راز پنہانی

سے نظر آئے مجھے

عنبر، ہور عود و مشک و زعفراں کا روت آیا ہے

اور

اُسی تھے باس انو کا جگ میں کرتا ہے گلستانی

اُن

لئے

بنچھل پھل کے عرق میانے کلا و تم کدم چھند سوں

میں

و لے فتنہ عرق سب باس میں کرتا ہے سُلطانی

بندھاؤ حوض خانے چاند و سورج کے سہیلیاں مل

بھراؤ نیر امرت کا کہ کھیلیں رنگ افشانی

بسنت پھل کا حمایل پہن کر آئی انگن میں دھن

عورت

سو پھل سنگار کے نقشاں منے حیران ہے مانی

پھولوں کے میں

بندی چنری پرت نقشے کری اس پر تکٹ تارے

نوے قد پر سُہاتا ہے پھولاں چولا عروسانی

سورج کرناں کی چپر کیاں ہات میں لے چھر لے یک چیت سوں

سہیلیاں سوں اچھو منج کوں سدا اے کھیل ارزانی

نظر ہے مصطفےٰ ہور مرتضےٰ کا قطب شہ اوپر

کہ دشمن کی پیشانی پر لکھے حرفِ پشیمانی

انوں کے دشمناں اوپر ازل تھے لعن واجب ہے

اگر ہوئے سمرقندی، بخارائی و ملتانی

نزاکت شعر کے فن میں خدا بخشا ہے توں تج کوں

معانی شعر تیرا ہے کہ یا ہے شعر خاقانی

(رقا)

یا علیؑ

ناقص الاول

سب انبیا پرور تمیں ہے اولیا رہبر تمیں

حیدر تمیں صفدر تمیں امت کو اہدا یا علیؑ

دانش تمن تھے آ بیا جگ پت تمارا دھائیا

تم سے آیا

بینش تمن تھے پا بیا جگ میں سو پیدا یا علیؑ

تم سے پایا

کرتے ہیں جیواں پیار سے تم پر تھے رضواں آرتی

نثار سے سے

زہرا سوں نس دن وارتے چند سور تریا یا علیؑ

بندا تمارا تر کماں تج داس ہے دونوں جہاں

منگتا سدا امن و اماں تمنا تھے قطبا یا علیؑ (ج)

۱۲

ایک قصیدۂ منقبت کی تشبیب کے چند اشعار

نس کے سمند سیام میں سُنّے کی زورق ڈبیا
ڈوبی
سونے
ڈبنے میں ترلے لگے بڑبڑے کے لکھ ہزار
سکئی
غرب کے چہ میں پڑیا یوسف انبر کا سور
اسمان سورج
چاہ
جگ سنجیں یعقوب کے نین تمن اندکار
مانند
آگ براہیم کا بجکِ ہوا پھول بَن
بجھ کر
رین سو تس آگ کا ہے دھنوے کا دھند کار
دہویں
چند ہو سکندر چلیا رین کے ظلمات میں
چاند
شمع دیپک مشعلاں روشن ہوے اپار

چرخ کے خُم خانے ہیں سورپیا جبا نو مد
آفتاب
مست ہو جا کر پڑیا عزب کے چشمے منجھار

کھن کے لگن، شمع چاند تارے پتنگ کے نمن
اُڑتے ہیں اس آس پاس عشق تھے بے اختیار
سے

کھن کے سو حوض خانے ہیں رین بھرا نیر جوں
چاند بھو یار انمن تارے ہیں تد ال نیر سار
فوارہ بوند پانی کی طرح
کھن کے مدر سے کنے چاند مدرس کنے
بحث کرت تارے آئے طالبِ علماں کے سار

رباعیات
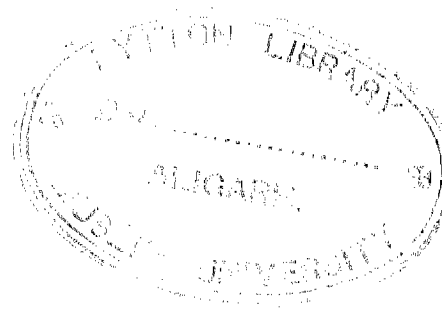
مردی جو پوچھے گا تو علیؑ تھے جا پوچھ
اسرار چھپے سینجلی تھے جا پوچھ
گر پیا سا محبت کا اہے توں قطبا
او چشمہ کوں توں علیؑ ولی تھے جا پوچھ

۲

جنت و سقر قسم کرنہار علیؑ
مشکل کے سو گانٹھاں کو کھولنہار علیؑ
کو لک کریں اے بھرٹ نمنے چوری
بھرٹاں کے سو بھرٹیاں کوں تورنہار علیؑ

۳

میرے سو گنہ گانٹھ کھولنہار علیؑ
ہر مشکلاں میں ہے مرے آدھار علیؑ
ہر ٹھار مددگار رہو اپ پیار سیتے
دیتے ہیں منجے فتح کا نروار علیؑ

۴

انپڑیا ہے علیؑ ہت تھے مد جام منجے
متوال کہ اُس تھے رکھے جگ نام منجے
دو جگ میں نہیں کام کسی دھیاں سوں منج
ہے دھیان سوں حیدر کے سدا کام منجے

۵

اپ دوست سوں مل پنچھ کہ ہیں جام منگوں
اُس ہونٹ شکر ایسے تھے ہیں کام منگوں

آرام دل آرام تھے ہے دل کوں سدا
میں اپنے دل آرام تھے آرام منگوں

۶

کہتی کہ تری ہوں گی نوارا اندیشہ
دل اپنا خوش کرو بسار اندیشہ

دل کوں کہاں ہے دل ہی کہاں صبر اوسے
یک بُند لہو ہور اس کوں ہزار اندیشہ

۷

تا بات او محبوب سندر کا کہے جائے
ناراز اپس دل کے بھِتر کا کہے جائے

جے کوئی اچھے جیو کے نمنے دل کے بھِتر
اس سات پیَن عشق اچھر کا کہے جائے

۸

کہیا ترے لب کیا ہیں کہی آب حیات
کہیا کہ تیری لب دا کہی حُبّ نبات

کہیا کہ پیَن تیری کہی قطب کی بات
اس میٹھی لطافت پہ سدا ہے صلوات

۹

اُس لٹ کوں لٹا پٹ سوں پکڑ کیتا نیاز
زلف
کہیا کہ مرا چارہ کریں اے ور ساز
کہا
منج کی کہ مرا ہونٹ پکڑ لٹ کوں تو چھوڑ
کہی زلف
ہے تج کوں انند ہور سدا عمر دراز
اور

۱۰

خوبی و بدی سب کے بوجھنہار سو توں
انصاف ہر ایکس کا دیونہار سو توں
منج گرچہ چھوٹاک نیں ہے گنہ تنہ سبتے
میں سو ہوں چھوٹنہار چھوڑنہار سو توں ۲۰
چھوٹنے والا چھوڑنے والا

۱۱

احمد علیؑ کے رتبے تھے تج ہے جو خبر
کر فہم سینتی صرف شہادت پہ نظر
سے
اللہ محمد علیؑ برحق اہیں
سے
نہیں ہے اینو تینو منے چوتھے کا سچر
ان میں

۱۲

تیرا شرف ادراک میں تیں ٹاک آیا
جم تیرا سبق نعبد ایاک آیا
تیرا سو نشان مصحف پاک آیا
لولاک لما خلقت الافلاک آیا

۱۳

جیتا توں دل و جیو سوں قرآن دیکھے — احمد کے سو خلق پر توں سب احساں دیکھے

دیکھ حلقۂ خاتم النبیئین ہیں توں — دل نین سوں تا اصبع رحماں دیکھے

کی آنکھ سے

۱۴

جس ٹھارے لعل پھرے دور پہ دور — اس ٹھار مے من کوں بھاوے کچ اور

جگہ

جے کوئی جو مستاں ہیں مد پیالے کے — ہور طور ہیں آیا ہے دیکھت مد کا طور

جو — اور

۱۵

ہے پھول کا ہنگام مد سوں یاراں حاضر — پھولاں کے نمن سارے ہیں یاراں حاضر

مانند

اس وقت پہ کیوں توبہ کیا جائے منجے — ۳۰ — توبہ شکناں ہور نگاراں حاضر

اور

۱۶

کہنے کہ یک ٹک ہو جو اچھے گا گھر ہیں — افسانہ کہن آؤں گی تب نج بر ہیں

رہے ہے — کہتے

گھر خلوت ہوا ہور نہیں کوئی گھر ہیں — او بات توں بسرے ہے یا ہے سر ہیں

اور — وہ

۱۷

کب لگ اچھے لب پہ مدہور دل بین جام
اس پاپ سوں بھریا سو زہد منج کا کام
مد کے مدسے لیا دجو صفاتین بین تمام
یک پختہ برابر نہیں ہے سو لک خام

۱۸

منتی کے ملک میں ہے جہانبانی منج
خوباں کوں دیکھن میں ہے مسلمانی منج
خمار کا خمخانہ اہے ٹھاتوں مرا
ہر مد کا سو بند نگین سلیمانی منج

۱۹

منج یار کے مکھ سار نیں آتا اے پھول
کی کبر کے کوں کار رنگ دیکھاتا اے پھول
جو لگ اچھے مل کانٹیاں سوں نیں فائدہ کچ
دھن پیک تلیں آباس تھوں پاتا اے پھول

۲۰

تج مکھ انگے عاقبت افسانہ رہیا
تج نین انگے عقل سو دیوانہ رہیا
تج فتنے تھے روزگار کنج میں بیٹھا
ہور سو تیرے چھانو تھے تج خانہ رہیا

۲۱

جس یار میں ہے سب ہی منم ہور منی
اس غمزے بازی ہے سو لشکر شکنی
ایسے کے خیالاں میں نہ پڑیا جاوے
اپ خیال منے آتوں اگر ہے چوگنی

۲۲

کھل جائے کنچک کانٹہ جو دھن سینتے اوپر
مانند سو اُس کا نہ دیسے ساج کدھر
سینے میں تھے یو دستا اہے دل اُس کا
جوں موتی پھل دستا اہے پانی بھتر

۲۳

اے بار خدا اپنے درویش کوں بخش
مجکوں سو محمدؐ علیؑ کے کنیش سوں بخش
دشمن کوں توں توڑ دوستاں کوں توں نواز
دشمن کو نکر رحم سبھی خویش کوں بخش

۲۴

عین علیؑ تھے عقیق کلیاں ہوئے لال
ہور لام علیؑ تھے لعل نتاں ہوئے لال
دشمن علیؑ کے کہر باجوں پیلے ہوئے
حُبِّ علیؑ تھے مکھ محباں ہوئے لال

۲۵

اے باد مری بات ادسے چوری سوں کہہ
میری کو گپُت بات توں اُس چھوری سوں کہہ

پھل جائے نمن وو بات اُس گوری سوں کہہ
سمجا کہہ توں نکو سر زوری سوں کہہ

۲۶

بابل کے سحر تیرے نین سیناں ہیں
استاد اُن سحر کا تج نیناں ہیں
تیری آنکھیں

گوش پالسے جو کانا متے پینی ہے توں
کانوں میں پہنی
قطبا کی تجھیل موتی رتن بیناں ہیں

۲۷

تج روپ بنا میری نظر میں سونہ آئے
تیرے چہرہ بغیر
تج کوچے بن منج کوں گذر کرنے نہ بھائے

تج دور میں نیند سب کوں خوش آرو لے
منج نین منے نیند سو یک پل نہ سمائے
میری آنکھ میں

۲۸

جے کوئی جو عقل بات منے آتے ہیں
ہور جہل کی بات میں جکوئی جاتے ہیں
اور

جتنیا جو خلاف ہے ان دونوں میں
ڈھنڈ کر جو دیکھوں تو سب تجے پاتے ہیں

۲۹

شہ ہات منے جام سو جیا ماہ دیکھو پکڑے اہیں سورج کوں نج ماہ دیکھو

(میں) (سورج)

مریخ اسد پنجے بیں دیکھن مینگے کوئی شہ ہات میں خنجر سو وندے کا ہ دیکھو

(دیکھنا چاہے)

۳۰

نج نار سو دھن دھن سو جیون بریں اچھو منج ہونٹ میں تج ہونٹ جو دھن گھڑیں (اچھو)

دھن دھن سوں جو ملیے تو انند ہوئے انت تج عشق سو من میں جو ل سکا رہیں اچھو

(میرے دل سکے)

۳۱

تج سات وصال منج سوں دیتا ہے زر زر تمنے نہیں ہے اس جہاں میں خوشتر

(تیرے) (کی طرح)

زر دور کرے ہجر ملا دے دلبر رحمت ہو خدا کی سو سدا زر کے اوپر

۳۲

تج زلف سدا لالن کے اوپر ڈھلتی کدھول اوپر کدھیں شکر پر ڈھلتی

منج نین کی پتلیاں تیری مکھ جل میں تریں یک تل جو نہ دیکھن تج جو بھر بھر ڈھلتی

۳۳

تج ہونٹہ کرا ذوق ہیبا پایا ہے — اُو رمز کرا شوق ہیبا پایا ہے
(اُس)

(دل کا)
تیری سو کمر ہیبا نے ہے معنی باریک — جو جانتا ہے سو او جیبا پایا ہے
(وہ زندگی)

۳۴

انند منگے تو کدھیں توں جاناں کوں نچھوڑ — پینکن منگے تو زلف کے پینکاں کوں نچھوڑ

جب عشق جو توں کرنے منگے دھن سنگات — جیوتن میں اچھے لگوں توں ہونٹاں کوں نچھوڑ

۳۵

تج زلف کا چپ مال کروں ساری رات — نیناں کی دیوی لاکھ دیکھو باٹ کے دھات

بوسیاں ہو وکر کہہ کے یہے آس کرے ہے — لب پر دے حوالہ توں ہیں جانوں وو نبات
(اسکو)

۳۶

اللہ کا لے ناؤں توں کیجت سوں اول — ظاہر ہوا ہے جس تھے ابد ہور ازل
(اور)

اس تھے سو محمد علی کوں ایک جان — ان دو نوکوں نہیں ہے دو جہاں میانے بدل
(میں)

۳۷

نج حسن تھے تازہ ہے سدا حسن و جمال
نج یاد کی مستی اہے عشق کوں حال
(سے)
توں ایک ہے تجسا نہیں و جا کہیں
کیوں پاوے جگت صفحے میں کوئی تیرا مثال

۳۸

پائے ہیں لطافت ترے مکھ تھے ارواح
(سے)
جے تھے اہیں تج جیو جیون تھی اسباح
تا مست ہو کر رقص کروں پیالے نمن
(جیسے)
اپ لب تھے چکھا منج کوں جگ آنند کا راح
(اپنے سے)

۳۹

لال ادھر لال لا آدھار کرو
وو ادھر لا ادھر آدھار کرو
مکھ گلال...... ادھر کمل لال کرو
اِدھر ادھر ملا آ ہار کرو

۴۰
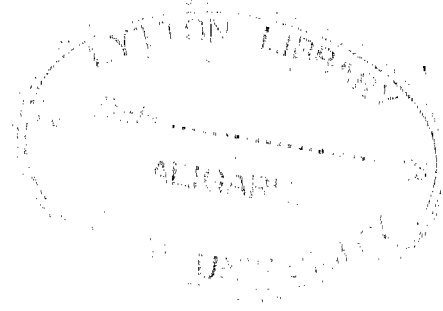
خدایا دے	مدد منج جم	محمدؐ سوں	ملا پنج تن
مدد منج جم	دے جیو کا منج	دو جگ میانے	کھلا گلشن
محمدؐ سوں	دو جگ میانے	رتن تن پر	دکھا ابرن
ملا پنج تن	کھلا گلشن	دلا ابھرن	جلا رتن

۴۱

نہیں کیں	نج ایسی	سہیلی	چھبیلی
نج ایسی	نہ اچھ سے	جگت میں	رنگیلی
سہیلی	جگت میں	ندیکھیا	گہیلی
چھبیلی	رنگیلی	گہیلی	نویلی

دیگر اصناف

مراثی

محرم مہینے میں آیا اماماں کا سو غم بھر کر
زمیں ہور آسماں میا نے بھریا سر تھے الم بھر کر

اور　　میں　　پھر سے
زمیں پر کیا بلا کیا شور کیا غوغا ہوا پیدا
نیتا کچ دل میں دکھ داتیا نہ نکلے غم تھے دم بھر کر

اتنا کچھ
اماماں تمیں سوج جلجل ہوا ہے آگ کا شعلہ
کے لئے
جلایا ہے اپس کوں کوئلے نمنے پتم بھر کر
خود　　مانند

تھے
مسلماناں ندیاں سارے بھر اُوا پنے انجھواں سے
آنسوں
کہ آیا ہے اماماں کا بلا سر تھے ستم بھر کر

محرم کا نہ لیو ناوں کد تم اے مسلماناں
نام　کبھی
قیامت ہو قیامت کا اُچا یا ہے علم بھر کر
نہ تھا دکھ درد حوراں کوں کد ہیں جنت منے یکتل
میں
حسیناں کے دکھوں ماتم پکڑتے ہیں جنم بھر کر

(ناقص الآخر)

مرثیہ

(ناقص الاول)

لہو روتیں ہیں بی بی فاطمہ اپنے حسیناں تیں
(کے لئے)

او تھو لالی کا رنگ سا تو گگن اپر ال چھایا ہے
(وہ) (اوپر)

اماماں پر ہوا سو دکھ نکو پوچھو مسلماناں

ہر یک ایمام پر یک دکھ بہت گھاتاں بسایا ہے
(امام)

ظلم کیسا ہوا ہے آہ دنیا میں اونن اوپر
(ان)

یتا ظلم و بلا سب فاطمہ خاطر ملایا ہے
(اتنا)

اگارہ مہینے کے تمنے محرم کیوں نہیں ہے توں
(مانند)

سبھی مہینے میں خوشیاں کرتے توں اب دکھ بسایا ہے

کیا ہے میہمانی یوں اماماں کا محرم توں

جنگل میں کربلا کے سب بلایاں کو بلایا ہے

مسلماں کوں نہیں ہے اس برابر کوئی بلا جگ میں
کہ انجھواں کے لہو سیتیں پیالے بھر بلایا ہے
سے
اماماں تھے منگے قولاں سو شامی شومیِ کافر
سے
ہوئے بے قول تو اُن نیں خدا دوزخ بنایا ہے
کے لئے
کئے ہیں مومناں کسوت حسن کے زہر تھے ہریا
سے
سو اس کے چھاؤں تھے اسمان اپنا رنگ بھرایا ہے
سے
خدایا قطب شہ کو بخش توں حرمت اماماں کی
کہ اُن کی مدح کا حلقہ مرے کن ہیں سُہایا ہے
کان
مدد کرنے ملک آوے قبولے نہیں امام اُن کو
کہ حیدر ہات تھے جبار دندیاں سر گرایا ہے
سے دشمن
جلا ہر
سورج جلتا ہے سارے مانمیاں کے آہ تھے سب دن
چندا اس شرم تھے گل کر سو اپنا سر نوایا ہے

عمر عثمان تھے دیں میں ہوا ہے سب خلل پیدا

جنکی باتاں تھے مذہب میں بڑا حیلا اٹھایا ہے

یزید و سب یزیدیاں مرگ بن ہوشیار نہ ہوسیں

سکیں

دنیا کے مال تھے اُن کا سو مکھ کہیں ہی پھرایا ہے

سے

یزیدیاں کا سو وقت آیا کرو لعنت یزید اوپر

سور کے گوہ میں داڑی موچھیاں سب ہیں ڈبایا ہے

زمین

یزیدیاں کا سو قصہ ظلم کا کوئی نا سکے کہنے

کہ جانن پن تھے شیطاں ان کنے تعلیم پایا ہے

سے

بچپن

یزید و شمر کے کاماں نہ کرسیں کوئی شیطاں بھی

سکے

ہزاراں لعن ہے اس پر جن ایسا پوت جایا ہے

مرثیہ

(ناقص الاول)

یتیماں آہ ہور دردواتے ہے ہور کپا جلتا
اور اور

اوسی تھے دو جہاں تیں نیل کا کسوت پنایا ہے
سے

اماماں بارہ کوں آکر ظلم سوں دکھ دئے کافر
سے

اسی تھے فاطمہ کا مکھ لہو سیتیں دھلایا ہے
سے سے

یتیماں واہ پیاسے واہ پیاسے کر رویں مل کر

اسی دکھ درد تھے انجھو گلاں کا ٹکایا ہے
سے آنسو

اے جیو نا جانتوں دیوے نمن اس دکھ تھے جلتا کر
یہ

پریاں حوراں اپس انکھیاں تھے لہو انجھو چوایا ہے
ٹپکایا

اماماں کا قصہ کہنے نہیں ہے جیب کوں طاقت

شہیداں کے غماں تھے درد بادل جگ پہ چھایا ہے
سے

خدایا داد لے ہور داد لے اس ظالماں کن تھے
اور

کہ جد نہیں سو یتیماں پر جفا ہور ظلم دھایا ہے
اور

اگر دعوے دھریں ایمان کے تم سب مسلمانا
ں

روؤ دم دم کہ دوزخ اگ تھے تم نا کو چھڑایا ہے
سے

اماماں کی دعا تھے قطب شہ کو دے شفا یارب
سے

شہیداں دوستی تھے سب شہاں میانے سرایا ہے
سے

مرثیہ

آؤ مل کر ماتمیاں سب اس غماں تھے لھو رو ویں
سے

وا اماماں یا اماماں یاد کر کر دل کھوویں !

آہ ہمارے درد تھے دریا کوں سب جوشش آوتا
سے آتا

ماتمیاں کے لھو بُنداں تھے آگ سب بُج جاوتا
بوند سے

سب دُکھاں کوں انت ہے اس دکھ کے تائیں انت نہیں
حد

فاطمہ کے پوت بن اس جگ منیں نیں نور کیں
میں کہیں

فاطمہ دکھ تھے عرش کرسی نیٖپے غم انجھو سٹے

ساتوں اسماں ہور زمیں میں آگ کی بھڑکی اٹھے

مصطفیٰ کے باغ کے پھولاں کوں بن پانی سکائے
سکھائے

مصطفیٰ ہور مرتضیٰ ہور فاطمہ کا دل دکھائے
اور اور

نیل کپڑے پہنیں ہیں پیغمبراں اس غم ستیں
سے

دشمنی پکڑے یزیداں مال و ہور خاتم ستیں
اور سے

جیوں نبیاں میں مصطفیٰ ہیں تیوں اماماں میں حسین
جس طرح

کفر کے تئیں بھان کر اسلام کیتے ہیں حسین

دوستاں رو رو لہو غم تھے اسیر ہے ہم امیرؔ
اثر

باپ نیں ماں نیں حسین ہے کربلا بن میں اسیر

اپنے پوتاں کوں کہے پند بند پیو تم چپ رہو
بونڈ
میرے بعد از پیاس میرا میرے لوگاں کوں کہو

ظلم بے حد کیتے بابا ظالماں کن داد لیو
کرتے
تم غضب کا تیغ سب یزیدیاں کے سر پر دیو دیو

دین دنیا کے شاہ رکھ قطب زماں کو اپ پناہ
اپنی
تہیں بخشاؤ خدا کن لطف سوں میرے گناہ
کے پاس سے

مرثیہ

دوجگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وائے وا

کے کے سے دل

تن روں کی لکڑیاں جالکر کرتے ہیں خواری وائے وا

کے رویں جلا

ساتو گگن آٹھو جنت ساتو دریا ساتو دھرت

آسمان آٹھوں اقلیمیں

ایکس تھے ایک آپس میں اپ دکھ کرنے کاری وائے وا

ایک سے

کالا کیا کسوت مکا دیکھو اماماں دوک تھے

مکہ (خانۂ کعبہ) دکھ

ظلمات بی کالا ہوا اس دکھ تھے بھاری وائے وا

سے بھی

لوح ہور قلم کرسی عرش قدسیاں ملک غلمان سب

اور

بجلیاں بدل اڑراوتے ہیں رات ساری وائے وا

بادل چلاتے ہیں

اسمان چھچھیالا ہوا سورج اگن والا ہوا

چندر سو جل کالا ہوا ہے دکھ اپاری وائے وا

جھما جل گیا

پنکھی سٹے ہیں سب پراں رو رو بھرے سمدراں

پرند گرا دیئے سمندر

چھوڑے ہیں سب اپنے گھراں دیکھو تو زاری وائے وائے

کالے ہوے دکھ تھے منگل سر پر سٹیں ماٹی سگل

سے ڈالیں مٹی سب

تو پکڑے اس دکھ تھے جنگل ہے بیقراری وائے وائے

سے

پھولاں سکے سب دکھ ستی مکھ موندے بلبل جھکھ ستی

سوکھے سے خاموش ہوگئے

کوئل حسینا دکھ ستی بن بن پکاری وائے وائے

سے

دیکھو تمیں اے مانساں والے جرینا پنکھیاں

تم لوگو

دھرتی ہے ماتم کی دکھاں دھرتی بچاری وائے وائے

دوکاں

دو جگ خرایاں ہو رہے حیواں کیاباں ہو رہے

سمدر سراباں ہو رہے نا ہوے جاری وائے وائے

سمندر

دُکھ آگ سوں جگ بن جلے آکاس تا دھرتی جلے

کی

کھن پر فرشتے کھیلے سٹ اختیاری وائے وائے
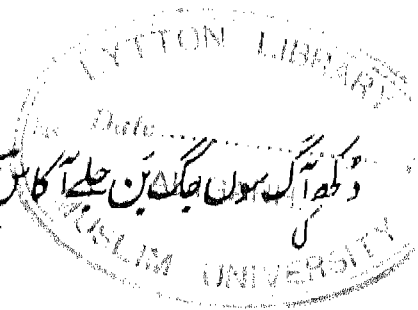
حضرت نبیؐ کے گیسواں دونو اماماں کے پگاں

قدم

جبرئیل جھلاوے اپ ہتاں آرات ساری وائے وائے

اپنے ہاتھ سے

حضرت علیؑ کے دو پوتیاں کاندھے نبیؐ کر انتیاں

پوت اونٹ (مونث)

تس پر چڑھے وو شہ جواں اس دھات باری وائے وائے

شہزادے کئے سب کے اونٹاں منے پکارے اس زماں

کہے مانند

عفعف نبیؐ تنکوں سناں کے دوی باری وائے وائے

جبرئیل آکر کہے تسری براں جو عف کئے

تیسری بار

اس عفو تھے جگ پائے گا سب رستگاری وائے وائے

سے

دو نور دیدے بی بی کے آخر دیکھو کیوں دکھ دکھے

لہو میں لڑے پیاسے بھکے دیکھو یو خواری وائے وائے

بھوکے

یک پوت کو دیتے زہر یک پوت پر کھینچے خنجر

کافر سکئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے

دکھ بات کو تو جیب جلے لکھنے قلم بی ناچلے
کی کہوں

دل جیوں شمے جل تلملے سد کی ہماری وائے وائے
شمع

قطبا کہے دل کے بچن ہر دم مدد منج پنج تن

راکھے خدا منجکو جتن دشمن کو خواری وائے وائے

قطبا کو ہے اللہ مدد بنتا ہے اس دل میں احد

تو منج مدد حیدر ولد بیریاں کو زاری وائے وائے
مجھے

ریختی

سنو ایک دو بات صاحب ہماری
سہیلیاں چتر میں ہوں بندی تماری

کہو رات کن سات کینے من بھیا یا
کہ چوتا ہے تم تن تھے رنگ خماری
کے ٹپکتا سے

نین چت سوں دیکھی ہوں میں نپٹ تمارا — تمن بن منجے کیوں گمے رات ساری

تمہارے بغیر مجھے گذرے

کہو صاحب آیے نوں ہے کس کی نشانی — کھنے کھن تمن پر تھے جاوں گی واری

سے

ان سات تل مل کے منج کوں پیارے — تمن قول بیسرے کتے تھی میں پیاری

تمیں صاحب ہیں کس منا و بھلاؤ — مو اندازہ کیا تم کہوں میں بچاری

بیڑا

نبی صدقے بیچاری کوں یوں تے مارو

اللہ کی نظر تھے قطب کی سنواری (ق)

اللہ

(۲)

پیا میں ہوں پیوے کی بندی تماری — رکھو دشٹ منج پر کہ میں تم پہ واری

نظر

کہ میں ہوں بنی بالی تیری پرت کی — اُسی تھے لگی ہے تمناری خماری

سے

میں ہلچی ہوں تج نیہہ کے بن میانے — اُسی تھے دو تن تم لگاتی ہے چاڑی

تیری محبت — اسی لئے

عشق بھاگ کھیلتی سہیلیاں سنگتیں میں — امنگ رنگ کھیلاں سوں میں کوں سنواری

سہیلیاں ہیں شرطاں سوں آ کر کھڑی ہوں   منجے دیکھ کر ہنسوں ہیں تاگا نٹھ پاری

ڈال دے

مرے ناز ہیں مہندی ہت میں نگارے   سہیلیاں متے ہیں ہوں پیو کی پیاری

ہاتھ   میں

نبی صدقے قطبا کے ڈاواں کھیلی ہوں

تمن بولنا کیا ہے میں شہ پہ واری   (ق)

تم سے

(۳)

پیارے نکر کھیچ ہوں تو پہ واری   تو آساں سنتیں پچھوں ہیں پنچھ کھاری

میں   تیری امید میں

تمے پیرم کی سیج کما بھور آئی   موتم یاد کی لاگی نیستاں خماری

مجھے تمہاری

سو ڈھل پاک کھنجناں اوچنی   اے چھند بند دیکھ تو پہ واری ہزاری

چوڑی چین اب ہوی ہیں تو تھے پر گرٹ   تمن کوں کون روک راکھی کنواری

تجھ سے

نبی صدقے قطبا کی پیاری ہے توں

ٹکو جی کی چین چھند بند سوں سنواری   (ق)

(۴)

ہوں تل تل تمن پر تھے واری پیاری   کہ تن من جوبن آپ ہوں تو پہ واری

میں   میں

سے

عشق یوں اپ چھاتی میانے لکھائی   کہ نکھ جبین چن جبین باندھی ہے ساری

اپنی

پرم پیار سوں آئی ہوں تو کے در پر   کہو صاحبا کن ملے تم سوں ناری

کس طرح

موسر بھر نہ رکھ سار دوتی کا ہت   کہ چوری چوری تم سوں لولی ہے چاڑی

چغلی

بیتے یوج سوں قطب کوں پیاری میلی

(بیتی ؟)

کہ تم ہم کوں کیا بوجھتی او گنواری   (ق)

مثنوی
(نامکمل)
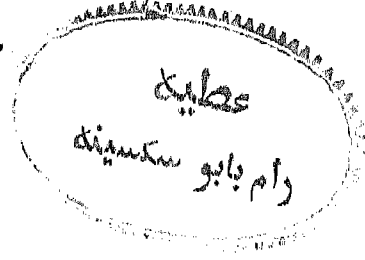
بسم اللہ الرحمن الرحیم — کیلی ہے سب کچھ کا جو کیتا حکیم

حمد نجات ہے کرو اُس پر تمام — نامِ خدا لے کرو ختم کلام

کیلی ہے اللہ کُلُف کھل کی تیں — نامِ خدا قرح ہے دل کُھل کی تیں
(کے پھول)

حکم اُسی کا ہے سبھی حکم پر — ہے الف اللہ نہ زیر و زبر

نُور خدا کا ہے جہاں نور ہے — ایک اپے سب منیں بھرپور ہے

اونچا نیچا جب نہ تھا تب آپ تھا

ہے سو نہ اَچھسے وو اَچھیگا سدا
رہے وہ رہیگا